الشہاب الثاقب
علی المسترق الکاذب

شیخ الاسلام
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

معہ

غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول

الشیخ علامہ سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ منورہ ([illegible])

ترجیم حزب الشیطان فی تصویب حفظ الایمان

مولانا ابو الرضا محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بہاری

ترتیب و تقدیم

حضرت مولانا قاری عبد الرشید
سابق استاذ حدیث و تفسیر جامعہ مدنیہ لاہور

دار الکتاب
کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور 7235094

نام کتاب ۱ : الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب: معہ

" " ۲ : غایۃ المأمول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول : و

" " ۳ : ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان :

مصنف ۱ : شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

" " ۲ : الشیخ علامہ سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً)

" " ۳ : مولانا ابوالرضا محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بہاری

طبع اول : بصورت مجموعہ (ستمبر 1979ء) (انجمن ارشاد المسلمین)

طبع ثانی : بصورت مجموعہ (مئی 2004ء)

ناشر : دارالکتاب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

طابع : حاجی حنیف اینڈ سنز

قیمت : 200 روپے

باہتمام

حافظ محمد ندیم

لیگل ایڈوائزر

مہر عطاء الرحمٰن ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0300-4356144, 042-7241945

اجمالی فہرست

حیات شیخ الاسلامؒ کا اجمالی خاکہ
مع شجرۂ طریقت و نسب

از مولانا ابوالحسن بارہ بنکویؒ

رجوم المذنبین علی رؤس الشیاطین

از شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ

الشہاب الثاقب

از شیخ الاسلام حضرت مدنی رح

غایۃ المامول فی تتمۃ منح الوصول
فی تحقیق علم الرسول!

از علامہ سید احمد برزنجی رح مفتی مدینہ منورہ

ترغیم حزب الشیطان
بتصویب حفظ الایمان

از مولانا ابو الرضا قاسم بہاری



نوٹ: مرتب کتاب ہذا کا سوانحی خاکہ صفحہ نمبر 508 پر ملاحظہ فرمائیں۔ نیز تفصیلی حالات کے لیے کتاب ''رجل الرشید'' (مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ لاہور) کا مطالعہ فرمائیں۔

(ناشر)

عرض ناشر

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامی الکریم

انجمن ارشاد المسلمین کے بانی و مؤسس اور کتاب ہذا کے مرتب حضرت مولانا عبدالرشید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے احقاقِ حق و ابطال باطل کا جذبہ وافر عطا فرمایا تھا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے اپنی زندگی میں جو انتھک محنت و کوشش فرمائی وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ حضرت قاری صاحب کو علماء دیو بند رحمہم اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت اور عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ موجودہ دور میں مسلک علماء دیو بند ہی در حقیقت مسلک اہلسنت والجماعت ہے، یہی ناجی فرقہ ہے۔ اسی کے متبعین افراط و تفریط کے بغیر صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ اس کی نشر و اشاعت، اس کا تحفظ حضرت قاریؒ کی زندگی کا مشن تھا۔ اسی مقصد کے لئے آپ نے اکابر علماء دیو بند کی کتب پر تحقیقی کام کیا۔ انہیں از سر نو مرتب فرمایا پھر انہیں انجمن کی طرف سے شائع بھی فرمایا۔

زیر نظر کتاب "الشہاب الثاقب" پر آپ نے ایک محققانہ مقدمہ تحریر فرمایا جو در حقیقت پروفیسر محمد مسعود کی کتاب "فاضل بریلویؒ علماء حجاز کی نظر میں" کا مکمل و مفصل جواب ہے اور "الشہاب الثاقب" کے خلاف پھیلائی جانے والی بعض اہم غلط فہمیوں کا ایسا دندان شکن جواب ہے کہ جس سے فاضل بریلوی کے سفر حرمین شریفین کے تمام مخفی گوشے اجاگر ہو گئے ہیں۔ نیز اس کے تمام خد و خال واضح ہو گئے ہیں اور ان کی تکفیری کاروائی کا سارا پس منظر بھی سامنے آ گیا ہے۔ اس کے پہلے ایڈیشن میں انجمن ارشاد المسلمین کے ناظم نشر و اشاعت نے اس مجموعہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

ہم "الشہاب الثاقب" کے ساتھ علامہ سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ منورہ (احمد رضا خان صاحب نے موصوف کا ذکرِ خیر جن القابات و خطابات سے کیا ہے وہ حسام الحرمین ص پر ملاحظہ ہو) کی کتاب "غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول" بھی شائع کر رہے ہیں جو علامہ موصوف نے احمد رضا خان صاحب کے خلاف تحریر فرمائی تھی۔ جس پر دیگر علماء مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً نے اپنی تقریظات لکھیں اور اپنے تائیدی دستخط ثبت فرمائے۔ جس سے یہ

حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ " فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں کیا تھے ؟ اور ان کے نزدیک احمد رضا صاحب کے بعض عقائد و نظریات کس قدر گمراہ کن تھے ؟ یہ کتاب آج کل نہ صرف کمیاب بلکہ قریبًا نایاب ہو چکی تھی۔ ہم اس کتاب کی افادیت بڑھانے کے لئے اس کا ترجمہ بھی ساتھ ہی شائع کر رہے ہیں۔ جو ہمارے رفیقِ کار اور انجمن کے اول نائب امیر جناب مولوی نعیم الدین صاحب نے کیا ہے۔

چونکہ بریلوی حضرات ایک یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ علماء دیوبند نے "حفظ الایمان" کی عبارت کے جو جوابات دیئے ہیں وہ آپس میں متخالف و متعارض ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری رہ کے جواب کے مطابق حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رہ کافر قرار پاتے ہیں۔ اور حضرت مدنی رہ کے جواب کے پیش نظر حضرت چاندپوری رہ کافر ہیں۔ (العیاذ باللہ)۔ اس لئے ہم "الشہاب الثاقب" کے ساتھ ہی حضرت مولانا ابو الرضا محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بہاری رہ کی کتاب "ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان" بھی شائع کر رہے ہیں۔ جس میں اس اعتراض کا مسکت و دنداں شکن جواب دیا گیا ہے۔

"الشہاب الثاقب" میں درج شدہ بعض الفاظ کے بارے میں حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کی ایک پرانی روایت کا درج کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ۔

" ایک بار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی طالب علم نے یہ سوال کیا کہ "الشہاب الثاقب" میں بعض مقامات پر "وہابیہ" کے لئے لفظ "خبیث" استعمال کیا گیا ہے جو بہت سخت ہے۔ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "الشہاب الثاقب" کا مسودہ جس طالب علم کو صاف کرنے کیلئے دیا گیا وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا۔ اس نے بعض مقامات پر "وہابیہ" کے ساتھ ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔ پھر جلدی اشاعت کے باعث اس کی تصحیح نہ کی جا سکی اور اگلے طابعین پھر اسی کی کاپی کرتے رہے :

چونکہ یہ لفظ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا نہیں ہے اسلئے ہم نے فیصلہ کیا کہ مسودہ کی تصحیح کردی جائے۔

والحمد للہ اولا و آخرا والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

عبدالحفیظ ظفر

ناظم نشر و اشاعت انجمن ارشاد المسلمین لاہور

شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ

اے سایہ ات بالِ ہما خوش آمدی خوش آمدی
اہلاً و سہلاً مرحبا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے شمع ایوانِ حرم ، اے سرو بستانِ حکم
اے خضرِ اربابِ ہدیٰ ، خوش آمدی خوش آمدی

اے خازنِ اربابِ حق ، اے مہبطِ انوارِ حق
اے حق پسند و حق نما ، خوش آمدی خوش آمدی

سر کردۂ اربابِ دیں ، سر دفترِ اہلِ یقین
سرچشمۂ صدق و صفا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے مستشار مؤتمن ، اے مقتدائے ممتحن !
اے با دلِ درد آشنا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے قاسمِ فیضِ کہن اے ظلِ محمود الحسن
اے یادگارِ اتقیا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے یوسفِ کنعانِ ما ، باد افدایت جانِ ما
ہاں اے اسیرِ مالٹا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے رایتِ فتح مبین ، اے آیتِ علم و یقین
اے شمع جمع اصفیا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے کنزِ اخبارِ نبی ، مقبولِ سرکارِ نبی
اے پرتو شمع حرا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے نازشِ خاکِ وطن ، اے مرجعِ اربابِ فن
اے ذرد و دلہا را دوا ، خوش آمدی خوش آمدی

آئینۂ فیضِ ازل ، گنجینۂ علم و عمل
تصویرِ تسلیم و رضا ، خوش آمدی خوش آمدی

از مقدمت دل شاد شد ، ویرانہ ام آباد شد
اے بر تو جانِ من صد فدا ، خوش آمدی خوش آمدی

دلہا تبہ اقدامِ تو ورد زبانہا نامِ تو
آید ز ہر سو ایں صدا ، خوش آمدی خوش آمدی

ایں گلشنِ علم و ہنر شد از قدومت مفتخر
گوید ہمیں نور الہدیٰ خوش آمدی خوش آمدی

از علامہ اقبال سہیل رح

مقدمہ

مولانا قاری عبدالرشید صاحبؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

زیر نظر کتاب "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" اور اس کے مصنف کے خلاف بریلوی حضرات کی جانب سے بہت کچھ کہا اور لکھا گیا ہے۔ حال ہی میں پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے ایک کتاب "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" تالیف فرمائی ہے۔ کتاب کیا ہے؟ پچیس تیس صفحات کے کتابچہ سے خواہ مخواہ موضوع سے غیر متعلق باتوں کے ذریعہ ڈھائی سو سے زائد صفحات کی کتاب بنائی گئی ہے۔ ¹

ان صفحات کا حال بھی یہ ہے کہ نصف حصہ میں عربی اور نصف حصہ میں اس کا ترجمہ ہے۔ نیز بہت کشادہ لکھا گیا ہے۔ ورنہ یہ مضمون ۸، ۱۰ صفحات سے زائد کا نہیں ہے۔ علاوہ بریں مضامین بھی کوئی نئے نہیں بلکہ آج سے تقریباً ستر سال پیشتر

---

¹ کتاب میں موضوع سے غیر متعلق باتوں کے اندراج کی شکایت صرف ہمیں ہی نہیں بلکہ بعض تبصرہ نگار بھی اس کے شاکی ہیں۔ حتیٰ کہ خود مؤلف کو بھی اس کا احساس پریشان کر رہا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۲۳، ۴۱، ۲۲۳، ۲۲۴۔

جناب احمد رضا خان صاحب (م ۱۳۴۰ھ ، ۱۹۲۱ء) کی کتاب "حسام الحرمین" اور "الدولۃ المکیۃ" وغیرہ پر جو تقاریظ علماء حرمین شریفین نے لاعلمی اور غلط فہمی میں لکھ دی تھیں انہیں کو پروفیسر صاحب نے مرتب کر کے پیش کر دیا ہے۔

چونکہ ان کے جوابات کے لئے "الشہاب الثاقب" کا مطالعہ بالکل کافی ہے اس لئے کتاب مذکور کے موضوع سے متعلق یا غیر متعلق کسی بھی مضمون کے جواب کی طرف متوجہ ہونے کو ہم اضاعتِ وقت سمجھتے ہیں۔ البتہ کتاب کے آخر میں بعنوان "استدراک" پروفیسر صاحب نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز (م ۷۷ ۱۳ھ ، ۱۹۵۷ء) اور "الشہاب الثاقب" کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ چونکہ پروفیسر صاحب اور بریلوی جماعت کے دیگر اکابر و اعاظم اس نو تالیف کتاب کو بہت اہمیت دے رہے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ "الشہاب الثاقب" کے مقدمہ میں اس کتاب کے حصہ "استدراک" کا مختصر سا جائزہ لے لیا جائے۔ اور پروفیسر صاحب کے وارد کردہ اعتراضات کے جوابات مختصر طور پر پیش کر دیئے جائیں۔ تاکہ مخالفین کو حضرت مدنی مرحوم و مغفور اور ان کی تصنیفِ لطیف "الشہاب الثاقب" کے خلاف غلط فہمیاں پھیلانے کا موقعہ نہ ملے۔

پہلا اعتراض | پروفیسر صاحب زیر نظر کتاب "الشھاب الثاقب علی المسترق الکاذب" کے نام پر اعتراض کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"اس کتاب کے نام ہی سے عناد کی بو آ رہی ہے۔ اس عنوان کے معنی ہیں "جھوٹے چور کے لئے شہاب ثاقب" شہاب ثاقب وہ ٹوٹنے والے تارے ہیں جو رجم شیاطین کے لئے مخصوص ہیں۔ اور جن کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے" لہ

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

جواب : اوّلاً | ہم پروفیسر صاحب کے بیان کردہ معنی پر تو اس لئے اعتراض نہیں کرتے کہ وہ عربی زبان میں اپنی بے بضاعتی کا خود ہی یہ کہہ کر اقرار کر چکے ہیں کہ۔

"برادرِ محترم جناب پروفیسر قاری علیم الرحمٰن صاحب اور مکرمی جناب ڈاکٹر محمد ریاض صاحب (اسلام آباد) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض عربی عبارات کے ترجمہ میں مدد فرمائی۔" [1]

اس لئے ہم بجائے ان پر اعتراض کرنے کے ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ لفظ "مسترق" گو "سَرِقَةٌ" سے مشتق ہے۔ لیکن اس کے معنی مطلق چور کے نہیں ہیں۔ عربی میں "چور" کے لئے لفظ "سارق" استعمال ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا۔ سورۃ المائدہ	ترجمہ : چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

اس کے برعکس "مسترق" سے مراد وہ شیاطین ہیں جو چوری چھپے ملاءِ اعلیٰ کے بعض فیصلوں کو سن کر اس میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر کاہنوں پر القار کرتے ہیں۔ چونکہ بریلویوں کے "بڑے حضرت" نے بھی اپنے مخالفین کی بعض عبارات لے کر اس میں اپنی طرف سے بیسیوں جھوٹ ملا کر عوام میں پھیلا دیا۔ اس لئے حضرت مدنی رہ نے انہیں "مسترق" قرار دے کر ان کے خلاف لکھی جانے والی کتاب کا نام "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" رکھا۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) [1] "فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں" ص ۱۴۹ حاشیہ۔

[1] "فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں" ص ۸۔

ثانیاً | پروفیسر صاحب کو کتاب کے نام سے "عناد" کی بو آنا درحقیقت ا
کی ذکاوت حس " کا نتیجہ ہے۔ قرآن پاک کا یہ ارشاد۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔ بقرہ	ترجمہ: اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے

پروفیسر صاحب کو مدنظر رکھنا چاہیئے تھا۔ رہا حضرت مدنی رہ کا مظلوم ہوتا تو اس کے بارے میں پروفیسر صاحب خود ہی رقمطراز ہیں۔

" یہ مخالفین فاضل بریلوی (احمد رضا خان) کی شدید تنقیدات کا فطری نتیجہ تھے۔ ع کیوں نہ چھچوں کہ یاد کرتے ہیں"[1]

اور اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مدنی رہ کا احمد رضا خان صاحب کو "کاذب" کہنا غلط ہے۔ تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ ان کا جھوٹا ہونا ایک ایسی بین حقیقت ہے کہ ان کا بڑے سے بڑا طرفدار بھی ان کے دامن کو کذب و افتراء کے بدنما دھبوں سے تا قیامت پاک نہیں کر سکتا۔ اور اگر پروفیسر صاحب کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کچھ تامل ہو تو ایک دو مثالیں ہم پیش کر دیتے ہیں۔ پروفیسر صاحب ذرا ہمت فر کر جواب مرحمت فرمائیں۔

۱: احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین"[2] میں "تحذیر الناس" کی جو عبارت پیش کی ہے وہ "تحذیر الناس" کے کس صفحہ پر ہے؟

انشاء اللہ العزیز پروفیسر صاحب ساری قوت صرف کر لینے کے بعد بھی حسام الحرمین میں پیش کردہ پوری عبارت "تحذیر الناس" کے کسی مقام پر نہیں دکھا سکتے۔ بلکہ

---

[1] "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" ص ۱۶۹ حاشیہ۔

[2] حسام الحرمین۔ ص ۱۰۰۔

جب وہ "تحذیر الناس" کا مطالعہ شروع فرمائیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ تین[۳] مختلف صفحات کی عبارتوں کو ان کے "اعلیٰ حضرت" نے بلا کسی امتیازی نشان کے اس طرح ملا دیا ہے کہ وہ ایک مسلسل عبارت بن گئی ہے۔ نیز ان تین[۳] مختلف صفحات کی عبارتوں کی ترتیب بھی بدل ڈالی ہے۔ چنانچہ انہوں نے درمیان والی عبارت کو شروع میں اور آخری عبارت کو درمیان میں اور شروع کی عبارت کو آخر میں لکھ کر یہ صریح جھوٹ بول دیا کہ یہ عبارت "تحذیر الناس" میں ہے۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) کی اردو عبارت کا عربی ترجمہ جو علماءِ حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا تھا وہ قصداً غلط کیا۔ "تحذیر الناس" میں ہے۔

"اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"۔[۱]

اور بریلویوں کے چودھویں صدی کے مجدد نے اس کا عربی ترجمہ یہ کیا۔

"مع انه لا فضل فیه عند اهل الفهم اصلاً"

جس کا مطلب یہ ہے کہ ختم نبوت زمانی میں بالکل کوئی فضیلت نہیں۔ بالذات فضیلت کی نفی اور فضیلت کی بالکلیہ نفی کر دینے میں جو فرق ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

علمی طور پر بریلویوں کا چودھویں صدی کا مجدد اتنا فرو مایہ بھی نہیں کہ اردو کی ایک مختصر سی عبارت کا صحیح ترجمہ نہ کر سکے۔ اس لئے ہمیں یہ کہنے میں قطعاً کوئی باک نہیں کہ یہ سب کچھ قصداً ایک بہت بڑی سازش کے تحت کیا گیا ہے۔ بہر حال پروفیسر صاحب

---

[۱] "تحذیر الناس" ص ۳۔

سے ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ قرآن پاک میں بیان کردہ یہودیوں کے وصف " یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ " اور آپ کے اعلیٰ حضرت کی اس کاروائی میں کیا فرق ہے ؟ ذرا وضاحت سے بیان فرمائیں ۔

۲ : بریلویوں کے اعلیٰ حضرت داڑھی منڈانے اور کترانے والوں کے بارے ارشاد فرماتے ہیں کہ حدیث میں ایسے لوگوں کے لئے ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں ۔ [1]

پروفیسر صاحب ! ارشاد فرمائیے کہ ارادہ قتل کی وعید داڑھی منڈانے اور کترانے کے گناہ پر کس حدیث شریف میں وارد ہے ؟ نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر افتراء ایک بہت بڑا گناہ ہے ۔ جس کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے ۔ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بہتان باندھنے سے نہیں چوکتا اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ علماء دیوبند کی عبارات نقل کرنے میں دیانت داری کا ثبوت دے گا محض خوش فہمی اور خام خیالی ہے ۔

۳ : حسام الحرمین میں بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے بحوالہ " تحذیر الناس " مولانا نانوتوی رح کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دیا ہے ۔ کیا اس تحذیر الناس میں حضرت نانوتوی رح نے ختم نبوت زمانی کو متعدد دلائل سے ثابت نہیں کیا ؟ اور کیا انہوں نے اسی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہے ؟ چنانچہ حضرت نانوتوی رح کے الفاظ ملاحظہ ہوں ۔

" .... جیسا اس (تعداد رکعات) کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس (ختم نبوت زمانی) کا منکر بھی کافر ہوگا " [2]

---

[1] احکام شریعت ص ۱۰۳ - ج ۲ - [2] تحذیر الناس ص ۹ -

حضرت نانوتوی مرحوم کی ان تمام تصریحات کے باوجود ان کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا کذب و افترا نہیں تو پھر صدق و دیانت کی یہ کونسی صورت ہے؟ یہودیوں کی مشہورِ زمانہ خصلت "تحریف" کا ظہور چودہویں صدی میں امتِ رضا خانیہ اور اس کے امام احمد رضا خان صاحب میں بدرجۂ اتم ہوا ہے۔ جس کا قدرے تفصیل سے ذکر ہم نے "اصلی وصایا شریف" کے مقدمے میں کر دیا ہے۔ جو بہت جلد "انجمن ارشاد المسلمین" کی طرف سے شائع ہو رہی ہے۔

ثالثاً پروفیسر صاحب کو معلوم ہونا چاہئیے کہ "شہاب ثاقب" احمد رضا خان صاحب کی جس کتاب کا جواب ہے اس کا پورا نام "حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین" ہے یعنی حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہی رح اور حضرت تھانوی رح وغیرہ کے کفر اور جھوٹ کے گلے پر حرمین شریفین کی تلوار۔ (یاد رہے کہ "الکفر" اور "المین" کا الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے جیسا کہ "المسترق" اور "الکاذب" کا الف لام عہد کے لئے ہے) علماءِ دیوبند کی باتوں کو جھوٹ بلکہ کفر قرار دینے اور ان پر تلوار لے کر حملہ آور ہونے والے کو کچھ نہ کہنا بلکہ اس کی حمایت و طرف داری کرنا اور جس بے چارہ پر حملہ ہوا ہے اس کا اپنے بچاؤ کے لئے جوابی کارروائی کرنے کو قابل گردن زدنی جرم قرار دینا پروفیسر صاحب ہی کا کام ہے۔

رابعاً پروفیسر صاحب! احمد رضا خان صاحب کی درج ذیل کتب کے ناموں کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

۱ : الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ۔

۲ : النیّر الشہابی علی تدلیس الوہابی۔

۳ : السہم الشہابی علی خداع الوہابی۔

۴ : قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار ۔

۵ : سل السیوف الہندیہ علی کفریات باباء النجدیہ ۔

۶ : النذیر الہائل لکل جلف[1] جاہل ۔ وغیرہ

کیا ان ناموں سے بھی عناد کی بو آرہی ہے یا نہیں ؟ ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے کہ جناب کو ان ناموں سے " عناد " کی بو نہیں آئے گی ۔ کیونکہ بقول شاعر ؎

وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ

ولکن عین السخط تبدی المساویا

بہر حال جو جواب آپ احمد رضا خان صاحب کی مذکورہ کتابوں کے ناموں کے بارے میں دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے " الشہاب الثاقب " کا سمجھ لیجئے ۔

دوسرا اعتراض

پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں ۔

" فاضل مصنف مذکورہ بالا کتاب (الشہاب الثاقب . ص ۱۲ ۔ طبع دیوبند) میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں ۔

" احقر چونکہ حضرات اکابر دیوبند وگنگوہ کا خوشہ چیں اور انہیں کے دامن عاطفت کا متشبث ہے ۔ سات یا آٹھ برس تک ان اکابر کی بارگاہ کی خاکروبی اور ان کی جوتیوں کے سیدھی کرنے کی خدمت سے مالا مال رہا ہے "

اس تصریح کے بعد فاضل بریلوی کی مخالفت میں فاضل مصنف کے بیان قدرے مشکوک ہو جاتے ہیں ۔ عقیدت ومحبت کا جب یہ عالم ہو تو پھر حقائق کو غیر متعصب نگاہ سے دیکھنا بہت مشکل ہے اور مخالف کی تعبیرات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا تو اس سے بھی زیادہ مشکل ہے " [2]

---

[1] جلف : اکھڑ ، اجڈ ، بے وقوف کو کہا جاتا ہے ۔ مصباح اللغات ۔

[2] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ۔ ص ۱۷۰ ۔

جواب | چونکہ حضرت مدنی رہ کی پوری عبارت فاضل معترض نے نقل نہیں کی ہے ورنہ قارئین سمجھ جاتے کہ اس عبارت کے لکھنے کا مقصد کیا ہے ؟ اس لئے پہلے آپ پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں تاکہ سیاق و سباق کا اندازہ ہو جائے۔ حضرت مدنی رہ ارشاد فرماتے ہیں ۔

" حضرات (انہوں نے (احمد رضا خان صاحب نے) حضرات علماء دیوبند اور ان کے اکابر پر سخت افتراء پردازیاں کی تھیں اور ایسے طرز سے بیان کیا کہ جس کو ہر ایک دیندار دیکھ کر سخت تنفر اور اعراض ظاہر کرے ۔ احقر چونکہ حضرات اکابر دیوبند و گنگوہ ہی کا خوشہ چیں اور ان کے ہی دامن عاطفت کا متشبث ہے ۔ سات یا آٹھ برس تک ان اکابر کی بارگاہ کی خاکروبی اور ان کی جوتیوں کے سیدھی کرنے کی خدمت سے مالا مال رہا ہے اس لئے ان حضرات کے عقائد و خیالات و اعمال سے بخوبی واقف ہے ۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں بھی ان کی (احمد رضا خان صاحب کی) مکاریاں اور افتراء پردازیوں کا اظہار مدینہ منورہ میں کیا گیا تھا ۔ اور رسائل اکابر (علماء دیوبند) لوگوں کو دکھلائے گئے تھے " [1]

یہ عبارت پڑھ کر قارئین حضرت مدنی رہ کا مقصد بخوبی سمجھ گئے ہوں گے ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی عدالت میں کسی معاملہ پر گواہی دینے والے شخص کے بارے میں سب سے پہلے یہ تحقیق کی جاتی ہے کہ آیا اس گواہ کو متعلقہ معاملہ کے تمام پہلوؤں سے مکمل آگاہی حاصل ہے ؟ اور کیا یہ شخص موقعہ کا گواہ ہے یا صرف سنی سنائی باتوں کی بناء پر گواہی دینے آگیا ہے ؟ اسی بناء پر حضرت مدنی رہ نے اکابر علماء دیوبند

---

[1] الشہاب الثاقب ۔ ص ۲۲ ۔

کی صفائی کے بارہ میں شہادت دینے سے پیشتر یہ پوری طرح واضح کر دیا کہ ایک دو روز، ہفتہ عشرہ یا مہینہ دو مہینہ کی بات نہیں بلکہ سالہا سال تک میں ان اکابر علماء دیوبند کی خدمت میں رہا ہوں۔ اور ان سے دینی علوم کا استفادہ کرتا رہا ہوں اور ان کے عقائد و خیالات نیز ان کے اعمال صالحہ اور اتباع سنت کے ساتھ ان کے شغف کو بخوبی جانتا ہوں۔ اس لئے پورے وثوق اور ناقابل تزلزل اعتماد کے ساتھ میں ان اکابر علماء دیوبند کی ان تمام الزامات اور بہتانوں سے صفائی اور برأت کی شہادت دیتا ہوں جو احمد رضا خان صاحب نے ان پر لگائے ہیں۔

حضرت مدنی رہ کا یہ بیان اکابر علماء دیوبند کے حق میں ان کی شہادت کو مزید مؤکد پختہ اور قابل اعتماد بنا دیتا ہے۔ لیکن حیرت ہے پروفیسر صاحب کی عقل و خرد پر کہ وہ حضرت مدنی رہ کے مذکورہ بالا بیان ہی سے موصوف کے دیگر بیانات کو مشکوک قرار دے رہے ہیں۔ بہرحال اگر کوئی شخص آفتاب نصف النہار کی تیز روشنی میں بھی آنکھیں بند کر بیٹھے اور حقائق پر نظر ڈالنا ہی نہ چاہے تو پھر ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رہا حقیقت مند کی گواہی کا معاملہ تو ہم یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ کسی شاہد اور گواہ کے بیانات کو محض اس لئے کیوں مشکوک قرار دیا جا رہا ہے کہ اس کی گواہی اپنے قابل احترام اور لائق صد تکریم اشخاص کے بارے میں ہے؟ کیا شرعاً، اخلاقاً، قانوناً یا عرفاً اس بات کا کوئی جواز پیدا ہو سکتا ہے کہ شاگرد کی گواہی اپنے استاد کے حق میں یا استاد کی گواہی اپنے شاگرد کے بارے میں ناقابل اعتبار ہے؟ یا مرید کی شہادت اپنے پیر کے حق میں یا پیر کی شہادت اپنے چہیتے مرید کے حق میں مشکوک ہے؟

بلکہ کسی بھی دوست کا بیان دوسرے دوست کے بارے میں ناقابل قبول ہے؟

کیا پروفیسر صاحب کسی مستشرق کے مقابلہ میں مسلمان محقق کے بیانات کو محض اس لئے رد کر دینے پر آمادہ ہیں کہ یہ ایک عقیدت مند کا بیان ہے؟ یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معاملہ میں کسی شیعہ کے مقابل سنی عالم کے قول کو صرف اس لئے رد کر دیں گے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے معتقد کا قول ہے؟ یا کسی دیوبندی عالم کے مقابلہ میں بریلوی عالم کا قول پروفیسر صاحب اس لئے رد کر دیں گے کہ یہ احمد رضا خاں صاحب کے عقیدت مند کا قول ہے؟

اگر یہ بات نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اکابر علماء دیوبند کی صفائی میں ایک ثقہ، عادل، متقی و دیانت دار اور صاحب علم و فضل کا قول اور بیان محض اس لئے مشکوک قرار دے دیا جائے کہ وہ ایک عقیدت مند کا قول ہے۔ کیا کسی عدالت کے ریکارڈ سے اس سے بڑھ کر ظلم و ستم کی کوئی نظیر پیش کی جا سکتی ہے؟ لیکن افسوس! بریلوی عدالت میں یہ سب کچھ ممکن ہے۔ ؎

وہی شاہد وہی قاتل وہی منصف ٹھہرے
اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

اور اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو پھر خود پروفیسر صاحب کے بیانات احمد رضا خاں صاحب کی صفائی کے سلسلہ میں کیونکر قابل قبول ہوں گے؟۔

اگر پروفیسر صاحب کو اصرار ہے۔ اور وہ ضرور یہ تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مکی اور احمد رضا خاں صاحب میں سے کس کے بیانات قابل اعتبار ہیں؟ تو پھر عدل و انصاف کا خون کرنے کی کیا ضرورت؟ اور ایک مظلوم پر مزید ظلم و ستم ڈھانے کی کیا حاجت؟ آیئے ہم آپ کو عقل و نقل کے مصدقہ اصولوں کے ماتحت آپ کے گھر کی گواہی سے یہ ثابت کر دکھاتے ہیں کہ کس کے بیانات ناقابل اعتبار ہیں، اور کس کے بیانات

اٹل ، ٹھوس اور ناقابلِ تردید ؟

احمد رضا خانصاحب کے بیانات کے ناقابل اعتبار ہونے پر موصوف کے گھر کی شہادت !

جناب احمد رضا خان صاحب حرمین شریفین میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں رقمطراز ہیں

" یہ تمام وقائع ایسے نہ تھے کہ ان کو میں اپنی زبان سے کہتا ہمراہیوں کو توفیق ہوتی اور آتے جاتے اور ایام قیام ہر دو سرکار کے واقعات روزانہ تاریخ وار قلم بند کرتے تو اللہ و رسول کی بے شمار نعمتوں کی عمدہ یادگار ہوتی ۔ اس سے رہ گیا اور مجھے بہت کچھ سہو ہو گیا ۔ جو یاد آیا بیان کیا ۔ نیت کو اللہ عزوجل جانتا ہے ۔ [1]

موصوف ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں ۔

" اس قسم کے وقائع بہت تھے کہ یاد نہیں ۔ اگر اسی وقت منضبط کر لیے جاتے محفوظ رہتے ۔ مگر اس کا ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو احساس بھی نہ تھا " [2]

اسی طرح ایک اور مقام پر اسی سلسلۂ کلام کے درمیان فرماتے ہیں کہ ۔

" اس وقت یاد نہیں " [3]

احمد رضا خان صاحب کے ان بیانات کو نقل کرنے کے بعد اب ہم حق و صداقت

---

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۳ ۔ [2] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۲۷
[3] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۹ ۔

اور عدل و انصاف کے حامل اپنے قارئین اور پروفیسر صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ۔

"دو شخص کسی معاملہ میں متضاد خبریں بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص پورے وثوق و اعتماد کے ساتھ بیان کر رہا ہے جبکہ دوسرا شخص اپنے بیان میں ایک بار نہیں تین تین بار اپنے بھول جانے کا اعتراف کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ "مجھے بہت کچھ سہو ہو گیا جو یاد آیا بیان کیا" اب عقلاً نقلاً شرعاً عرفاً کس شخص کا بیان ناقابل اعتبار ہوگا اور کس کا قابل اعتبار ولائق اخذ؟"

پروفیسر صاحب! آنکھیں کھولئے اور ہوش میں آیئے! دیکھئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سچائی اور برأت دشمنوں کی زبان سے بھی بیان کرا دیا کرتا ہے۔ اور آیت مبارکہ "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا" کا دلکش منظر آنکھیں کھول کر ملاحظہ فرمالیں۔ یہ سچ ہے۔ ع

چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی۔

تیسرا اعتراض حضرت مدنی رہ نے بیان فرمایا ہے کہ۔

"جب شریف مکہ کی جانب سے احمد رضا خانصاحب سے ان کے عقائد کے متعلق چند سوالات کئے گئے تو احمد رضا خانصاحب نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رہ سہارنپوری ــــ جو اس سال پہلے ہی سے حج کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے ــــ پر الزامات لگا کر اپنے وکیل شیخ صالح کمال رہ کے توسط سے شریف مکہ تک پہنچا دیئے۔ گو شریف مکہ اور ان کے اراکین مجلس نے اسی وقت فوراً تردید کر دی کہ یہ سب غلط بیانی ہے اور کوئی بھی مسلمان اس قسم کے عقائد نہیں رکھ سکتا۔ لیکن

بایں ہمہ اطلاع ملنے پر مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رہ شریف مکہ کے بعض اراکین مجلس بالخصوص احمد رضا خاں صاحب کے وکیل شیخ صالح کمال کے پاس تشریف لے گئے تاکہ احمد رضا خان صاحب کے الزامات و افترا ءات سے اپنی براءت کا اظہار ان حضرات کے سامنے کر دیں۔ چنانچہ مولانا خلیل احمد صاحب رہ نے ان حضرات بالخصوص احمد رضا خان صاحب کے وکیل شیخ صالح کمال رہ کو ہر طرح سے مطمئن کر دیا۔" [1]

لیکن اس کے برعکس پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں۔

" مولوی خلیل احمد کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو صفائی پیش کرنے شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیلات شیخ صالح کمال کے مندرجہ ذیل مکتوب (محررہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ) سے معلوم ہوتی ہیں جو موصوف نے سید اسماعیل خلیل حافظ کتب حرم محترم کو تحریر فرمایا تھا" [2]

اس پر پروفیسر صاحب نے یہ فٹ نوٹ بھی تحریر کیا ہے۔

" ہم نے محض تاریخی نقطۂ نظر سے واقعات و حقائق کا تجزیہ کرنے کے لئے یہ مکتوب شامل مقالہ کیا ہے۔ کسی عالم کی تنقیص ہرگز مقصود نہیں!" [3]

بہر حال اس مکتوب سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب رہ کی گفتگو کے بعد شیخ صالح کمال کا مطمئن ہونا تو درکنار موصوف تو مولانا خلیل احمد صاحب رہ سے کلمات کفریہ کا اقرار کرا کے ان سے توبہ کرانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ اس

---

[1] الشہاب الثاقب ص ۲۹ ملخصاً۔ [2] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۷۳۔

[3] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۷۳ حاشیہ۔

لئے ممکن نہ ہو سکا کہ مولانا خلیل احمد صاحب دوسرے روز ہی جدہ تشریف لے گئے۔

جواب | پروفیسر صاحب! اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ خط اصلی ہے؟ اس کا ثبوت کیا ہے؟ محض احمد رضا خاں صاحب کے ملفوظات میں درج ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ خط اصلی ہے۔

میرے محترم! جو شخص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) کو کافر قرار دینے کے لئے ایک فرضی فتوے ان کی طرف منسوب کر دے اور موصوف کی طرف سے تردید ہو جانے کے بعد بھی ان کی تکفیر سے رجوع نہ کرے ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توہین و تذلیل کی خاطر ایک جعلی خط تیار کر لے۔ نیز جو شخص بدایونی حضرات کے ساتھ چلنے والے مقدمہ میں عدالت کی حاضری سے بچنے کے لئے اپنی بیماری کا جھوٹا سرٹیفکیٹ داخل کر سکتا ہے[1] ایسا شخص اپنے مخالفین کو نیچا دکھانے اور بدنام کرنے کے لئے جو بھی ذلیل سے ذلیل تر حربہ استعمال کرے اور ان کی ہتک عزت کے لئے جو بھی ہتھکنڈہ بروئے کار لائے وہ بالکل قرین قیاس ہے۔

---

[1] پروفیسر محمد یوسف سلیم چشتی صاحب شارح کلام اقبال نے بارہا مختلف حضرات کی موجودگی میں یہ واقعہ بیان فرمایا اور موصوف سے احمد رضا خانصاحب کے وکیل نے بذات خود یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ نیز پروفیسر صاحب نے بیان کیا کہ اس واقعہ کے بریلی میں مشہور ہو جانے کے باعث پورے بریلی میں احمد رضا خاں صاحب کی ناک کٹ گئی تھی۔

شیخ صالح کمال کی طرف ایک جعلی مکتوب کی نسبت

پروفیسر صاحب! آیئے اب ہم آپ کو وہ قرائن و شواہد بتلاتے ہیں جو ہر منصف مزاج شخص کو یہ باور کرنے پر مجبور کر دیں گے کہ یہ خط جعلی ہے۔

۱ : مکتوب نگار شیخ صالح کمال کے بارے میں احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں۔

"حضرت مولانا شیخ صالح کمال کو اللہ جنات عالیہ عطا فرمائے بآں فضل و کمال کہ میرے نزدیک مکہ معظمہ میں ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا۔" ؎

جب کوئی عام مسلمان بھی دوسرے مسلمان کو خط لکھتا ہے تو اس کی ابتداء "سلام مسنون" سے کرتا ہے۔ تو کیا کسی شخص کی عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ علماء مکہ معظمہ میں جو سب سے بڑا عالم ہے۔ وہ ایک دوسرے عالم کو خط تحریر کرے اور اس میں "تحیۂ مسنونہ" کے طور پر ایک لفظ بھی نہ ہو؟ ہمارے نزدیک یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ یہ تحریر ہرگز ان کی نہیں ہے۔

۲ : مکتوب نگار بھی مکہ معظمہ کا باشندہ ہے اور مکتوب الیہ بھی حرم محترم کے کتب خانہ کا انچارج۔ اور دونوں کی ملاقات عموماً ہوتی رہتی ہے خصوصاً نمازوں کے اوقات میں۔ اس لئے یہ واقعہ بالمشافہ نہ بتلانا بلکہ بذریعہ مکتوب مولانا سید اسماعیل صاحبؒ کو اس سے آگاہ کرنا بھی بہت مستبعد ہے۔

۳ : شیخ صالح کمال رہ سے جس روز مولانا خلیل احمد صاحب رہ کی ملاقات ہوتی تھی اس کے دوسرے دن صبح کے وقت شیخ صالح کمالؒ نے احمد رضا خان صاحب کو اس

؎ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۲۱ ۔

واقعہ اور باہمی گفت گو سے مطلع کر دیا تھا [1] ادھر مولانا سید اسمٰعیل التزاماً روزانہ احمد رضا خان صاحب کے پاس تشریف لاتے تھے [2]۔ اس لئے اگر اس روز شیخ صالح کمال اور مولانا سید اسمٰعیل کا احمد رضا خان صاحب کے پاس اجتماع ہو گیا تھا تو پھر مکتوب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اور اگر وہاں پر ان دونوں حضرات کا اجتماع نہیں ہوا تھا اور موصوف مولانا سید اسمٰعیل صاحب کو اس واقعہ سے مطلع کرنا ضروری سمجھتے تھے تو احمد رضا خان صاحب یہی فرما دیتے کہ آپ کے پاس مولانا سید اسمٰعیل صاحب تشریف لائیں گے انہیں بھی اس سرگزشت سے آگاہ کر دینا۔ لیکن ایسا کرنے کی بجائے خط کا راستہ اختیار کرنا بڑی انوکھی سی بات ہے۔

۴ : جب شیخ صالح کمال نے ۲۸ ذی الحجہ کو یہ خط لکھا تھا تو ظاہر ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو تین روز میں مولانا سید اسمٰعیل صاحب کو وہ خط موصول ہو گیا ہو گا۔ اور مولانا سید اسمٰعیل صاحب احمد رضا خان صاحب کے پاس روزانہ تشریف لاتے تھے۔ خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم سے آخر محرم تک مسلسل رہی۔ دن میں ایک بار آنا تو کبھی ناغہ ہی نہ ہوتا۔ بلکہ کبھی دن میں دو بار بھی تشریف لاتے تھے [3] پھر کیا وجہ ہے کہ شیخ صالح کمال کا یہ خط انہوں نے احمد رضا خان صاحب کو دستی طور پر نہ دیا بلکہ بقول احمد رضا خان صاحب۔

"انہوں نے بعینہٖ اپنے خط میں رکھ کر مجھے بھیج دیا" [4]

یہ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

---

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ حصہ دوم ص ۱۶۔ [2] ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ دوم ص ۱۷۔ [3] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۷ ملخصاً۔
[4] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۵۔

۵ : جب شریف مکہ کی طرف سے احمد رضا خاں صاحب کے عقائد کے بارے میں سوالات کئے گئے، تو موصوف نے اپنا جواب کتابی صورت میں لکھ کر ۲۸، ذی الحجہ بروز جمعرات بوقت صبح شیخ صالح کمال کے حوالے کر دیا تھا۔[۱] پھر انہوں نے ۲۸، و ۲۹، ذی الحجہ کی درمیانی شب میں وہ کتاب شریف مکہ کو سنائی تھی۔ اور اسی سنانے کے دوران موصوف نے مولانا خلیل احمد صاحب رہ کے عقائد کے بارے میں شریف مکہ سے گفتگو کی تھی۔ چنانچہ احمد رضا خاں صاحب بیان کرتے ہیں۔

"حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب " براہین قاطعہ " کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ انبیٹھی (مولانا خلیل احمد) صاحب کو خبر ہوئی۔ مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے "[۲]

اس سے معلوم ہو گیا کہ مولانا خلیل احمد صاحب رہ کا اپنی صفائی کے لئے شیخ صالح کمال سے ملنا بہت جلد سے جلد ہوا ہو گا تو بھی ۲۹، ذی الحجہ سے پیشتر نہیں ہو سکتا۔ اب پروفیسر صاحب ہی فیصلہ فرمائیں کہ جو واقعہ ۲۹، ذی الحجہ یا اس سے بھی بعد کا ہے اس کا ذکر ۲۸، ذی الحجہ کے مکتوب میں کیسے آ گیا ؟

ع ‏ دروغ گو را حافظہ نہ باشد

۶ : احمد رضا خاں صاحب کا بیان ہے۔

"مولانا (شیخ صالح کمال) نے چاہا کسی مترجم کو بلائیں اور " براہین قاطعہ " انبیٹھی صاحب کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی میں جدہ کو فرار ہو گئے "[۳]

---

[۱] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۲ - [۲] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۴-
[۳] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۴-

یہی نہیں کہ صرف احمد رضا خان صاحب نے مولانا خلیل احمد صاحب رح کا رات ہی کو جدہ روانہ ہونا ذکر کیا ہے۔ بلکہ خود شیخ صالح کمال کی جو گفتگو احمد رضا خان صاحب سے اس واقعہ کے دوسرے روز صبح کے وقت ہوئی تھی اس میں انھوں نے بھی یہی ذکر کیا کہ رات ہی میں مولانا خلیل احمد صاحب رح جدہ چلے گئے۔ لیکن اس خط میں دوسرے روز جدہ جانے کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس خط میں ہے۔

" لیکن جس روز وہ میرے پاس آیا تھا اس کے دوسرے روز جدہ چلا گیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ " ؎۱

یہ تعارض صاف بتا رہا ہے کہ یہ خط جعلی ہے۔

۷ : اس خط کے بعض جملوں کے انداز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ باہمی گفتگو کا واقعہ ۲۵ ذی الحجہ یا اس سے پہلے کی کسی تاریخ کا ہے۔ کیونکہ مکتوب نگار کا کہنا ہے کہ۔

" آج کی تاریخ سے پہلے ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا۔ جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے "

جس سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ واقعہ جس طرح ۲۶ تاریخ کا نہیں اسی طرح ۲۷ تاریخ کا بھی نہیں ورنہ بجائے یہ لکھنے کے کہ۔

" آج کی تاریخ سے پہلے ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا "

یوں لکھتے کہ۔

" کل ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے "

نیز اس خط کے آخر میں اپنے ایک جملے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ۲۶ تاریخ کا بھی

؎۱ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۲۶۸۔

نہیں ہے۔ کیونکہ مکتوب نگار لکھتا ہے کہ۔

"جس روز وہ میرے پاس آیا تھا اس کے دوسرے روز جدہ چلا گیا"

اگر یہ واقعہ ۲۶، تاریخ کا ہوتا تو یوں مبہم طور پر نہ لکھا جاتا بلکہ صاف طور پر یوں ہوتا کہ

" پرسوں آیا تھا اور کل چلا گیا"

بہرحال خط کے الفاظ کے انداز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ کم ازکم ۲۵، ذی الحجہ یا اس سے پہلے کی کسی تاریخ کا ہے۔ غالباً اسی انداز تحریر کو مدنظر رکھتے ہوئے پروفیسر صاحب نے اس ترجمہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"چند روز ہوئے خلیل احمد نامی ایک ہندوستانی مکہ کے چند مجاورین علماء ہند کے ساتھ میرے پاس آیا تھا" [1]

اس خط کے انداز تحریر سے ثابت ہو گیا کہ یہ واقعہ ۲۵، یا اس سے پہلے کی کسی تاریخ کا ہے۔ گو یہ بات احمد رضا خان صاحب کی دوسری تحریرات کے خلاف ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ۲۵، ذی الحجہ کو بعد نماز عصر حرم محترم کے کتب خانہ میں مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کی ملاقات ہوئی تھی۔ اور گفتگو بھی وہابیت ہی کے موضوع پر ہو رہی تھی۔ اسی اجتماع میں مکتوب نگار شیخ صالح کمال نے احمد رضا خان صاحب کو وہ سوالات پہنچائے تھے جو شریف مکہ کی طرف سے کئے گئے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ اس اجتماع میں شیخ صالح کمال نے یہ واقعہ زبانی طور پر تو سید اسماعیل صاحب کو نہ بتایا اور ۲۸، ذی الحجہ کو بذریعہ تحریر اس واقعہ سے آگاہ کر رہے ہیں۔ بہرحال یہ بھی ایک بہت مستبعد سی بات ہے۔

یہ قرائن وشواہد ہر صاحب فہم و فکر کو بزبان حال پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس خط

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۶۳۔

کا وجود المتراء پردازی واتہام بازی کی کسی نادرۂ روزگار شخصیت، تکفیر وتفسیق کے بے نظیر مجدد، عیاری ومکاری کے لاثانی امام، دروغ بافی وکذب بیانی کی کسی یگانۂ عصر ہستی اور دجل وتلبیس کے کسی پیکرِ مجسم کے ہاتھ کا کرشمہ ہے۔

مولانا خلیل احمد صاحب کا حجاز مقدس میں اعزاز واکرام

رہا حرمین شریفین میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز کے اکرام و اعزاز کا معاملہ تو اس سلسلہ میں ہم ایک ایسے شخص کی شہادت پیش کردیتے ہیں جسے علماء دیوبند سے نہ تو فخر تلمذ حاصل ہے اور نہ ہی شرف بیعت وارادت۔ لیکن چونکہ نظر انصاف اور مزاج معتدل کا حامل ہے۔ اسی لئے اس سفر حج (۱۳۲۳ھ) میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح کا رفیق سفر ہونے کے باعث اپنی رفاقت سفر کے تاثرات بڑے کھلے دل سے بیان کردیئے ہیں۔

یہ بزرگ جن کی تحریر ہم پیش کررہے ہیں برصغیر کی مشہور درگاہ کرسی شریف ضلع ہردوئی کے ایک جلیل القدر سجادہ نشین ہیں۔ اور ان کا نام نامی واسم گرامی "مولانا حاجی حافظ شاہ محمد سراج الیقین صاحب قادری چشتی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ" ہے۔ موصوف اپنی کتاب "زیارت نامہ" یعنی "زیارت اولیاء کاملین" میں رقمطراز ہیں کہ۔

"ازاں جملہ جناب مولانا مقتدانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری عمت فیوضہم و دامت برکاتہم ہیں۔ آپ ہندوستان کے مشاہیر علماء و اکابر فضلاء میں سے ہیں۔ آپ کے فضل و کمال کا حال مکہ معظمہ کے سفر میں فقیر کو پہلے طور سے معلوم ہوا۔ بمبئی سے تا جہاز۔ اور جہاز سے تا مکہ معظمہ۔ اور مکہ معظمہ سے تا مدینہ منورہ برابر آپ کے حالات فقیر کے پیش نظر رہے

اور مدینہ منورہ میں آپ نے خاص اپنے ہی قیام گاہ پر فقیر کو جگہ عنایت فرمائی۔ اس وجہ سے ہمہ وقت آپ کے حالات فیض سمات پیش نظر رہتے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ارباب مدینہ منورہ کس قدر آپ کا اکرام فرماتے تھے۔ اور ہمہ وقت آپ کا درس مدینہ منورہ میں جاری رہتا تھا حتیٰ کہ جب آپ عازم حرم محترم ہوتے تھے۔ تو طلبہ کھلی ہوئی کتابیں ہاتھوں پر لئے ہوئے اسباق پڑھتے جاتے تھے اور بے تکلف آپ کا درس جاری رہتا تھا۔ مدینہ منورہ سے مراجعت کے وقت تا شہر "ینبوع" میں نے دیکھا کہ جس مقام پر آپ پہنچتے تھے وہاں کے حضرات بے حد آپ کی تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ یہاں کے باشندوں کے سرغنہ اور مقتدار ہیں۔ اللہ اکبر! جس بزرگ کی تعظیم و تکریم ایسے مقامات محمودہ کے حضرات فرمائیں اس کی شان عظمت و علو مرتبت کی کوئی حد ہو سکتی ہے؟

جاتے وقت شہر بمبئی سے تا جہاز۔ اور جہاز سے تا مکہ معظمہ فقیر برابر دیکھتا جاتا تھا کہ تمام ارباب قافلہ وغیرہم سب آپ کو اپنا پیشوار مقتدار جانتے اور اس قدر آپ کی تعظیم و تکریم فرماتے تھے جس کی حد و پایاں نہیں ہے۔ آپ نے کئی حج کئے ہیں۔ فقیر جس سال گیا ہے۔ (۱۳۲۳ھ) اس سے پیشتر شاید دو حج آپ کر چکے تھے۔ (پہلا حج ۱۲۹۳ھ میں اور دوسرا حج ۱۲۹۰ھ میں کیا تھا۔ انوارا حمہ) اور سال پیوستہ (۱۳۲۸ھ) میں پھر تشریف لے گئے تھے۔ بہرحال آپ کی ذات مقدس ہندوستان میں ازحد غنیمت ہے۔ خداوند تعالیٰ ذات ستودہ صفات کو سلامت باکرامت رکھے اور آپ کا فیض تا قیامت قائم و برقرار

رہے ۔ آپ اپنے وطن خاص "سہارنپور" کے مدرسہ میں افسر مدرس ہیں
اصل یہ ہے کہ فقیر سراپا تقصیر کے قلم میں یہ قدرت نہیں کہ آپ کے کمالات
برگزیدہ و اوصاف حمیدہ کو احاطۂ تحریر میں لا سکے۔" [1]

موصوف اپنی ایک دوسری کتاب "شمس العارفین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سہارنپوری دامت برکاتہ۔
آپ بھی اکابر علماء ہندوستان میں ہیں ۔ آپ حضرت مولانا محمد یعقوب
صاحب مدرس اعلیٰ "مدرسہ عالیہ دیوبند" کے ارشد تلامذہ اور حضرت مولانا
رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رح کے اجل اور اعظم خلفاء میں ہیں ۔ آپ کچھ
دنوں تک "مدرسہ عالیہ دیوبند" میں مدرس رہے اور اب "مدرسہ مظاہر العلوم
سہارنپور" میں مدرس اعلیٰ ہیں ۔ آپ کی ذات بھی فیض و برکت کا سرچشمہ
ہے ۔ سفر حج میں فقیر کی اور آپ کی معیت رہی ۔ آپ مکارم اخلاق کے جامع
اور معدن ہیں ۔ مدینہ منورہ کے سفر میں آپ قافلہ میں نماز پنجگانہ اول وقت
جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا فرماتے تھے ۔ قافلہ میں کبھی ایک وقت
کی جماعت آپ کی فوت نہیں ہوئی ۔ مدینہ منورہ میں فقیر نے دیکھا کہ اہل عرب
بے حد آپ کا احترام اور اعزاز کرتے تھے ۔ اور اس قلیل زمانہ قیام
میں طلبہ حدیث پڑھنے کے لئے آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوتے تھے آپ
تصنیفات عالی رکھتے ہیں۔" [2]

---

[1] زیارت نامہ یعنی زیارت اولیاء کاملین ۔ ص ۲۲ ۔ ۲۳ ۔ مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ ۱۹۱۴ء
[2] شمس العارفین ۔ ص ۸۳ ۔ مطبوعہ مقبول المطابع ہردوئی ۔

کیا خوب فرمایا گیا ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

پروفیسر صاحب ! دیکھ لیجئے اور بغور ملاحظہ فرمالیجئے۔ یہ ہے ایک غیر جانبدار عالم بلکہ شیخ طریقت کی گواہی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ کے حق میں جبکہ احمد رضا خاں صاحب کے بیانات بغض و عناد کی پیداوار ہیں جو انہوں نے جوش عداوت سے مغلوب ہوکر وضع کہلئے ہیں۔

دیکھئے آپ ہی نے شیخ احمد جزائری کی تقریظ کے درج ذیل کلمات نقل فرمائے ہیں۔

" ان شیاطین میں سے ہمارے مدینہ منورہ میں بھی چند گنتی کے ہیں۔ تقیہ کی آڑ میں چھپے ہوتے ہیں۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو عنقریب مدینہ منورہ ان کو اپنی مجاورت سے نکال باہر کرے گا کہ اس کی یہی خاصیت ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے " [۱]

میرے محترم ! آپئیے احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ معیار حقانیت پر پرکھ کر دیکھ لیں کہ مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اور احمد رضا خاں صاحب میں سے کس کو مدینہ منورہ نے " اپنی مجاورت سے " نکال کر باہر کر دیا ؟ اور کون مدینہ منورہ زادھا اللہ تعالیٰ شرفا وتعظیما کے مبارک قبرستان " جنت البقیع " میں آسودۂ آغوش لحد ہے ؟ اور کون تمنائے بسیار کے باوجود اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہا ؟

پروفیسر صاحب ! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ العزیز نے بروز بدھ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو بعد نماز عصر بآواز بلند اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی اور آپ کی نماز جنازہ آستانۂ نبوی کے قریب باب جبریل کے باہر ادا کی گئی جو مدینہ طیبہ کے " مدرسہ شرعیہ "

[۱] حاشیہ بر صفحہ آئندہ

کے صدر مدرس مولانا شیخ طیب رسے نے پڑھائی۔ اور با وجود جلدی کرنے کے (جیساکہ سنت ہے) اژدحام اتنا بڑھ چکا تھا کہ کاندھا دینا مشکل ہو رہا تھا۔ علماء بھی تھے اور طلبا بھی۔ اہل تعلق بھی تھے اور بیگانے بھی۔ اور سب با دیدۂ پرنم لے کر چل رہے تھے۔ اور زبان حال سبھی کی کہہ رہی تھی۔ ؏

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اور عشاء سے پہلے پہلے "جنت البقیع" میں اہل بیت نبوی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے مزارات کے قریب آپ کو آغوش لحد میں اتار دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ط ؏

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا[1]

اس کے برعکس احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔

" وقت مرگ قریب ہے۔ اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے۔ اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کیساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔ بہرحال اپنا خیال ہے۔ مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے۔ خریدار کو مجھ تک پہنچنے بھی نہ دیں گے۔ کوئی منقول شئی نہیں کہ بازار بھیج کر نیلام کر دی جائے اور خالی ہاتھ بھیک پر گذر کرنے کے لئے جانا دشر عاً جائز نہ دل کو گوارہ۔ دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو۔ والسلام "[2]

---

[1] (حاشیہ صفحہ گزشتہ) فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۸۱۔ [2] حیات خلیل۔ ص ۲۲۰-۲۲۱ ملخصا

[3] حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۱۶۔

احمد رضا خان صاحب کی یہ عبارت پڑھ کر ہمیں ان کے دعویٰ "عشقِ رسولؐ" پر بے ساختہ ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی۔ اور ساتھ ہی علامہ اقبال مرحوم کا شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و توکل میں احمد رضا خان صاحب کی اس قدر بے جا اور صبر و قناعت کے باب میں موصوف کی اس تہی دامنی کو ملاحظہ کیجئے۔ اور ساتھ ہی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کا تمام اندیشہ ہائے دراز کو خیرباد کہتے ہوئے اور استقامت کے اعلیٰ ترین درجہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوچۂ محبوب کی طرف روانگی پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔

مزید تفصیل کے لئے "حیاتِ خلیل" ملاحظہ ہو۔ تو بے ساختہ آپ پکار اٹھیں گے کہ علامہ اقبال مرحوم نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ ؎

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ صوفی ہے نہ ملا نہ حکیم

پروفیسر صاحب تو "عاشقِ رسول" کے نام سے ایک پمفلٹ لکھ چکے ہیں لیکن نامعلوم یہ حقیقت موصوف کی نظر سے کیوں اوجھل رہی کہ "عشق" لفاظی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسی کیفیت ہے کہ جب کسی شخص میں پیدا ہوتی ہے تو "عاشق" کے صفحۂ قلب سے محبوب کے علاوہ ہر نقش کو مٹا دیتی ہے۔ بہرحال مؤلف "عاشقِ رسول" کی خدمت میں سر دست ہم درج ذیل شعر ہی پیش کر سکتے ہیں۔

عشق چوں خام است باشد بستۂ ناموس و ننگ
پختہ مغزانِ جنوں را کے بود پروا ز سنگ

جعلی مکتوب تیار کرنے کا داعیہ اور سبب؟

جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں اس جعلی مکتوب کے تیار کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب کہ احمد رضا خان صاحب نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے "جدہ" میں یہ بات مشہور کر دی کہ "شریف مکہ" ان کا مرید ہو گیا ہے۔ نیز اپنے مکاتیب میں لکھ کر ہندوستان بھی بھیج دیا کہ "شریف مکہ" کی مجلس میں ان کا بڑا اعزاز و اکرام ہوا ہے۔ اس لئے ہندوستان کے لوگوں کو ضرورت پیش آئی کہ صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے ان علماء سے رابطہ قائم کریں جو شریف مکہ کے اراکین مجلس میں شامل ہیں چنانچہ بریلی اور رام پور کے بعض حضرات نے فوراً خط لکھ کر صحیح صورت حال دریافت کی۔ جواباً شیخ عبد القادر شیبی کلید بردار خانہ کعبہ نے مختصراً اصل صورت حال لکھ بھیجی جس سے احمد رضا خان صاحب کے اعزاز و اکرام کا ہوائی قلعہ آنکھ جھپکتے ہی "هَبَاءً مَّنثُورًا" ہو گیا۔

یہ استفساری مکتوب اور مکہ معظمہ سے آمدہ جواب مولانا محمد اسحاق صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب " قاطع الوريد من المبتدع العنيد " مطبوعہ ۱۳۲۳ھ میں بھی شائع کر دیا تھا۔ اس لئے رضاخانی حضرات کو ضرورت محسوس ہوئی کہ مکہ معظمہ کی طرف منسوب کوئی ایسا مکتوب شائع کیا جائے جو احمد رضا خان صاحب کے اعزاز و اکرام کے منہدم قلعہ کو دوبارہ استوار کر دے۔

چنانچہ ۱۳۳۸ھ میں۔ جو کہ احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات کی جمع و ترتیب اور اشاعت کا سال ہے۔ شیخ صالح کمال کی طرف منسوب کر کے ایک خط "ملفوظات اعلیٰ حضرت" حصہ دوم۔ میں شامل کر کے شائع کر دیا گیا۔ اور یہ ایسے وقت میں شائع

کیا گیا جب کہ مکتوب نگار اور مکتوب الیہ دونوں ہی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے[1] تاکہ ان کی طرف سے تردید کی بھی گنجائش باقی نہ رہے۔

بہرحال ہم مولانا محمد اسحاق صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تمہیدی کلمات کے ساتھ "ساکنان بریلی" کا استفساری مکتوب اور "شیخ عبد القادر شیبی کلید بردار خانہ کعبہ" کا وہ خط جو موصوف نے مولانا محمد طیب صاحب کی ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ) مدرس مدرسہ عالیہ رام پور کو لکھا تھا۔ یہاں پر درج کئے دیتے ہیں تاکہ یہ نادر چیز منظر عام پر آجائے۔

--------- علماء بریلی و رام پور نے براہ راست جناب شیخ عبد القادر شیبی تک کے ذریعے شریف صاحب کے مرید و معتقد ہو جانے کی حقیقت دریافت کی۔ اور یہ بھی پوچھا کہ شریف صاحب نے احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے باب میں کیا حکم صادر فرمایا تھا؟

اس کے جواب میں جو مختصراً جناب شیبی صاحب نے تحریر فرمایا وہ ہم بجنسہ یہاں نقل کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بریلوی نے علم غیب کے مسئلہ پر اور قادیانی کی تکفیر پر مکہ معظمہ کے علماء سے مہریں اور دستخط کرانا چاہا تھا مگر علم غیب کے مسئلہ کو تو تمام علماء نے قاطبۃً مردود، باطل اور ضلال فرمایا۔ اور شریف صاحب کا حکم صادر ہوا کہ کوئی عالم اس کی کسی تحریر پر تصدیق و

---

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم۔ ص ۲۱ : اور شیخ صالح کمال کے انتقال کا علم احمد رضا خان صاحب کے اس جملہ سے ہوتا ہے کہ "شیخ صالح کمال کو اللہ تعالیٰ جنات عالیہ عطا فرمائے" ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۲۲ ۔

دستخط نہ کیے۔ لیکن یہ حکم پوری طرح شائع نہیں ہونے پایا تھا کہ بریلوی نے ازراہ مکر و فریب و دیگر تدابیر گراں بہا بعض علماء سے قادیانی کی تکفیر پر دستخط کرا لئے۔

ناظرین! احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا یہ وہی کید عظیم ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ یعنی اس نے قادیانی کے عقائد باطلہ ظاہر کئے اور اس کے ساتھ علماء دیوبند کو بھی ازراہ بددیانتی شامل کر کے بالاجمال سب کی تکفیر پر دستخط کرا لئے۔ اور ہندوستان میں آکر یہ ظاہر کیا کہ علماء حرمین نے تمام علماء دیوبند کی تکفیر فرمائی ہے۔ جزاه الله جزاءً عدقم۔

اہل بریلی کا خط اور شیخ عبدالقادر شیبی کلید بردار خانہ کعبہ" کا جواب ہم بجنسہ مع ترجمہ کے نقل کرتے ہیں۔ اور اپنے ہی خرچ سے اس کی مکرر تصدیق کا وعدہ کرتے ہیں۔

خلاصة حال وتشكر من جانب ساكنان بريلي۔

الحمد لله العلي العظيم و الصلوة والسلام على نبيه الكريم وعلى آله وصحبه ذوي الجاه العميم۔

اما بعد فهذا تشكر من اهالي بريلي واسترحام من دولة سيدنا نائب خليفة المسلمين في

اہل بریلی کی طرف سے شریف مکہ کی خدمت میں عرض حال۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے اہل بریلی کی طرف سے نائب خلیفۃ المسلمین شریف مکہ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ازراہ مہربانی ہم کو اس حکم نامہ سے مطلع فرمایا جاوے جو حضور نے مجلس شوریٰ میں احمد رضا پر صادر فرمایا۔ اس لئے کہ اس نے

بلد الله الامين -
يترجون من سيدنا وسيد
الجميع ان يشرفهم
بمرسوم من مجلسه
السامي يتضمن شرحا حكمت
به دولته المنصورة على
احمد رضا ليكون مكذبا
لما اشاعه في مكاتيبه
حيث زعم ان دولة
سيدنا قد جنحت الى
معتقده -
وايضا لا يخفى على
سعادة دولة سيدنا ان
التقريظ الذي كتبه بعض
العلماء على كتابه الذي
ردفيه على المسيح القادياني
سيحرفه هذا الملبس الى
ما يريد فانه دجال مكار
يصور الامهار وربما
ألصق ورقة التقريظ بكتاب
غير الكتاب وهذا الرجل

یہاں اپنی بعض تحریرات (مکاتیب)
میں شائع کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں
حضور شریف صاحب نے میرے
اعتقاد سے خوشی اور موافقت
ظاہر فرمائی - ہم چاہتے ہیں کہ
حضور کے حکم نامہ سے احمد رضا
کی تحریرات کی تردید و تکذیب
کی جائے اور اس کا جھوٹ کھول
دیا جائے۔ نیز حضور پر یہ امر مخفی
نہ ہوگا کہ احمد رضا کے اس رسالہ
پر جو اس نے مسیح قادیانی کی
تردید میں لکھا ہے۔ مکہ معظمہ کے
بعض علماء نے جو تقریظ لکھی ہے
عنقریب احمد رضا دغا باز اس کو
بدل کر اپنے غرض و مطلب کی
طرف لے جاوے گا۔ کیونکہ یہ
شخص دجال و مکار ہے - طرح
طرح کی مہریں بنا لیتا ہے - اور ایک
کتاب کی تقریظ کو دوسری کتاب
میں شامل کر دیتا ہے - اور یہ شخص
مسیح قادیانی سے کسی طرح کم

لیس بادنی من المسیح القادیانی۔ ذالک یدعی الرسالۃ ظاھرًا وھذا یتستر بالمجددیۃ والحاصل ان الاسلام انما عرف من بیتکم وانتم اعوانہ۔ والسلام

نہیں۔ اس لئے کہ قادیانی پیغمبری کا مدعی ہے اور احمد رضا مجددیت کا۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام آپ ہی کے گھر سے پھیلا ہے۔ اور آپ ہی اس کے مددگار ہیں۔

والسلام

نقل کرامت نامہ مولانا الشیخ عبد القادر شیبی کلید بردار کعبہ شریفہ

جو اہل بریلی کی عرضداشت کے جواب میں بنام مولوی محمد طیب صاحب مکیؒ مدرس مدرسہ عالیہ رام پور صادر ہوا۔

" قدوۃ الفضلاء وعمدۃ العلماء جنابہ الفاضل محبنا الشیخ محمد طیب سلمہ اللہ وابقاہ۔ امین وبعد السلام التام مع التحیۃ والاکرام۔ اول السوال عن کمال صحتکم نرجوا دوامھا وثانیا قد وصلنا کتابکم

محب مکرم شیخ محمد طیب صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ سلام مع الاکرام کے بعد اول آپ کی صحت تندرستی کی کیفیت دریافت کی جاتی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیشہ تندرست رہیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ کا خط پہنچا اور اس کے ساتھ وہ رسالہ جو آپ نے شیخ ناری کے رد و قدح میں لکھا ہے

وفي طيه رسالتكم المفلحة
للشيخ الناري وبواسطة
مولانا الشيخ محمد معصوم
فهمنا حقيقة الرجل اعني
المولوي احمد رضا خان
البريلوي وعرضنا على
دولة سيدنا الشريف و
وصدر امره على مفتي
الاحناف ان لا يجيبه
بشيء في كل ما يسأل
وقد حصل وسأل الشيخ
على تقريظه في قول
" انه صلى الله عليه وسلم
يعلم ما كان وما يكون
من الازل الى الابد
وهو بكل شيء عليم "
فانكر ذالك ووجه لها
توجيهات اظهرت عناده
وضلاله -
وبعدها اظهر رسالته
فيها رد على المدعي ان

موصول ہوا - ہم کو مولوی احمد رضا
خان بریلوی کی اصلی حالت مولانا
شیخ محمد معصوم کے ذریعہ سے
معلوم ہوئی - ہم نے اس کو شریف
مکہ کے حضور میں پیش کر دیا - وہاں
سے مفتیٔ احناف کے نام حکم صادر
ہوا کہ وہ اس کی کسی بات کا جواب
نہ دیں - مولوی احمد رضا خان نے
شیخ محمد معصوم کے روبرو اپنا
وہ رسالہ پیش کیا جس میں انہوں
نے لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم عالم الغیب تھے - ازل
سے ابد تک جس قدر امور ہو
چکے ہیں اور ہوں گے ان سب
کو آپ جانتے تھے اور تقریظ
لکھنے کی درخواست کی - شیخ محمد معصوم
نے اس سے انکار کر دیا - اور اس
مسئلہ کے متعلق چند باتیں بیان
کیں - جن سے ظاہر ہوا کہ مولوی
احمد رضا گمراہ اور دشمن دین ہے
اس کے بعد احمد رضا نے اپنا

عیسی فی الهند نقرظوا
رسالته بعض العالم
وکانت بالغفلة عن
اطلاعنا وعند سماعنا
اطلعنا دولة الامیر و
کان عزم علی اخذها
ولکن تحققت ان
ما فیما یخل بالشرع
ابقاها فی یده والآن
خرج الی المدینة المنورة۔

دستخط

عبد القادر الشیبی

فاتح بیت اللہ الحرام

الثانی ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

دوسرا رسالہ پیش کیا جس میں انہوں
نے قادیانی پر رد کیا ہے۔ سو
اس پر بعض علماء نے تقریظ لکھ
دی۔ اور یہ اس سبب سے ہوا کہ
ہماری اطلاع کرنے سے ان کو
غفلت ہوئی۔ ہم نے جب یہ بات
سنی تو شریف مکہ کو اس سے مطلع
کیا۔ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ
رسالہ مذکورہ کو احمد رضا سے لے
لیں۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ
اس رسالہ میں شرع کے خلاف
باتیں ہیں تو انہوں نے نہیں
لیا۔ اور اسی کے پاس چھوڑ دیا
اب وہ مدینہ کی طرف چلا گیا۔



ناظرین کرام! ان دونوں خطوط کو ملاحظہ فرما کر نتیجہ نکال لیجئے کہ احمد رضا بریلوی کہاں تک سچا ہے اور اس کے معاونین کیسے راست باز ہیں ؟ لہ

امید ہے کہ قارئین کرام اس ساری صورت حال کے سمجھ لینے کے بعد شیخ صالح کمال ؒ کی طرف منسوب جعلی خط کی تیاری کے پس منظر سے بخوبی واقف ہو

لہ قاطع الورید من المبتدع العنید۔ ص ۱۶۷ تا ۱۷۰۔ مطبوعہ ۱۳۳۲ھ

سے گئے ہوں گے۔

چوتھا اعتراض

حضرت مدنی رہ نے بیان فرمایا ہے کہ۔

" احمد رضا خان صاحب کے خلاف ایک طویل محضر نامہ جناب شیخ محمد معصوم صاحب نقشبندی رام پوری ؒ کی خدمت میں بعض لوگوں نے پہنچایا۔ تاکہ وہ اس محضر نامہ کو شریف مکہ کی خدمت میں پیش کردیں ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ شریف صاحب احمد رضا خان صاحب کو تنبیہ کردیں اور قرار واقعی سزا دیں۔ لیکن جناب شیخ محمد معصوم صاحب نقشبندی رام پوری رہ نے تو پیش نہیں کیا بلکہ ان کے ہاتھ سے آفندی عبد القادر شیبی کلید بردار خانہ کعبہ نے لے لیا۔ اور کہا کہ میں خود یہ محضر نامہ شریف صاحب کو دوں گا۔ جب وہ محضر نامہ شریف صاحب کی خدمت میں پہنچا تو احمد رضا خان صاحب کے بارے میں درج شدہ باتیں پڑھ کر شریف صاحب احمد رضا خان صاحب پر سخت غضبناک ہوئے۔ شیبی صاحبؒ اور شریف صاحب نے احمد رضا خانصاحب کو قید کر دینے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ لیکن جناب شیخ محمد معصوم صاحبؒ نقشبندی رام پوری ـــــ جنہیں محضر نامہ شریف صاحب کو پہنچانے کے لئے پہلے پیش کیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے موصوف کی خدمت میں پیش نہیں فرمایا تھا ـــــ اور مولوی منور علی محدث رام پوری رہ نے قید کرنے کی مخالفت کی " [1]

اس بیان پر اعتراض کرتے ہوئے پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔

---

[1] الشہاب الثاقب۔ ص ۲۵ ملخصاً۔

"ایک طرف تو صاحب شہاب ثاقب یہ فرماتے ہیں کہ محضر نامہ اس لئے پیش کیا گیا تاکہ فاضل بریلوی کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جب شریف مکہ اس پر آمادہ ہوتا ہے تو مولوی منور علی وغیرہ آڑے آتے ہیں گویا از راہِ کرم۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی"۔ ؎

جواب پروفیسر صاحب! اگر یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آتی ہے تو اس میں حضرت مدنی رہ کا کیا قصور؟ آپ اپنی کم فہمی اور قلتِ استعداد پر ماتم کریں۔ اور اللہ تعالے سے استقامتِ فہم اور استعداد کی پختگی کی دعا کریں۔ سردست یہ معاملہ ہم آپ کو سمجھا دیتے ہیں ذرا غور فرمائیں۔

کسی دو جملوں میں تعارض پائے جانے کے لئے ضروری ہے کہ ان میں بیان کیا جانے والا حکم ایک ہی شخص یا چیز کے بارے میں ہو ورنہ ان کو متعارض نہیں کہیں گے چنانچہ یہاں پر احمد رضا خان صاحب کو قرار واقعی سزا دلوانے کی تمنا کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے محضر نامہ تیار کر کے جناب شیخ محمد معصوم صاحب نقشبندی رام پوری رہ کو دیا تھا تاکہ وہ شریف مکہ تک پہنچا دیں۔ گو انہوں نے نہیں پہنچایا۔ بلکہ دوسرے صاحب نے پہنچایا تھا۔ اور احمد رضا خان صاحب کی سزائے قید کی مخالفت محضر نامہ تیار کرنے والوں نے نہیں کی بلکہ جناب شیخ محمد معصوم صاحب نقشبندی رام پوری رہ اور مولوی منور علی صاحب رام پوری رہ نے کی تھی۔ جن کا ذکر محضر نامہ تیار کرنے والوں میں قطعاً نہیں ہے۔ لہٰذا جب احمد رضا خان صاحب کی "قرار واقعی سزا" کے متمنی اور لوگ ہیں۔ اور سزائے قید کے مخالف اور لوگ۔ تو پھر نا معلوم پروفیسر صاحب کو دونوں باتوں میں

؎ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۷۹۔

تناقض کیسے نظر آگیا ؟

پروفیسر صاحب کے علم میں اضافہ کے لئے ایک بات ہم اور عرض کئے دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر بالفرض مخالفت کرنے والے دونوں بزرگ محضرنامہ تیار کرنے والوں میں شامل بھی ہوتے تو بھی حضرت مدنی رہ کے مندرجہ بالا بیان میں کوئی تناقض نہ ہوتا۔ کیونکہ تناقض پائے جانے کے لئے "اتحاد زمانہ" بھی شرط ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ "زید رات میں سوتا ہے" اور "زید دن میں نہیں سوتا ہے"۔ دونوں جملوں میں کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اگر بالفرض یہ دونوں حضرات محضرنامہ تیار کرنے والوں میں شامل ہوتے اور اس وقت ان دونوں بزرگوں کی رائے دوسرے لوگوں کی طرح یہی ہوتی کہ احمد رضا خان صاحب کو "قرار واقعی سزا" دلوائی جائے پھر بعد میں کسی بنا پر ان کی رائے میں تبدیلی آجاتی تو بھی اس میں کوئی استبعاد نہ ہوتا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بعض اوقات رائے کچھ ہوتی ہے۔ پھر بعد میں کسی کے مشورہ یا ذاتی غور و فکر یا حالات میں کسی تبدیلی کی بنا پر رائے تبدیل ہو جاتی ہے۔

اگر پروفیسر صاحب اس کی مثال دیکھنا چاہیں تو ہم یہاں پر بھی ان ہی کے گھر کی شہادت پیش کئے دیتے ہیں۔ دیکھئے جناب! احمد رضا خان صاحب متحدہ ہندوستان کے ہندوؤں کو "ذمی" قرار دیتے تھے۔ اور ان کے حقوق مسلمانوں کے برابر ثابت فرماتے تھے۔ ؎

اور جب دیکھا کہ انگریز بہادر چاہتا ہے کہ ہندو مسلم دونوں قوموں کو آپس میں لڑا دیا جائے۔ کیونکہ تحریک خلافت اور ترک موالات کے زمانہ میں ہندو مسلم اتحاد کے باعث انگریز کے پاؤں برصغیر سے اکھڑنے لگے تھے تو جناب احمد رضا خان صاحب

؎ نصرۃ الابرار ص ۲۹۔ مطبوعہ ۱۳۰۶ھ

نے فتوے دے دیا کہ ہندوستان کے ہندو "حربی" ہیں اور ان سے کسی بھی قسم کے معاملات کرنے جائز نہیں ہیں۔ [1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رائے میں تبدیلی آجانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ پروفیسر صاحب بلا وجہ پریشان ہو رہے ہیں۔ بہرحال حضرت مدنی رح کا بیان ہر طرح سو فیصد درست اور صحیح ہے۔ البتہ پروفیسر صاحب کی قلت غور و فکر یا کم علمی کے باعث یہ صورت پیدا ہو گئی ہے۔

خزاں نہ تھی چمنستان دہر میں کوئی
خود اپنا ضعف نظر پردۂ بہار ہوا

پانچواں اعتراض حضرت مدنی رح نے لکھا ہے کہ۔

" احمد رضا خان صاحب سے شریف مکہ کیطرف سے تین سوالات کئے گئے تھے۔ جب احمد رضا خان صاحب نے ان کے غیر تسلی بخش جوابات دیئے تو شریف مکہ کی طرف سے حکم آیا کہ تم جلد یہاں سے چلے جاؤ۔" [2]

اس پر اعتراض کرتے ہوئے پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔

" لیکن واقعات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی نے ایک دو دن نہیں بلکہ اس فرمان شاہی کے نفاذ کے بعد دو ماہ سے زیادہ عرصہ قیام فرمایا۔ یا تو یہ بات جعلی ہے یا پھر فاضل بریلوی کے عشق و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت ہے کہ فرمان شاہی کی تاثیر کو ختم کر

---

[1] المحجة المؤتمنة فی آیت الممتحنة۔ ص ۲۷۔

[2] الشہاب الثاقب۔ ص ۲۸ ملخصاً۔

سکے رکھ دیا"۔ ؎۱

جواب احمد رضا خاں صاحب نے سفر حرمین شریفین سے متعلق جو تفصیلات بذات خود بیان کی ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کو اپنے الفاظ میں بطور خلاصہ پہلے ذکر کرتے ہیں۔ بعد ازاں پروفیسر صاحب کے اعتراض کا جواب پیش کریں گے۔ احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں۔

۱ : ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ بعد نماز عصر احمد رضا خاں صاحب سے شریف مکہ کی جانب سے سوالات کئے گئے تھے۔ ؎۲

۲ : اس وقت (یعنی ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ) موصوف کو مدینہ طیبہ جانے کی جلدی تھی اور ان کا دل اسی دھیان میں لگا ہوا تھا۔ ؎۳ جس کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ وہ اس وقت مدینہ طیبہ جانے کی تیاری میں مشغول تھے۔

۳ : احمد رضا خاں صاحب کے سامنے سوالات پیش ہو جانے کے بعد اب مدینہ طیبہ کو موصوف کی روانگی ۲۵ ذی الحجہ یا اس کے دو چار روز بعد کی مدت میں نہیں ہوتی جیساکہ ان کا پروگرام تھا۔ بلکہ تقریباً دو ماہ بعد ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو وہ عازم مدینہ طیبہ ہوتے ہیں۔ ؎۴

۴ : یہ سوالات شریف مکہ کی جانب سے کئے گئے تھے۔

ورنہ اگر کسی عام عالم کی طرف سے سوالات ہوتے تو احمد رضا خاں صاحب بالمشافہ زبانی جوابات دے کر بھی اپنے پروگرام کے مطابق مدینہ طیبہ روانہ ہو سکتے

؎۱ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۶۹۔ ؎۲ ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ ص ۹ حصہ دوم۔ ؎۳ الدولۃ المکیہ۔ ص ۱۰۱۔ ؎۴ ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۳ حصہ دوم۔

تھے۔ لیکن شریف مکہ کے ہاں تحریری اور مفصل جواب داخل کرنے کی ضرورت تھی۔ ؎۱

۵ ۔ ۲۴؍ صفر ۱۳۲۴ھ کو مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر " مقام رابغ " تک پہنچے تھے کہ ہلالِ ربیع الاوّل طلوع ہو گیا۔ اس مقام پر پہنچنے سے چھٹے دن یعنی چھ یا سات ربیع الاول کو وہ مدینہ طیبہ پہنچتے ہیں۔ پھر مدینہ طیبہ میں ان کا قیام اکتیس ۳۱ روز رہتا ہے۔ گویا سات یا آٹھ ربیع الثانی تک وہ مدینہ طیبہ میں رہتے ہیں۔ ؎۲

۶ ۔ احمد رضا خان صاحب نے مذکورہ سوالات کا جواب ایک کتاب " الدولۃ المکیہ " کی صورت میں لکھ کر (بقول ان کے) ۲۸؍ ذی الحجہ کی صبح کو اس شخص کے حوالہ کر دیا جس کی وساطت سے انہیں سوالات پہنچے تھے۔ پھر اس نے ۲۸ و ۲۹؍ ذی الحجہ کی درمیانی شب کو اول وقت نماز عشاء پڑھنے کے بعد سے نصف شب تک کتاب مذکور کا نصف حصہ شریف مکہ کو پڑھ کر سنایا بعد ازاں شریف مکہ اس کتاب کو لے کر آرام کے لئے بالاخانہ پر تشریف لے گئے۔ ؎۳

ان امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ باقی ماندہ نصف کتاب کے مطالعہ سے شریف مکہ کب فارغ ہوئے ؟

کیونکہ ظاہر ہے کہ مکمل جواب کے مطالعہ کے بغیر فرمان شاہی کے نفاذ کے کوئی معنی ہی نہیں۔ اب جہاں یہ ممکن ہے کہ شریف صاحب نے ایک دو روز میں باقیماندہ

؎۱ ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ حصہ دوم۔ ص ۹ - ۱۰۔ ؎۲ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم۔ ص ۳۴ - ۳۵۔ ؎۳ ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ حصہ دوم۔ ص ۱۲۔

نصف حصہ کا مطالعہ کر لیا ہو۔ وہاں حکام کی مصروفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ باقی ماندہ نصف حصہ کا مطالعہ تاخیر و تعویق کا شکار ہوتے ہوتے ۲۴، صفر ۱۳۲۴ھ کی قریبی تاریخوں تک جا پہنچا ہو۔ پھر احمد رضا خان صاحب کے جوابات کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد موصوف کے بارے میں مکہ معظمہ سے جلد نکل جانے کا فرمان شاہی نافذ ہوا ہو۔ اور احمد رضا خان صاحب بھیا بستر لپیٹ کر ۲۴، صفر کو مکہ معظمہ سے چلتے بنے ہوں۔ تو اس میں عقلاً یا نقلاً کون سا استبعاد ہے؟

پروفیسر صاحب! حضرت مدنی رح کی بات کو "جعلی" بتلانے سے پیشتر آپ کو ٹھوس دلائل سے ثابت کرنا ہوگا کہ فلاں تاریخ کو شریف مکہ احمد رضا خان صاحب کے جواب — الدولة المكية بالمادة الغيبية — کے مکمل مطالعہ سے فارغ ہوا تھا۔ اس کے بعد البتہ آپ کہہ سکتے تھے کہ اگر بقول حضرت مدنی رح جوابات پر مطلع ہونے کے بعد شریف مکہ نے مکہ معظمہ سے جلد نکل جانے کا حکم دیا ہوتا تو اس کے بعد اتنی مدت تک احمد رضا خان صاحب مکہ معظمہ میں کیسے مقیم رہے؟ لیکن اس بنیادی بات کو طے کئے بغیر حضرت مدنی رح پر فرد جرم عائد کر دینا بس آپ جیسے پی۔ ایچ۔ ڈی پروفیسر ہی کا کام ہے۔

بایں ہمہ اگر پروفیسر صاحب کا اسی پر بلا دلیل بریلویانہ اصرار ہو کہ ۲۸، و ۲۹، ذی الحجہ کی درمیانی شب کو جب نصف کتاب شریف مکہ نے سن لی تھی تو باقی ماندہ نصف حصہ کو بھی ایک دو روز میں دیکھ لیا ہوگا۔ اور اس طرح فرمان شاہی کے نفاذ کا وقت زیادہ سے زیادہ اوائل محرم ۱۳۲۴ھ ثابت ہوتا ہے۔ اس صورت میں یقیناً سوال پیدا ہوگا کہ مکہ معظمہ سے جلد نکل جانے کے فرمان شاہی کے نفاذ کے بعد احمد رضا خان صاحب مکہ معظمہ میں ۲۴، صفر تک کیسے سکونت پذیر رہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ۔

" اوائل محرم سے ختم محرم تک وہ اس قدر شدید بیمار رہے کہ کئی ہفتے مسجد حرام میں نماز تک پڑھنے نہ جا سکے۔ اور جس بالاخانہ میں موصوف مقیم تھے اس سے نیچے اتر کر آنا بھی ان کی قدرت سے باہر ہو گیا تھا۔ اور جب بعض احباب نے مکہ معظمہ کی شدت گرمی کے باعث "طائف" ایسے معتدل اور پر فضا مقام پر چلنے کو کہا تو احمد رضا خان صاحب نے جواب دیا کہ اگر اس شدت مرض میں سفر کی قابلیت ہوتی تو میں مدینہ ہی کیوں نہ چلا جاتا" لہ

اس کے بعد جب اواخر محرم میں کچھ صحت ہوتی ہے تو پھر فوراً بخار عود کر آتا ہے۔ جس کی تفصیل احمد رضا خان صاحب کے الفاظ میں اس طرح ہے۔

" جب اواخر محرم میں بفضلہ تعالےٰ صحت ہوئی، وہاں ایک سلطانی حمام ہے۔ میں اس میں نہایا۔ باہر نکلا ہوں کہ ابر دیکھا۔ حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا۔ مجھے حدیث یاد آئی کہ جو مینہ (بارش) برستے میں طواف کرے وہ رحمت الٰہی میں تیرتا ہے۔ فوراً سنگ اسود شریف کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھیرے طواف کیا۔ پھر بخار عود کر آیا" لہ

جب خدا خدا کر کے اس بخار سے نجات ملتی ہے تو پھر احمد رضا خان صاحب مکہ معظمہ سے فوراً روانہ ہونے کا پروگرام بناتے ہیں۔ لیکن خدا کا کرنا کہ پھر بیماری آ

لہ ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ حصہ دوم۔ ص ۱۷، ۲۴، ۲۵۔ ملخصاً۔
لہ ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ حصہ دوم۔ ص ۲۷۔

گیرتی ہے۔ چنانچہ خود ہی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ۔

"صفر کے پہلے عشرہ میں عزم حاضری سرکار اعظم مصمم ہوگیا۔ اونٹ کرایہ کر لئے۔ سب اشرفیاں پیشگی دے دیں۔ آج سب اکابر علماء سے رخصت ہونے کو ملا۔ وہاں پانی کی جگہ چائے کی تواضع ہے۔ اور انکار سے برا مانتے ہیں۔ ہر جگہ چائے پینی ہوئی جس کا شمار نو فنجان تک پہنچا۔ اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں جس کا میں عادی نہیں اور چائے گردہ کو مضر ہے۔ اور میرے گردے ضعیف۔ رات کو معاذ اللہ بشدت حوالی گردہ کا درد ہوا۔ ساری شب جاگتے کٹی صبح ہی سفر کا قصد تھا کہ مجبورانہ ملتوی رہا۔ جمالوں سے کہہ دیا گیا کہ تاشفا نہیں جاسکتے۔ وہ چلے گئے اور اشرفیاں بھی ان کے ساتھ گئیں۔ ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاستر لگانے دو ہفتے سے زائد تک معالجے کئے۔ بحمد اللہ تعالٰی شفا ہوئی۔ مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی۔"[1]

یہ تمام تفصیل ذہن نشین کر لینے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مکہ معظمہ سے جلد نکل جانے کے فرمان شاہی کا نفاذ اوائل محرم میں ہی ہوا تھا تو پھر بھی احمد رضا خان صاحب کی اس شدت مرض کے باعث اس پر عمل درآمد کا مؤخر اور ملتوی ہو جانا نہ صرف یہ کہ مستبعد نہیں بلکہ مکمل طور پر قرین قیاس ہے۔ بالخصوص جب کہ مکہ معظمہ سے جلد نکل جانے کے حکم کی جو غرض و غایت تھی وہ موصوف کے ایک کرنے میں بیماری کی وجہ سے محبوس ہو جانے کے باعث

---

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم۔ ص ۳۳۔

حاصل ہو رہی تھی۔ کیوں کہ وہ اپنی بیماری کی شدت کے باعث نہ عوام سے مل سکتے تھے اور نہ وعظ و تقریر کرنے کی سکت رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ باجماعت ادائیگی فرائض کے لئے بھی مسجد حرام میں نہیں جا سکتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ۲۴ صفر تک احمد رضا خان صاحب کا مکہ معظمہ میں علالت کے باعث رہنا صرف ہمارا ہی اجتہاد نہیں بلکہ احمد رضا خان صاحب کے ایک سوانح نگار "علامہ بدر الدین احمد رضوی قادری" نے بھی مکہ معظمہ میں موصوف کی طویل اقامت کا سبب ان کی علالت ہی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

"مکہ شریف میں اعلیٰ حضرت کا قیام متواتر علالت شدیدہ کے باعث ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ تک رہا" [1]

پروفیسر صاحب ! پھانسی کا سزا یافتہ مجرم بھی اگر شدید بیماری کا شکار ہو جائے تو پھانسی پر بھی عمل درآمد مؤخر و ملتوی کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی عام مجرم کی علالت شدیدہ کے باعث اس کی سزا پر عملدرآمد تا حصول صحت ملتوی کر دیا جائے تو اس میں کونسی قباحت ہے ؟ لیکن آپ ہیں کہ سمجھنے کی ذرہ بھر کوشش و ہمت نہیں فرماتے ورنہ ؎

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل
تیری ہمت کی کوتاہی تیری قسمت کی پستی ہے

یہ جواب ہم نے صرف احمد رضا خان صاحب کے بیانات کی روشنی میں دیا ہے تاکہ پروفیسر صاحب کے لئے کوئی گنجائش سخن ہی باقی نہ رہے۔

لیکن اس کے برعکس اگر حضرت مدنی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے بیان کو مدنظر رکھا

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔ ص ۲۷۹۔

جائے تو پھر سرے سے اعتراض کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ کیوں کہ موصوف اپنے بیان میں فرماتے ہیں۔

"الحاصل یہ جوابات مع اظہار ان کے عقائد کے علم غیب میں شریف صاحب تک بعد ایک مدت کے پہنچے" ؎۱

حضرت مدنی رہ کے اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ ۲۵ ذی الحجہ کو احمد رضا خان صاحب سے جو سوالات کئے گئے تھے ان کے جوابات شریف صاحب تک ایک مدت کے بعد پہنچے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ایک عرصہ کے بعد جب شریف صاحب کو جوابات موصول ہوئے تو پھر انہوں نے ان کا مطالعہ کیا ہوگا۔ بعدازاں جلد نکل جانے کے فرمان شاہی کے نفاذ کی نوبت آئی ہوگی۔ لہٰذا فاضل معترض کا یہ اعتراض بالکل لغو اور بے جا ہے کہ فرمانِ شاہی کے نفاذ کے بعد دو ماہ ؎۲ سے زیادہ عرصہ احمد رضا خان صاحب مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔

؎۱ الشہاب الثاقب۔ ص ۷۰، ؎۲ اگر ۲۹ ذی الحجہ کو ہی فرمان شاہی کا نفاذ تسلیم کرلیا جائے پھر بھی ۲۴ صفر تک ایک ماہ اور ۲۵، ۲۶ دن ہوتے ہیں لیکن پروفیسر صاحب اپنے اعتراض میں لکھتے ہیں۔

"فرمان شاہی کے نفاذ کے بعد دو ماہ سے زیادہ عرصہ قیام فرمایا"

اس اعتراض کو پڑھ کر ہمیں ہنسی بھی آتی ہے اور پروفیسر صاحب کی حساب دانی پر حیرت وافسوس بھی۔ کہ جن لوگوں کو جمع کے سادہ سوالات میں غلطیاں لگ جاتی ہوں ان کا قطب عالم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ تعالےٰ مرقدہٗ پر اعتراضات کرنا درحقیقت اپنے ہی علم وفضل اور قابلیت ولیاقت کا بھانڈا چوراہے کے بیچ میں لاکر پھوڑنا ہے۔ سچ ہے ؎ (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

چھٹا اعتراض | پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔

"صاحب شہاب ثاقب نے علماء حرمین کی تعاریظ کی اہمیت گھٹانے اور فاضل بریلوی کو نیچا دکھانے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے ہیں۔ جو مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں یہ ہیں۔

۱ : علماء حرمین نے فاضل بریلوی کے صاحب زادے (مولانا حامد رضا خان صاحب) کے شاندار تعارف اور توصیفی کلمات سے متأثر ہوکر تعاریظ تحریر فرمادیں۔

۲ : بعض علماء۔ فاضل بریلوی کے رٹے رٹائے مباحث علمیہ سے متأثر ہوگئے۔

۳ : بعض حضرات سادات کے ساتھ فاضل بریلوی کے ریاکارانہ (بقول صاحب شہاب ثاقب) عجز و انکسار سے متأثر ہوگئے۔

۴ : بعض علماء حرمین خود غرض و جاہ طلب تھے اپنی شہرت کی خاطر تعاریظ لکھ دیں۔

۵ : بعض حضرات باوجود علمیت و فضیلت کے سادہ لوح اور نادان تھے دھوکے میں آگئے۔

لیکن سب سے عجیب بات یہ ہے کہ علماء کے سامنے جب رسالہ موجود تھا اور وہ اپنے ہوش و حواس میں بھی تھے۔ پھر بھی مباحث علمیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎

تا مرد سخن نگفتہ باشد ؎ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

سے آنکھیں بند کرکے کسی ایسی بات کی تصدیق کر دینا جو بقول صاحب شہاب ثاقب امر صحیح نہ تھی کم از کم ایک صاحب عقل کے لئے قابل قبول نہیں "۔ ؎۱

جواب | حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے علماء حرمین شریفین کی تعریفات کے سلسلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا۔ اس کا خلاصہ پروفیسر صاحب نے بزعم خویش مذکورہ بالا پانچ نمبروں میں بیان کر دیا ہے۔ لیکن پہلے اور دوسرے نمبر میں جو بات ذکر کی گئی ہے اس کے جواب سے پروفیسر صاحب پہلو تہی کر گئے ہیں۔ البتہ نمبر تین میں جو بات ذکر کی ہے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ۔

" نفسیاتی تجزیہ سے کچھ یوں ہی محسوس ہوتا ہے۔ جن حضرات نے فاضل بریلوی کی سوانح کا مطالعہ کیا ہے یا جنہوں نے قریب سے دیکھ کر اپنے مشاہدات قلم بند کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تعظیم سادات کچھ حرمین کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ گھر پر بھی ان کا یہی وطیرہ تھا۔ ہاں اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم بھی اس کو بھی مصلحت وریاکاری پر محمول کرتے "۔ ؎۲

پروفیسر صاحب بات سمجھنے کی ذرہ بھر کوشش نہیں کرتے ورنہ اس قسم کے مغالطات میں کبھی گرفتار نہ ہوتے۔

میرے محترم! آپ نے کہاں سے یہ سمجھ لیا کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ کی عبارت میں جہاں لفظ "سادات" کا ذکر ہے اس سے مراد "نسبی سید" ہے۔ جس شخص کو دینی

؎۱ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۸۶۔ / ؎۲ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۸۶۔

یا دنیوی وجاہت حاصل ہو اس پر بھی "خصوصاً عرب میں" لفظ "سید" کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الرحمٰن دہان نے اپنی تقریظ میں احمد رضا خان صاحب کے بارے میں لکھا ہے۔

" انه السيد الفرد الامام " ؎۱

کیا احمد رضا خان صاحب نسباً سید ہیں ؟ احمد رضا خان صاحب نے "مفتی تاج الدین الیاس صاحب" کا نام جن القابات کے ساتھ ذکر کیا ہے ان میں ایک وصف یہ بھی ہے۔

" مفتي السادة الحنفية " ؎۲

کیا اس کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ جو حنفی نسباً سید تھے صرف انہی حضرات کو موصوف فتوے دیا کرتے تھے ؟

" مفتی سید احمد برزنجی" نے اپنی تقریظ میں اپنے نام کے ساتھ یہ وصف بھی لکھا ہے۔

" مفتي السادة الشافعية " ؎۳

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ موصوف صرف ان شافعیوں کو فتوے دیا کرتے تھے جو نسباً سید ہوں اور غیر سید شافعی حضرات کو فتوے دینے اور مسئلہ بتانے سے انکار کر دیا کرتے تھے ؟

اگر ان مقامات میں سید سے مراد نسبی سید نہیں ہے بلکہ قابل تعظیم و لائق احترام اصحاب مراد ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حضرت مدنی رحمہ کے کلام میں یہ معنی مراد نہیں

؎۱ حسام الحرمین ص ۸۳۔ ؎۲ حسام الحرمین ۔ص ۱۰۳۔

؎۳ حسام الحرمین ۔ص ۱۳۳ ۔ ۱۴۳۔

لئے جاتے ، بلکہ اگر پروفیسر صاحب " الشہاب الثاقب " کا قدیم ایڈیشن ملاحظہ فرما لیتے یا زیر نظر ایڈیشن میں ہی ذرا غور و فکر سے کام لیتے تو یقیناً طباعت کی غلطی پر مطلع ہو جاتے ۔ پروفیسر صاحب نے عبارت یوں نقل فرمائی ہے ۔

" جس شخص کو بھی سادات کی طرف منسوب دیکھا اور جانا کہ یہ ذی عزت و شوکت ہے چاہے جاہل کیوں نہ ہو مگر قدموں پر گر پڑے اور چومتے چومتے ہونٹ بھی گھسا دیئے " [1]

حالانکہ اصل عبارت یہ ہے ۔

" جس کو بھی سیادت کی طرف منسوب دیکھا " [2]

کتابت کی غلطی کے باعث لفظ " سیادت " سادات " کے ساتھ تبدیل ہو گیا ۔ بہر حال حضرت مدنی رہ کی تحریر ہی سے یہ ثابت ہو گیا کہ ان کی تحریر میں جس مقام پر لفظ " سادات " استعمال ہوا ہے اس سے مراد نسبی سید نہیں ۔ بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو " سیادت کی طرف منسوب " یعنی قابل تکریم و تعظیم اور دینی یا دنیوی سیادت والے ہیں ۔

پروفیسر صاحب کا لفظ " سادات " سے نسبی سید مراد لینا اور پھر اس پر اعتراض کی عمارت استوار کرنا درحقیقت ان کی اپنی کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے ۔ ع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

امید ہے کہ پروفیسر صاحب اب تو احمد رضا خان صاحب کی چاپلوسی کی تمام کاروائی کو " مصلحت و ریاکاری " پر محمول کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے ۔

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ۔ ص ۱۸۶ ۔ [2] الشہاب الثاقب ص ۳۱ ۔ طبع میرٹھ ۔

پروفیسر صاحب نے نمبر ۴ کا بھی کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ جو حضرت مدنی رح کی بات تسلیم کر لینے کے مترادف ہے۔

نمبر ۵۔ کے سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ملحوظ خاطر رہنی چاہیئے کہ حضرت مدنی رح نے علماء حرمین شریفین کے لئے "سادہ لوح اور نادان" کے الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں۔ بلکہ حضرت مدنی رح کے الفاظ ایک مقام پر یوں ہیں۔

"مجدد صاحب (احمد رضا خان صاحب) کا یہ افسوں بعض بھولے بھالے علماء پر چل گیا" [1]

ایک دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔

"بوجہ اپنی سادگی کے ان کے (احمد رضا خان صاحب کے) دام تزویر میں آگئے" [2]

لیکن پروفیسر صاحب حضرت مدنی رح کی عبارت کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کرتے ہوئے "سادہ لوح اور نادان" کے الفاظ لکھ کر یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت مدنی رح علماء حرمین شریفین کو "نادان" قرار دے رہے ہیں حالانکہ "سادگی" اور "نادانی" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

رہا بعض علماء حرمین پر ان کی سادگی کی وجہ سے احمد رضا خان صاحب کا جادو چل جانا جس پر پروفیسر صاحب متعجبانہ طور پر سوال کرتے ہیں کہ۔

"علماء حرمین پر کس کا جادو چل سکتا ہے؟" [3]

---

[1] الشہاب الثاقب۔ ص ۳۱۔ [2] الشہاب الثاقب ص ۴۳۔ [3] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۸۶۔

تو اس سلسلہ میں موصوف کا تعجب ختم کرنے کے لیئے ہم ان ہی کے گھر کی شہادت پیش کئے دیتے ہیں۔ تاکہ انہیں اچھی طرح یقین آجائے کہ جو لوگ حرمین شریفین کے اکابر علماء میں شمار ہوتے ہیں، ان پر بھی بوجہ سادگی بعض عیاروں اور چالبازوں کا جادو چل جاتا ہے۔ بغور ملاحظہ فرمائیے۔ احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں۔

" وہابیہ کہتے ہیں کہ اس شخص (احمد رضا خان صاحب) نے کتاب میں منطقی تقریریں بھر کر شریف پر جادو کر دیا۔ مولائے عز و جل کا فضل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم کہ علماء کرام نے کتاب پر تقریظیں لکھنی شروع کیں۔ وہابیہ کا دل جلتا اور بس نہ چلتا۔ آخر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح فریب کر کے تقریظات تلف کر دی جائیں۔ ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور حضرت مولانا شیخ ابوالخیر میرداد سے عرض کی کہ ہم بھی کتاب پر تقریظیں لکھنا چاہتے ہیں۔ کتاب ہمیں منگوا دیجئے۔ وہ سیدھے مقدس بزرگ ان کے فریبوں کو کیا جانیں۔ اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ میرداد کو میرے پاس بھیجا کہ یہ صاحب مسجد حرام کے امام ہیں اور اسی زمانہ میں فقیر کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے۔ حضرت مولانا ابوالخیر کا منگانا اور مولانا عبداللہ میرداد کا لینے کو آنا مجھے شبہ کی کوئی وجہ نہ ہوئی۔ مگر مولا عز و جل کی رحمت۔ میں اس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھا۔ حضرت مولانا اسمٰعیل کو اللہ عز و جل جنات عالیہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے، قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں نہایت ترشی اور جلال سیادت سے فرمایا۔ "کتاب ہرگز نہ دی جائے گی جو تقریظیں لکھنی

ہوں لکھ کر بھیجدو "

میں نے گزارش بھی کی کہ حضرت مولانا ابوالخیر منگاتے ہیں اور ان کے صاحبزادے لینے آئے ہیں۔ ان کا جو تعلق فقیر سے ہے آپ کو معلوم ہے۔ فرمایا

" جو لوگ وہاں جمع ہیں ان کو میں جانتا ہوں۔ وہ منافقین ہیں۔ مولانا ابوالخیر کو انہوں نے دھوکہ دیا ہے "[1]

یوں اس عالم نبیل سید جلیل کی برکت سے کتاب بحمد اللہ محفوظ رکھی والحمد للہ[1]

کہئے پروفیسر صاحب! جناب کا تعجب دور ہوا یا نہیں؟ یہاں پر ایک چھوڑ تین عالموں کو بیک وقت مکہ معظمہ میں دھوکہ دے دیا گیا۔

۱: مولانا ابوالخیر میرداد جن کو حاشیہ پر " اعلم علماء مکہ " یعنی مکہ معظمہ کے علماء میں سب سے بڑا عالم[2] لکھا گیا ہے۔

۲: موصوف کے صاحبزادے مولانا عبداللہ میرداد امام مسجد حرام۔

۳: تیسرے بزرگوار تو خیر سے فرقہ بریلویہ کے نزدیک نہ صرف یہ کہ مجدد مائۃ حاضرہ ہیں بلکہ۔

" ان کا قول، فعل، تحریر، لغزش سے محفوظ ہے "[3] ہے۔

---

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم۔ ص ۱۳۔ [2] اس کے برعکس احمد رضا خان صاحب ایک اور مقام پر شیخ صالح کمال کو اعلم علماء مکہ قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ملفوظات اعلحضرت حصہ دوم ص ۲۲۔

اگر کوئی صاحب اس طرف توجہ فرمائیں اور " بریلوی علماء کے تضادات " کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ قلم بند فرمادیں تو یہ امت مسلمہ پر ایک عظیم احسان ہوگا۔ [3] الشاہ احمد رضا ص ۱۴۱

نیز بریلوی فرقہ کا موصوف کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ۔
"اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک اور قلم شریف نقطہ برابر خطا کرے
خدا تعالیٰ نے اس کو ناممکن بنا دیا ہے" ۱؎
جو ایک پیغمبر ہی کی شان ہو سکتی ہے۔
باقی رہا پروفیسر صاحب کا یہ بیان کہ۔
"سب سے عجیب بات یہ ہے کہ علماء کے سامنے جب رسالہ موجود
تھا اور وہ اپنے ہوش و حواس میں بھی تھے۔ پھر بھی مباحثِ علمیہ سے
آنکھیں بند کر کے کسی ایسی بات کی تصدیق کرنا جو (بقول صاحب
شہاب ثاقب) صحیح نہ تھی کم از کم ایک صاحب عقل کے لئے قابل
قبول نہیں" ۲؎
بالکل درست ہے کیوں کہ جو شخص بھی پروفیسر صاحب جیسی عقل رکھتا ہو گا اس
کے لئے یہ بات تعجب انگیز بھی ہے اور ناقابل قبول بھی۔ البتہ جو شخص قلب سلیم اور
عقل صحیح رکھتا ہو گا وہ فوراً جان لے گا کہ حضرت مدنی رح نے علماء حرمین کی تقاریظ
کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے ــــ جسے پروفیسر صاحب نے اپنے الفاظ میں پانچ نمبر ملل
کے ذیل میں بیان کیا ہے ــــ وہ "حسام الحرمین" یا بالفاظ دیگر "المعتمد المستند"
کی تقاریظ کے بارے میں ہے۔ "الدولۃ المکیہ" کی تقاریظ سے اس کا کوئی
تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو "الدولۃ المکیہ" کی تقاریظ ۱۳۲۳ھ کے بعد
۹، ۱۰ سال تک جمع کی جاتی رہی ہیں۔ اور ان کی طباعت تو تقریباً پچاس سال بعد

۱؎ الشاہ احمد رضا۔ ص ۱۸۰۔ ۲؎ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں
ص ۱۸۷۔"

۱۹۵۴ء میں پہلی بار کراچی سے ہوئی ہے تقریظ لکھنے والے حضرات تو دنیا سے رخصت ہو چکے۔ اب جو جی میں آئے ان کے نام سے شائع کیا جا سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مدنی رہ کے الفاظ پر غور کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"الحاصل مجدد صاحب (احمد رضا خان صاحب) نے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں ہزاروں طرح کی ایسی ایسی چالاکیاں اور بہتان بندیاں کی گئیں جن کو دیکھتے ہی ادنیٰ مسلمان متغیر اور اپنی عقل و شعور سے نکل کر کلمات سب وشتم استعمال کرنے لگے۔ آگے چل کر ہم بعض وجوہ مکر و فریب کو ضرور انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ مجدد صاحب کا یہ افسوں بعض بھولے بھالے علماء پر چل بھی گیا" ؎

پروفیسر صاحب! ذرا غور فرمائیے۔ احمد رضا خان صاحب کا وہ کون سا رسالہ ہے۔ جس میں اکابر علماء دیوبند پر انتہائی چالاکی اور عیاری کے ساتھ ایسی ایسی بہتان بندیاں کی گئی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر ناواقف ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اکابر علماء دیوبند پر سب وشتم کئے بغیر نہ رہے ——— حسام الحرمین ——— یا الدولة المکیہ ——— نیز یہ بھی ارشاد فرمائیے کہ کس کتاب کے "بعض وجوہ مکر و فریب" کو آگے چل کر حضرت مدنی رہ نے "الشہاب الثاقب" میں اجاگر کیا ہے؟ ———

"حسام الحرمین ——— یا الدولة المکیہ؟ ——— کیا موصوف کی یہ عبارت پکار پکار کر نہیں کہہ رہی ہے کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ "حسام الحرمین" کی تقریظات کے سلسلہ میں ہے؟ لیکن آپ ہیں کہ خواہ مخواہ الدولة المکیہ" کی تقریظات پر چسپاں کئے جا رہے ہیں۔ اور پھر ایک غلط مفروضہ کی بنیاد پر لکھتے ہیں کہ

؎ الشہاب الثاقب۔ ص ۱۳۱۔

"رسالہ کی موجودگی میں بعث ثانی ہوکش وحواس مباحث علیہ سے آنکھیں بند کرکے ایک غلط بات کی تصدیق کر دینا کسی صاحب عقل کے لئے قابل قبول نہیں۔" (ملخصاً)

میرے محترم! ذرا غور تو کیا ہوتا کہ "حسام الحرمین" جس کی تقریظات کی بات چل رہی ہے۔ اس میں "مباحث علیہ" ہیں کہاں؟ اس میں تو صرف علماء دیو بند کی جانب کفریہ عقائد منسوب کرکے تکفیر کی گئی ہے۔ اور چونکہ علماء حرمین شریفین، علماء دیو بند کے عقائد سے آگاہ نہ تھے۔ اس لئے جن لوگوں کو احمد رضا خاں صاحب کے بیانات پر اعتبار آگیا انہوں نے تصدیق کر دی۔ اور جن حضرات نے ذرا احتیاط کا پہلو اختیار کیا انہوں نے اپنی تصدیق میں یہ شرط لگا دی کہ اگر واقعۃً ان لوگوں کے عقائد وہی ہوں جو احمد رضا خاں صاحب نے بیان کئے ہیں تو وہ لوگ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ اور جن لوگوں کو احمد رضا خاں صاحب پر اعتبار ہی نہیں آیا انہوں نے تصدیق کرنے ہی سے انکار کر دیا۔ "مباحث علیہ" اگر کچھ ہیں تو وہ "الدولۃ المکیہ" میں ہیں۔ جن کے بارے میں پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں۔

"الدولۃ المکیہ" دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں جو نسبتاً ضخیم ہے "مسئلہ علم غیب" پر فاضلانہ اور محققانہ بحث فرمائی ہے۔ بعض مباحث جن کا تعلق علم ریاضی و علم منطق و فلسفہ سے ہے عامۃ الناس بلکہ اب تو خواص کے فہم سے بھی بالاتر ہوں گے۔"[1]

جس فرقہ کے خواص پروفیسر صاحب ایسے لوگ ہوں۔ اگر عام علمی مضامین بھی ان کی عقلوں سے بالاتر ہوں تو کچھ مستبعد نہیں۔ بہرحال حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۰۳۔

نے تقریظات کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ "حسام الحرمین" کی تقریظات سے متعلق ہے۔ اس کو "الدولۃ المکیہ" کی تقاریظ سے متعلق سمجھ کر اس پر اظہار تعجب کرنا درحقیقت اپنی ہی عقل وفہم کی پردہ دری کرنا ہے۔

پا پرسش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

ساتواں اعتراض

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔

"جن علماء حرمین نے فاضل بریلوی کی تائید و تصدیق کی ہے ان کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے اور جو علماء خاموش ہیں (بقول صاحب شہاب ثاقب) ان کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ جب جماعت کثیرہ فاضل بریلوی کی مؤید ہے تو قلیل جماعت کی مخالفت کی بنیاد پر اس تصدیق وتائید کو کیوں رد کیا جائے؟" [1]

جواب: اولاً

پروفیسر صاحب نے کچھ آگے چل کر لکھا ہے۔

"اس معیار علمی کو دیکھ کر ہم حیران ہیں۔ معیار دلائل و براہین کی قطعیت ہوتی ہے" [2]

فاضل معترض نے ساری کتاب میں اگر کوئی بات درست کہی ہے تو وہ یہی ہے۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ جب موصوف کو بھی یہ تسلیم ہے کہ کسی بات کے حق ہونے کا معیار اس کے دلائل و براہین کی قطعیت ہوتی ہے۔ تو پھر نامعلوم اس مقام پر بیس اور پچاس کا موازنہ کیوں کرنے بیٹھ گئے؟ اور کس لئے مغربی جمہوریت کے قلعہ عافیت میں اپنے لئے پناہ تلاش کرنے لگے؟ کاش! موصوف دلائل و براہین کے ذریعہ

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۸۸۔ [2] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۸۸۔

"حسام الحرمین" والی علماء دیوبند کی تکفیر کو ثابت فرماتے۔ پھر ہم بھی بتائیں کہ جناب مع اپنے دلائل کے کتنے پانی میں ہیں۔؟

پروفیسر صاحب! کیا آپ "حسام الحرمین" والی تکفیر کو دلائل و براہین کے ذریعہ ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو کیا احقر کے ساتھ اسی مسئلہ پر تحریری گفتگو کے لئے تیار ہیں؟

اگر تیار ہیں تو پھر ہائی کورٹ و سپریم کورٹ کے پانچ مسلمہ فریقین ریٹائرڈ ججوں کو بطور حکم تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں۔ گفتگو صرف اسی ایک نقطہ پر محدود ہوگی کہ "علماء دیوبند کی وہ عبارات جو "حسام الحرمین" میں منقول ہیں، اپنے سیاق و سباق میں اور انہی اکابر کی دیگر تحریرات کی روشنی میں اس قابل ہیں کہ قائلین کی شرعاً تکفیر کر دی جائے

اگر جناب اس پر آمادہ ہیں یا اس میں کسی قسم کے جزوی تغیر کے بعد ——— بشرطیکہ گفتگو تحریری ہی ہو۔ اور ہائی کورٹ و سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج حکم ہوں ——— آمادہ ہو سکتے ہیں تو پھر جلد بذریعہ خط احقر کو آگاہ فرمادیں۔

ثانیاً پروفیسر صاحب کے یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ حقانیت کا معیار "دلائل و براہین کی قطعیت" ہوتی ہے نہ کہ اس کے طرفداروں یا حامیوں کی قلت و کثرت۔ اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اب ہم اس تحقیق میں پڑیں کہ علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں احمد رضا خان صاحب کی تائید کرنے والوں کی تعداد کیا ہے؟ اور موصوف کی تائید و تصدیق کرنے والے علماء کس تعداد کتنے ہیں؟

لیکن چونکہ پروفیسر صاحب نے یہ ذکر چھیڑا ہے اس لئے ہم بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ پروفیسر صاحب کی حساب دانی اور علمی قابلیت کی کچھ قلعی کھول دی جائے۔ اس لئے اس سلسلہ میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

۱: "حسام الحرمین" ——— جس میں علماء دیوبند کو احمد رضا خان صاحب نے

کافر قرار دیا ہے ـــــ پر جن جن علماء حرمین شریفین نے تقریظ لکھی ہے۔ ان کی تعداد "اشرفی کتب خانہ اندرون دہلی دروازہ لاہور" کی مطبوعہ "حسام الحرمین" پر گو ۳۵ درج ہے مگر پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" ص ۱۴۴ پر ان کی تعداد ۳۴ بتائی ہے۔ لیکن اصل تعداد نہ ۳۵ ہے اور نہ ۳۴۔ بلکہ ۳۳ ہے۔

پروفیسر صاحب نے نمبر ۱۰ میں یہ نام درج فرمایا ہے۔ "شیخ علی بن حسین مالکی مدرس مسجد حرام" اور نمبر ۱۱ پر یہ نام لکھا ہے۔ "شیخ محمد علی بن حسین مکی" حالانکہ درحقیقت یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں۔ اگر موصوف "حسام الحرمین" میں ہی ذرا سا غور فرما لیتے ـــــ جس کی انہیں عادت نہیں ـــــ تو ان کو یہ مغالطہ نہ لگتا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ "حسام الحرمین" پر تقریظ لکھنے والوں کی تعداد ۳۳ ہے[۱]

لیکن پروفیسر صاحب نے علماء حرمین شریفین کی تعداد اس انداز سے بیان کی ہے کہ دیکھنے والا اس غلط فہمی میں مبتلاء ہو جاتا ہے کہ شائد علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں حرمین شریفین کے ۵۰ سے زائد علماء نے احمد رضا خان صاحب کی تائید کی ہے۔ خیر

کچھ بڑھا بھی دیتے ہیں زیب داستاں کیلئے

۲ ۱ ان ۳۳ علماء میں سے ۱۶-۱۷ علماء نے اپنی تقریظ میں شرط لگا دی ہے کہ اگر علماء دیوبند کے عقائد وہی ہوں جو احمد رضا خان صاحب نے ذکر کئے ہیں تو وہ کافر ہوں گے ورنہ نہیں۔ اور پروفیسر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جملہ شرطیہ کے اندر نہ شرط میں حکم ہوتا ہے اور نہ جزاء میں بلکہ بسا اوقات تو ناممکن امور کو شرط و جزاء بنا دیا

---

[۱] مزید تصدیق کے لئے "الصوارم الہندیہ" ص ۸۵ تا ۸۷ ملاحظہ ہو۔

جاتا ہے۔

چنانچہ ایک شخص نے احمد رضا خان صاحب سے درج ذیل شعر کے متعلق سوال کیا؟ یہ شعر صحیح ہے یا غلط ؟ ؎

خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت
خدا ہو کے آتا یہ بندہ خدا کا

اس سوال کے جواب میں احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں۔

" میں نے کہا ٹھیک ہے یہ (جملہ) شرطیہ ہے۔ جس کے لئے مقدم اور تالی (شرط و جزاء) کا امکان ضرور نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

" قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ"۔

ترجمہ! اے محبوب! تم فرمادو کہ اگر رحمٰن کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا" (الزخرف ۸۱) لہ

جس طرح اس آیت کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس آیت میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رحمٰن کے لئے بچہ کے ہونے کا حکم لگایا ہے اور نہ یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے بچے سب سے پہلے پوجنے والے ہیں۔

بعینہ اسی طرح اپنی تقریظ میں شرط لگا دینے والے علماء کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے علماء دیوبند کے بارے میں یہ کہہ دیا ہے کہ ان کے عقائد وہی ہیں جو احمد رضا خانصاحب نے " حسام الحرمین " میں ان کی طرف منسوب کئے ہیں۔ اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند پر کفر کا حکم

لہ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم۔ ص ۴۲۔

لگا دیا ہے۔

اپنی تقاریظ میں شرط لگانے والے علمائے حرمین شریفین

کی اصل عبارتیں ملاحظہ ہوں



۱ ؛ مولانا شیخ احمد ابو الخیر میرداد رہ اپنی تقریظ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

فان من قال بهذه الاقوال
معتقدًا لها كما هي
مبسوطة فى هذه الرسالة
لا شبهة انه من الكفرة
الضالين المضلين ـ لہ

ترجمہ ! کیونکہ جو شخص اس رسالہ
کی تفصیل کے مطابق ان اقوال کا
معتقد ہوگا تو اس کے گمراہ اور
گمراہ کرنے والے کافروں میں سے
ہونے میں شبہ نہیں ۔

۲ ؛ علامہ شیخ صالح کمال رہ رقمطراز ہیں۔

نعم و الحال ما ذكرت
مارقون من الدين ـ
لہ

ترجمہ ! وہ لوگ دین سے خارج
ہیں۔ بشرطیکہ حال وہی ہو جو تو
نے ذکر کیا ہے۔

۳ ؛ علامہ محمد علی بن حسین مکی رہ تحریر فرماتے ہیں۔

فاذا هو كما قال ذالك
الهمام يوجب ارتدادهم
سے

ترجمہ ! واقعی جس طرح مصنف
بلند ہمت نے بیان کیا ہے اس
کے بموجب تو ان کے اقوال ان
کا کفر واجب کر رہے ہیں۔

لہ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۴ : مولانا عمر بن حمدان المحرسی رہ لکھتے ہیں۔

فہؤلاء ان ثبت عنہم ما ذکرہ ھذا الشیخ ... . فلا شک فی کفرھم ۔ [1]	ترجمہ : ان لوگوں سے اگر وہ باتیں ثابت ہوجائیں جو اس شیخ (احمد رضا خان صاحب) نے ذکر کی ہیں ...... تو پھر ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ۔

۵ : مولانا سید شریف احمد برزنجی رہ اپنی تقریظ میں رقم فرما ہیں ۔

ھذا حکم ھؤلاء الفرق والاشخاص ان ثبتت عنہم ھذہ المقالات الشنیعۃ ۔ [2]	ترجمہ : ان فرقوں اور شخصوں پر حکم کفر تب لگے گا ۔ اگر ان سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہوجائیں ۔

۶ : شیخ محمد عزیز وزیر مالکی رہ نے اپنی تقریظ میں اپنے استاذ اور شیخ مولانا سید شریف احمد برزنجی رہ کی تقریظ کی تائید کی ہے ۔ [3]

۷ : شیخ عبد القادر توفیق شلبی طرابلسی حنفیؒ مدرس مسجد نبوی اپنی تقریظ میں ارقام فرماتے ہیں ۔

فاذا ثبت وتحقق ما نسب ھؤلاء القوم	ترجمہ : سوال میں ذکر شدہ باتوں کی نسبت ان لوگوں کی طرف

---

[1] (حاشیہ صفحہ گزشتہ) حسام الحرمین ۔ ص ۱۳۷ ۔ [2] حسام الحرمین ص ۱۴۱ ۔ [3] حسام الحرمین ص ۱۴۰
[4] حسام الحرمین ۔ ص ۱۲۵ ۔ [5] حسام الحرمین ۔ ص ۱۴۱ ۔ [6] حسام الحرمین ، ص ۹۹

..... مما هو مبين في السوال فعند ذالك يحكم بكفرهم۔ [1]	جب ثابت ہو جائے گی تب ان کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

اس کے بعد موصوف اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وانما قيدنا بالثبوت و التحقيق لان التكفير فجاجه خطرة و مهاليه وعرة۔ [2]	ترجمہ! ہم نے ثبوت اور تحقیق کی قید اس لئے لگادی ہے کہ تکفیر کی راہوں میں خطرہ ہے۔ اور اس کے راستے دشوار گزار ہیں۔

چونکہ مذکورہ بالا تقریظ لکھنے والے سات علماء حرمین نے اپنی تقریظ میں شرط لگادی ہے اور یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جملہ شرطیہ کے اندر شرط اور جزاء میں حکم نہیں ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ مذکورہ بالا حضرات نے نہ خود علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے اور نہ احمد رضا خان صاحب کے فتوئے کفر کی تائید۔ بلکہ ان ساتوں حضرات کی تقاریظ کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر علماء دیوبند کے عقائد وہی ہوں جو احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ " حسام الحرمین " میں ذکر کئے ہیں تو وہ کافر قرار پائیں گے ورنہ نہیں۔

اور ۳۳ میں سے جب سات علماء یوں نکل گئے۔ اب باقی بچ گئے ۲۶ علماء۔ گویا علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں علماء حرمین شریفین میں سے صرف ۲۶ علماء کرام نے احمد رضا خان صاحب کی بظاہر [3] غیر مشروط تائید و تصدیق کی ہے۔

---

[1] حسام الحرمین۔ ص ۱۵۷۔ [2] حسام الحرمین ص ۱۵۷۔ [3] "بظاہر" کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ مفتی کا جواب ہمیشہ اس شرط کے ساتھ مشروط (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

۴ : پروفیسر صاحب کا بیان ہے کہ احمد رضا خان صاحب کی تائید کرنے والے علماء کی تعداد بقول صاحب "شہاب ثاقب" بیس سے زیادہ نہیں ہے۔ ہم پہلے کسی حاشیہ میں لکھ چکے ہیں کہ پروفیسر صاحب ریاضی میں بہت کمزور واقع ہوئے ہیں۔ ان کو جمع کے سادہ سوالات میں بھی غلطیاں لگ جاتی ہیں۔ خدا معلوم موصوف نے ریاضی پڑھی بھی ہے یا نہیں ؟

بہرحال ہم ان کی خدمت میں اب یہی عرض کر سکتے ہیں کہ وہ "شہاب ثاقب" کے متعلقہ مقام کو دوبارہ بنظرِ غائر پھر ملاحظہ فرمالیں۔ اور حضرت مدنی رح نے جن علماء حرمین شریفین کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے احمد رضا خان صاحب کی تائید و تصدیق ——— بسلسلۂ تکفیر علماء دیوبند ——— نہیں کی۔ ان کے اسماء گرامی ذرا تکلیف فرما کر دوبارہ شمار فرمالیں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ احمد رضا خان صاحب کی مسئلۂ تکفیر میں تائید نہ کرنے والوں کی تعداد بیس یا بیس سے کم نہیں ہے بلکہ ان کی تعداد ۲۹ ہے۔ وہ حضرات اس کے علاوہ ہیں جن کے اسماء گرامی حضرت مدنیؒ نے بغرضِ اختصار ذکر نہیں فرمائے۔ کیونکہ اکثر جس درجہ کے لوگوں سے احمد رضا خان صاحب نے تائید کرائی ہے۔ مخالفین میں اگر اسی درجہ کے لوگوں کا شمار کیا جائے تو ان کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچے گی۔

قصہ مختصر۔ یہ ثابت ہو گیا کہ احمد رضا خان صاحب کی غلط بیانی کے باعث جن علماء حرمین شریفین کو دھوکا لگ گیا اور انہوں نے موصوف کے دامِ تزویر میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوا کرتا ہے کہ اگر صورت مسئلہ وہی ہو جو فتویٰ پوچھنے والے نے بیان کی ہے تو پھر جواب یہ ہے ورنہ نہیں۔ گو "مفتی" بسا اوقات اس شرط کے بالکل واضح ہونے کی بنا پر اسے ذکر نہیں کرتا ہے کیونکہ جیسا سوال ہوتا ہے اسی کے مطابق جواب ہوتا ہے۔

گرفتار ہو کر علماء دیوبند کی بظاہر تکفیر کر دی تھی ان کی تعداد ۲۶ سے زیادہ نہیں ہے جبکہ تصدیق سے انکار کر دینے والوں میں سے ۲۹ اکابر علماء حرمین شریفین کے اسماء گرامی حضرت مدنی رہ نے ذکر فرما دیئے ہیں۔ اور اگر تصدیق کرنے والے علماء کے دیوبند اور بریلوی کے وہ حضرات شمار کئے جائیں جنہوں نے احمد رضا خان صاحب کی تائید نہیں کی تھی تو ان کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچے گی۔

پروفیسر صاحب! اگر آپ کسی شخص کی حقانیت کا معیار اس کے طرفداروں کی اقلیت و اکثریت ہی کو قرار دیتے ہیں۔ تو پھر بتائیے کہ احمد رضا خان صاحب کی تائید کرنے والے علماء حرمین شریفین کی تعداد ۲۶ سے زیادہ ہے یا تائید نہ کرنے والوں کی تعداد ۲۹؟

پروفیسر صاحب نے علماء حرمین شریفین کے ذکر کے بعد ان علماء پاک و ہند کا ذکر کیا ہے جنہوں نے فتوئے تکفیر میں احمد رضا خان صاحب سے اتفاق کیا ہے۔ اور جن کی تائیدی عبارتیں اور دستخط مولوی حشمت علی خان صاحب نے "الصوارم الہندیہ" میں جمع کر دی ہیں۔ اور موصوف نے ان کی تعداد ۲۶۸ بتائی ہے۔

پروفیسر صاحب! ہم آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ علماء دیوبند کی تکفیر کا ایک استفتاء مرتب کر کے پاک و ہند کے تمام بریلوی مدارس کے ان تمام طلباء کے دستخط بھی کرا لیں جو حفظ یا ناظرہ قرآن کریم پڑھتے ہیں۔ یا پھر تیسیر المنطق اور میزان الصرف کے طالب علم ہیں۔ امید ہے کہ ان کی تعداد مذکورہ شمار سے کہیں زیادہ ہو جائے گی اور پھر جناب بڑے فخر سے یہ اعلان فرما سکیں گے کہ۔

"ایک دو نہیں پاک و ہند میں مشرق سے لے کر مغرب تک اور جنوب سے لے کر شمال تک یہ ..." (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اتنے ہزار علماء کرام نے علماء دیوبند کی تکفیر کر دی ہے۔ نیز ہر نام کیساتھ ڈیڑھ دو سطر کے بھاری بھرکم القابات کا سابقہ اور لاحقہ ان اطفال مکاتب کے نام کو مزید جاذب نظر بنا دے گا۔ اگر دہلی میں زمانۂ طالب علمی کے دوران پوسٹروں اور اشتہارات میں جناب کے اسم گرامی کے ساتھ ڈیڑھ دو سطری القابات لکھے جا سکتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بریلوی مدارس کے طلباء کو ان القابات سے محروم رکھا جائے۔

کاش! پروفیسر صاحب "الصوارم الہندیہ" کے ذکر کیساتھ "فیصلہ خصومات از محکمۂ دار القضات" کا بھی ذکر فرما دیتے۔ جس میں پاک و ہند کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک کے ۶۱۶ جید علماء کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اکابر علماء دیوبند کی متنازعہ فیہا عبارات قطعاً بے غبار ہیں اور ان کو اپنے اصلی سیاق و سباق میں دیکھنے کے بعد ان سے معنی کفر کسی حال میں نہیں نکل سکتے یہ ملحوظ خاطر رہے کہ یہ فیصلہ "ریاست بھوپال" کی شرعی عدالت کا ہے۔ جس پر تائیدی دستخط ۶۱۶ کی تعداد میں پورے ہند و پاک کے جید اہل علم و فضل کے ہیں۔ کسی مسئلہ کے دل پسند پہلو کو ذکر کر دینا اور دوسرے پہلو کو بالکل نظر انداز کر دینا کیا اہل علم کا یہی وطیرہ ہوتا ہے؟ کیا اس کے بعد پروفیسر صاحب "غیر جانب دار مؤرخ" ہونے کا دعوےٰ کر سکتے ہیں؟

پروفیسر صاحب کو اس کا بڑا دعوےٰ ہے کہ وہ تمام مسائل کو بالکل غیر جانبدارانہ حیثیت سے دیکھتے ہیں اور جس بات کو براہین و دلائل سے قوی اور مضبوط سمجھے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱؎ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۸۷۔

۱؎ فیصلہ خصومات از محکمۂ دار القضات۔

ہیں اسی کو ذکر کرتے ہیں۔

لیکن حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ موصوف نزاعی امور سے متعلق اپنی ہر تحریر میں ٹھیٹ اور پختہ رضا خانی ہیں اور ہر اختلافی مسئلہ کو موصوف صرف اور صرف بریلوی، رضا خانی عینک لگا کر دیکھتے ہیں۔ اور انتہائی چالاکی اور عیاری کے ساتھ تلبیس کرتے ہوئے دھوکا دیے جاتے ہیں۔ جو شخص ناقدانہ نگاہ سے ان کی تحریر کا مطالعہ کرے گا وہ ان کے دجل و فریب سے خوب آگاہ ہو جائے گا۔ ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

آٹھواں اعتراض

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔

" عوام الناس خوابوں سے بہت جلد مرعوب ہو جایا کرتے ہیں۔ اور پھر وہ بھی ایک عرب کا خواب۔ صاحب شہاب ثاقب مولوی حسین احمد مدنی نے فاضل بریلوی کی تنقیص کے لئے مندرجہ بالا حربے استعمال کرنے کے ساتھ ایک نفسیاتی حربہ بھی استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ایک عرب شیخ عبد القادر طرابلسی کا ایک عجیب و غریب خواب بیان فرماتے ہیں کہ[1]

" چند پائخانے بنے ہوئے ہیں اور جو لوگ اس رسالہ پر تصدیق کر رہے ہیں وہ لوگ ان پائخانوں میں جاتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی جانے کا قصد کر رہا ہوں۔ اس خواب کے دیکھنے کی وجہ سے ان کو تنبہ ہوا۔ اور بہت تأمل مٹول مہر کرنے میں کی لیکن جب مفتی شافعی نے زور دیا تو تقریظ وہ لکھی

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۸۸۔

جس کی کیفیت ناظرین پر ظاہر ہے۔ اور اس کی کچھ حالت ہم آگے ظاہر بھی کریں گے ۔ [1]

حضرت مدنی رح کے اس بیان کا کچھ نا تمام حصہ ــــــ جس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ خواب کسی عام عرب کا نہیں بلکہ ایک ایسے عالم کا ہے جس سے احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ " حسام الحرمین " پر تائیدی تقریظ لکھوائی ہے ــــــ نقل کر کے لکھتے ہیں ۔

" پائخانہ یقیناً غلاظت کی جگہ ہے ۔ مگر جو وہاں جاتا ہے غلیظ ہونے نہیں بلکہ غلاظت سے پاک وصاف ہونے جاتا ہے ۔ شیخ عبدالقادر نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی ۔ خواب مبارک ہے " [2]

جواب : اولاً | پروفیسر صاحب نے اپنے بیان میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ خواب کسی عام آدمی کا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت مدنی رح کی پوری عبارت نقل نہیں فرمائی ۔ تاکہ کہیں اس سے یہ بات معلوم نہ ہو جائے کہ " شیخ عبدالقادر " کوئی عام آدمی نہیں ہیں ۔ بلکہ یہ وہ عالم ہیں کہ احمد رضا خان صاحب نے بھی ان سے " حسام الحرمین " پر باصرار تقریظ لکھوائی ہے ۔

پروفیسر صاحب ! اگر آپ نے تجاہل عارفانہ سے کام نہیں لیا بلکہ آپ واقعۃً " شیخ عبدالقادر " کے علمی مقام سے ناواقف ہیں ۔ تو ہم آپ کے علمی اضافہ کے لئے " حسام الحرمین " سے وہ القابات نقل کر دیتے ہیں جو احمد رضا خان صاحب

---

[1] الشہاب الثاقب ۔ ص ۳۵ ۔ [2] فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ۔ ص ۱۸۹ ۔

نے موصوف کیلئے استعمال کئے ہیں۔ تاکہ آپ ان کی علمی وجاہت اور دینی قدر ومنزلت سے آگاہ ہو جائیں۔ احمد رضا خاں صاحب رقمطراز ہیں۔

"صورة ما سطر، من فی العلم تصدر، وفی الدرس تقرر، ودقق النظر، وورد وصدر، بتوفیق من القادر، الشیخ الفاضل عبد القادر، توفیق الشلبی الطرابلسی الحنفی، المدرس بالمسجد الکریم النبوی، منحه الله تعالی من فیضه القوی" [۱]

ثانیاً | جواب اور احمد رضا خاں صاحب کی حرمین شریفین میں تکفیری کارروائی میں مناسبت معلوم کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے چند ارشادات دربارۂ بیت الخلاء مدنظر رکھنے چاہئیں۔ بیت الخلاء میں جانے والوں کیلئے سنت یہ ہے کہ بیت الخلاء جانے سے پیشتر یہ دعا پڑھ لیا کریں۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" [۲]

ترجمہ! اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں خبیث جنات وشیاطین سے"

گیارہویں صدی کے مجددؒ "ملا علی قاری رح" اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ۔

"اَلْخُبُثُ" "خبیث کی جمع ہے اور "الخبائث" "خبیثة کی جمع ہے جو خبیث کی مؤنث ہے۔ اور خبیث سے مراد "موذی جنات اور شیاطین" ہیں" (ملخصاً) [۳]

---

[۱] حسام الحرمین۔ ص ۱۵۶۔ [۲] مشکوٰۃ شریف۔ ص ۴۲۔ [۳] الشاہ احمد رضا ص ۱۵۔ [۴] مرقات۔ ص ۳۴۹۔ جلد اول۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیت الخلاء جاتے وقت " موذی جنات اور شیاطین " سے پناہ مانگنے کی وجہ کیا ہے ؟ اس کا جواب ایک دوسری حدیث پاک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ۔

" ان ھذہ الحشوش محتضرۃ " [۱]

یعنی پیشاب پاخانے کے مقامات میں شیاطین موجود ہوتے ہیں۔ اس لئے وہاں جانے والا پہلے ان کے شر سے بچنے کی دعا مانگ لے ۔ اس حدیث پاک میں آئے ہوئے لفظ " محتضرۃ " کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رح فرماتے ہیں۔

" ای یحضرہ الجن والشیاطین یترصدون

بنی اٰدم بالاذی والفساد " [۲]

یعنی انسانوں کو اذیت دینے اور ان میں فساد پیدا کرنے کے لئے

جنات اور شیاطین وہاں پر گھات میں بیٹھے ہوتے ہیں "

ادھر گھات میں بیٹھ کر احمد رضا خاں صاحب کی تمام خفیہ [۳] تکفیری کارروائی اہل حق کو کافر قرار دیکر انھیں اذیت پہنچانے اور امت مسلمہ میں ایک بہت بڑا فساد پیدا کرنے کے لئے ہی تھی ۔

لہٰذا شیخ عبدالقادر صاحب کا احمد رضا خاں صاحب کی تائید و تصدیق کرنے والوں کے بارے میں خواب میں دیکھنا کہ یہ تمام حضرات ایک ایسے مقام کیطرف

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ۔ ص ۴۳ ۔ [۲] مرقات ۔ ص ۳۶۱ ۔ جلد اول ۔ [۳] حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح رقمطراز ہیں ۔

" نہایت اختفاء کے ساتھ بعد چند روز قیام کرلے کے خاص خاص لوگوں پر دتقریظاد تائید حاصل کرنے کے لئے) رسالہ پیش کیا " الشہاب الثاقب ۔ ص ۳۳ ۔

جارہے ہیں جہاں از روئے حدیث موذی جنات اور شیاطین انسانوں کو اذیت دینے اور ان میں فساد پیدا کرنے کے لئے گھات میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ بالکل سو فیصد صحیح اور درست ہے۔

ثالثاً پروفیسر صاحب کا فرمانا کہ۔

"پائخانہ یقیناً غلاظت کی جگہ ہے مگر جو وہاں جاتا ہے غلیظ ہونے نہیں بلکہ غلاظت سے پاک وصاف ہونے جاتا ہے۔ شیخ عبدالقادر نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ خواب مبارک ہے"

درحقیقت "فن تعبیر" میں ان کی مہارت کاملہ اور "علم فقہ" میں ان کی حذاقت تامہ کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب "پروفیسری" کے ساتھ ساتھ اپنے زمانہ کا "ابن سیرینؒ" اور "ابو حنیفہؒ" بھی بننے کی فکر میں ہیں۔

پروفیسر صاحب! آپ دوسروں کی غلطیاں کیا نکالیں گے۔ اپنی غلطی سے آگاہ ہونے کے لئے ہماری درج ذیل گزارشات پر غور فرمائیے۔

نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ ۱: نجاست حقیقیہ۔ ۲: نجاست حکمیہ۔

پیشاب، پاخانہ، ایسی ظاہری نجاسات کو نجاست حقیقیہ کہا جاتا ہے۔ اور جس نجاست کا نجاست ہونا عقل سے نہیں بلکہ شریعت کے حکم سے ثابت ہوا سے "نجاست حکمیہ" کہتے ہیں۔

بیت الخلاء جانے والا شخص گو نجاست حقیقیہ سے اپنے آپ کو صاف کر لیتا ہے لیکن "نجاست حکمیہ" میں ملوث ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر باوضو شخص بھی، پیشاب وغیرہ کے لئے "بیت الخلاء" جائے تو وہ "نجاست حکمیہ" میں ملوث ہو جانے کے باعث جدید وضو کے بغیر نماز وغیرہ نہیں پڑھ سکتا۔

ادھر تمام معاصی وسیئات بھی شریعت کی نظر میں نجاست ہی ہیں۔ جتنا بڑا گناہ

ہوگا اسی درجہ کی اس کی نجاست وناپاکی ہوگی۔ شرک وکفر سب سے بڑا گناہ ہونے کے باعث سب سے بڑی نجاست ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں "مشرکین" کو نجس اور ناپاک کہا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں بعض اور گناہوں کو بھی ناپاکی اور گندگی قرار دیا گیا ہے۔ [2]

کسی مسلمان کو کافر قرار دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہاں تک کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو کافر کہا حالانکہ فی الواقع وہ کافر نہیں ہے تو وہ کفر کہنے والے پر ہی لوٹ آئے گا۔ تو جس طرح "بیت الخلاء" جانے والا شخص "نجاست حکمیہ" میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اہل حق کو کافر قرار دینے والا شخص۔ "تکفیر مسلم" ایسے بڑے گناہ میں ملوث ہو کر باطن کے اعتبار سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور ان دونوں نجاستوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ یہ دونوں نجاستیں بظاہر نظر نہ آنے کے باوجود شریعت کے حکم سے ثابت ہیں۔

- اسی لئے شیخ عبدالقادر رہ کو اہل حق کی تکفیر پر دستخط کرنے والے لوگ خواب میں "بیت الخلاء" جاتے ہوئے نظر آئے۔

خواب اور اس کی تعبیر میں جو دقیق اور مخفی مناسبت ہوتی ہے۔ پروفیسر صاحب کی نظر چونکہ وہاں تک نہ پہنچ سکی۔ اس لئے وہ حضرت مدنی رہ اور شیخ عبدالقادر رہ کی تغلیط کرنے لگے۔ حالانکہ ے

خزاں نہ تھی چمنستانِ دہر میں کوئی
خود اپنا ضعف نظر پردۂ بہار رہا

☆

---

[1] التوبہ ۲۸۔ [2] المائدہ ۹۰

نواں اعتراض | پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔

" اس رسالہ " غایۃ المامول " میں صاحب شہاب ثاقب کے ہم مسلک علماء کی ان تحریرات کا ذکر کیا ہے۔ جن کی طرف فاضل بریلوی نے " المعتمد المستند " میں اشارہ فرمایا ہے۔ اور وہی حکم لگایا ہے جو فاضل بریلوی نے لگایا ہے۔ صاحب شہاب ثاقب نے ان حصوں کو حذف کر دیا ہے۔ صرف اپنے مطلب کی بات نکال کر اس پر تفسیری حواشی چڑھائے۔ یہ بات علمی دیانت کے خلاف ہے "۔ [۱]

جواب | یہ بات قطعاً غلط ہے کہ صاحب " غایۃ المامول " نے علماء دیوبند پر وہی حکم لگایا ہے جو احمد رضا خان صاحب نے لگایا ہے۔ ہم پروفیسر صاحب کے دیئے ہوئے حوالہ رد شہاب ثاقب۔ ص ۸۹۔ ۹۱ مؤلفہ مولوی محمد اجمل ——— ہی سے " غایۃ المامول " کی اصل عبارت نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

وحاصل ماکتبناه انه ان ثبت عن هؤلاء تلك المقالات الشنيعة فهم اهل كفر وضلال [۲]	ترجمہ! ہماری تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں سے یہ برے اقوال اگر ثابت ہو جائیں تو وہ لوگ کافر و گمراہ ہیں۔

ہم پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جملہ شرطیہ کے دونوں اجزاء ——— شرط اور جزاء ———

---

[۱] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۹۰۔ [۲] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۹۰ (حاشیہ)۔ [۳] غایۃ المامول۔ ص ۳۔ بحوالہ رد شہاب ثاقب۔ ص ۸۸۔

میں کوئی حکم نہیں ہوتا۔ لیکن نامعلوم پروفیسر صاحب نے یہ کیوں لکھ دیا کہ صاحب " غایۃ المامول " نے علماء دیوبند پر وہی حکم لگایا ہے جو احمد رضا خان صاحب نے لگایا ہے۔

اگر پروفیسر صاحب جملہ شرطیہ کے دونوں اجزاء میں حکم مانتے ہیں تو اس شعر کے بارے میں کیا ارشاد ہے ؟

خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت
خدا ہو کے آتا یہ بندہ خدا کا

کیا اس شعر کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاعر نے "کسی بندے کو خدا بنا دیا" خدا کی مشیت کے نیچے داخل مان لیا ؟ اور یہ کہ شاعر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا مان لیا ہے ؟ اگر شعر سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے تو کیا یہ شعر کہنا کفر نہ ہو گا ؟ اور خود شاعر کافر قرار نہ پائے گا ؟ پھر کیا وجہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ " ٹھیک ہے "۔ ؎

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر آپ جملہ شرطیہ کے دونوں جزوں (شرط اور جزاء) میں حکم مانتے ہیں تو احمد رضا خان صاحب کے مذکورہ بالا شعر کو درست فرمانے کے بعد ان کا مسلمان ہونا ثابت فرمائیں۔

اور اگر آپ جملہ شرطیہ کے دونوں جزوں (شرط اور جزاء) میں حکم نہیں مانتے تو پھر جناب نے یہ کیوں تحریر کر دیا کہ صاحب " غایۃ المامول " نے علماء دیوبند پر وہی حکم لگایا ہے جو فاضل بریلوی نے لگایا ہے ؟ اور جب صاحب " غایۃ المامول " نے علماء دیوبند پر حکم کفر لگایا ہی نہیں تو پھر اس حصہ کو حذف کرنے کا مطلب کیا ہے ؟

؎ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم۔ ص ۲۴

جب ایک بات کا وجود ہی نہیں ہے تو ناقل پر اس کے حذف کا الزام لگا کر اس کی علمی دیانت پر حملہ کرنا کہاں کی دیانت ہے؟ اور پروفیسر صاحب ہیں کہ بلا وجہ گرم ہو کر حضرت مدنی رہ کی علمی دیانت پر حملہ کرنے لگے ہیں۔ ؎

وہ بات سارے فسانہ میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گذری ہے

باقی رہا معاملہ اپنے مطلب کی عبارت لے کر اس پر تفسیری حواشی چڑھانے کا تو پروفیسر صاحب کو چاہئے تھا کہ جن عبارتوں پر ان کی حقیقی مراد کو نظر انداز کرتے ہوئے تفسیری حواشی چڑھائے گئے تھے ان کی نشاندہی کرتے۔ پھر ان کی اصلی مراد کو واضح کرتے ہوئے "تفسیری حواشی" کی غلطی کو اجاگر کرتے۔ حضرت مدنی رہ نے "غایۃ المامول" کی چالیس سے زائد ان عبارتوں کو ذکر فرمایا ہے جن سے احمد رضا خان صاحب کی وہ حیثیت خوب واضح ہو جاتی ہے جو علماء مدینہ منورہ کے نزدیک موصوف کی تھی۔ اگر کسی وجہ سے تمام عبارات سے متعلق حضرت مدنی رہ کے "تفسیری حواشی" پر پروفیسر صاحب تنقید کرنے سے عاجز تھے۔ تو کم از کم آدھی، تہائی، چوتھائی پر تو کرتے لیکن پروفیسر صاحب کا مقصد تو صرف حضرت مدنی رہ پر اتہام لگانا تھا۔ اس لئے وہ اپنا کام کر کے آگے چل دیئے۔

البتہ حضرت مدنی رہ کے ایک تفسیری نوٹ پر پروفیسر صاحب نے گرفت کی ہے اور وہ اس طرح کہ حضرت مدنی رہ نے "غایۃ المامول" کی درج ذیل عبارت نقل فرمائی ہے۔

فیہ بطلان استدلالہ علی مدعاہ۔	ترجمہ! احمد رضا خان صاحب نے اپنے دعویٰ پر جو استدلال قائم کیا ہے۔ اس رسالہ "غایۃ المامول"

میں اس کا باطل ہونا بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد حضرت مدنی رہ نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد رضا خاں صاحب کے استدلال صاحب " غایۃ المامول " کے نزدیک باطل ہیں۔ اور احمد رضا خاں صاحب ان کے نزدیک " اہل بطلان " میں سے ہیں۔ [1]

اس پر اعتراض کرتے ہوئے پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں۔

" محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف کسی ایک کو " اہل بطلان " میں شمار کرنے کا کوئی معیار نہیں " [2]

درحقیقت پروفیسر صاحب کا مقصد یہ ہے کہ علماء محققین کے اندر آپس میں اختلاف ہوا کرتا ہے۔ اور بسا اوقات ایک کی دلیل دوسرے کے نزدیک باطل ہوا کرتی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو " اہل بطلان " میں شامل کر دیا جائے۔ بالکل اسی طرح صاحب " غایۃ المامول " کے نزدیک احمد رضا خاں صاحب کے استدلال کے باطل ہونے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ " صاحب " غایۃ المامول " کے نزدیک احمد رضا خاں صاحب " اہل بطلان " میں سے ہیں۔ صحیح نہیں۔

پروفیسر صاحب! یہ اعتراض اس وقت تو یقیناً درست ہوتا جب آپ یہ ثابت کر دیتے کہ صاحب " غایۃ المامول " کے نزدیک احمد رضا خاں صاحب اہل حق میں سے ہیں۔ اور یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک اہل حق دوسرے اہل حق سے کیا کرتا ہے۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ صاحب " غایۃ المامول " احمد رضا خاں صاحب پر اتنی شدید جرح کر رہے ہیں کہ۔ اس کے بعد اس بات کا امکان ہی

---

[1] الشہاب الثاقب، ص ۴۸، (ملخصاً)۔ [2] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۱۹۰ ء۔

باقی نہیں رہتا کہ موصوف کے نزدیک احمد رضا خان صاحب اہل حق میں سے ہیں۔ کہیں تو موصوف نے احمد رضا خان صاحب کی بیان کردہ تفسیر کو مردود اور تفسیر بالرائے قرار دیا ہے۔ جسے حدیث میں کفر قرار دیا گیا ہے۔ اور کہیں ان کے موقف کو اجماع امت کے خلاف بتایا ہے۔ اور کہیں ان کی بات کو ادلۂ قطعیہ کے مخالف ثابت کیا ہے۔ اور کہیں فرماتے ہیں کہ احمد رضا خان صاحب نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا۔ بلکہ اپنی غلط بات پر اصرار کرتے رہے۔ اور حق سے "عناد" اختیار کیا۔

اگر ان تمام امور کے باوجود کوئی شخص اہل حق میں شامل رہتا ہے۔ تو پھر پروفیسر صاحب ہی بتائیں کہ معتزلہ، خوارج، روافض وغیرہ فرقے کیوں اہل حق میں داخل نہیں ہیں؟

بہر حال حضرت مدنی رہ نے اس عبارت کو جس معنی پر محمول کیا ہے۔ صاحب "غایۃ المامول" کی تقریباً چالیس عبارتیں اس کے لئے بطور قرینہ موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے حضرت مدنی رہ کی نقل کردہ عبارات پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ لیکن پروفیسر صاحب ان تمام عبارات کو نظر انداز کرتے ہوئے مندرجہ بالا عبارت کو بلا کسی قرینہ کے اپنے من بھاتے معنے پر محمول کر کے اپنی علمی دیانت کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

دسواں اعتراض

پروفیسر صاحب شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رہ کے بارے میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رہ کی رائے اور قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کی رائے کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"یہ اختلاف، قارئین کرام کو حیرت میں ڈال دیتا ہے بلکہ الجھن میں مبتلا کر دیتا ہے" [1]

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۹۳۔

جواب | پروفیسر صاحب کی اسی حیرت اور الجھن کو رفع کرنے کے لئے ہم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ کا وہ طویل مقالہ بہت جلد انشاء اللہ شائع کر رہے ہیں۔ جو ماہنامہ "الفرقان لکھنؤ" دسمبر ۱۹۷۷ء تا جون ۱۹۷۸ء کی قسطوں میں چھپا تھا۔ اور جس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رح کے بارے میں علماء کرام کی اختلاف آراء کے اسباب وعلل پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔

امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے پروفیسر صاحب کی حیرت اور الجھن کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس موقع پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رح کے پیروکاروں کے بارے میں علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کی رائے بھی ذکر کر دیں۔ کیونکہ مولانا نعمانی مدظلہ کے مقالہ میں علامہ عثمانی رح کی رائے گرامی مذکور نہیں ہے۔

یاد رہے کہ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ میں مکہ معظمہ کے اندر سلطان ابن سعود رح نے پورے عالم اسلام کے چیدہ چیدہ علماء کا ایک مؤتمر منعقد کرایا تھا۔ جمعیت علماء ہند نے جو وفد اس مؤتمر میں شرکت کے لئے بھیجا تھا اس کے رئیس حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ (م ۱۳۷۲ھ - ۱۹۵۲ء) تھے۔ اس وفد کے اراکین میں دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح بھی شامل تھے۔ موصوف نے مؤتمر میں اپنی ایک تقریر کے دوران فرمایا۔

" اس کے بعد ہم پر جلالۃ الملک السلطان عبدالعزیز (ابن سعودؒ) کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ہے۔ جن کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے یہ جلیل القدر کام انجام دلایا۔ بلاد مقدسہ کے خادم کی حیثیت سے ان کو خاص عزت و عظمت حاصل ہے۔ اور خصوصاً جب کہ عظمۃ السلطان (ابن سعود رح) عدل۔ دینداری۔ وسعت قلب اور حسن اخلاق کی گوناگوں صفات سے بھی متصف ہیں۔ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور اسوۂ خلفاء راشدین وسلف صالحین وائمہ متبوعین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے متبع ہیں"۔ ؎

ایک اور تقریر میں علامہ عثمانی مرحوم ومغفور نے ارشاد فرمایا۔

"اگرچہ ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہؒ (م ۲۸ھ، ۱۳۲۸ء) اور ابن قیمؒ (م ۵۱ھ، ۱۳۵۰ء) کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ ان سے مستفید بھی ہوئے ہیں اور بعض تفردات، ذاتی رائے، وغیرہ میں ان پر انتقاد (تنقید) بھی کرتے رہے ہیں۔ لیکن خاص طائفہ نجدیہ کے معتقدات کا حال ہم کو محقق نہ تھا۔

چند روز ہوئے ہم نے دو کتابیں آپ کی پڑھیں۔ "الہدیۃ السنیہ" اور "مجموعۃ التوحید" ان کے مطالعے سے بہت سی چیزیں جو آپکی طرف منسوب ہو رہی تھیں ان کا افتراء ہونا ثابت ہوا۔ پھر بھی چند مسائل میں اختلاف رہا۔

بعض اختلاف چنداں وقیع اور اہم نہیں جیسا کہ "مسئلہ شفاعت" میں بعض میں قریب قریب نزاع لفظی کے ہے۔ ہاں سخت اختلاف ان لوگوں کی تکفیر میں ہے جو قبر کو سجدہ کرتے ہیں یا اس پر چراغ جلاتے ہیں یا غلاف چڑھاتے ہیں ہم ان امور کو "بدعت اور منکر" سمجھتے ہیں اور ہمیشہ مبتدعین سے جہاد بالقلم واللسان کرتے ہیں۔ لیکن "عباد الاوثان" (بت پرستوں) اور یہود و نصاریٰ کی طرح "مباح الدم والمال" (جن کا خون کر دینا اور مال لوٹ لینا مباح اور جائز ہو) نہیں سمجھتے۔ جس کا ذکر میں پہلی ملاقات میں آپ سے تفصیلاً کر چکا ہوں۔ اور آئندہ

؎ خطبات عثمانی۔ ص ۱۴۴۔

اگر وقت نے مساعدت کی اور خدا نے توفیق بخشی تو شیخ عبداللہ بلیہد رہ (نجد کے قاضی القضاۃ چیف جسٹس) وغیرہ سے اس پر مفصل کلام کیا جائے گا۔

ہمارے ہاں یہ مشہور تھا کہ نجدی تقلید کے دشمن اور اس کو شرک سمجھتے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن ہم نے "الھدیۃ السنیۃ" میں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے بیٹے شیخ عبداللہ کی تحریر پڑھی۔ جس میں لکھا ہے کہ ہم دعوے اجتہاد کا نہیں رکھتے بلکہ فروع واحکام میں امام احمد بن حنبل رہ (م ۲۴۱ھ ۸۵۶ء) کے متبع ہیں اِلاّ یہ کہ کوئی نص جلی (قرآن یا حدیث کی) صریح غیر مخصص غیر معارض قوی سند ناقابل تاویل آجائے تو مذہب احمد بن حنبلؒ کا چھوڑ کر ائمہ اربعہ میں سے کسی کا قول لے اختیار کر لیتے ہیں۔ بہرحال آئمہ اربعہ کے دائرہ سے باہر نہیں جاتے۔ حتیٰ کہ حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن قیم رہ کا قول طلاق ثلاث کے مسئلہ میں ہم نے اسی لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ ائمہ اربعہ سے علیحدہ تھا۔ اگر آپ ایسے حنبلی ہیں تو ہم ٹھیک ٹھیک ایسے ہی حنفی ہیں۔ اور یہ حنبلیت ایسی ہے کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم یعنی مقلدین ائمہ اربعہ کے نزدیک چنداں محل طعن نہیں ہو سکتی۔ اگر ہوگی تو اس شرذمۂ قلیلہ کے نزدیک جو اپنے آپ کو "اہل حدیث" کہتی ہے اور ہمارے ہاں اس کا نام "غیر مقلدین کی جماعت" ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو ہر ایک امام کی تقلید سے علیحدہ رکھتے ہیں۔ بلکہ ان میں کے بعض تقلید ائمہ کو شرک (فی النبوۃ) بتلاتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی یہ حنبلیت زیادہ نمایاں اور اس سے زیادہ مشہور ہو۔ جتنی کہ اب تک ہوئی ہے"۔ لہ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ہندوستان کے اکثر علماء کرام کو سعودی حکومت کے قیام تک شیخ محمد بن عبدالوہاب رہ کے عقائد کے بارے میں قابل وثوق ذرائع سے معلومات حاصل نہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

"فرقہ وہابیہ کی ابتدا محمد بن عبدالوہاب نجدی رہ سے ہوئی۔ یہ شخص حنبلی مذہب رکھتے تھے۔ مزاج میں سختی زیادہ تھی۔ ان کے خیالات اور اعتقادات کے متعلق مختلف روایات سنی جاتی ہیں۔ حقیقت حال خدا تعالٰی کو معلوم ہے۔ مگر ہندوستان کے بعض مبتدعین نے تو آج کل متبع سنت کا نام وہابی رکھ دیا ہے یہ ان مبتدعین کی اصطلاح جدید ہے" [1]

بہرحال شیخ محمد بن عبدالوہاب رہ سے متعلق پروپیگنڈا اور اس کے اثرات کی تفصیلات حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب دامت برکاتہم کے طویل مقالہ سے معلوم کریں۔ اور اس سلسلہ کی کچھ معلومات کے لئے مولانا فیروز الدین روحی کی کتاب "آئینہ صداقت" کے باب سوم کا مطالعہ بھی مفید ثابت ہوگا۔

گیارہواں اعتراض

پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں۔

" مولانا حسین احمد مدنی نے "الشہاب الثاقب" میں فاضل بریلوی کو بہت سخت سست کہا ہے۔ فاضل بریلوی کے مقابلہ میں ان کی زبان تہذیب و شائستگی سے گری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔" [2]

حاشیہ صفحہ گزشتہ، [1] خطبات عثمانی، ص ۴۰۵، ۴۰۶۔ ، [1] کفایت المفتی۔ جلد ۱، ص ۱۹۸۔ ، [2] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۲۳۔

اس کے بعد بارہ (۱۲) کلمات جنہیں وہ "سخت سست" کی فہرست میں شامل کرتے ہیں تحریر فرماتے ہیں۔ بعد ازاں ارشاد فرماتے ہیں۔

" وہ جو کسی نے کہا ہے کوثر و تسنیم کی دھلی ہوئی زبان —— شاید یہی ہے" [1]

جواب | مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم یہ حدیث پاک مروی ہے۔

" المستبان ما قالا فعلی البادی مالم یعتد المظلوم" [2]

ترجمہ! نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے والے جو کچھ کہتے ہیں اس کا گناہ صرف ابتدا کرنے والے پر ہے۔ تا آنکہ جواب دینے والا حد سے تجاوز کر جائے"

پروفیسر صاحب کو چاہئے تھا کہ اس حدیث پاک کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مدنی رح پر فرد جرم عائد کرنے سے پیشتر یہ ثابت فرماتے کہ حضرت مدنی رح ابتدار کرنے والے ہیں۔ یا پھر انہوں نے جواب دینے میں احمد رضا خان صاحب کی بہ نسبت سخت لب ولہجہ اور درشت کلمات استعمال کرکے زیادتی کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کے لئے ضروری تھا کہ وہ احمد رضا خان صاحب کی کتابوں کے کلمات سب وشتم اور ان کا انداز بیان بھی قارئین کے سامنے پیش کرتے۔ پھر دونوں کے تقابل کے بعد کوئی فیصلہ صادر فرماتے۔ لیکن ان بنیادی امور کے تصفیہ سے پیشتر یہ نادرشاہی فیصلہ فرمانا کہ۔

" حضرت مدنی کی زبان تہذیب وشائستگی سے گری ہوئی معلوم ہوتی ہے"

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۰۲۔ [2] مشکوٰۃ شریف۔ ص ۴۱۱۔

عدل وانصاف کا منہ چڑانے اور دیانت و امانت کا جنازہ نکالنے سے کم نہیں ہے۔

خیر اگر پروفیسر صاحب بے التفاتی یا کسی اور سبب سے ان بنیادی امور کی جانب توجہ نہ فرما سکے تو ہم ہی عرض کرتے ہیں۔ کہ مولانا مدنی رحمہ اللہ کے "الشہاب الثاقب" تصنیف فرمانے سے پیشتر احمد رضا خان صاحب کی طرف سے سینکڑوں کتابیں۔ رسائل پمفلٹ علماء دیوبند کے خلاف شائع ہو چکے تھے۔ ۱۳۲۳ھ تک دو سو سے زائد کتابوں کی اشاعت کا اقرار تو پروفیسر صاحب نے بھی کیا ہے۔ [1]

"الشہاب الثاقب" انہی مذکورہ کتب میں سے تین انتہائی خطرناک کتابوں کے جواب میں تحریر کی گئی ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱ : حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین۔

۲ : تمہید ایمان بآیات قرآن۔

۳ : خلاصہ فوائد فتاویٰ۔

پروفیسر صاحب کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ احمد رضا خان صاحب کی تیز و تند اور سخت تنقید کے جواب میں جو بقول ان کے بھی "بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے" [2]۔ کی آئینہ دار تھی علماء دیوبند نے "مسلسل خاموشی اختیار کی" [3]

نیز پروفیسر صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

"یہ مخالفین فاضل بریلوی کی شدید تنقیدات کا فطری نتیجہ تھے" [4]۔

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ، ص ۱۰۴۔ [2] فاضل بریلوی علماء حجاز کی کی نظر میں ، ص ۱۹۹۔ [3] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ، ص ۱۹۸۔
[4] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ، ص ۱۹۹۔

یہاں سے واضح ہوگیا ہے کہ مولانا مدنی رہ ابتدا کرنے والوں میں سے نہیں بلکہ احمد رضا خان صاحب کی " شدید تنقیدات " اور علماء دیوبند کی " مسلسل خاموشی " کے بعد جب پانی سر سے گزر گیا تو بدرجۂ مجبوری " شہاب ثاقب " کی تالیف عمل میں آئی۔ اور رہی یہ بات کہ حضرت مدنی مرحوم و مغفور کی زبان احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں تہذیب و شائستگی سے گری ہوئی ہے تو جب تک تصویر کا دوسرا رخ سامنے نہ ہو فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے بطور نمونہ صرف مذکورہ تینوں کتابوں کا لب و لہجہ اور ان میں ذکر شدہ کلمات سب و شتم میں سے کچھ کلمات قارئین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱ : اشقیاء (بدبخت)۔
۲ : یہ سب کے سب مرتد ہیں۔
۳ : بیدینی و بدمذہبی کے خبیث سردار۔
۴ : ہر خبیث بفسد اور ہٹ دھرم سے بدتر۔
۵ : فاجر۔
۶ : سب کافروں سے کمینہ تر کافر۔
۷ : ملحد۔
۸ : کذاب۔
۹ : بددین۔
۱۰ : زیاں کار۔
۱۱ : گمراہ۔
۱۲ : ستمگار۔
۱۳ : دوزخ کے کتے۔
۱۴ : شیطان کے گروہ۔
۱۵ : مفتری (بہتان باندھنے والے)
۱۶ : ظالم۔
۱۷ : ان کی کہاوت کتے کی طرح ہے کہ تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکال کر ہانپے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے
۱۸ : توبہ سے محروم۔
۱۹ : فجرہ۔
۲۰ : گمراہ گر۔
۲۱ : اپنی سرکشی میں اندھے ہو رہے ہیں۔
۲۲ : کافروں سے بدتر۔
۲۳ : اللہ نے ان پر لعنت کی۔
۲۴ : متمرد (سرکش)۔
۲۵ : بدمذہب۔
۲۶ : دہریلے۔

۲۷ : سو کافروں سے دین میں ان کی مضرت سخت تر۔

۲۸ : بدکار۔

۲۹ : ملعون۔

۳۰ : خبیثوں کی لڑی میں بندھے ہوئے۔

۳۱ : گھناونی گندگیوں میں لتھڑے۔

۳۲ : ہر ذلیل سے زیادہ ذلیل۔

۳۳ : ان کا ٹھکانہ ٹھیک جہنم۔

۳۴ : زندیق۔

۳۵ : قیامت تک ان پر وبال۔

۳۶ : شیطان۔

۳۷ : زہر دیئے ہوئے کجی والے۔

۳۸ : خواہش نفس کے پیرو کار۔

۳۹ : اللہ نے ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

۴۰ : ابلیس لعین کے پیرو کار۔

۴۱ : تکذیب خدا کرنے والے کے دم چھلے۔

۴۲ : دغا باز۔

۴۳ : مکار۔

۴۴ : دین میں خائن رخیانت کرنیوالے،

۴۵ : شیطان کے چیلے۔

۴۶ : حق کے معاند۔

۴۷ : اہلسنت کے شہابوں سے جل کر خاک سیاہ۔

۴۸ : سزاوار تذلیل۔

۴۹ : مردود۔

۵۰ : مشرک۔

۵۱ : جھگڑالو۔

۵۲ : ہٹ دھرم۔

۵۳ : دین سے نکل گئے، جیسے تیر نشانے سے۔

۵۴ : بکواس کرنے والے۔

۵۵ : انکا شیخ راستاد و پیر، ابلیس۔

۵۶ : بدگو۔

۵۷ : ابلیس لعین کو خدا کا شریک مانا۔

۵۸ : او ا علم میں اُلو۔ گدھے کتے۔ سوئر کے ہمسر۔

۵۹ : چوپایوں سے بڑھ کر گمراہ ہوئے۔

۶۰ : منہ بھر کر اللہ و رسول کو گالیاں دینے والے۔

۶۱ : معاندین و دشمنان دین۔

۶۲ : براہ اغوا و تلبیس و شیوۂ ابلیس وہ باتیں بناتے ہیں۔

۶۳ : چند شیطانی مکر پیش کرتے ہیں۔

۶۴ : ولے اللہ، انہیں تمام خلق میں نکما کر۔

۶۵ ؛ انہیں عاد و ثمود کی طرح ہلاک کر۔
۶۶ ؛ ان کے گھر کھنڈر کر دے۔
۶۷ ؛ اللہ ان کی ناک خاک میں رگڑے۔
۶۸ ؛ ان پر اور ان کے مددگاروں پر اللہ کی لعنت۔
۶۹ ؛ جو ان کے کفر میں شک کرے کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی کوئی شبہ نہیں۔
۷۰ ؛ لچی والے بکتے ہیں۔
۷۱ ؛ کفار۔
۷۲ ؛ خارجی۔
۷۳ ؛ بطلان والے۔
۷۴ ؛ سخت جھوٹے۔
۷۵ ؛ سرداران کفر و بدمذہبی و گمراہی۔
۷۶ ؛ عالموں۔ فقیروں۔ نیکوں کی وضع بحیثیت اور باطن ان خباثتوں سے بھرا ہوا۔
۷۷ ؛ ان کا نہ روزہ قبول۔ نہ نماز۔ نہ زکوٰۃ نہ حج نہ کوئی فرض نہ نفل۔
۷۸ ؛ کفری نجاستوں میں بھرے۔
۷۹ ؛ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔
۸۰ ؛ ہر مجلس میں ان کی تحقیر واجب ان کی پردہ دری صواب۔
وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام الفاظ سب وشتم ہم نے "تمہید ایمان"۔ "خلاصہ فوائد فتاوٰی" اور "حسام الحرمین" سے نقل کئے ہیں۔ یہ تینوں کتابیں درحقیقت گالیوں کا مجموعہ ہیں۔ خاص طور پر "خلاصہ فوائد فتاوٰی" میں تو احمد رضا خان صاحب نے ۲۴ صفحات میں تقریباً ساٹھ سو گالیاں جمع فرمائی ہیں۔ شاید اس خیال سے کہ آج کے دور میں اس طرح گالیاں شائع کرنا خود بریلوی جماعت کے لئے انتہائی رسوا کن اس کی تعمیر و ترقی میں رکاوٹ ثابت ہوگا۔

۱۳۹۵ھ، ۱۹۷۵ء میں لاہور سے "حسام الحرمین" کا جو جدید ایڈیشن رضا... نے شائع کیا ہے اس کے ساتھ "خلاصہ فوائد فتاوٰے" کو شائع نہیں کیا۔ حالانکہ

اس سے پیشتر یہ کتابیں یکجا شائع ہوتی رہی ہیں۔ چونکہ طوالت مضمون کا خطرہ ہے اس لئے چاہئے تو یہ تھا کہ ہم اسی " مشتے نمونہ از خروارے " پر اکتفا کرتے ہوئے کہہ دیتے

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لیکن بایں ہمہ جی یہ چاہتا ہے کہ بعض دیگر کتب کے بھی کچھ حوالے قارئین کرام کی نظر سے گزر جائیں۔ تاکہ قارئین پر آفتاب نصف النہار کی طرح عیاں ہو جائے کہ عام بریلوی مصنفین عموماً۔ اور احمد رضا خان صاحب خصوصاً تہذیب و شائستگی سے نہ صرف کوسوں دور ہیں بلکہ شاید متانت و سنجیدگی کے نام تک سے آشنا نہیں ہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی تحریروں میں اپنے مخالفین کے خلاف وہ عامیانہ اور بازاری زبان استعمال کی ہے کہ جس پر شرم و حیاء اور شرافت و متانت سر پیٹ کر رہ گئی ہے۔ بہر حال چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے ایک فاضل جناب ابو الطاہر محمد طیب صاحب اپنی مایہ ناز کتاب " تجانب اهل السنة عن اهل الفتنة " جو مظہر اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ اجل مولوی حشمت علی خان صاحب کی مصدقہ ہے ——— میں سرسید مرحوم کے خلاف لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

۱ ؛ " مدعیان تہذیب جدید کے اس مصلح اعظم کہلانے والے پیر نیچر (سرسید احمد خان صاحب) سے یہ شستہ شائستہ انتہائی مہذبانہ شریفانہ انداز گفتگو سیکھ کر اگر کوئی شخص یوں لیکچر دیتا پھرے کہ یہ سمجھنا کہ پیر نیچر (سرسید احمد خان صاحب) کے والد بزرگوار نے ان کی مادہ مہربان کے ساتھ معاملات مجامعت (ہمبستری) کئے ہوں گے۔ کبھی ان کے گلے میں ہاتھ ڈال کر پڑ گئے ہوں گے۔ کبھی ان کی ران پر سر دھرا ہوگا۔ کبھی ان کو چھاتی سے لپٹایا ہوگا۔ کبھی ان کے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہوگا۔ کبھی اپنے مکان کے

کسی کوسنے میں ان کے ساتھ کچھ کرنے لگے ہوں گے۔ کبھی کسی کونے میں کچھ کرنے لگے ہوں گے۔ ایسا بے ہودہ پن کیا ہوگا جس پر تعجب ہوتا ہے۔ اگر پیر نیچر (سر سید احمد خان صاحب) کے والد بزرگوار اور ان کی مادر مہربان کے درمیان یہی معاملات ہوتے ہوں گے تو بے مبالغہ بازاری عورتوں اور ان کے آشناؤں کے حالات ان سے ہزار درجہ بہتر ہیں "۔ [1]

ایک دوسرے مقام پر اپنے مخالفین کے لئے یہ زبان استعمال کی ہے۔

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے دھرم میں تمہاری جورو اور ماں دونوں ایک، تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک، گوبر اور حلوا دونوں ایک، فیرنی اور پاخانہ دونوں ایک، تمہارا منہ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ دونوں ایک، تمہاری بہنوں بیٹیوں کے سب اعضاء اور غیر مردوں کے بدن دونوں ایک، حلال و حرام دونوں ایک، زنا اور نکاح دونوں ایک، اپنی بیوی کے حقوق زوجیت ادا کرنا اور کسی مرد سے منہ کالا کرنا دونوں ایک، .... پانچ سطروں کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

"اور اگر دوسری صورت کا اقرار ہے تو اس پر کھلم کھلا عمل پیرا ہونے سے کیوں انکار ہے۔ کسی میدان۔ کسی تاریخ۔ کسی وقت کا اشتہار دیکر مجمع عام میں اپنی اس ابلیسی چہر توحید کے تماشے دکھاؤ۔ حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ۔ شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ۔ اپنی ماں

---

[1] تجانب اہل السنۃ، ص ۵۵۔

بہن بیٹی۔ جورو کے ہاتھوں پر جلی قلم سے " الوقف فی سبیل الشیطان " کا سائن بورڈ لکھواکر بر سرِ میدان پھراؤ۔ خود بھی اپنی پشت پر موٹے موٹے حروف میں " وقف فی سبیل ابلیس " کا بلا لگواکر سارے میدان کا چکر لگاؤ اور ہر قسم کے شیطانی کاموں کے لئے خود بھی وقف ہو جاؤ اور اپنی ماں۔ بہن۔ بیٹی۔ جورو کو اپنی چپر توحید کی تبلیغ کے لئے وقف کراؤ" لہ ۔

۲ ، احمد رضا خان صاحب کی مایۂ ناز کتاب " سبحٰن السبوح " کیساتھ چند رسائل مزید شائع ہوئے ہیں۔ جو درحقیقت احمد رضا خان صاحب کے افادات و افاضات ہیں۔ ان میں ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے ۔

" آپ کیا سمجھے کیسی کہی فہی ۔ ایں ذاں باشد کہ تو می فہی ۔ وہ کہی فہی کہ لتوت وہی۔ کہتے گوہ تو سنیں گنگوہ ۔ سنیں گسنگوہ تو سمجھیں اندوہ۔ سمجھیں اندوہ تو کہیں انبوہ ۔ کہیں انبوہ تو لکھیں کنبوہ ۔ لکھیں کنبوہ تو پڑھیں کنکوا ۔ پڑھیں کنکوا تو یاد کوا ۔ میرے قلم سے حاشا وکلاّ کوئی کلمہ اہنی سے نہ نکلا" لہ

دو ڈھائی صفحہ بعد یہ شعر تحریر فرمایا ہے۔ ؎

رحم اس ساعد نازک پہ ہے اس کے نصیب
لاکھتے ہوں تجربہ مرداں میں پہنچے کے لئے

ایک اور مقام پر دیو بندیوں کو خطاب ہے۔

" مہات قادر ہے کہ زنا کرلے تو تمہارا امام اور تمہارے پیدا تعلیم کے

لہ تجانب اہل السنۃ ؛ ص ۲۰۸ ، لہ سبحان السبوح ؛ ص ۱۳۲ ۔

کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کرا سکے ورنہ دیوبند میں چکلا والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا۔ پھر کاہے پر خدائی کا دم بھرتا ہے۔ اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا ---------- تعجب تھا کہ خدا کے لئے آلۂ مردمی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی۔ اندام زنی ہو تو اس کے لائق اسے مرد کہاں سے ملے گا۔ کہ اس کی ہر چیز نامحدود وبے انتہا ہوگی یوں تو ایک خدائن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے۔ اور ایک بڑا ڈیل ڈول خدا ماننا ہوگا جو اس کی [illegible] ہوس بھر سکے [1]

تقریباً ڈیڑھ صفحہ بعد یوں گوہر افشانی ہوتی ہے۔

ایک رنڈی کہ فاسقوں کی محفل میں رقص کرتی ہے لحظہ لحظہ کس قدر اپنی جنبش بدلتی ہے۔ مگر ان (دیوبندیوں) کا معبود یوں ہی نہ گھوم سکا تو رنڈی سے بھی گیا گزرا ---------- تو مشعلچی کی طرح رنڈی کے ساتھ گھومے گا بھی، خود بھی ناچے گا اور ڈگڈگی بجا کر بندر نچا کر اسے اپنے پاس گھمائے گا بھی۔ نٹ کی طرح بانس پر چڑھ کر کلا کھیلے گا [2] الیٰ آخر الہذیانات۔

۴: ایک مقام پر بریلویوں کے مفتی اعظم ہند اور احمد رضا خان صاحب کے فر ارجمند جناب محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کے بارے میں ار فرماتے ہیں۔

---

[1] سبحان السبوح، ص ۱۴۲ ؛ [2] سبحان السبوح، ص ۱۴۴

" تھانوی صاحب! اس دسویں کیا دی پر اعتراضات میں ہمارے اگلے تین پیپر نظر ڈالیئے۔ دیکھئے وہ رسیلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔ کیا اتنی جذبات عظیم کے بعد بھی نہ سوجھی ہوگی "۔ [1]

" وہ (حضرت تھانوی مرحوم) کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری بھڑائی پر اترو "۔ [2]

" خصم کے کرتے دار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کی بول گئی "۔ [3]

" اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے۔ سینے ٹوٹ گئے۔ تیور پھٹ گئے۔ دم الٹ گئے۔ معاف کیجئے معاف کیجئے آپ جیتے میں ہارا ع لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی "۔ [4]

" اف ری رسیلیا! تیرا بھولا پن خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے "۔ [5]

جناب مولوی محمد طیب صاحب قادری برکاتی۔ فاضل مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

" طلاق تو نکاح کی ہوتی ہے۔ دیو بندی اگر بوقت نکاح بھی دیوبندی تھا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ اور اگر اس وقت سنی تھا بعد کو دیو بندی بنا تو اب مرتد ہو گیا۔ اور مرتد ہوتے ہی نکاح فسخ ہو گیا بہرحال کسی صورت میں طلاق کی حاجت نہیں "۔ [6]

---

[1] وقعات السنان، ص ۵۱، [2] وقعات السنان، ص ۵۲، [3] وقعات السنان ص ۶۶، [4] وقعات السنان، ص ۶۸، [5] وقعات السنان، ص ۶۰، [6] العضوب السنیہ علی الاحزاب الدیوبندیہ، ص ۲۹،

" پیر بخش کے بیٹے ہدایت احمد اور فرید بخش کی بیٹی کریم النساء دونوں دیوبندی دھرم پر حرامی ہوئے یا نہیں ؟ ان دونوں کے باہمی نکاح سے جناب گنگوہی جی پیدا ہوئے۔ تو گنگوہی جی کیسے لوگوں کی کیسی اولاد ہوئے ! .... ابھی تو صرف گنگوہی جی کا نسب نامہ بطور نمونہ لکھا گیا ہے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک ایک دیوبندی کا حرامی و مجہول النسب ہونا دیوبندی دھرم سے ثابت کر دیا جائے گا " [1]

" در بھنگی جی ! واحد العین صاحب سے پوچھئے کہ آپ کی سمجھ شریف کے اندر داخل ہوا یا ابھی اور داخل کرانے کی ضرورت ہے " [2]

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز کے بارے میں فاضل مذکور رقمطراز ہیں۔

" اور شیطان اجودھیا باشی نے " [3]

جناب احمد رضا خان صاحب نے علماء دیوبند کے جو عقائد بیان کئے ہیں ان پر بھی ذرا ایک نظر ڈال لیجئے تاکہ ان کے افترا رات اور بہتانات اور ان کے انداز تحریر کا آپ حضرات قدرے اندازہ کر سکیں۔ فرماتے ہیں۔

" دیوبندی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان. زمان. جہت. ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے۔ اس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے

---

[1] العضوب السنیہ ، ص ۳۱ ، [2] العضوب السنیہ ، ص ۶۰ ، [3] العضوب السنیہ ، ص ۱۷ ،، (حاشیہ)۔

ایسے دکو، کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں۔ نہ اس کی کتاب قابل استناد نہ اس کا دین لائق اعتماد۔ ایسے کو جس میں ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے۔ جو اپنی شخصیت بنی رکھنے کو قصدًا عیبی بننے سے بچتا ہے۔ چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے۔ ایسے کو جس کا علم حاصل کئے سے ہوتا ہے۔ اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔ ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا۔ سونا۔ اونگھنا۔ غافل رہنا۔ ظالم ہونا۔ حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا۔ پینا۔ پیشاب کرنا۔ پاخانہ پھرنا۔ ناچنا۔ تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا۔ عورتوں سے جماع کرنا۔ لواطت (لونڈے بازی)، جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا۔ حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا (لونڈے بازی کروانا)۔ کوئی خباثت۔ کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں۔

وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ۔ اور مردمی اور زنی کی علامتیں (مردانہ و زنانہ شرمگاہیں) بالفعل (فی الحال) رکھتا ہے۔ صمد نہیں جوف دار کھکل ہے۔ سبوح، قدوس نہیں۔ خنثیٰ مشکل (ہیجڑا) ہے یا کم از اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے۔ ڈبو بھی سکتا ہے۔ زہر کھا کر۔ یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ماں۔ باپ۔ جورو (بیوی)، بیٹا سب ممکن ہیں۔ بلکہ ماں۔ باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے۔ برہما کی طرح چومکھا ہے" [1]

---

[1] فتاوی رضویہ: ج ۱ ص ۷۹۱، ۷۹۲۔

"رضاخانی تہذیب" ایک ایسا طویل الذیل عنوان ہے کہ جس پر کما حقہ روشنی ڈالنے کے لئے ایک مستقل مبسوط تصنیف کی ضرورت ہے۔ خدا کرے کوئی صاحب اس طرف توجہ فرمائیں۔ اور رضاخانیوں کی تمام کتب و رسائل کھنگال کر ان کی تہذیب و شائستگی کے آبدار موتی کسی ایک لڑی میں پرو دیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ امت اسلامیہ پر ایک عظیم احسان ہو گا۔

بہر حال جو کچھ برسبیل تذکرہ ہم نے پیش کیا ہے گو برائے نام ہی اس سے رضاخانیوں کی تہذیب و متانت۔ اور سنجیدگی و شائستگی نیز شرافت و نجابت کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ ان حالات میں بقول غالب۔ ع

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

اگر جواب میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا لب و لہجہ قدرے درشت اور سخت ہو گیا تو یہ ایک قدرتی بات ہے۔ اس پر یہ پھبتی کسنا کہ "کوثر و تسنیم کی دھلی ہوئی زبان شاید یہی ہے۔" انہی لوگوں کا کام ہے۔ جن کے بارے میں کہا گیا ہے ؎

غیر کی آنکھ تنکا تجھ کو آتا ہے نظر

دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

لیکن بایں ہمہ حضرت مدنی مرحوم و مغفور کا لکھا ہوا کوئی ایک کلمہ بھی عالمانہ شان اور شریفانہ وقار کے خلاف نہیں ہے۔ آخر حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے اوپر عائد شدہ الزامات کے جواب میں احمد رضاخان صاحب کو کذاب، افترا پرداز لوگوں کو گمراہ کرنے والا۔ اور دجل و تلبیس سے کام لینے والا، نہ فرماتے تو پھر کیا کہتے؟ احمد رضاخان صاحب اور ان کی صلبی و معنوی ذریت کی بازاری بلکہ فاحشانہ زبان کے خلاف اس قدر محتاط انداز بیان اختیار کرنے پر قدغن لگانے کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہو گا؟ ؎

نہ تڑپنے کی ہے اجازت نہ فریاد کی
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی ہے میرے صیاد کی

اسی صورت حال کے بارے میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری مرحوم و مغفور (م ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء) فرماتے ہیں۔

" ہم نے بہت صبر کیا۔ اتنا صبر کوئی کرے تو ہم پر اعتراض کرے زبانی نصیحت بہت آسان ہے۔ " جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔ (برائی کا بدلہ اُس کے برابر برائی ہے ، قرآن پاک ، پ ۲۵) کس دن کے واسطے ہے۔ اور ہم نے تو وہ بھی نہیں کیا۔ دوسرے امر کی نسبت عرض ہے کہ بقول خان صاحب ہی کے ۲۷ سال تک بلا وجہ گالیاں سنیں۔ اور بھی فحش اور مغلظات۔ اور وہ بھی اپنے اکابر کو۔ دنیا میں کون ہے جس کو اس قدر زمانے کے بعد بھی کچھ عرض کرنے کی اجازت دے۔ ان حضرات ناصحین (نصیحت کرنے والوں) کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ حضرات ۲۷ برس کہاں رونق افروز تھے ؟ جب خان صاحب کی گالیاں پڑھتے تھے۔ جب تو خوب قہقہے اڑتے تھے اور خانصاحب کی لفظی انشاء پردازی کے لاثانی و لاجواب ہونے کی ڈینگ ہانکی جاتی تھی۔ اب وہ تمام باتیں جاتی رہیں۔ اب ناصح دیگراں بن گئے۔ اگر خان صاحب کو پہلے سے روکتے بھی جب بھی ہم کو معذور فرمانا چاہئے تھا۔ یہ چہ جائے کہ خان صاحب کو کچھ بھی نہ کہا جائے اور دوسروں کی مذمت ہو۔ عجیب انصاف ہے ________ دوسرے ہم بار بار لکھتے ہیں کہ تہذیب سے اب بھی بات کرو۔ ہم اس سے زیادہ تہذیب سے کلام کرنے کو مستعد ہیں مگر خان صاحب ہیں کہ وہی انداز جہلی

برستے ہیں۔[۱]

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

بارہواں اعتراض

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز نے احمد رضا خان صاحب کو متعدد مقامات پر

"مجدد التضلیل والتکفیر" یعنی کافر اور گمراہ قرار دینے کا مجدد" کہا ہے۔ اس کے برعکس پروفیسر صاحب نے ۷، ۸ صفحات میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ احمد رضا خان صاحب پر یہ ایک الزام ہے۔ اور اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ایک مقام پر پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی "تکفیر مسلم" میں بےحد محتاط تھے"۔[۲]

جواب

احمد رضا خان صاحب کا اپنے معدودے چند معتقدین کے سوا تمام دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و گمراہ قرار دینا ایک ایسی بیّن حقیقت ہے۔ جس میں نہ آج سے پیشتر کبھی محققین کی دو رائیں ہوئی ہیں اور نہ آئندہ کسی صاحب بصیرت اور واقف حال انسان کی طرف سے اختلاف کی گنجائش۔ اور احمد رضا خان صاحب کے اس مشن کو ان کے تلامذہ و اخلاف نے جس احساس ذمہ داری کے ساتھ نبھایا ہے۔ اس کی داد نہ دینا بڑی زیادتی ہوگی۔ آخر یہ احساس ذمہ داری کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ حال ہی میں مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ائمہ کرام حکومت پاکستان کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے تو پورے پاکستان کے عوام

---

[۱] الکوکب الیمانی، ص ۲۲، ۲۳۔ [۲] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۴۴۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

نے جس جوش و خروش اور خلوص و محبت سے ان کا استقبال کیا وہ اپنی نظیر آپ تھا۔ نیز لوگ دور دراز کے سفر طے کر کے ان کی زیارت و قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے اور ان کی اقتدار میں نماز پڑھنے کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھا۔ کراچی میں پانچ لاکھ افراد نے ان کی اقتدار میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ لیکن بایں ہمہ قربان جائیے احمد رضا خان صاحب کے سچے جانشینوں پر جنہوں نے پوری جرأت رندانہ سے کام لیتے ہوئے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ فوراً بروقت فتوے جاری کر دیا کہ چونکہ

" یہ امام صاحبان وہابی عقائد رکھتے ہیں۔ اس لئے جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں ان کا اعادہ ضروری ہے۔ [1]

اور یہ فتوے بھی اپنے اکابر کے اتباع میں دیا گیا ہے۔ کیونکہ احمد رضا خان صاحب کے فرزند ارجمند محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب نے سعودی حکومت میں حج کے التزام کے موضوع پر ایک کتاب " تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ " تالیف فرمائی تھی جو مطبع اہل سنت والجماعت بریلی سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ نیز احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ اجل اور مظہر اعلیٰ حضرت جناب محمد حشمت علی خان صاحب نے اپنے فتوے میں ارشاد فرمایا۔

" ناواقف عوام اور ضعفاء اہل اسلام جن کے اسلام اور سنیت پر فتنہ کا خطرہ ہو ان کو یہی حکم شرعی ہے کہ تاخیر (حج) کریں اور وصیت کر جائیں کہ ان کے بعد آسکے مال سے انکی طرف سے کوئی متصلب فی الدین سنی مسلمان (یعنی رضا خانی) حج بدل ادا کر دے۔" [2]

---

[1] ہفت روزہ الرایشیا۔ جلد ۱ شمارہ ۱۴۔ ۹ تا ۱۶۔ اپریل ۶ ۱۹۷۰ء ص ۲ والیضاً تلخیص تکفیری افسانے ص ۵۳ ۱۔ [2] فتویٰ مندرجہ برق خداوندی ص ۱۶۰ بحوالہ تلخیص تکفیری افسانے ص ۷۰ ۱۔

مشہور بریلوی عالم مولوی محمد عمر اچھروی (م ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) صاحب جن کے بارے میں عبد الحکیم شرف صاحب لکھتے ہیں۔

" وسعت علم اور حاضر جوابی میں ان کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی " [۱]

نے بھی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے ائمہ کرام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا ذکر کیا [۲]

بریلویوں کے "محدث اعظم" مولوی محمد سردار احمد فیصل آبادی (لائل پوری) (م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) حج کے موقع پر وہاں کے ائمہ کرام کی اقتدار میں نماز ادا نہ کرنے کی بنا پر سعودی حرب میں گرفتار بھی ہوئے تھے۔

اسی طرح پیر جماعت علی شاہ صاحب (م ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) کو مسجد نبوی میں مقرر امام سے پیشتر جماعت کرانے کے جرم میں جب شہر بدر کیا گیا تو انہوں نے معافی مانگ کر مدینہ طیبہ میں داخلے کی اجازت حاصل کی " [۳]

بریلویوں کے ایک اور عالم مولوی ایوب علی رضوی فرماتے ہیں۔

حرم پاک سے ناپاک علیہ اللعنت
دور کمبخت یہ کب نجد کا شیطان ہوگا [۴]

الحاصل ان تمام امور سے یہ بات پوری طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ بریلوی حضرات کے نزدیک سعودی حکومت اور وہاں کے ائمہ عظام بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور جو انہیں کافر تسلیم نہیں کرے گا وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سارا عالم اسلام جو حج کے موقع پر وہاں کے ائمہ کرام کی اقتدار میں نماز بھی ادا کرتا ہے اور افعال حج بھی وہی "سواد اعظم" ہے۔ اور ان کی اقتدار نہ کرنے

---

[۱] تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۳۹۸، [۲] مقیاس حنفیت، ص ۴، [۳] ابن الوقت ولایت شاہ اور اس کے پیر کی مذبوحی حرکات، ص ۳ (حاشیہ)، [۴] باغ فردوس، ص ۹۔

والے بریلوی حضرات کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہوتی۔ لیکن لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے پھر بھی دعوے ہے "سوادِ اعظم" ہونے کا۔ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ابھی کل کی بات ہے کہ بریلویوں کے "حکیم الامت" مفتی احمد یار خان گجراتی (م ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) کے صاحبزادے مفتی مختار احمد گجراتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ۔

" ہندوستان اور پاکستان کا کرکٹ میچ دیکھنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں" ؎[1]

خیر سے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب بھی اس کرکٹ میچ کے دیکھنے والوں میں شامل تھے۔ بات بات پر بریلوی حضرات کے تکفیری فتووں کو دیکھ کر مولانا ظفر علیخان مرحوم و مغفور (م ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء) فرماتے ہیں۔ ؎

جب سے چھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی
دید کے قابل ہے اس کا انعکاس و انعطاف
مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانانِ ہند!
ہے وہ کافر جس کو ہو ان سے ذرا بھی اختلاف

لیکن نامعلوم پروفیسر صاحب لاعلمی کا شکار ہیں یا پھر ضد و عناد کے باعث وہ اس آفتاب ایسی روشن حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی و کاوش میں مصروف ہیں۔ یہی وجہ

---

[1] روزنامہ امروز لاہور، ص ۱، کالم ۸، ۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء۔

ہے کہ انہوں نے ۸۰ صفحات میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ احمد رضا خان صاحب تکفیر مسلم کے معاملہ میں بے حد محتاط واقع ہوئے ہیں ؎

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

لیکن "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا" ؟ لیجئے ہم ابھی ان اکابر علماء و ائمہ کے نام پیش کئے دیتے ہیں جن کی تکفیر و تضلیل احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کی جانب سے کی گئی ہے۔ اس فہرست میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جن سے علماء دیوبند کو بھی اختلاف ہے لیکن علماء دیوبند انہیں کافر و مرتد قطعاً قرار نہیں دیتے۔ کام تو صرف رضاخانی علماء کے حصہ میں آیا ہے کہ اپنے سے اختلاف رکھنے والے ہر شخص پر کفر کا فتوے لگا دیں۔

نیز یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کہ جس شخص کو احمد رضا خان صاحب ان کی صلبی و معنوی ذریت وہابی قرار دے دے وہ ان کے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ کیونکہ بریلویوں کے "حجۃ الاسلام" اور احمد رضا خان صاحب کے فرزند دلبند جناب حامد رضا خان صاحب کا فرمانا ہے کہ۔

"وہابیہ کا تو نام ہی فضول ہے۔ وہ کبھی دین میں سچے نہ ہوں گے"[1]

نیز احمد رضا خان صاحب خود بھی فرماتے ہیں۔

"وہابیہ اصلاً مسلمان نہیں"[2]

۱ ؛ علامہ ابن حزم ظاہری رح (م ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴ء) ان کے بارے میں احمد رضا خان صاحب کا ارشاد ہے۔

---

[1] اجلی انوار رضا ، ص ۴۴ ، [2] فتاویٰ رضویہ ، جلد چہارم ، ص ۲۱۸ ۔

"وہابیہ کا ایک پرانا امام ابن حزم غیر مقلد ظاہری المذہب مدعی عمل بالحدیث منہ بھر کر بک گیا" [1]

یہ وہ عالم ہیں جن کی ایک کتاب کے بارے میں علامہ عز الدین بن عبد السلام (م ۶۶۰ھ / ۱۲۶۲ء) فرما گئے ہیں۔

"میں نے اسلامی کتب میں علامہ ابن حزم رح کی "محلی" اور ابن قدامہ (۶۲۰ھ / ۱۲۲۳ء) کی "المغنی" جیسی کتابیں نہیں دیکھیں" [2]

۲ : علامہ داؤد ظاہری (م ۲۷۰ھ / ۸۸۴ء) اور ان کے تمام متبعین "اہل الظواہر" کو احمد رضا خان صاحب نے "امت اجابت" سے خارج کر دیا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

۳ : امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ / ۱۳۲۸ء)۔ احمد رضا خان صاحب امام ابن تیمیہ رح کو "بدمذہب" قرار دیتے ہیں۔ [3]

۴ : امام ابن قیم جوزی رح (م ۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ء)۔ احمد رضا خان صاحب نے انہیں "ظاہری المذہب" اور "بدمذہب" لکھا ہے۔ [4]

۵ : قاضی شوکانی رح (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴-۵ء)۔ احمد رضا خان صاحب نے قاضی شوکانی رح کو بھی "بدمذہب" قرار دیا ہے۔ [5]

۶ : امام شاہ ولی اللہ دہلوی رح (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کو احمد رضا خان صاحب نے طائفہ وہابیہ کے "اکابر وعمائد" میں شمار کیا ہے۔ [6] اور مشہور بریلوی عالم

---

[1] سبحان السبوح: ص ۱۲۳ ؛ [2] لسان المیزان: ج ۴: ص ۲۰۱ ؛ [3] فتاوی رضویہ ج ۵؛ حصہ دوم: ص ۱۳۹ (حاشیہ) ؛ [4] سیف المصطفیٰ: ص ۹۲ ؛ [5] فتاوی رضویہ ج ۴؛ ص ۱۹۹ ؛ [6] سیف المصطفیٰ: ص ۹۵ ؛ [7] فتاوی رضویہ: ج ۴: ص ۱۹۰۔

مولوی محمد عمر اچھروی نے تحریر کیا ہے کہ ان پر علماء کرام نے متفقہ طور پر فتویٰ کفر دیا ہے۔ ؎۱

۷۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء)

۸۔ شاہ رفیع الدین صاحب رح (م ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء) ان دونوں بزرگوں کے بارے میں مولوی محمد عمر اچھروی ارشاد فرماتے ہیں کہ "ان میں بھی وہابیت کے جراثیم موجود تھے۔" ؎۲

اب یہ فیصلہ تو بریلوی حضرات ہی فرمائیں کہ ایمان اور کفر کا مجموعہ ایمان ہوتا ہے یا کفر!

۹۔ شاہ عبدالقادر مترجم و مفسر قرآن (م ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۸ء)۔ بریلویوں کے ایک بڑے مفتی محمد غلام سرور قادری رضوی نے ان کو وہابیوں میں شمار کیا ہے ؎۳

۱۰۔ شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی رح (م ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۹ء) جو شاہ عبدالعزیز رح کے نواسے ہیں۔ احمد رضا خان صاحب ہندوستان کے وہابیوں کا انہیں "معلم ثانی" قرار دیتے ہیں۔ ؎۴

۱۱۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رح (م ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء)۔ احمد رضا خان صاحب نے بے شمار کفریات ان کے سر تھوپے ہیں، اور مستقل کتابیں ان کے کفریات کے موضوع پر لکھی ہیں۔ مثلاً "الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ" وغیرہ۔

بریلوی اکابر کی جانب سے شاہ ولی اللہ رح اور ان کے جلیل القدر صاحبزادگان کی

؎۱ مقیاس حنفیت، ص ؛ ؎۲ مقیاس حنفیت، ص
؎۳ الشاہ احمد رضا، ص ۸۳ ؛ ؎۴ فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۲۵۰۔

تکفیر یا تضلیل و تفسیق اس صدی کا اتنا بڑا سانحہ ہے کہ اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ پورے ہند و پاک میں ایک بھی ایسا عالم دین (خواہ دیوبندی ہو یا بریلوی یا اہل حدیث) نہیں ہے کہ جس کا سلسلۂ سند حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح تک نہ پہنچتا ہو۔ اور یہ حالت آج کی نہیں ہے۔ بلکہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح کے دور میں ایک عالم نے فقط اسی خاطر ہند کی سیاحت کی کہ اسے "علم حدیث" کا کوئی ایسا استاد مل جائے جو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا شاگرد نہ ہو۔ مگر پورے ہند میں اسے ایک مدرس عالم بھی ایسا نہ ملا۔ [1]

ایسے خاندان علم و فضل پر تکفیر و تفسیق کے فتوے اس شخص کے علاوہ اور کون دے سکتا ہے۔ جس کی عقل و خرد کا جنازہ نکل چکا ہو۔ اور جس کے قلب و دماغ کے کسی دور دراز گوشے میں بھی خوف خدا نامی کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکتی ہو۔ ؎

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
پیدا کیا تھا جنہیں فلک نے خاک چھان کے

۲: نواب قطب الدین خانؒ (م ۱۲۸۹ھ = ۱۸۷۲-۳ء) جنہوں نے "مشکوٰۃ شریف" کی اردو شرح "مظاہر حق" تحریر فرمائی ہے۔ احمد رضا خان صاحب ان کو "قطب وہابیہ" اور "نواب ریاست نجدیہ" فرماتے ہیں۔ [2]

۳: مولانا خرم علی بلہوری رح (م ۱۲۷۱ھ = ۱۸۵۴ء)۔ احمد رضا خان صاحب نے ان کو "طائفہ وہابیہ کا معلم ثالث" قرار دیا ہے۔ [3]

نوٹ:۔ ایک مسئلہ میں احمد رضا خان صاحب نے ایک سو علماء کرام کے اقوال پیش

---

۱ علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد ۲، ص ۵۴، ۲ سیف المصطفیٰ، ص ۱۱، ۳ فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۱۸۸۔

کرنے کے بعد فرمایا ہے

" اولئك ساداتی فجئنی بمثلھم "

یعنی یہ سب اکابر میرے سردار ہیں (اگر تجھ میں ہمت ہے) تو ان جیسا کوئی عالم میرے پاس لا تو سہی "

اس کے بعد درج ذیل نو علماء کرام کا ذکر کیا ہے۔

۱ : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح : ۲ : شاہ عبد الرحیم دہلوی رح۔

۳ : شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح : ۴ : شاہ عبد القادر دہلوی رح۔

۵ : مرزا مظہر جان جاناں رح (م ۱۱۹۵ ھ : ۱۷۸۰ ء)۔

۶ : قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح (م ۱۲۲۵ ھ : ۱۸۱۰ ء)۔

۷ : شاہ محمد اسحاق صاحب رح : ۸ : نواب قطب الدین دہلوی رح۔

۹ : مولانا خرم علی بلہوری رح۔

ان علماء کرام کا ذکر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں۔

" تجاوز اللہ عنا و عن کل من صح ایمانہ فی النشأتین "[1]

یعنی دنیا و آخرت میں اللہ تعالے ہم سے اور ہر اس شخص سے درگزر فرمائے جس کا ایمان صحیح ہو "

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ احمد رضا خان صاحب کو ان مذکورہ بالا حضرات کے ایمان میں شبہ ہے۔ جن میں۔

۱۴ : شاہ ولی اللہ کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم رح (م ۱۱۳۱ ھ : ۱۷۱۸ ء) اور

۱۵ مرزا مظہر جان جاناں رح (۱۱۹۵ ھ : ۱۷۸۰ ء)۔

---

[1] فتاوی رضویہ ، جلد ۴ ، ص ۲۷۷ ،

۱۶ ؛ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح (م ۱۲۲۵ھ ؍ ۱۸۱۰ء) بھی شامل ہیں۔

درحقیقت ولی اللّٰہی خاندان کی عظمت شان اور جلالت علمی کے باعث احمد رضا خان صاحب ان پر کھل کر تو کفر کا فتوے نہ لگا سکے۔ البتہ مختلف عنوانات سے ان کے خلاف دل کی بھڑاس نکالتے رہے ہیں۔ اور کسی نہ کسی پیرایہ میں دل کی کدورت زبان قلم پر آ ہی جاتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

تیری رنجش کھلی طرز بیاں سے
نہ تھی دل میں تو کیوں نکلی زباں سے

بعد کے بریلویوں سے تو بالکل نہ رہا گیا۔ اس لئے مکمل طور پر تکفیر فرما دی[1]

۱۷ ؛ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح (م ۱۳۲۳ھ ؍ ۱۹۰۵ء)۔

۱۸ ؛ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح بانی دارالعلوم دیوبند (م ۱۲۹۷ھ ؍ ۱۸۸۰ء)

۱۹ ؛ حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی رح شارح ابوداؤد۔ (م ۱۳۴۶ھ ؍ ۱۹۲۷ء)

۲۰ ؛ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح (م ۱۳۶۲ھ ؍ ۱۹۴۳ء)

۲۱ ؛ مولوی سید امیر حسن سہسوانی رح (م ۱۲۹۱ھ ؍ ۱۸۷۴ء)۔

۲۲ ؛ مولوی سید امیر احمد سہسوانی رح (م ۱۳۰۶ھ ؍ ۱۸۸۸ء)

۲۳ ؛ مولوی سید نذیر حسین دہلوی رح (م ۱۳۲۰ھ ؍ ۱۹۰۲ء)

۲۴ ؛ مولانا سید محمد علی کانپوری رح ناظم و مؤسس "ندوۃ العلماء لکھنؤ" (م ۱۳۴۶ھ ؍ ۱۹۲۷ء)۔

احمد رضا خان صاحب نے مذکورہ بالا آٹھ علماء کو بھی کافر قرار دیا ہے[2]

---

[1] مقیاس حنفیت ، ص ، و تاریخ وہابیہ ، ص ۶۵

[2] حسام الحرمین ، ص ۱۰۰ تا ۱۱۲۔

۲۵ : نواب صدیق حسن خان صاحب رہ (۱۳۰۷ھ : ۱۸۹۰م)۔

۲۶ : مولانا عبد الحی داماد حضرت شاہ عبد العزیز رہ (م ۱۲۴۳ھ : ۱۸۲۸م)۔

۲۷ : مولانا بشیر الدین قنوجی رہ (م ۱۲۷۳ھ : ۱۸۵۶ء/م)۔

۲۸ : مولانا کرامت علی جونپوری رہ (م ۱۲۹۰ھ : ۱۸۷۳م)

۲۹ : مولانا حیدر علی رامپوری ثم الٹونکی رہ (م ۱۲۷۲ھ : ۱۸۵۶م)

۳۰ : مولانا محمد بشیر فاروقی رہ (م ۱۳۲۶ھ : ۱۹۰۸م)

ان چھ علماء کو بھی احمد رضا خان صاحب نے وہابیوں بلکہ اکابر طائفہ وہابیہ میں شمار کیا ہے[1]

۳۱ : مولانا آزاد سبحانی پر کفر کا فتوے ۔

مولانا آزاد سبحانیؒ (م ۱۳۷۶ھ : ۱۹۵۷م) نے لاہور میں طلبہ کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"کیا وہ راستہ جو ملت اسلامیہ کے اجماع کا راستہ ہے اور جس پر تمام علماء ہند اور حضرت مولانا محمود حسنؒ جیسے شیخ الاسلام اور صدق وامانت کے حامل آپ کے رہنما ہیں کسی حالت میں گمراہی کا ہو سکتا ہے؟ اس پر جماعت مبارکہ رضاء مصطفیٰ بریلی کی طرف سے درج ذیل فتویٰ شائع کیا گیا۔

" لاحول ولا قوۃ الا باللہ ! یہ محمود الحسن وہی جناب ہیں۔ جن کی مذہبی خباثت نمبر ۵۴ میں گزر چکی ۔ کیا اسلام ایسے مرتد کو شیخ الاسلام یا صدق وامانت کا حامل یا رہنما یا حضرت مولانا کے لفظ سے تعبیر کرنے کی اجازت دے سکتا ہے؟ کیا جو مرتد کی ایسی تعریف کرے خود کافر مرتد خارج از اسلام نہ ہو گیا؟ مسلمانو! تمہیں انصاف سے کتنا خدا لگتی؟"[2]

---

[1] سیف المصطفیٰ ص ۸۰۔۷۹۔۷۶۔۷۴ : [2] تحقیقات قادریہ ص ۴۴ شائع کردہ جماعت رضاء مصطفیٰ بریلی

۳۲ ؛ نواب محسن الملک مہدی علی خان رح (م ۱۳۲۵ھ ؛ ۱۹۰۷ء)

۳۳ ؛ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی خان رح (م

۳۴ ؛ نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین رح (م ۱۳۳۵ھ ؛ ۱۹۱۷ء)

۳۵ ؛ شمس العلماء مولوی الطاف حسین حالی رح (م ۱۳۳۳ھ ؛ ۱۹۱۴ء)

۳۶ ؛ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ رح (م ۱۳۲۸ھ ؛ ۱۹۱۰ء)

۳۷ ؛ مولوی مہدی حسن صاحب رح (م

۳۸ ؛ سید محمود خان رح (م

۳۹ ؛ علامہ شبلی نعمانی رح (م ۱۳۳۲ھ ؛ ۱۹۱۴ء)

۴۰ ؛ ڈپٹی نذیر احمد خان دہلوی رح (م ۱۳۳۰ھ ؛ ۱۹۱۲ء)

مذکورہ بالا نو حضرات کے بارے میں فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف مولوی محمد طیب صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حضرات سرسید احمد خان (م ۱۳۱۵ھ ؛ ۱۸۹۸ء) کے۔

" دلیران نیچریت اور شیران دہریت اور مبلغین زندیقیت تھے "۔ ؎۱

۴۱ ؛ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رح اسیر مالٹا و بانی تحریک ریشمی رومال" (م ۱۳۳۹ھ ؛ ۱۹۲۰ء) بھی بریلوی حضرات کے نزدیک مرتد ہیں۔ ؎۲

۴۲ ؛ مولانا ابوالکلام آزاد رح (م ۱۳۷۸ھ ؛ ۱۹۵۸ء) کو احمد رضا خان صاحب "مرتد" قرار دیتے ہیں۔ ؎۳

۴۳ ؛ خواجہ حسن نظامی رح (م ۱۳۷۴ھ ؛ ۱۹۵۵ء) کے بارے میں فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف مولوی محمد طیب صاحب فرماتے ہیں۔

" کفر کی تبلیغ کے ٹھیکیدار، اسلام کی مخالفت کے علمبردار، کرشن کنھیا

؎۱ مجانب اہل سنت، ص ۸۶، ۸۷، ؎۲ تحقیقات قادریہ، ص ۴۲ ؎۳ دوام العیش، ص

کے امتی مسٹر جناح حامی خواجہ حسن نظامی دہلوی " لہ

۴۴ ۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی رہ ایڈیٹر رسالہ " النجم " دم ۱۳۸۱ھ ۔ ۱۹۶۱ء)

۴۵ ۔ حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رہ شارح صحیح " مسلم شریف " دم ۱۳۶۹ھ ، ۱۹۴۹ء) " تحریک پاکستان " میں ان کی نمایاں اور سب سے ممتاز خدمات کے اعتراف کے طور پر قیام پاکستان کے فوراً بعد " مغربی پاکستان " کی پرچم کشائی انہی کے ہاتھوں سے کرائی گئی تھی ۔

۴۶ ۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رح دم ۱۳۸۱ھ ، ۱۹۶۱ء)

۴۷ ۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رہ دم ۱۳۷۲ھ ، ۱۹۵۲ء)

۴۸ ۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رح دم ۱۳۷۶ھ ، ۱۹۵۶ء)

۴۹ ۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رح مترجم و مفسر قرآن پاک دم

ان تمام علماء کرام کو " فرقہ احرار اشرار " قرار دے کر ارشاد ہوتا ہے کہ " جو شخص احراریوں کے قطعی یقینی کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا ان کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے " ۳ے

۵۰ ۔ مولانا عبدالحق حقانی رہ مصنف تفسیر حقانی دم ۱۳۳۵ھ ، ۱۹۱۷ء) ۔ ان کو مفتی غلام سرور قادری رضوی بریلوی نے وہابیوں میں شامل کیا ہے ۔ ۴ے

لہ تجانب اہل سنت ، ص ۱۳۹ ، ۲ے تجانب اہل سنت ، ص ۱۶۰ ، ۱۶۱

۴ے الشاہ احمد رضا ، ص ۸۲ ، ۸۳ ۔

۵۱ ؛ مولانا عبدالحق خیرآبادی رہ (م ۱۳۱۶ھ ؛ ۱۸۹۹ء)۔ ایک بار احمد رضا خاں
صاحب نواب رامپور کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے احمد رضا خاں صاحب سے
کہا کہ مولانا عبدالحق خیرآبادیؒ سے منطق کی اوپر کی کتابیں پڑھ لیں۔ احمد رضا خاں صاحب
نے کہا کہ والد صاحب سے اجازت کے بعد پڑھ سکتا ہوں۔ اسنے میں نواب رامپور
کے پاس مولانا عبدالحق خیرآبادی رہ بھی تشریف لے آئے۔ اس کے بعد مولانا
خیرآبادی رہ اور احمد رضا خاں صاحب کی آپس میں گفتگو شروع ہو گئی۔ دوران گفتگو مولانا
عبدالحق خیرآبادی رہ نے پوچھا کہ۔

" بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے ؟

جواباً فرمایا کہ " تدریس، افتاء اور تصنیف۔ پھر پوچھا کس فن میں تصنیف
کرتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا جس مسئلہ شرعیہ میں ضرورت دیکھی۔ اور رد
وہابیہ میں۔ یہ سن کر علامہ (عبدالحق خیرآبادی رہ) نے کہا آپ بھی رد وہابیہ
کرتے ہیں۔ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے جو ہر وقت اسی خبط میں
مبتلا رہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (احمد رضا خاں صاحب)
مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت عزت فرماتے
تھے۔ اس لئے آپ کو ان نازیبا الفاظ سے رنج ہوا۔ اور فرمایا۔ جناب والا!
وہابیہ کا سب سے پہلا رد آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی
نے فرمایا ہے " تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی "
مولوی اسماعیل دہلوی کے رد میں ان کی پہلی تصنیف ہے۔ مولانا عبدالحق
صاحب نے کہا کہ " اگر میرے مقابلہ میں آپ کی ایسی حاضر جوابی ہے تو
مجھ سے پڑھنا نہیں ہو سکتا۔"

اعلیٰ حضرت (احمد رضا خاں صاحب) نے فرمایا کہ۔

آپ کی باتوں کو سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہے کہ ایسے شخص سے متعلق
ہرگز صرف اپنے علماء اہل سنت کی تو ہین ہے ۔ لہ

دیکھئے کس ڈھٹائی سے احمد رضا خان صاحب نے مولانا عبدالحق صاحب
خیرآبادی رہ کو ، علماء اہلسنت ، سے بیک بینی و دو گوش ؟ نکال باہر کر دیا ہے

۵۲ : مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی رہ (م ۱۳۴۷ھ) :-
حکیم برکات احمد صاحب رہ مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی رہ کے اجل تلامذہ
میں سے ہیں ۔ مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی رہ کے بعد سلسلہ خیرآبادی کے
سب سے بڑے عالم اور حقیقی معنوں میں مولانا عبدالحق صاحب رہ کے جانشین تھے
حکیم برکات احمد ٹونکی رہ سے علماء دیوبند کے بارے میں پوچھا گیا ۔ تو انہوں نے
بعض چیزوں میں اختلاف کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ علماء دیوبند کے بارے
میں تحریر فرمایا کہ ۔

" وہ لوگ ، علماء دیوبند ۔ ناقل ، علماء اہلسنت وجماعت مذہب ہیں ۔
ہمارے امام ابوحنیفہ قدس اللہ سرہ العزیز کے پیرو ہیں ۔ انہیں کے مذہب
پر فتوے دیتے اور انہیں کے اصول و فروع پر فرعیات میں عمل کرتے ہیں " ۔ لہ

حالانکہ احمد رضا خان صاحب کا فتوے ہے کہ جو شخص علماء دیوبند کو کافر نہ کہے
اس کے کافر ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے " ۔ سلہ

۵۳ : سلسلہ خیرآبادی کے خاتم اور حکیم برکات احمد ٹونکی کے مایہ ناز شاگرد مولانا معین الدین
اجمیری رہ (م ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء) نے جب احمد رضا خان صاحب کے خلاف

لہ مقدمہ فتاوے رضویہ ، ج ۲ ، ص ۱۰۹ ، لہ تاریخ وہابیہ و دیوبندیہ ، ص ۴۶
سلہ حسام الحرمین ، ص ۳۷ ۔

ایک رسالہ۔

" القول الاظہر فیما یتعلق بالاذان عند المنبر "

تالیف فرمایا۔ اور احمد رضا خاں صاحب کے اس خود ساختہ مسئلہ کو کہ جمعہ کی دوسری اذان مسجد سے باہر دینی چاہیئے۔ اور اس پر پیش کردہ دلائل کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے اور فرمایا کہ احمد رضا خاں صاحب سے حق بات کی طرف رجوع کرنیکی توقع نہیں ہے کیوں کہ

" اب شائع ہوئے پیچھے رجوع الی الحق مردان خدا کا کام ہے۔ ہر شخص میں اس کی اہلیت نہیں ہے۔ ع طعمۂ ہر مرغ کے انجیر نیست۔ [1]

بریلویوں کے حجۃ الاسلام اور احمد رضا خاں صاحب کے فرزند مولوی حامد رضا خاں صاحب نے اس کا جواب " اجلی انوار رضا " کے نام سے شائع کیا۔ اس میں لکھا کہ

" القول الاظہر " سے ظاہر و مترشح ہے کہ اس کے مصنف کے نزدیک عدد وجہ کے مفسدین فی الدین گنگوہی و تھانوی و نانوتوی و دیوبندی مرتدین مسلمان ہیں۔" [2]

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت علامہ معین الدین صاحب اجمیری رح اکابر علماء دیوبند کو پکا مسلمان سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مولانا موصوف کے دستخط علماء دیوبند کے حنفی اہلسنت والجماعت ہونے پر " فیصلہ خصومات " میں نمبر ۱۴۳ پر درج ہیں اور احمد رضا خاں صاحب کا فتویٰ ہے کہ" گنگوہی و تھانوی و نانوتوی و دیوبندی لوگوں کو جو شخص مسلمان سمجھے یا ان کے کفر میں شک رکھے یا ان کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ

---

[1] القول الاظہر، ص ۳ ، [2] اجلی انوار رضا، ص ۱۲ ، [3] فیصلہ خصومات از محکمۂ دار القضات، ص ۱۳۱۔

وہ بھی کافر ہے " ؎۱

لہذا ثابت ہوا کہ حکیم برکات احمد ٹونکی رہ اور مولانا معین الدین اجمیری رہ بھی احمد رضا خان صاحب کے فتوے کی رو سے کافر ہیں۔

نوٹ احمد رضا خان صاحب کے خلاف مولانا معین الدین اجمیری رہ کا تحریر کردہ رسالہ " القول الاظہر فیما یتعلق بالاذان عند المنبر " جلد ہی " انجمن ارشاد المسلمین " کی طرف سے شائع ہوگا۔ انشاء اللہ۔

۵۴ ، مولانا عبدالماجد بدایونی رح (م ۱۳۵۰ھ ، ۱۹۳۱ء) ناظم " جمعیت علماء ہند " صوبہ متحدہ و صدر شعبہ تبلیغ " مجلس خلافت " صوبہ آگرہ بھی بریلویوں کے نزدیک کافر و مرتد ہیں۔ ؎۲

۵۵ ، مولانا عبدالباری فرنگی محلی رح (م ۱۳۴۴ھ ، ۱۹۲۶ء) کی تکفیر کے سلسلہ میں احمد رضا خان صاحب کی تمام تحریرات ، احمد رضا خان صاحب کے فرزند ارجمند محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب نے اپنی کتاب " الطاری الداری لہفوات عبد الباری " (۳ حصے) میں جمع کر دی ہیں۔

مولانا عبدالباری رہ کی تکفیر کے سلسلہ میں مشہور مسلم لیگی مورخ جناب رئیس احمد جعفری رقمطراز ہیں۔

" مولانا (احمد رضا خان صاحب بریلوی) نے مولانا (عبدالباری فرنگی محلی) کے خلاف ۲۰ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ جس میں ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا نام عبدالباری ہے۔ لوگ انہیں " باری میاں " کہتے ہیں۔ اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انہیں " اللہ میاں " کہتے۔ لہذا کافر " ؎۳

؎۱ حسام الحرمین ، ص ۳۲ ؎۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو " بریلوی فتوے " کا ضمیمہ نقلِ ما نقل (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

اور مشہور مسلم لیگی لیڈر جناب چوہدری خلیق الزمان صاحب لکھتے ہیں۔

" شروع ۱۹۱۹ء میں مولانا عبد الباری رح نے خلافت کے مسئلہ پر علماء کے فتاویٰ حاصل کرنے کے لئے سعی شروع کردی۔ اور اس طرح ایک بڑی مہم انجام دی۔ یہ تمام فتاویٰ وائسرائے ہند کے پاس بھیج دیئے گئے تھے مولانا احمد رضا بریلوی ترکی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تھے (کیونکہ انگریز اس کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ صفدر) اور ترکوں کی امداد کے بھی خلاف تھے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے کئی فتاویٰ مولانا عبد الباری رح پر کفر کے بھی صادر فرمائے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ کسی استفتاء پر جس میں خلافت کو شریعت اسلامی کا ایک اہم ادارہ تسلیم کیا جائے، دستخط نہ کرتے " [1]

۵۶ ، مولانا محمد علی جوہر رح (م ۱۳۴۹ھ ، ۱۹۳۱ء)

۵۷ ، بابائے خلافت مولانا شوکت علی رح (م ۱۳۵۷ھ ، ۱۹۳۸ء)

یہ دونوں بزرگ بھی رضاخانیوں کے نزدیک کافر مرتد ہیں۔ چنانچہ بعد از مرگ بھی ان دونوں حضرات کو لفظ " آنجہانی " سے بریلوی علماء یاد کرتے ہیں۔ [2]

نوٹ علی برادران اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی رح کے بارے میں آج کل کے پاکستانی بریلویوں نے یہ کہنا شروع کر رکھا ہے کہ ان تینوں بزرگوں نے چونکہ توبہ کرلی تھی اس لئے احمد رضا خان صاحب کے فتاویٰ کفر اب ان حضرات پر لاگو نہیں رہے۔ مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اول کے مقدمہ میں ہم نے ان تمام چالبازیوں کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ لہٰذا وہیں پر ملاحظہ فرمالیا جائے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [3] آزادی ہند ، ص ۴۸ ، ۱۱ [1] شاہراہ پاکستان ، ص ۲۳۱ و ۲۴۲ بحوالہ عبارات اکابر " از مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر ، [2] الدلائل القاہرہ ، ص ۳ والحکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ ، ص ۲۵

۵۸ ۔ دہلی سے شائع ہونے والے مشہور مسلم لیگی اخبار "الامان" کے مالک وایڈیٹر مولانا مظہرالدین کو بھی وہابی دیوبندی قرار دے کر ان کے اور "مسلم لیگ" کے خلاف بریلویوں نے بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ ؎۱

۵۹ ۔ مولانا ظفر علی خان صاحب رح (م ۱۳۷۶ھ ۔ ۱۹۵۶ء) پر احمد رضا خان صاحب کے صاحب زادے اور بریلویوں کے "مفتی اعظم ہند" جناب محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب نے کفر کا فتوے لگایا۔ جسے بریلویوں کے "مفتی اعظم پاکستان" جناب ابوالبرکات صاحب (م ۱۳۹۸ھ ۔ ۱۹۷۸ء) مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور نے کتابی صورت میں شائع کیا اور اس کا نام رکھا۔

"سیف الجبار علی کفر زمیندار" معروف بہ "القسورہ علی ادوار الحمر الکفرہ"۔

گویا مولانا ظفر علی خان صاحب رح کو کافر تو بنایا ہی تھا، ساتھ ہی انہیں "گدھا" ہونے کا لقب بھی مرحمت فرمادیا۔ اسی فتوئی کفر پر مولانا مرحوم ومغفور نے یہ بات کہی تھی۔ ؎۲

کوئی ٹرکی لے گیا اور کوئی ایران لےگیا	کوئی دامن لے گیا کوئی گریباں لےگیا
رہ گیا تھا نام باقی اک فقط اسلام کا	وہ بھی ہم سے چھین کر حامد رضا خاں لےگیا ؎۳

۶۰ ۔ بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح (م ۱۳۶۷ھ ۔ ۱۹۴۸ء) پر بھی بریلویوں نے کفر کے فتوے لگائے۔ بریلویوں کے مفتی اعظم پاکستان ابوالبرکات صاحب نے تو یہاں تک اپنے فتوے میں ارشاد فرمایا:

"اگر رافضی کی تعریف حلال اور جناح کو اس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو وہ

؎۱ مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ، ص ۳ ، ۴۔ ؎۲ نگارستان ، ص ۶۵

مرتد ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے کلی مقاطعہ (بائیکاٹ) کریں۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے" ؎۱

اور مولوی اولاد رسول قادری صاحب نے اپنے فتوے میں مسٹر محمد علی جناح کو "بدمذہب" قرار دے کر یہاں تک لکھ دیا کہ۔

" بدمذہب سارے جہاں سے بدتر ہیں۔ جانوروں سے بدتر ہیں۔ بدمذہب جہنمیوں کے کتے ہیں۔ کیا کوئی سچا ایمان دار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا " قائد اعظم " سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں" ؎۲

۱۱ ۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رح (م ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) پر احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ اجل اور بریلویوں کے "امام المحدثین" مولوی دیدار علی صاحب (م ۱۳۵۴ھ: ۱۹۳۵ء) سابق خطیب مسجد وزیر خان لاہور نے کفر کا فتوے لگایا۔ اور اس میں ارشاد فرمایا۔

" لہذا جب تک ان کفریات سے قائل اشعار مذکور توبہ نہ کرے اس سے ملنا جلنا تمام مسلمان ترک کر دیں ورنہ سخت گناہ گار ہوں گے" ؎۳

چونکہ مفتی مذکور ریاست "الور" کے رہنے والے تھے۔ اس لئے علامہ اقبال مرحوم نے بعنوان "الور" مفتی مذکور کے خلاف درج ذیل چار شعر تحریر فرمائے اور اس مفتی کو آدمیت سے عاری اور اس کی اس حرکت کو "گدھا پن" قرار دیا۔

؎۱ الجوابات السنیہ علی زہاء السوالات اللیگیہ : ص ۲۲ ،

؎۲ مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ، ص ۴ ، ؎۳ ذکر اقبال ، ص ۱۲۹ ، سرگزشت اقبال ، ص ۱۹۱

گر فلک در "الور" انداز د ترا ؛ اے کہ می داری تمیز خوب و زشت
گو بیست در مصرعِ برجستۂ ؛ آنکہ بر قرطاسِ دل باید نوشت
آدمیت در زمین او مجو ؛ آسماں ایں دانہ در "الور" نہ کشت
کشت گر ز آب و ہوا خر رستہ است ؛ زانکہ خاکش را خرے آمد سرشت

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے اچھے اور برے کی تمیز رکھنے والے! اگر آسمان تجھے ریاست "الور" میں ڈال دے تو میں تجھے ایک برجستہ شعر میں نصیحت کرتا ہوں جسے لوحِ قلب پر نقش کر لینا چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسانیت اس سرزمین میں تلاش نہ کرنا کیونکہ آسمان نے یہ تخم اس سرزمین میں ڈالا ہی نہیں ہے۔ اور اگر ڈالا ہوگا تو اس کی آب و ہوا کی تاثیر سے بجائے انسان پیدا ہونے کے اس سرزمین میں "گدھے" پیدا ہوئے ہیں"

مسلم لیگی اکابرین پر فتوے کفر کی تفصیل "تحریکِ پاکستان اور بریلویوں کا کردار" کے جدید ایڈیشن میں ملاحظہ فرمائیں۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

۶۲ ؎ مولانا عبد الحامد بدایونی صاحب (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء)

۶۳ ؎ مولوی حکیم فضل الرحمٰن صاحب سیکرٹری مسلم لیگ بدایوں (م ھ ؍

۶۴ ؎ سر سکندر حیات خان (م ھ ؍ ء)

۶۵ ؎ مسٹر فضل الحق (م ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء) یہ وہ صاحب ہیں جنہوں نے ۱۹۴۰ء میں قرار دادِ پاکستان اجلاس لاہور میں پیش کی تھی۔

۶۶ ؎ نواب اسماعیل خاں (م ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء)

۶۷ ؎ مولانا خواجہ غلام نظام الدین صاحب (م ھ ؍ ء)

یہ سب حضرات اس لئے کافر و مرتد قرار دیئے گئے کہ بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح

ان کے نزدیک کافر نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ بریلوی فتوے کی رو سے کافر ہیں۔ اور کافر کو کافر نہ سمجھنے سے انسان خود کافر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ اجل اور مظہر اعلیٰ حضرت مولوی حشمت علی خان صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

" اگر لیگی لیڈران سچے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دینا نہیں چاہتے تو وہ ظفر علی خان، نواب اسماعیل خان، سر سکندر حیات خان، مسٹر فضل الحق مولوی عبد الحامد (بدایونی) مولوی قطب الدین، عبد الوالی صاحبان وغیرہم ذمہ دار لیگیوں سے ہمیں اس کی تحریر لے دیں کہ لیگی لیڈران مسٹر جناح کو ایک کافر بیرسٹر سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے" [1]

۴۸ ، مولانا مفتی لطف اللہ صاحبؒ (م ۱۳۳۴ھ ، ۱۹۱۶ء) صدر جلسہ "ندوۃ العلماء لکھنؤ" منعقدہ ۱۳۱۱ھ کانپور۔ اور ۱۳۱۳ھ بریلی۔

۴۹ ، مولانا سلیمان پھلواروی (م ۱۳۵۴ھ ، ۱۹۳۵ء)

ان دونوں علماء کو بھی "ندوی" "نیچری" وغیرہ قرار دے کر بزعم خویش کافر مرتد بنا دیا۔ [2]

۵۰ ، بانی جماعت اسلامی جناب ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے خارج از اسلام ہونے کے سلسلہ میں بریلویوں کے مایۂ ناز قلمکار علامہ ارشد القادری کی کتاب "جماعت اسلامی" اور بریلویوں کے خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی مدیر "پاسبان" (الٰہ آباد) کی تصنیف "شیش محل" وغیرہ کتب ملاحظہ کر لی جائیں۔ سر دست ایک حوالہ ہم پیش کئے دیتے ہیں۔ ارشد القادری صاحب رقمطراز ہیں۔

" جماعت اسلامی مسلمانوں کا کوئی ذیلی دائرۂ تنظیم نہیں بلکہ ایک متوازی

---

[1] احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ ، ص ۲۸ ، ۲۹ ، [2] سل السیوف الہندیہ ، ص ۶ ۔

دائرۂ اسلام ہے ۔ [1]

اس فہرست کو ہم اب یہیں پر ختم کرتے ہیں ۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ آپ اس طویل فہرست کو پڑھتے پڑھتے اکتا چکے ہوں گے ۔ ورنہ ایک سرسری نگاہ میں جو فہرست ہم نے تیار کی تھی وہ بھی ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے ۔ اگر دقتِ نظر کے ساتھ ان اشخاص کی تلاش جستجو کی جائے ۔ جن کے نام لے لے کر احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے تکفیر و تضلیل کی ہے تو شاید اس سے کئی گنا لمبی فہرست تیار ہو جائے ۔

اب آپ ایک نظر ان جماعتوں پر بھی ڈال لیجئے جو بریلوی خنجر تکفیر کا نشانہ بن چکی ہیں

۱ : مسلم ایجوکیشنل کانفرنس
۲ : ندوۃ العلماء لکھنؤ
۳ : خدام کعبہ
۴ : خلافت کمیٹی
۵ : جمعیت علماء ہند
۶ : خدام الحرمین
۷ : اتحاد ملت
۸ : مجلس احرار
۹ : مسلم لیگ
۱۰ : اتحاد کانفرنس
۱۱ : مسلم آزاد کانفرنس
۱۲ : نوجوان کانفرنس
۱۳ : نمازی فوج
۱۴ : جمعیت تبلیغ الاسلام انبالہ
۱۵ : سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور
۱۶ : امارت شرعیہ بہار شریف
۱۷ : آل پارٹیز کانفرنس
۱۸ : مؤمن کانفرنس
۱۹ : جمعیت المؤمنین
۲۰ : جمعیت الانصار
۲۱ : روئی دھننے والوں کی جمعیت المنصور
۲۲ : کپڑا سینے والوں کی جمعیت الادریسیہ
۲۳ : قصابوں کی جمعیت القریش
۲۴ : سبزی فروشوں کی جمعیت الراعین
۲۵ : پٹھانوں کی افغان کانفرنس
۲۶ : میمنوں کی میمن کانفرنس
۲۷ : مسلم کھتریوں کی مسلم کھتری کانفرنس

[1] جماعت اسلامی ص ۱۱

۲۸ ؛ عباسیوں کی جمعیت آل عباس
۲۹ ؛ کنبوہوں کی آل انڈیا کنبوہ کانفرنس
۳۰ ؛ پنجابیوں کی آل انڈیا پنجابی کانفرنس [۱]
۳۱ ؛ جماعت اسلامی [۲]
۳۲ ؛ انجمن حمایت اسلام [۳]
۳۳ ؛ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس [۴]
۳۴ ؛ جماعت خاکسار [۵]
۳۵ ؛ تبلیغی جماعت [۶]
۳۶ ؛ مجلس تحفظ ختم نبوت
۳۷ ؛ تنظیم اہل سنت [۷]
۳۸ ؛ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ [۸]
۳۹ ؛ سرسید احمد خان نے جو ایسوسی ایشن

بنام «کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلماناں» قائم کی تھی۔ اس کی اکثریت کے بارے میں جب احمد رضا خان صاحب سے فتوے طلب کیا گیا تو موصوف نے بڑے شد و مد سے ان کو کافر مرتد قرار دے کر ان کی جماعت میں شرکت سے ممانعت فرما دی۔ [۹]

۴۰ ؛ جمعیت علماء اسلام۔ اپنے تمام گروپوں سمیت۔ ۱ ؛ جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ ۔ ۲ ؛ جمعیت علماء اسلام تھانوی گروپ ۔ ۳ ؛ جمعیت علماء اسلام حقیقی قاسمی گروپ ۔ ۴ ؛ جمعیت علماء اسلام مفتی محمود گروپ۔ [۱۰]

اول تو ان افراد و جماعت کو کافر قرار دینے کے بعد دنیا میں کوئی فرد باقی ہی نہیں رہتا جو رضا خانیوں کے نزدیک مسلمان ہو۔ لیکن چونکہ پھر بھی یہ امکان تو ضرور تھا کہ شاید

---

[۱] تجانب اہل سنت ، ص ۹۰ ، ۹۱ ؛ [۲] جماعت اسلامی ، ص ۱۷ ، از ارشد القادری [۳] تفسیر نبوی ، ج ۴ ، ص ۷۴۴ (حاشیہ) ؛ [۴] الدلائل القاہرہ ، ص ۳ ؛ [۵] قہر القادر علی الکفار اللیاڈر وغیرہ کتب ؛ [۶] تبلیغی جماعت ، از ارشد القادری ؛ [۷] برق آسمانی بر فتنۂ شیطانی ، ص ۸ ؛ [۸] برق آسمانی ص ۱۸۱ ؛ واکابر علماء دیوبند کا تجزیاتی افسانہ ، ص ۵ ؛ [۹] نصرۃ الابرار ، ص ۲۹ تا ۳۲ طبع ۱۳۰۶ھ
[۱۰] برق آسمانی بر فتنۂ شیطانی ، ص ۸ ۔

کچھ لوگ ایسے ہوں جو ان جماعات میں سے کسی سیاسی یا مذہبی جماعت میں شامل ہوں اور معاون۔ اس لئے رضاخانی کرم فرماؤں نے ایسے اشخاص کو اپنے جام تکفیر سے سیراب کرنے کے لئے یہ کلیہ ذکر فرمایا کہ۔

"جو ان کے کفر میں شک کرے کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی کوئی شبہ نہیں " لے

لیجئے رہی سہی کسر اب اس کلیہ نے پوری کر دی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

جناب عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی نے دو سطروں میں احمد رضا خاں صاحب کے شغل تکفیر کا جو تجزیہ فرمایا ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے وہ فرماتے ہیں۔

"یاد رہے مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے اور اپنے (چند) معتقدوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل وابولہب سے بھی بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے " کے

بریلویوں کے مفتی محمد ضیاء الدین صاحب قادری رضوی "تجانب اہل سنت" پر اپنی تقریظ میں تمام دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر مرتد قرار دینے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

"جملہ باطل فرقے یہ اعتراض ضرور کریں گے کہ اس کتاب کے مصنف اور اس مولوی (مفتی ضیاء الدین صاحب قادری رضوی) نے تو جہان بھر کے مسلمانوں پر کفر کا فتوے لگا دیا۔ سب کو جہنمی ٹھہرا دیا۔ دونوں مولوی اور چند لوگ جو ان کے ہم خیال و ہم مثال ہیں۔ جنتی بلکہ جنت کے معاذ اللہ

لے حسام الحرمین ، ص ۳۲ ، کے ذکر آزاد ، ص

ٹھیکیدار بن بیٹھے۔ اس کے جواب میں اولاً میں کہوں گا کہ تمہارا یہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ قہار و علام عزیز ذو انتقام اور اس کے حبیب کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ہے ......" [1]

گویا اس جواب کا مطلب یہ ہوا کہ واقعی ہمارے ہم خیال چند افراد کے علاوہ دنیا بھر کے مسلمان کافر تو ہیں لیکن اس میں ہمارا کیا قصور؟ کیوں کہ ہمارے معدودے چند معتقدین کے علاوہ باقی دنیا بھر کے مسلمانوں کو خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کافر قرار دیا ہے۔ العیاذ باللہ!۔

تکفیر و تضلیل کی اس دل خراش داستان کی ان تمام تفصیلات کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے ایک مختصر ترین فقرہ "مجدد التکفیر والتضلیل" میں سمیٹ لیا ہے۔ سچ ہے ؎

داستان حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
جب سمٹی تو صرف تیرا نام ہو کے رہ گئی

مسئلہ تکفیر میں احمد رضا خان صاحب کی اس بے احتیاطی کی شکایت صرف انہی افراد و جماعات کو نہیں جو ان کے خنجر تکفیر کا نشانہ بنی ہیں بلکہ بعض وہ لوگ بھی جو اپنے آپ کو احمد رضا خان صاحب کا معتقد و مداح قرار دیتے ہیں۔ ان کی اس بے احتیاطی پر نالاں ہیں۔ اس وقت ہم صرف ایک حوالہ نذر قارئین کرتے ہیں۔ قاضی عبدالنبی کوکب (م ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) ارشاد فرماتے ہیں۔

"زیادہ سے زیادہ بات مولانا احمد رضا خان صاحب کے خلاف یہ کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند سے اظہار اختلاف کے

---

[1] تجانب اہل سنت، ص ۶۵م۔

لئے نہایت سخت اور تلخ لب و لہجہ اختیار کیا تھا۔ انھوں نے مدرسہ دیوبند کے چند اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا اور اس فتویٰ میں انھوں نے اس شرعی احتیاط و مراعات کو ملحوظ نہ رکھا جو ایسے نازک موقعہ پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہے" لے

یہ حوالہ ہم نے "مقالات یوم رضا" کے اس نسخہ سے نقل کیا ہے۔ جو قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم نے جناب ڈاکٹر سید عبداللہ کو ہدیۃً پیش کیا تھا۔ اور اپنے قلم سے اس پر یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے۔

"ہدیۂ اخلاص، بخدمت گرامی ڈاکٹر سید محمد عبداللہ باوصافہ"

لے مقالات یوم رضا، ص ۲۰، طبع اول جون ۱۹۶۸ء، صفر ۱۳۸۸ھ

نوٹ: طبع اول کے نام سے "مقالات یوم رضا" کے دو ایڈیشن طبع ہوئے ہیں۔ اصلی طبع اول کی علامت یہ ہے کہ۔

۱: اس کا صفحہ ۴ بالکل خالی ہے۔ جبکہ جعلی طبع اول میں صفحہ ۴ پر ایک مضمون بعنوان "تقدیم بر نظر ثانی" درج ہے۔

۲: جعلی طبع اول کے صفحہ ۵ پر عنوان "تقدیم" کے نیچے بین القوسین "بلا ترمیم" کے الفاظ درج ہیں۔ جب کہ اصلی طبع اول اس سے خالی ہے۔

۳: جعلی طبع اول کی طباعت "لاہور آرٹ پریس لاہور" سے ہوئی ہے جبکہ اصلی طبع اول کی طباعت "کنول آرٹ پریس لاہور" سے ہوئی تھی۔

۴: جعلی طبع اوّل کی قیمت ۲ روپے ۵۰ پیسے درج ہے جبکہ اصلی طبع اول کی قیمت ۲ روپے ۵۰ پیسے درج ہے۔

۵: جعلی طبع اول کے صفحہ ۴ پر درج ہے " مرتب: قاضی عبدالنبی کوکب" جبکہ اصلی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اس کے بعد اپنے دستخط باین الفاظ " کوکب " سپرد قلم فرمائے تھے۔

اس اقتباس پر ہم سردست یہی عرض کرسکتے ہیں کہ قاضی صاحب یہ الفاظ لکھ کر احمد رضا خاں صاحب کے فتوے کی رو سے بے دین کافر ، مرتد واجب القتل ہوگئے تھے اور نکاح بھی اسی وقت ٹوٹ گیا تھا۔ نیز اس کے بعد وہ پاکستان کی اسلامی حکومت بلکہ کسی بھی اسلامی سلطنت میں از روئے " شریعت رضاخانیہ " جزیہ ادا کرکے بھی اقامت نہیں فرما سکتے تھے۔ کیونکہ " شریعت رضاخانیہ " میں " مدرسہ دیوبند کے جد اساطین علم " تو درکنار کسی عام دیوبندی کو مسلمان سمجھنے یا اس کے کفر میں شک کرنے یا اسے کافر کہنے میں توقف کرنے سے بھی مسلمان مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

رہا اس تحریر سے رجوع کا مسئلہ تو قاضی صاحب خود مختار تھے۔ انہوں نے اگر رجوع کیا ہے تو سر آنکھوں پر۔ ہم تو صرف یہی عرض کرسکتے ہیں کہ انہیں نکاح بھی دوبارہ پڑھوا لینا چاہئے تھا۔ بصورت دیگر " شریعت رضاخانیہ " کی رو سے بڑے شدید قسم کے فتوے ان پر لگ جائیں گے۔ اور اگر قاضی صاحب کے نزدیک علماء دیوبند کو مسلمان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)، جبکہ اصلی طبع اول پر درج تھا۔ " مرتبین قاضی عبد النبی کوکب ، حکیم محمد موسیٰ امرتسری " :

۱؎ جعلی طبع اول کے ناشرین " دائرۃ المصنفین اردو بازار لاہور " والے بتائے گئے ہیں جبکہ اصلی طبع اول کے ناشرین " دائرۃ المصنفین اندرون بھاٹی گیٹ لاہور " والے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ دونوں ایڈیشنوں پر لکھا بھی گیا ہے کہ " طبع اول ، جون ۱۹۶۰ء ، صفحہ ۸۰ ، ۳۳ " بہرکیف اس سے آپ اس پارٹی کے مکر و فریب ، دجل و تلبیس اور کذب و افتراء کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں

ع

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی !

سمجھنا موجب کفر نہیں ہے بلکہ صرف بریلویوں کے اصرار بے جا سے عبارت میں زبردستی داخل کر دی ہے تو بھی قاضی صاحب بریلوی شریعت میں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ بہرحال علماء دیوبند کو مسلمان سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو "بریلوی" سمجھنا درحقیقت خود فریبی کا شکار ہونا ہے۔

وکل یدعی وصلا بلیلیٰ : ولیلیٰ لا تقر لھم بذاکا

- - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - -

تیرھواں اعتراض | پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں۔

"فاضل بریلوی کے اسلاف کو بنی اسرائیل اور یہود کا کہنے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا"[1]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

"دوسری جگہ (احمد رضا خان صاحب کے) آباء و اجداد کے لئے (حضرت مدنی رہ کا) یہ ارشاد ملتا ہے "اپنے آباء و اجداد بنی اسرائیل کی ہڈیوں کو زندہ کیا ہے"[2]

جواب | اگر فاضل معترض حضرت مدنی رہ کے کلام میں تھوڑا سا بھی غور فرمالیتے تو ایسا مہمل اعتراض قطعاً نہ کرتے۔ کیوں کہ حضرت مدنی رہ نے احمد

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۲۱۳، [2] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۲۱۴ حاشیہ

خاں صاحب کے حقیقی باپ دادا کو قطعاً یہودی نہیں کہا ہے۔ بلکہ حضرت رہ تو صرف یہ فرما رہے ہیں کہ ہمارے اکابر کی عبارات میں احمد رضا خان صاحب نے اتنی بڑی بڑی اور خطرناک تحریفیں کی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر یہودیوں کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔ لیکن چونکہ، احمد رضا خان صاحب جمہور مورخین کے قول کے مطابق نسباً بھی اسرائیلی ہیں اس لئے حضرت مدنی رہ نے ان کی تحریفات پر تنقید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"صاحبو! محض دروغ اور افترا بندی پر اس گمراہ کنندہ عالم نے کمر باندھ رکھی ہے۔ اس جواب و بہتان بندی پر تعجب و حیرت کے ساتھ غصہ پر غصہ آتا ہے مگر تہذیب علم کوئی لفظ مجدد بریلوی کے شایان شان قلم سے نہیں نکلنے دیتی "

اس کے بعد حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ اصل غیر محرف عبارت نقل کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ذکر فرماتے ہیں۔

"تاکہ آپ کو جملہ عبارت اگلی اور پچھلی مد نظر ہو جائے۔ اور ظاہر ہو جائے کہ مجدد تضلیل نے معنی اور عبارت دونوں میں تحریف کر کے اپنے آباء و اجداد یہود بنی اسرائیل کی ہڈیوں کو زندہ کیا ہے۔" [1]

حضرت مدنی رہ نے لفظ "آباء و اجداد" کے بعد "یہود بنی اسرائیل" کا اضافہ کر کے یہ بات پوری واضح کر دی کہ مسلمان آباء و اجداد قطعاً مراد نہیں ہیں۔ بلکہ سلسلہ نسب میں آنے والے وہ آباء و اجداد مراد ہیں جو اسلام کی آمد سے پیشتر یہودی اور بنی اسرائیلی تھے۔ جن کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ خدا کی کتابوں اور اس کے احکامات میں تحریف کیا کرتے تھے۔ حضرت مدنی رہ کی عبارت سے مسلمان آباء

---

[1] الشہاب الثاقب، ص ۱۱۱ -

و اجداد مراد لینا انتہائی ناروا مغالطہ دہی یا پھر کم فہمی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت مدنی رہ نے ثابت فرمایا ہے کہ یہودیوں کے تمام برے اوصاف جو قرآن پاک میں مذکور ہیں، احمد رضا خان صاحب میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ اور پھر آخر میں فرمایا۔ " آخر خود بھی تو اسرائیلی ہی ہیں لہ

پروفیسر صاحب نے حضرت مدنی رہ کی مراد کے برعکس ایک تو اس عبارت کو احمد رضا خان صاحب کے مسلمان آباء و اجداد پر منطبق کر دیا۔ دوسرے حضرت مدنی رہ کی عبارت نقل کرنے میں بھی رضاخانی تحریف کا ارتکاب کیا۔ پروفیسر صاحب کی نقل کردہ عبارت یہ ہے:

" اپنے آباء و اجداد یہودی اسرائیلی کی ہڈیوں کو زندہ کیا "

حالانکہ اصل عبارت اس طرح ہے۔

" محمد وتضلیل سے معنی اور عبارت دونوں میں تحریف کر کے اپنے آباء و اجداد یہود بنی اسرائیل کی ہڈیوں کو زندہ کیا ہے "

پروفیسر صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کی یہ تحریفات بھی چھپ نہیں سکتیں۔ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

رہا احمد رضا خان صاحب کا نسباً اسرائیلی ہونا تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ احمد رضا خان صاحب کے تمام سوانح نگاروں حتی کہ خود پروفیسر صاحب نے بھی موصوف کو نسباً بڑیچ قبیلے کا پٹھان لکھا ہے۔ ٹہ

جمہور مؤرخین کے قول کے مطابق ان کے خاندان کا مورث اعلیٰ " قیس عبدالرشید "

لہ الشہاب الثاقب، ص ۲۵ ، ٹہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۹۸۔

جو سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست اقدس پر مشرف باسلام ہوا۔ حضرت طالوت یا تورات کی زبان میں " ساؤل " کے ایک پوتے " افغانہ " کی نسل سے تھا۔ مزید تفصیل کے لئے " اردو دائرہ معارف اسلامیہ " لفظ " افغان " ملاحظہ ہو۔

اگر پروفیسر صاحب جمہور مؤرخین کے قول کے برعکس احمد رضا خان صاحب کو فرعون کی قوم سے قرار دینا چاہیں جیسا کہ بعض مؤرخین کا قول ہے[1]۔ یا ان کے نسب کے بارے میں کوئی اور قول اختیار کرنا چاہیں تو انہیں یقیناً اس کا حق حاصل ہے لیکن انہیں یہ حق قطعاً نہیں پہنچتا کہ وہ جمہور کے قول کو اپنانے والوں پر زبان طعن دراز کریں یا اپنے پسندیدہ۔ خلاف جمہور ـــــ قول کی تقلید واتباع پر مجبور کریں۔

چودھواں اعتراض پروفیسر صاحب نے حضرت مدنی رح پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ انہوں نے فاضل بریلوی کے اساتذہ کو " ابلیس کا سردار " کہا ہے۔ چنانچہ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔

" ایک جگہ فاضل بریلوی کے اساتذہ کے متعلق مولانا مدنی کا یہ ارشاد ملتا ہے۔ " اس کا معلم ابو مرہ یعنی ابلیس لعین "[2]

جواب: پروفیسر صاحب کا یہ اعتراض دیکھ کر ہمیں سخت حیرت ہوتی ہے کہ پروفیسر صاحب ایسے انسان کے قلم سے ایسے لچر اور بے ہودہ اعتراضات کیوں کر معرض تحریر میں آگئے۔ اگر فاضل معترض معمولی سا تامل فرما لیتے ـــــ جس کی انہیں عادت نہیں ہے تو یقیناً سمجھ جاتے کہ حضرت مدنی رح نے احمد رضا خان صاحب کے اساتذۂ کرام کو " ابلیس لعین " یا " ابلیس کا سردار " قطعاً نہیں کہا ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں ارشاد

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ لفظ " پشتو " (تعلیقہ)، [2] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۲۲۳

باری تعالیٰ ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۔

(الشعراء ۱ ۲۲۱، ۲۲۲)

ترجمہ! کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان؟ اترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گناہگار پر۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۔

(الانعام: ۱۱۲)

ترجمہ! اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن شیاطین آدمیوں اور جنوں میں سے بنائے ہیں جو ایک دوسرے پر بناوٹ اور دھوکے کی بات کی وحی کرتے ہیں۔

چند آیات کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ

(الانعام ۱ ۱۲۱)

ترجمہ! اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں تاکہ وہ شیاطین کے دوست تم سے جھگڑیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ افتراء پرداز۔ کذاب اور بہتان طراز انسانوں پر شیطان اپنی وحی لے کر اترتے ہیں اور ان کے دلوں پر ایسی ایسی باتیں القاء کرتے ہیں جن کے ذریعہ وہ جنگ و جدال کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ اور عرف عام میں بھی کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو شیطان ایسی ایسی باتیں سکھاتا ہے گویا شیطان اس کا استاد ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ علماء دیوبند کی صاف و صریح عبارات کے جو من گھڑت اور غلط معانی

احمد رضا خان صاحب نے بیان کئے ہیں وہ درحقیقت ان کو شیطان نے سکھائے ہیں اور ان افترا٫ات وبہتانات کے ایجاد کرنے میں شیطان ان کا استاد ہے۔ لیکن نامعلوم ایسی صاف اور واضح عبارت کو کیوں کر انہوں نے موصوف کے حقیقی اساتذہ کے لئے سب شتم بنالیا ؟ نامعلوم یہ مغالطہ دہی کی کوشش ہے یا قلت فہم کا نتیجہ ؟

احمد رضا خان صاحب ایک مقام پر علماء دیوبند کے شیخ (استاد۔پیر) کو ابلیس قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ویؤمن بسعۃ علم شیخہ ابلیس۔	ترجمہ! اپنے شیخ ابلیس کی وسعت علم پر ایمان لایا۔

ایک اور مقام پر موصوف رقمطراز ہیں۔

۔۔۔۔ بان شیخھم ابلیس اوسع علماً۔	ترجمہ (علماء دیوبند کا شیخ ابلیس وسیع العلم ہے۔

ایک اور جگہ موصوف یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

"اپنے استاد ابلیس کی بڑائی کی"

پروفیسر صاحب سے ہمارا سوال ہے کہ وہ واضح فرمائیں کہ ان عبارتوں میں احمد رضا خان صاحب نے علماء دیوبند کے شیخ اور استاد کو "ابلیس" قرار دیا ہے۔اس کا مطلب کیا ہے ؟ کیا یہ علماء دیوبند کے اساتذہ کے لئے گالی نہیں ہے ؟ اگر نہیں تو کس بنا پر ؟ جو تاویل آپ موصوف کی عبارات کی فرماتے ہیں وہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رہ کے کلام میں کیوں جاری نہیں ہوتی ؟ یا آپ کے نزدیک کسی شخص کا ابتدا٫ً جارحانہ طور پر سب وشتم کرنا تو جائز ہے۔لیکن کسی مظلوم ومجروح کا اپنے دفاع کیلئے کچھ کہہ دینا قابل گردن زدنی جرم ہے ؟ جب کہ وہ بے چارہ مظلوم ، ظالم ہی کے الفاظ کو اس پر لوٹا دیتا ہے اپنی جانب سے کسی قسم کا اضافہ نہیں کرتا۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

پندرہواں اعتراض

پروفیسر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

" مولانا حسین احمد مدنی رحمہ نے فاضل بریلوی کے عقائد کو غلام احمد قادیانی سے تطبیق دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے " البتہ مرزا قادیانی کے عقائد میں بریلوی شریک ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی دعوے کرتا ہے کہ میں اس صدی کا مجدد ہوں " (الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب۔ مطبوعہ دیو بند ۳۹) شیخ اسماعیل علیہ الرحمۃ کی تقریظ کی روشنی میں یہ تحریر سراسر بہتان معلوم ہوتی ہے " لہ

ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

" مولانا عبد الحی نے تحریر فرمایا۔

یغلوا کثیر من الناس فی شانه فیعتقدون انه کان مجدد المائة الرابعة عشرة۔	ترجمہ: اکثر لوگ ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ چودہویں صدی کے مجدد تھے۔

(نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص ۴۱)

لیکن شیخ موسیٰ علی شامی، شیخ حسن بن عبد القادر اور سید اسماعیل بن خلیل وغیرہ علمائے حجاز نے آپ کو " مجدد " لکھا ہے۔ اس لئے عامۃ الناس کی طرف اس خیال کو منسوب کرنا علمی خیانت ہے۔ مولوی حکیم عبد الحی کی نظر میں فاضل بریلوی کے لئے لفظ " مجدد " کا استعمال مبالغہ ہے۔ حالانکہ ان کے معتقدین نے پہل نہیں کی بلکہ علمائے حجاز نے اس لقب سے نوازا ہے " لہ

(حاشیہ برصفحہ آئندہ)

جواب | پروفیسر صاحب! دوسروں پر بہتان بندی اور علمی خیانت کا الزام لگانا درحقیقت اپنی ہی جہالت کا پردہ فاش کرنا ہے۔ ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

تقریظات علماء حرمین شریفین کے نام سے جو فراڈ کھیلا گیا۔ اور جو ڈرامہ رچایا گیا اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس کو نظر انداز بھی کر دیں تو بھی اس کا ثبوت ۱۳۲۴ھ سے پہلے قطعاً فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ "الدولۃ المکیۃ" کی تمام جعلی تقریظات ۱۳۲۴ھ یا اس کے بعد کی ہیں اور "حسام الحرمین" کی ناقابل اعتبار تقریظات ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کے بعد کی ہیں۔ اور ہندوستان میں تو یہ بھی ۱۳۲۴ھ ہی میں پہنچی ہیں۔ آئیے اب ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ ۱۳۲۳ھ یا اس سے پیشتر کی بریلوی مطبوعات میں احمد رضا خان صاحب کو "مجدد" یا "مجدد مائۃ حاضرہ" کے القابات سے نوازا جا رہا ہے۔ سردست ہم صرف تین[2] حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۱: "اھلاک الوھابیین علی توھین قبور المسلمین" مطبوعہ مطبع اہلسنت وجماعت بریلی، چونکہ اس کتاب کا نام تاریخی ہے۔ اس لئے اس کے سرورق پر یہ لکھا ہوا ہے۔

"ایں تاریخ طبع اوّل ست واگر الف اول نخوانند تاریخ جمع"

یعنی اس کتاب کے نام سے جو تاریخ نکلتی ہے (۱۳۲۲ھ) وہی طبع اول کی تاریخ ہے۔ اور اگر اس کے ابتدائی الف کو نہ پڑھیں تو پھر جو تاریخ نکلے گی (۱۳۲۱ھ) وہ اس

حاشیہ: ۱؎ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۱۴۶ (حاشیہ)۔ ۲؎ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۱۳۴ھ (حاشیہ)۔

کتاب میں درج شدہ فتاویٰ اور تقاریظ کے جمع کرنے کی تاریخ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اس کتاب کے مضامین ۱۳۲۱ھ کے جمع شدہ ہیں جو ۱۳۲۲ھ میں پہلی بار طبع ہوئے اس کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے مولانا ابو البرکات محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی مجددی بہاری عظیم آبادی رقمطراز ہیں۔

"خاتم المحققین عمدۃ المدققین عالم اہل سنت مجدد المائۃ الحاضرۃ سیدی و مرشدی وکنزی و ذخری لیومی و غدی مولانا المولوی محمد احمد رضا خان ......" [1]

۲۔ "اطائب الصیب علی ارض الطیب" اس کے جامع اور مؤلف مولانا سید محمد عبد الکریم قادری صاحب ہیں۔ اس کتاب کی جمع و تالیف کا سن بلکہ اس کی پہلی طباعت کا سن بھی ۱۳۱۹ھ ہے۔ اس کتاب کے تمہیدی کلمات میں مؤلف رقمطراز ہیں۔

"حضرت عظیم البرکت صاحب حجت قاہرہ وصولت باہرہ و تصانیف زاہرۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ تاج الفقہاء غیظ السفہاء محمود الکملاء محسود الفضلاء ماحی الفتن حامی السنن زین الزمن حبر شریعت بحر طریقت ناصر ملت حضرت امام اہلسنت ......" [2]

۳۔ مولوی محمد نقی علی خان صاحب کی کتاب "احسن الوعاء لآداب الدعاء" کا ایک "ذیل" احمد رضا خان صاحب نے بنام "ذیل المدعا لاحسن الوعاء" تحریر کیا ہے۔ اس کا ۱۳۱۱ھ کا ایڈیشن ہمارے سامنے ہے۔ اس کتاب کے آخر میں ۱۴۰ صفحہ پر درج ہے:۔

---

[1] ہلاک الوہابیین ص ۴۱ مطبوعہ مجلس اہلسنت و جماعت بریلی ، [2] اطائب الصیب ص ۴

" الحمد للہ بماہ رمضان مبارک ۱۳۲۱ ہجریہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیہ بمطبع اہلسنت وجماعت واقع بریلی زینت طبع شد " [1]

اس کتاب کے ٹائٹل پر جو القابات احمد رضا خان صاحب کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ان میں " مجدد المائۃ الحاضرہ " کا لقب بھی شامل ہے۔

ان حوالجات سے یہ بات بخوبی ثابت ہوجاتی ہے کہ علماء حجاز کی تقریظات سے بہت پیشتر احمد رضا خان صاحب کے معتقدین موصوف کو " مجدد مائۃ حاضرہ " کے لقب سے نواز چکے تھے۔ لہٰذا پروفیسر صاحب کا یہ فرمانا کہ " ان کے معتقدین نے پہل نہیں کی " بہت بڑی جہالت یا تاریخی بددیانتی ہے۔ نیز احمد رضا خان صاحب کا اپنے لئے اس لقب کا استعمال دیکھنے کے بعد نکیر نہ فرمانا بلکہ اس پر سکوت کرنا ان کی رضامندی اور اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا فاضل معترض کا مولانا عبد الحی لکھنوی " اور مولانا سید حسین احمد مدنی " پر اعتراض کرنا درحقیقت موصوف کی علمی بے مائگی یا علمی خیانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سولہواں اعتراض

پروفیسر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

" فاضل بریلوی کے متعلق عوام وخواص کو یہ باور کرایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو " علم کلی " تصور فرماتے ہیں اور اس طرح شرک کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ مولانا عبد الحی لکھنوی جیسا فاضل انسان اپنی تصنیف " نزہۃ الخواطر " میں تحریر کرتا ہے " وکان یعتقد بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلم الغیب علما کلیا " [2]

---

[1] المحن الرعار مع الذیل، ص ۱۴۰ ، [2] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ ص ۱۰۹

جواب پروفیسر صاحب اس عبارت سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ احمد رضا خان صاحب کے مخالفین نے ان کے بارے میں یہ غلط پروپیگنڈا کر دیا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کو "علم کلی" قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے بلکہ خود احمد رضا خان صاحب اور ان کے خلفاء، و مریدین و تلامذہ ہی نے یہ لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا علم "علم کلی" ہے۔ اور یہ کہ آپ کو ازل سے ابد تک کی ہر چیز کا علم ہے۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب ایک جگہ رقمطراز ہیں۔ کہ۔

"علم وہ وسیع و غزیر عطا فرمایا کہ علوم اولین و آخرین اس کے بحر علوم کی نہریں یا بخشش فیوض کے چھینٹے قرار پائے۔ ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت پر اطلاع تام حاصل الا ماشاء اللہ۔" [1]

موصوف ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

ویقول العلماء حصل له صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم جمیع العلوم الجزئیة والکلیة واحاط بہا .... فای بدع فی التعبیر بجمیع المغیبات " [2]

ترجمہ! اور علماء فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تمام جزئی وکلی علم حاصل ہو گئے۔ اور سب کا احاطہ فرما لیا .... تو جمیع غیوب کے علم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل کہنے میں کون سی انوکھی بات ہے "

[1] اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب، ص ۲۰

[2] الدولة المکیة، ص ۲۳۰، ۲۳۲ -

اسی طرح احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ اجل اور علامہ اقبال مرحوم پر کفر کا فتوے لگانے والے مولوی سید دیدار علی شاہ صاحب سابق خطیب مسجد وزیر خان لاہور لکھتے ہیں -

" معلوم ہوا کہ سب ہی باتوں کا علم ازل سے ابد تک اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیا " [1]

احمد رضا خان صاحب کے ایک اور خلیفہ اور بریلویوں کے مفتیٔ اعظم جناب ابوالبرکات سید احمد سابق شیخ الحدیث مدرسہ حزب الاحناف لاہور۔ جنہوں نے مسلم لیگ کی شرکت اور امداد و اعانت کو حرام قرار دیتے ہوئے یہ بھی فتوے دیا تھا کہ بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح کی تعریف کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

" فقیر کا اور جملہ ارباب اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت جلت عظمتہ نے اپنے حبیب نور مجسم رحمت دو عالم سرور انبیاء شفیع روز جزا صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وبارک وسلم کو " علم کلی " عطا فرمایا " [2]

اسی طرح شاہ محمد جمیل الرحمٰن خان صاحب مداح الحبیب لکھتے ہیں ؎

ہم یہ کب کہتے ہیں ذاتی ہیں علوم سرکار
از ازل تا بہ ابد سب بعطا جانتے ہیں [3]

اور جناب سید محمود احمد رضوی مدیر ماہنامہ " رضوان " رقمطراز ہیں۔

" ہمارے بعض علماء کی تحریرات میں یہ آجاتا ہے کہ حضور کو علم غیب کلی ہے " [4]

---

[1] ہدایۃ الطریق فی بیان التحقیق والتقلید ، ص ۱۸ ، [2] ماجرائے مناظرہ گڑان ، ص ۲۳ ، [3] قبالۂ بخشش ، ص ۵۵ ، [4] بصیرت ، حصہ اول ، ص ۲۶۸ ،

احمد رضا خاں صاحب نے "الدولۃ المکیہ" میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر مان لیا جائے تو بھی کوئی کفر یا شرک لازم نہیں آتا۔ رہا یہ اعتراض کہ بندہ غیر متناہی کا ادراک کیسے کر سکتا ہے؟

تو اس کے جواب میں موصوف فرماتے ہیں کہ۔

"غیر متناہی کا احاطہ کر لینا" گو فلسفہ کے اصول کے مطابق محال ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ فلسفہ کا یہ مسئلہ درست ہی ہو؟ وہ کوئی دینی قطعی مسئلہ تو ہے نہیں کہ جس کی بنا پر کوئی شرعی خرابی لازم آتی۔" ١

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر متناہی لاتنقضی ہے۔" ٢

رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "علم غیب کلی" یا "ازل سے لے کر ابد تک ہر غیب وشہادت" کے علم سے فرقۂ بریلویہ کی مراد کیا ہے؟ باوجودیکہ فرقۂ بریلویہ کے اکثر حضرات اپنے ان عمومی کلمات کو اکثر طور پر مجمل چھوڑ جاتے ہیں۔ اور اپنی مراد کو واضح نہیں کرتے۔ گو اعتراضات کے جوابات دیتے وقت اپنی مراد بیان کر دیتے ہیں۔ لیکن صاحب "نزہۃ الخواطر" نے "علم کلی" کا بریلوی عقیدہ ذکر کرنے کے بعد متصلاً اس کی مراد کو بھی واضح کر دیا۔ مگر افسوس کہ پروفیسر صاحب نے بہوت کی عبارت کا ایک ٹکڑا ذکر کر دیا اور دوسرے ٹکڑے سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں مکمل عبارت یوں ہے۔

وكان يعتقد بان رسول	ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

١ الدولۃ المکیہ، ص ۳۲، ۴۴، ۶۱، ۳ سو حاشیہ ملخصاً۔ ٢ الدولۃ المکیہ، ص ۲۸

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یعلم الغیب علما کلیا. نعکان یعلم منذ بدء الخلیقة الی قیام الساعة بل الی الدخول فی الجنة والنار جمیع الکلیات والجزئیات لا تشذ عن علمہ شاذة، ولا تخرج من احاطة ذرة .... [1]

بارے میں احمد رضا خاں صاحب یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ آنجناب کو علم غیب کلی حاصل ہے۔ جب سے مخلوق کی پیدائش ہوئی ہے اس وقت سے قیامت تک بلکہ جنت جہنم میں داخلہ تک کی تمام کلیات وجزئیات کو جانتے ہیں۔ آپ کے علم سے کوئی چیز چھٹی ہوئی نہیں ہے اور احاطۂ علم سے کوئی ذرہ خارج نہیں۔

پروفیسر صاحب کو اب تو یقین ہو گیا ہو گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کو " علم کلی " قرار دینا بریلوی فرقے کے اکابر کی تحریرات سے ثابت ہے۔ اور یہ ہوائی کسی دشمن کی اڑائی ہوئی نہیں ہے۔ لہذا اس کا الزام دوسروں کے سر تھوپنا بالکل لغو اور بے جا ہے اور " الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے " کا پورا پورا مصداق ہے۔

احمد رضا خاں رضا کا عقیدہ

جب شریف مکہ کی طرف سے احمد رضا خاں صاحب سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں سوال کیا گیا تو موصوف نے بڑی ہوشیاری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں لکھا کہ اللہ کے علم سے علم نبوی کو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی بلکہ

---

[1] نزہۃ الخواطر ، ص ۴۰ ۔

تو کیا۔ بلکہ صاف طور پر تصریح کر دی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا اللہ کے علم کے برابر ہونا شرعاً اور عقلاً ہر طرح محال ہے۔ چنانچہ موصوف کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فثبت ان احاطة احد من الخلق بمعلومات الله تعالىٰ على جهة التفصيل التام محال شرعا وعقلا [1]	ترجمہ: تو ثابت ہوا کہ جمیع معلومات الٰہیہ کا پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا احاطہ کر لینا عقلاً اور شرعاً دونوں طرح محال ہے۔

پھر آگے چل کر مزید توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فثبت ان العلم الذی یستاھل الاختصاص به تعالیٰ لیس الا العلم الذاتی والعلم المطلق التفصیلی المحیط بجمیع المعلومات الالٰھیة بالاستغراق الحقیقی۔ [2]	ترجمہ: تو ثابت ہوا کہ وہ علم جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے لائق ہے وہ نہیں مگر علم ذاتی اور علم مطلق تفصیلی کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو استغراق حقیقی کے ساتھ محیط ہو۔

اس کے بعد ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ تمام معلومات الٰہیہ کو استغراق حقیقی کے ساتھ تفصیلاً محیط ہے۔

وبه تبین لك ان كل ما ذكرنا أنفا ثابت من الدین	ترجمہ: اور تجھے روشن ہو گیا کہ جو کچھ ہم نے یہاں تک بیان کیا سب

[1] الدولۃ المکیہ، ص ۳۰؛ [2] الدولۃ المکیہ، ص ۳۸۔

ضرورة بحيث ان من انكر شيئاً منه فقد انكر الدين و فارق جماعة المسلمين [1]

دین میں سے ایسا بالبداہت ثابت ہے کہ جس نے ان میں سے کسی شئی کا انکار کیا اس نے دین کا انکار کیا اور وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو گیا (یعنی کافر ہو گیا)

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی برابری کا اس زور و شور سے اس لئے انکار کیا جا رہا ہے تاکہ کہیں موصوف پر ہی علماء حرمین کفر کا فتوے جاری نہ فرما دیں۔ وہ سرول کی تکفیر کے لئے سفر حرمین شریفین کیا تھا کہیں اس کے برعکس اپنی ہی تکفیر کی سوغات لے کر وہاں سے واپس نہ ہونا پڑے۔ لیکن مکہ معظمہ سے واپس آجانے کے بعد "الدولۃ المکیہ" کے حاشیہ پر لکھ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ سبحانہ وتعالےٰ کے علم کا مساوی ہونا شرعاً بالکل محال نہیں ہے۔ اور چونکہ ملا علی قاری رہ نے اپنی کتاب "موضوعات کبیر" میں ان لوگوں کو کافر قرار دیا تھا جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مت اور میں برابر قرار دیتے ہیں تو احمد رضا خان صاحب نے موصوف کی بات کو ہی غلط قرار دیتے ہوئے لکھ دیا کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو برابر سمجھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔ اور ملا علی قاری رہ کی بات سے ہمیں اتفاق نہیں ہے [2]

ہمیں فی الوقت احمد رضا خان صاحب کی اس چالاکی اور تقیہ بازی سے کوئی سروکار نہیں ہے جو موصوف نے اپنی تکفیر سے بچنے کے لئے مکہ معظمہ میں اختیار کی۔ ہم تو اس وقت پروفیسر صاحب سے صرف یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ احمد رضا خان صاحب نے جب یہ تسلیم کر لیا کہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم کو مکمل طور پر مساوی قرار دینا، اسلام سے نکل جانا ہے۔

---

[1] الدولۃ المکیہ، ص ۴۰ ، [2] حاشیہ الدولۃ المکیہ، ص ۲۲، ۲۴، ۲۶ - ملخصاً

پھر جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں موصوف ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم ان کو کافر نہیں کہتے۔ تو کیا کافر کو کافر نہ کہنا کفر نہیں؟ آپ موصوف کو اپنے اقراری کفر سے کیسے بچائیں گے؟ ؎

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

سترہواں اعتراض پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں۔

"احمد رضا خان صاحب جب دوسری بار حج پر تشریف لے گئے تو غیر معمولی اعزاز و اکرام سے نوازا گیا۔ غالباً مخالفین کو اس کا پہلے سے اندازہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنا کام شروع کیا۔ اسی زمانہ میں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی بھی وہاں تشریف لے گئے۔ فاضل بریلوی کے زمانۂ قیام میں موصوف کا وہاں جانا معنی خیز معلوم ہوتا ہے۔" [1]

جواب پروفیسر صاحب! کم از کم احمد رضا خان صاحب کا بیان تو بنظر غائر مطالعہ کر لیا ہوتا۔ تاکہ جناب کو معلوم ہو جاتا کہ احمد رضا خان صاحب حجاز مقدس میں پہلے نہیں گئے تھے بلکہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز حرم مقدس میں پہلے پہنچے ہوئے تھے۔ بعد میں اچانک احمد رضا خان صاحب حج کا پروگرام بنا کر ان کے پیچھے پیچھے جا پہنچے۔ احمد رضا خان صاحب کا کسی سابقہ پروگرام کے بغیر بالکل اخیر وقت میں مولانا خلیل احمد صاحب کے تعاقب میں اچانک حج کے لئے تیار ہو جانا یقیناً معنی خیز ہے۔ احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں۔

"اس بار سرکار حرم محترم میں میری حاضری بلا اپنے ارادے کے محض غیر متوقع

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۹۹۔

ظہور اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی اس کا کچھ بیان اوپر ہو چکا ہے۔ وہ حکمتِ الٰہیہ یہاں آکر کھلی۔ سننے میں آیا کہ وہاں یہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھی اور بعض وزراء ریاست دیگر اہل ثروت بھی ہیں[1]

نہ صرف یہ کہ احمد رضا خاں صاحب مولانا خلیل احمد صاحب کے تعاقب میں مکہ معظمہ پہنچے بلکہ وہاں شرارت کی ابتداء بھی احمد رضا خان صاحب ہی کی طرف سے ہوئی اور وہ اس طرح کہ علماء دیوبند کی تکفیر کا استفتاء مرتب کرکے ۲۱ ذی الحجہ کو علماء مکہ معظمہ کے سامنے پیش کر دیا۔ تاکہ وہ بھی علماء دیوبند کی تکفیر پر دستخط کرکے احمد رضا خاں صاحب کی تائید و تصدیق کر دیں۔

ظاہر ہے کہ جب بعض لوگوں کو اس کا علم ہوا تو رد عمل ضروری تھا۔ چنانچہ ایک محضر نامہ تیار کرکے شریف مکہ کے سامنے پیش کر دیا۔ جس میں نہ صرف یہ کہ موصوف کے عقائد باطلہ کا ذکر تھا بلکہ بالخصوص ان کی تکفیر و تضلیل کی روش کو بھی واضح کیا گیا تھا۔ تب شریف مکہ کی طرف سے احمد رضا خان صاحب سے ان کے عقائد و نظریات کے بارے میں سوال کیا گیا۔ یہ سوالات موصوف کو بقول ان کے ۲۵ ذی الحجہ کی شام کو موصول ہوئے۔

لیکن ان تمام حقائق کے باوجود پروفیسر صاحب کا اس قدر کھلی غلط بیانیاں کرنا ہمیں محوِ حیرت اور غرقِ استعجاب کر دیتا ہے۔ خدا معلوم یہ سب کچھ لاعلمی کا نتیجہ ہیں یا دیدہ و دانستہ حقائق و واقعات کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ ؎

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ
وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

---

[1] ملفوظات اعلیٰ حضرت، ج ۲، ص ۸۱۔

اٹھارہواں اعتراض | پروفیسر صاحب نے مولوی نعیم الدین مراد آبادی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ۔

" المہند کے مصدقین زیادہ تر عجمی ہیں جو عرب میں آباد ہو گئے۔ مثلاً مولوی احمد رشید خان۔ مولوی محب الدین مہاجر۔ مولوی محمد صدیق افغانی وغیرہ۔ لیکن مصنف نے ان کو علماء عرب کی تصدیقات میں شمار کیا ہے اس کے علاوہ ایک پر لطف بات یہ لکھی ہے کہ اس رسالہ میں اپنی تائید میں علامہ برزنجی رح کے رسالہ " غایۃ المامول " کے ایک دو حوالے دے کر اس کے تمام مصدقین کو اپنے رسالہ میں نقل فرما دیا۔ گویا ان سب حضرات نے " المہند " کی تائید فرمائی ہے " [۱]

جواب | پروفیسر صاحب! کیا آپ خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کے تصور سے بالکل عاری ہیں؟ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ صحیح و غلط کی تمیز سے بے نیاز ہو کر بلا تحقیق ہر بات نقل کر دیتے ہیں؟ کیا آپ نے " المہند " کے کل تصدیق کرنے والے علماء کرام کو شمار کیا ہے؟ اگر شمار کیا ہے تو اس کے بعد ان میں سے ہر ایک کے بارے میں فرداً فرداً آپ نے یہ تحقیق فرمائی کہ آیا یہ فی الواقع عربی ہے یا عجمی، جو بعد میں عرب جا کر آباد ہو گیا ہے؟ اور اگر آپ نے یہ مرحلہ بھی طے فرمایا ہے تو کیا واقعۃً آپ نے کل تصدیق کرنے والے علماء کی نصف سے زائد تعداد کو عجمی پایا جو بعد میں عرب جا کر آباد ہو گئے تھے؟ اگر یہ تمام مراحل آپ نے طے نہیں کئے ——— اور یقیناً نہیں کئے ——— تو پھر خوف خدا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہ الزام آپ نے کیسے لگا دیا کہ " المہند کے مصدقین زیادہ تر عجمی ہیں جو عرب میں

---

[۱] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ۱۹۳، (حاشیہ)۔

آباد ہو گئے۔ مثلاً مولوی احمد رشید خان، مولوی محب الدین مہاجر، مولوی محمد صدیق افغانی وغیرہ۔ لیکن مصنف (مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری) نے ان کو علماء عرب کی تصدیقات میں شمار کیا ہے۔" [1]

پروفیسر صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ "المہند" کی تصدیق کرنے والے علماء کرام کی کل تعداد ۴۶ ہے اگر ہم آپ کے بطور مثال پیش کردہ تین (۳) عالموں کی بجائے چھ (۶) عالموں کو بھی عجمی الاصل تسلیم کرلیں تو بھی خالص بحیثیت عربی علماء کرام کی کل تعداد چالیس (۴۰) باقی رہتی ہے۔ جب کہ "حسام الحرمین" کی بظاہر غیر مشروط تصدیق کرنے والوں کی کل تعداد ۲۶ ہے۔ اور اگر اس میں سے ان عجمی علماء کو بھی نکال دیا جائے جو بعد میں عرب جاکر آباد ہو گئے تھے۔ تو کل تعداد بمشکل ۲۰ باقی بچتی ہے۔

حسام الحرمین کے چند عجمی مصدقین

۱: مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی۔

۲: مولانا محمد یوسف افغانی۔

۳: مولانا عبدالکریم داغستانی۔ .... ۴: مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی۔

۵: شیخ خلیل بن ابراہیم خربوتی۔ .... ۶: شیخ محمد بن محمد سوسی۔

غور فرمائیے! "حسام الحرمین" کی تصدیق کرنے والے عرب علماء کی کل تعداد بمشکل بیس (۲۰) بنتی ہے۔ جبکہ "المہند" کے خالص عرب مصدقین کی کل تعداد تقریباً ۴۰ ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب ہیں شرم وحیاء کو خیرباد کہتے ہوئے بیان کر رہے ہیں کہ "المہند" کے مصدقین زیادہ تر عجمی ہیں۔ سچ ہے

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

احمد رضا خان صاحب نے تو متعدد عجمی علماء کرام کی تصدیقات کو نہ صرف علماء عرب

---

[1] فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۱۹۳، (حاشیہ)

بلکہ علماءِ حرمین شریفین کی تصدیقات کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

پروفیسر صاحب! کیا دھوکہ دہی، مکر و فریب، بددیانتی وخیانت کی کسی دفعہ کے تحت موصوف پر مقدمہ قائم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہو سکتا تو کیوں؟ جو جواب آپ احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے پیش فرمائیں گے وہی جواب ہماری طرف سے مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح کی جانب سے قبول فرمالیں۔

رہا "غایۃ المامول" کی ایک دو عبارتیں نقل کر کے اس کے مصدقین کو "المہند" میں نقل کر دینا۔ تو یہ ایک اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ جس پر ہم "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

مگر بالفرض مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ایسی بات لکھ دی تھی تو کم از کم پروفیسر صاحب کو تو چاہئے تھا کہ "المہند" دیکھ کر تصدیق کر لینے کے بعد ایسی بات لکھتے۔ "المہند" کوئی ایسی نایاب کتاب نہ تھی جسے حاصل کر کے پروفیسر صاحب تصدیق نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن پروفیسر صاحب کو تو علماءِ دیوبند سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ موصوف تو ان کے خلاف بہت کچھ الزامات از خود تراش لیتے ہیں۔ اگر کہیں سے موصوف کو گھڑا گھڑایا ہوا کوئی الزام وبہتان دستیاب ہو جائے تو اس کو "غنیمت باردہ" سمجھ کر قبول کر لینا کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔ بہرحال اصل صورت حال ملاحظہ فرمائیے۔

بات یہ ہے کہ جب احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب "الدولۃ المکیہ" مدینہ منورہ کے مشہور مفتی جناب علامہ برزنجی صاحب رح کے سامنے تقریظ کے لئے پیش کی تو انہوں نے اس کے مندرجات کو قرآن وسنت بلکہ تیرہ سو سالہ اجماعِ امت کے بھی خلاف پایا تو موصوف نے احمد رضا خاں صاحب کے خلاف ایک کتاب "غایۃ المامول" نامی تصنیف فرمائی تھی۔ بعینہ اسی طرح جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

نے اپنے اور اپنے اکابر علماء دیوبند کے عقائد " المہند " میں لکھ کر علماء عرب کے سامنے تائید و تصدیق کے لئے پیش کئے تو علامہ برزنجی رہ نے " المہند " کی تائید میں ایک مستقل کتاب " کمال التثقیف والتقویم لعوج الافہام عما یحیث لکلام الله القدیم " تالیف فرمائی۔ پھر دیگر علماء مدینہ منورہ سے اپنی کتاب پر " المہند " کی تائید میں دستخط حاصل کرکے کتاب مذکور کو شائع فرمایا۔ چونکہ یہ ساری کتاب " المہند " ہی کی تائید کیلئے موصوف نے تالیف فرمائی تھی۔ اس لئے " المہند " کے آخر میں کتاب مذکور کے ابتدائی اور آخری حصہ کے علاوہ درمیان سے بھی کچھ عبارت ذکر فرماکر اس کے مؤیدین کے اسماء گرامی ذکر کر دیئے گئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان تمام حضرات نے " المہند " کی تصدیق فرمائی ہے۔ " المہند " میں اس بات کو پوری صراحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ [1]

لیکن پروفیسر صاحب اس کو اس انداز سے بیان کر رہے ہیں کہ جیسے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رہ نے کوئی بہت بڑا فراڈ کیا ہے جسے پروفیسر صاحب نے طشت ازبام کر دیا ہے۔

اب ہم آخر میں پروفیسر صاحب کی خدمت میں بصد ادب گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے اس مضمون میں اگر کوئی بات ایسی ہو جو طبع نازک پر گراں گزرے تو اسکے بارے میں موصوف ہمیں معذور سمجھیں۔ اور اس وقت ہم ان کی خدمت میں وہی الفاظ پیش کرنا چاہتے ہیں جو موصوف کے والد ماجد مفتی مظہر اللہ مرحوم دہلوی نے سیدنا حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالے عنہما پر تنقید کرنے والے شخص کے بارے میں تحریر فرمائے تھے۔ ملاحظہ ہو

" میری اس تحریر میں میری عادت کے خلاف بعض نامناسب الفاظ

---

[1] المہند علی المفند ۱ ۱۰۶ ۔

ضرور آئے ہوں گے لیکن ناظرین مجھے معذور رکھیں کہ کیسا ہی کوئی برباد کیوں نہ ہو لیکن جب اس کے جاں نواز محبوب کو کوئی چھیڑتا ہے تو وہ بھی چیخ اٹھتا ہے "۔ [1]

وہاں معاملہ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تھا اور یہاں پر سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما "ہی کے بالواسطہ فرزند ارجمند سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا ہے۔ باپ کی محبت مجبور کرتی ہے کہ اس کے صالح بیٹے پر کی جانے والی تنقید کا مؤثر و دندان شکن جواب دیا جائے۔ کیونکہ بازار محبت کا یہ دستور ہے کہ محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر چیز محبوب بن جاتی ہے۔

امرّ علی الدیار دیار لیلیٰ ؛ اقبّل ذالجدار وذالجدارا

وما حب الدیار شغفن قلبی ؛ ولکن حب من نزل الدیارا

---

[1] فتاویٰ مظہری ، ص ۳۱۵ ۔

حیاتِ شیخ الاسلام

کا

اجمالی خاکہ

مع شجرۂ طریقت ونسب

از

مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی رحمۃ اللہ علیہ

منقول از

"شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات"

"بتغییر یسیر"

حیات شیخ الاسلام کا
ایک
اجمالی خاکہ

ولادت باسعادت
۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء بمقام بانگر مئو ضلع اناؤ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی آپ کا تاریخی نام چراغ محمد ہے۔ آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ صاحب نہایت بزرگ و متقی اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کے خلیفہ تھے آپ کی والدہ محترمہ بھی نہایت پابند شریعت اور ذاکر و شاغل خاتون تھیں۔ آپ کے والدین سید تھے۔ اس لئے آپ نجیب الطرفین حسینی ہوتے ہیں۔ آپ کے چار بھائی تھے جن میں سے ایک چھوٹے بھائی مولانا سید محمود احمد صاحب جدہ کے سابق جج جن کا ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء میں مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا۔

تعلیم
آپ کا آبائی وطن الہ داد پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے لیکن چونکہ آپ کے والد ماجد قصبہ بانگر مئو کے اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے اس لئے آپ کی عمر کے ابتدائی تین سال وہیں گذرے۔ بعد ازاں آپ کے والد صاحب پنشن لے کر اپنے وطن ٹانڈہ تشریف لے آئے اور یہیں آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز ہوا۔ یہاں آپ کو انبیائے کرام کی ایک سنت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یعنی بکریاں چرانے کی خدمت انجام دینے کا موقع ملا۔

تیرہ سال کی عمر تھی کہ آپ کو ۱۳۰۹ھ میں حضرت شیخ الہند کی خدمت میں دار العلوم بھیجدیا گیا۔ آپ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی اور تربیت میں رہتے ہوئے سات سال کے عرصہ میں تمام کتب متداولہ سے فراغت حاصل کر لی۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کے ایما پر قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت ہو گئے۔ اس کے بعد جب ۱۳۱۶ھ میں اپنے والد ماجد صاحب کے ساتھ حجاز تشریف لے گئے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی خدمت میں رہ کر مراحل سلوک طے فرمائے چند ماہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں رہ کر آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ اس کے چند ماہ کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔

قیام مدینہ

آپ کے والد ماجد نے مدینہ شریف پہنچ کر تمام رقم حصص شرعی کے مطابق اولاد پر تقسیم کر دی اور فرمایا: چونکہ میں ہجرت کی نیت کر کے مدینہ منورہ آیا ہوں اس لئے میں تو یہیں زندگی گذاروں گا تمہیں اختیار ہے خواہ یہاں قیام کرو یا ہندوستان واپس چلے جاؤ۔ اگرچہ آپ کے والد صاحب کے علاوہ دیگر افراد خاندان نے ہجرت کی نیت نہیں کی تھی لیکن کسی فرد نے بھی والد ماجد کو تنہا چھوڑنا گوارا نہ کیا اور سب حضرات مدینہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ اب گذارے کا مسئلہ سامنے آیا۔ یوں تو اکثر علمائے مدینہ اور مہاجرین کو ترکی حکومت کی جانب سے وظائف ملتے تھے لیکن حضرت شیخ الاسلام اور آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پسند نہ فرمایا اور ایک پرچون کی چھوٹی سی دکان کر لی گئی لیکن اس کی آمدنی خانگی مصارف کے لئے ناکافی تھی۔ اس لئے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو نقل کتب کا مشغلہ بھی اختیار کرنا پڑا۔ اس کے باوجود نہایت صبر و قناعت کے ساتھ پورے خاندان کو گزارا کرنا پڑ رہا تھا۔

حصول خلافت

۱۳۱۸ھ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپ ہندوستان تشریف لائے اور حضرت امام ربانیؒ نے کچھ دنوں کے بعد آپ کو اور آپ کے بھائی صاحب کو خلافت عطا فرما دی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً بائیس ۲۲ سال تھی بعد ازاں ۱۳۲۰ھ میں آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

آپ کے درس کی مقبولیت

مسجد نبوی میں درس کے متعدد حلقے قائم تھے اس لئے کسی نئے حلقۂ درس کا قیام کچھ آسان

بات نہ تھی خصوصاً اس لئے بھی کہ یمنی وشامی اور حجازی علماء کی مادری زبان عربی تھی اور آپ ہندی نژاد تھے لیکن آپ کی مقبولیت عند اللہ کا کرشمہ دیکھئے کہ کچھ عرصہ تو آپ کا حلقۂ درس معمولی حالت میں رہا لیکن اس کے بعد اس میں جب ترقی شروع ہوئی تو دوسرے تمام حلقہا ئے درس ماند پڑ گئے۔ صبح سے لے کر عشاء کے وقت تک آپ صحاح ستہ اور تفسیر وفقہ کی بڑی بڑی کتابوں کی تدریس میں مشغول رہتے اور ہر چہار طرف طلباء کا ہجوم رہتا تھا یہاں تک کہ آپ کی شہرت حجاز سے نکل کر دیگر ممالک تک پہنچ گئی اور آپ شیخ الحرم کے خطاب سے معروف ہو گئے۔

ہندوستان آمدورفت ۱۳۲۶ھ میں آپ دوبارہ ہندوستان تشریف لائے اور دارالعلوم دیوبند کے عظیم الشان تاریخی جلسۂ دستار بندی میں شرکت فرمائی۔ اس مرتبہ آپ نے تقریباً تین سال ہندوستان میں قیام فرمایا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث کی دوبارہ سماعت فرماتے رہے۔ آپ دوران درس کثرت سے اشکالات پیش فرماتے اور حضرت شیخ الہند نہایت بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان کو حل فرماتے تھے۔ اگرچہ حضرت شیخ الہندؒ کو بہت جامع اور مختصر تقریر کی عادت تھی لیکن اس مرتبہ اپنے شاگرد رشید کی وجہ سے ہر ہر مسئلہ پر نہایت شرح وبسط کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ الغرض تین برس ہندوستان کے دوران قیام آپ برابر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ فرماتے رہے اور بعد ازاں مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ۱۳۳۰ھ میں بھی چند ماہ کے لئے ہندوستان تشریف لائے اور جلد ہی مدینہ منورہ واپس ہو گئے۔ اس طرح تقریباً تیرہ برس گنبد خضرا کے زیر سایہ آپ نے تدریس حدیث وتفسیر کی خدمت انجام دی۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی حجاز میں تشریف آوری ۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ نے سفر حج کا ارادہ فرمایا لیکن یہ صرف سفر حج ہی نہیں بلکہ سفر جہاد بھی تھا جس کے ذریعہ آپ برطانوی حکومت کے ایوان جبر واستبداد کو زمیں بوس کرنا چاہتے تھے

چنانچہ ایک طرف تو آپ نے ہندوستان کے ہندو مسلم باشندوں میں تحریک آزادی کی روح پھونک دی اور دوسری جانب آزاد قبائل کو جہاد کے لئے منظم و آمادہ کیا۔ ساتھ ہی حکومت افغانستان، ترکی وغیرہ کو اپنے خاص نمائندے بھیج کر امداد و تعاون کے لئے آمادہ کر لیا۔ در اصل یہ سفر مذکورہ مقاصد کی تکمیل اور مجوزہ پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے ہی تھا۔ چنانچہ ۱۳۳۲ھ میں شیخ الہند رحمۃ اللہ جب حجاز پہنچے تو فریضہ حج کی ادائیگی کے ساتھ دوسرے مقصد کے حصول کی کوشش بھی جاری رہی۔ آپ نے گورنر حجاز غالب پاشا سے متعدد بار ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے پوری صورت حال تفصیل کے ساتھ بیان کی، گورنر حجاز انتہائی احترام اور ہمدردی کے ساتھ پیش آیا اور امداد کے سلسلے میں آپ کو ایک تحریر دی۔ اس کے بعد آپ مدینہ تشریف لے گئے اور اپنے جان نثار شاگرد رشید حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کو جو کہ اب تک اس تحریک کے تفصیلی حالات سے ناواقف تھے اپنے خیالات اور لائحہ عمل سے آگاہ کیا۔ ادھر ہندوستان میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اسکیم کے مطابق آزاد قبائل برطانوی حکومت کے ساتھ جنگ چھیڑ چکے تھے یہ وہ محاذ تھا جس کی کمان حضرتؒ نے حاجی ترنگ زئی مرحوم کو سپرد فرمائی تھی لیکن دشواری یہ تھی کہ مجاہدین کے پاس گولہ بارود اور ذخیرۂ رسد ختم ہو رہا تھا اس لئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ کسی طرح استنبول پہنچ کر حکومت ترکی سے امداد حاصل کریں اور وہاں سے براہ ایران و افغانستان آزاد قبائل کے مرکز میں پہنچ کر جنگ کی کمان خود فرمائیں۔

غازی انور پاشا سے ملاقات

ابھی آپ اسی سعی میں تھے کہ بذریعہ تار مدینہ منورہ یہ اطلاع پہنچی کہ غازی انور پاشا اور غازی جمال پاشا کمانڈر انچیف محاذ مصر و حجاز مدینہ منورہ تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حضرات سے ملنے کی خواہش کی چنانچہ گفتگو کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا گیا اور حضرت شیخ الہند نے تمام حالات غازی صاحب موصوف کے سامنے رکھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ تمام ہندوستانی باشندے متحد ہو کر آزادی کے سلسلے میں آواز بلند کریں۔ ہم ہر ممکن طریقہ پر ان کے ساتھ تعاون کریں گے۔ موصوف سے گفتگو اور ملاقات کے بعد حضرت

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک جہاد کے مرکز یاغستان پہنچنے کی کوشش کی لیکن آپ کو اس سلسلے میں کامیابی نہ ہوسکی کیونکہ روسی فوجیں ترکی اور افغانستان کے درمیان حائل تھیں، دوسری جانب ہندوستان کی واپسی یوں مناسب نہ تھی کہ انگریزوں کو آپ کی جدوجہد کا علم ہوچکا تھا۔ ہندوستان پہنچتے ہی آپ کی گرفتاری یقینی تھی اور اس تحریک کو سخت نقصان پہنچتا، ان تمام باتوں کے باوجود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ کسی طرح جدہ سے بادبانی جہاز کے ذریعہ بمبئی پہنچیں اور خفیہ طریقہ پر وہاں سے بلوچستان ہوتے ہوئے یاغستان پہنچ جائیں۔

حضرت شیخ الہندؒ و شیخ الاسلامؒ کی گرفتاری

اسی اثنا میں حاکم حرمین شریفین نے انگریزوں کی سازش سے ترکوں کے خلاف بغاوت کردی اور جب برطانوی حکومت کی امداد سے وہ اپنی بغاوت میں کامیاب ہوگیا تو انگریزوں کے اشارے پر حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ کے پاس دستخط کے لئے ایک فتویٰ بھجوایا جس میں ترکوں کی تکفیر کی گئی تھی، حضرت شیخ الہندؒ نے دستخط کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اس پر شریف حسین نے آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو جس میں مولانا حکیم نصرت حسین صاحب، مولانا عزیز گل صاحب اور مولانا وحید احمد صاحب مدنی شامل تھے گرفتار کرکے انگریزوں کے حوالے کردیا۔ یہ گرفتاری ۱۳۳۵ھ کو عمل میں آئی حضرت شیخ الاسلامؒ انگریزوں کے خلاف تقریر کرنے کے جرم میں گرفتار کئے جاچکے تھے ان کو بھی جدہ پہنچا کر حضرت شیخ الہند کے ہمراہ کردیا گیا۔ بعدازاں ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو یہ اسیران ظلم وستم مصر روانہ کردیئے گئے جہاں ایک خاص سیاسی قید خانہ میں ان کو رکھا گیا۔ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کال کوٹھری میں بند کیا گیا تھا۔ تقریباً ہر شخص کو یقین تھا کہ پھانسی کی سزا ہوگی لیکن مشیت ایزدی میں آپ حضرات کی حفاظت تھی اس لئے بجائے پھانسی اسارت مالٹا کی سزا تجویز ہوئی۔

مالٹا میں ورود

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو یہ تمام حضرات مالٹا روانہ کردیئے گئے اور ۲۹ ربیع الثانی کو جزیرہ مذکورہ میں پہنچ گئے۔ اسارت مالٹا

کی مدت تقریباً تین سال ہے۔ اس فرصت میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے استاذِ محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی بے نظیر خدمت انجام دی اور اپنی دیرینہ آرزو حفظ قرآن کریم کی تکمیل فرمائی، علاوہ ازیں ترکی زبان بھی سیکھ لی۔ نیز حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جو ترجمہ قرآن مجید فرما رہے تھے اس میں آپ معاون رہے۔ جزیرہ مالٹا میں تقریباً تین ہزار قیدی تھے جن کا تعلق جرمنی، آسٹریا، بلغاریہ، ترکی اور شام وغیرہ سے تھا۔ ان قیدیوں میں ہر قسم کی لیاقت اور صلاحیت کے لوگ موجود تھے۔ فوج کے بڑے بڑے افسران، سیاسی لیڈر، علمائے دین اور مختلف علوم وفنون کے ماہرین کی کمی نہ تھی۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا رابطہ مختلف الخیال اشخاص سے رہا اور سبھی حضرات آپ کا اور آپ کے استاد محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت ادب واحترام کرتے تھے۔ بین الاقوامی مفکرین سے تبادلۂ خیالات کے ذریعہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اکثر حضرات کو متاثر کر چکے تھے اور اپنی معلومات میں بھی اضافہ فرمایا تھا۔

مالٹا سے رہائی اور ہندوستان واپسی

جنگ عظیم کے اختتام پر ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ کو ان تمام حضرات کی رہائی کا حکم ہوا۔ مالٹا سے روانگی کے وقت لوگوں کا آپ حضرات کے ساتھ والہانہ تعلق قابلِ دید تھا۔ ترکی حکومت کے صدر اعظم اور شیخ الاسلام خیر الدین آفندی سے لے کر نیچے کے عہدہ داروں تک سب کے سب ان حضرات کو بچشم نم رخصت کرنے کے لئے موجود تھے۔ انگریز افسران حیران تھے کہ اس قسم کے اعزاز واکرام اور اظہار مودت کا معاملہ کسی بڑے سے بڑے لیڈر اور قائد کے ساتھ بھی نہیں ہوا۔ پھر ان بوریہ نشینوں میں کیا بات ہے جس نے سبھی کو گرویدہ بنا لیا۔ مالٹا سے روانگی کے بعد یہ حضرات کچھ دن مصر میں قیدیوں کے کیمپ میں رکھے گئے بعد ازاں آپ حضرات کو بمبئی لاکر رہا کر دیا گیا۔ بمبئی پہنچکر حضرت شیخ الاسلام نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حسب مشورہ مدینہ جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دہلی ہوتے ہوئے دیوبند تشریف لے آئے۔ یہاں سے آپ کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔

آپ حضرات جس وقت ہندوستان تشریف لائے اس وقت خلافت کمیٹی پوری طرح مصروف عمل تھی اور مولانا محمد علی و شوکت علی نیز ڈاکٹر انصاری و مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہم کی قیادت میں تحریک آزادی شد و مد کے ساتھ جاری تھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بمبئی پہنچتے ہی تحریک آزادی کی مکمل حمایت کا اعلان فرما دیا، مالٹا کی طویل اسارت اور وہاں کی سخت ترین مشقتیں آپ کے پائے ثبات و استقلال میں کسی قسم کا تزلزل پیدا نہ کر سکی تھیں۔ اسارت مالٹا کے زمانے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی صحت بری طرح متاثر ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ اپنا یہ ارادہ پورا نہ فرما سکے کہ ہندوستان کے طول و عرض کا دورہ کر کے رائے عامہ کو حصول آزادی کے لئے مزید ہموار کیا جائے۔ تقریباً پانچ ماہ علیل رہ کر ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں ڈاکٹر انصاری صاحب کی کوٹھی پر آپ کا وصال ہو گیا اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کا بار اٹھانا پڑا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت بمبئی نزول فرمایا تھا اس وقت حضرت شیخ الہندؒ و حضرت گنگوہی کے خادم خاص جناب حافظ زاہد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ کی صدر مدرسی کے لئے باصرار آمادہ کر لیا تھا اور اس سلسلے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت لے لی گئی۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام کئی ماہ امروہہ میں مقیم رہے لیکن چند ماہ کے بعد ہی حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا کہ تمہارے بغیر میرے لئے کام کرنا دشوار ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد جب مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے کلکتہ میں سرکاری مدرسہ عالیہ کے مقابلے میں ایک دوسرا تعلیمی ادارہ قائم کیا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا عالم طلب کیا جو تدریس حدیث میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتا ہو، تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے حالات سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ آپ کو اس خدمت کی انجام دہی کے لئے کلکتہ روانہ فرما دیا۔ رخصت کرتے وقت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا اور نہایت رقت آمیز کیفیت کے ساتھ معانقہ کر کے آپ کو رخصت کیا۔ یہ الوداعی ملاقات دراصل جانشینی کی طرف واضح اشارہ تھی۔ آپ استاد محترم

سے رخصت ہو کر ابھی امروہہ ہی پہنچے تھے کہ حضرت شیخ الہند کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع موصول ہوئی۔ آپ فوراً دیوبند واپس پہنچے لیکن حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین ہو چکی تھی۔ دیوبند میں چند روز قیام کے بعد حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جب کلکتہ جانے کا ارادہ کیا تو حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم نے اس بات پر اصرار فرمایا کہ آپ دارالعلوم ہی میں فرائض تدریس انجام دیں۔ چونکہ حضرت شیخ الہند کی حیات ہی میں مجلس شوریٰ یہ طے کر چکی تھی کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ جس وقت بھی حجاز سے واپس تشریف لائیں گے دارالعلوم میں بحیثیت مدرس فرائض تدریس انجام دینگے اس لئے حضرت حافظ احمد صاحبؒ نے اس بات پر خاص طور سے زور دیا کہ دارالعلوم دیوبند ہی میں رہیں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی شدید بیماری میں جبکہ وہ خود میری حاضری اور موجودگی کی ضرورت محسوس فرماتے تھے۔ مجھے کلکتہ روانگی کا حکم دیا تو اب کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حکم کو پس پشت ڈال دیا جائے الغرض آپ نے حافظ احمد صاحبؒ کو کسی طرح راضی کر لیا اور کلکتہ پہنچ کر حدیث کے اسباق شروع فرما دیئے۔ لیکن چونکہ پورے ملک نے آپ کو جانشین شیخ الہند تسلیم کر لیا تھا اور آپ کی فروتنی وانکساری کے باوجود یہ لقب خود بخود زبان زد خاص و عام ہو چکا تھا۔ اس لئے تمام سیاسی مسائل میں قوم کی نگاہیں آپ ہی کی جانب اٹھتی تھیں اور سیاسی اجتماعات کے سلسلے میں برابر آپ کو اسفار پیش آتے رہتے تھے چنانچہ مولوی بازار کلکتہ اور ضلع رنگپور کے عظیم الشان جلسہائے خلافت وجمعیۃ کی صدارت کے فرائض آپ ہی نے انجام دیئے۔ بعد ازاں سیوہارہ ضلع بجنور میں جمعیۃ وخلافت اور کانگریس کے عظیم الشان جلسے ساتھ ساتھ ہوئے تو خلافت کے جلسے کی صدارت کے لئے آپ ہی کو منتخب کیا گیا تھا اس کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور کے سالانہ جلسے میں تشریف آوری ہوئی بعد ازاں کراچی کے مشہور جلسے میں شرکت فرمائی الغرض مسلسل اسفار اور سیاسی مصروفیات کے باعث آپ سے کلکتہ کی ملازمت نبھ نہ سکی اور وہاں سے معاملہ ختم ہو گیا۔

مقدمۂ کراچی | ۸، ۹، ۱۰ جولائی ۱۹۲۱ء کو کراچی میں خلافت کمیٹی کے عظیم الشان

اجلاس ہوئے جن میں مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی بھی شریک تھے۔ چونکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں ترک موالات کی تحریک چل چکی تھی اور حضرت شیخ الہندؒ و حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی نیز ہندوستان کے تقریباً پانچسو علماء ترک موالات کے سلسلے میں فتوے دے چکے تھے۔ اسی اسپرٹ کو برقرار رکھتے ہوئے مذکورہ اجلاسوں میں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تجویز پیش فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ انگریزوں کی فوج میں ملازم رہنا، بھرتی ہونا، یا اس کی دوسروں کو ترغیب دینا حرام ہے اور ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ جو لوگ فوج میں ہیں ان تک یہ حکم پہنچائے اور فوج سے علیحدہ ہو جانے کی ترغیب دے۔ مولانا محمد علی اور دیگر لیڈروں نے اس تجویز کی تائید کی۔

گرفتاری حکومت کی نظر میں چونکہ مذکورہ تجویز نہایت سنگین جرم تھی اس لئے حضرت شیخ الاسلام، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر کچلو وغیرہ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے۔ حضرت شیخ الاسلام اس وقت دیوبند میں آستانہ حضرت شیخ الہند پر قیام پذیر تھے۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۱ء کو حکومت کے افسران مع مسلح پولیس حضرت شیخ الہندؒ کے مکان پر آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے پہنچے۔ یہ خبر یکایک پورے شہر میں پھیل گئی۔ بازار میں ہڑتال ہو گئی اور ہزار ہا ہندو مسلم پبلک آستانہ شیخ الہند پر پہنچکر مزاحمت کے لئے تیار ہو گئی۔ بڑی مشکل سے حالات پر قابو حاصل ہو سکا۔ اس وقت تو آپ کی گرفتاری عمل میں نہ آسکی لیکن رات کے وقت تین بجے انگریز افسران مع مسلح پولیس اور گورکھا فوج آستانہ حضرت شیخ الہند پر پہنچے۔ لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ کسی قسم کی مزاحمت نہ فرمائی۔ اسٹیشن پر اسپیشل موجود تھا۔ آپ کو اس میں سوار کرایا گیا اور وہ فوراً روانہ ہو گیا۔

مقدمہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۱ء سے مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مسلح پولیس اور فوج عدالت کے گرد و پیش کثیر تعداد میں موجود تھی۔ ۲۸ ستمبر کو مولانا محمد علی صاحب کا بیان لیا گیا۔ مولانا مرحوم نے ایک طویل تقریر فرمائی اور تسلیم کیا کہ وہ ریزولیشن جس سے انگریزی حکومت کو بغاوت کا اندیشہ ہے جلسہ میں پیش ہوا اور میں نے ایسے شخص کی تائید کی

جس کو میں اپنا آقا، سردار اور بزرگ کہنا باعث فخر سمجھتا ہوں اور وہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ کا بیان شروع ہوا۔ لیکن آپ کی تقریر ایسی دقیق اردو میں تھی کہ نہ مجسٹریٹ کچھ سمجھ سکا اور نہ اس کا پیشکار۔ اس لئے اگلے روز ۹ ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو مجسٹریٹ نے مترجم کا انتظام کیا۔ تب آپ نے بیان دیا۔ بیان کیا تھا "افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" کی عملی تشریح تھی اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مذہبی فرائض کی ادائیگی میں کسی قسم کی رکاوٹ کو برداشت نہ کرے۔ اس لئے ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں احکام خداوندی لوگوں تک پہنچاؤں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے خلاف ناحق ہتھیار اٹھانا حرام ہے۔ فرمایا: چونکہ لائڈ جارج اور چرچل نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ جنگ اسلام اور برطانیہ کے درمیان ہے لہذا ہمارا اہم ترین فرض ہے کہ ہم اعلان کر دیں کہ اسلام دشمن طاقتوں سے مقابلہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ مسلمان گورنمنٹ کے لئے اسی حد تک وفادار ہو سکتا ہے جہاں تک کہ مذہب اجازت دے۔ اگر گورنمنٹ مذہبی آزادی کے سلسلے میں ملکہ وکٹوریہ کے اعلان کی تعمیل نہیں کرنا چاہتی ہے تو ہر مسلمان اپنے مذہب پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوگا اور میں پہلا شخص ہوں کہ اپنی جان قربان کر دوں گا!

مذکورہ جملے پر مولانا محمد علی مرحوم نے آگے بڑھ کر حضرت شیخ الاسلامؒ کے قدم چوم لئے۔

ان بیانات کے بعد حضرت شیخ الاسلام معہ رفقاء سیشن سپرد کر دیئے گئے ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو مقدمہ جوڈیشنل کمشنر سندھ کی عدالت میں شروع ہوا اور ۲۸ ر اکتوبر کو حضرت شیخ الاسلام سے بیان لیا گیا۔ آپ نے فرمایا:۔

" ۱۸۵۷ء میں حکومت برطانیہ نے ہندوستانیوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے اعلان شاہی جاری کیا تھا جس میں مکمل مذہبی آزادی کی گارنٹی دی گئی تھی۔ اس اعلان کی روشنی میں ہم نے جو کچھ کہا وہ قطعاً جرم نہیں ہے۔ میں اپنے مذہب کو اور ہندو اپنے دھرم کو خوب سمجھتے ہیں۔ یہ مذہبی معاملہ ہے۔ اس کا فیصلہ کرنا لارڈ ریڈنگ کا نہیں بلکہ علماء کا کام ہے۔ حکومت نے اپنے سامراجی مقاصد کی تکمیل کے لئے محکمہ فوج و پولیس قائم کیا ہے لو اس میں

بھرتی ہونے والوں کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ حکومت کے حکم کی تعمیل میں ہر مسلمان وہندو وغیرہ پر تلوار کھینچ لیں۔ مگر ہر مسلمان کے لئے ایسا کرنا شرعاً حرام ہے۔ اس لئے یہ ملازمت بھی شرعاً حرام اور ناجائز ہوئی۔ قرآن کریم میں سات مقامات پر قتل مسلم کی ممانعت آئی ہے اور مذہبی کتب میں قتل مسلم کو کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً شراب اور سور کا استعمال شرعاً حرام ہے لیکن اگر ان کے عدم استعمال کی صورت میں ہلاکت کا خوف ہو تو ان کے استعمال کی شرعاً اجازت ہے لیکن اپنی جان بچانے کے لئے کسی مسلمان کو ہلاکت میں ڈالنا کسی طرح جائز نہیں خواہ اپنی جان ہی کیوں نہ جاتی رہے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم قرآن کریم کا حکم لوگوں تک پہنچائیں اور چونکہ ملکہ وکٹوریہ کی جانب سے اعلان ہو چکا ہے کہ مذہبی امور میں مداخلت نہیں کی جائے گی لہٰذا جن لوگوں نے مداخلت بیجا کر کے ہمیں تنگ کیا ہے دراصل وہی حکم شاہی کی خلاف ورزی کے ذمہ دار ہیں اور میں ایک بار پھر ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے لئے برطانوی فوج کی ملازمت حرام ہے۔

فیصلہ یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو اس مشہور تاریخی مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ اور آپ کے رفقاء کو دو دو سال کی قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ آپ کو سابرمتی جیل منتقل کر دیا گیا اور دیگر حضرات دوسرے جیلوں میں رکھے گئے۔ کراچی کے زمانہ اسارت میں مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے حضرت شیخ الاسلامؒ سے ترجمہ قرآن مجید پڑھا۔

رہائی دو سال کے بعد آپ کو رہا کر دیا گیا۔ دیوبند وغیرہ میں آپ کے استقبال کے لئے عظیم الشان تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ لیکن حضرت شیخ الاسلامؒ شہرت سے نفرت اور طبعی تواضع و فروتنی کے باعث رات کے دو بجے بغیر کسی اطلاع کے آستانہ حضرت شیخ الہندؒ دیوبند پہنچ گئے۔ رہائی کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ اور آپ کے رفقاء کو مختلف اور متنوع مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، ایک جانب ارتداد و شدھی کی تحریکوں کا زور تھا اور دوسری جانب انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی کو برقرار رکھنے کی کوششیں جاری تھیں۔ چنانچہ حضرت

شیخ الاسلامؒ اور مولانا محمد علی مرحوم وغیرہ مدبرین نے انتہائی حکمت عملی اور پامردی سے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے شدھی اور ارتداد کی تحریک کو ناکام بنا دیا اور انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی کی شدت میں فرق نہ آنے دیا۔

دسمبر ۱۹۲۳ء میں کوکناڈا میں جمعیۃ العلماء ہند کا عظیم الشان پانچواں اجلاس ہوا اور اس کی صدارت کے لئے حضرت شیخ الاسلامؒ کو منتخب کیا گیا۔

اس کے بعد ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۷ء تک آپ سلہٹ (آسام) کے جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔

دارالعلوم کی صدارت

۱۳۴۶ھ میں جبکہ دارالعلوم دیوبند اندرونی خلفشار کا شکار ہوگیا اور حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند اور آپ کے رفقاء کے استعفاء کے باعث دارالعلوم کے وجود ہی کو خطرہ پیدا ہوگیا تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور دیگر اراکین مجلس شوریٰ نے حضرت شیخ الاسلامؒ سے عہدۂ صدارتِ تدریس کو سنبھالنے کے لئے اصرار کیا اور آپ نے دارالعلوم کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پیش کش کو چند شرائط کے ساتھ قبول فرما لیا اس طرح درس و تدریس کے ساتھ ہی سیاسی تحریکات میں شرکت کا سلسلہ بھی جاری رہا اور جمعیۃ علماء ہند اور کانگریس کی ہر قسم کی جدوجہد میں قائدانہ حصہ لیتے رہے۔

۱۹۳۲ء میں جب کانگریس اور جمعیۃ العلماء نے حکومت کے خلاف ستیہ گرہ کیا تو جمعیۃ العلماء کی طرف سے آپ ڈکٹیٹر بنائے گئے اور جب کہ آپ دیوبند سے دہلی تشریف لے جا رہے تھے۔ مظفر نگر اسٹیشن پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور تقریباً ڈیڑھ ہفتہ کے بعد رہا کر دیا گیا۔

مسلم لیگ کے ساتھ تعاون

۱۹۳۶ء میں مسٹر جناح اور دوسرے لیگی لیڈروں نے دہلی میں جمعیۃ علماء کے اکابر سے مل کر لیگ اور جمعیۃ کے اتحاد کے لئے کوشش کی۔ ممتاز لیگی حضرات نے اکابر جمعیۃ کو یقین دلایا کہ وہ

حکومت پرست افراد سے سخت بیزار ہو چکے ہیں اور مسلم لیگ سے غلط اور خوشامد پسند و حکومت نواز اشخاص کو نکال کر حریت پسند اور وطن دوست افراد کو لیگ میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اراکین جمعیۃ العلماء ہند نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر مسلم لیگ حکومت پرست افراد سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے حریت پسند گروپ کے ساتھ مل جائے تو پھر مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ متحد ہو جائے گا اور مسلمانوں کے اندرونی اختلافات ختم ہو جائیں گے حضرت شیخ الاسلام کو (جبکہ آپ پنجاب کے دورہ پر تھے) بذریعہ تار دہلی طلب کیا تاکہ صورت حال آپ کے سامنے بھی رکھی جائے۔ چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جماعتی مشوروں پر عمل پیرا ہونے کیلئے تیار رہتے تھے آپ نے اراکین جمعیۃ کے ساتھ اتفاق فرمایا اور اس کے نتیجے میں مسلم لیگ اور جمعیۃ العلماء کا اتحاد عمل میں آیا۔ بعد ازاں آپ نے پورے ہندوستان کا دورہ فرما کر مسلم لیگ کے لئے میدان ہموار کیا اور اس جماعت کے تن نیم جان میں ایک نئی روح پھونک دی جس کا اعتراف پورے انشراح کے ساتھ چودھری خلیق الزماں کو بھی اپنے بعض مکاتیب میں کرنا پڑا لیکن الیکشن میں نمایاں کامیابی کے بعد مسلم لیگ اپنے وعدے پر قائم نہ رہ سکی اور جن لوگوں کو حکومت پرست اور ٹوڈی کہہ کر مسلم لیگ سے نکال دیا تھا ان سے دوبارہ تعلق قائم کر لیا نیز شرعی امور میں جمعیۃ العلماء کی رائے کے احترام کا جو وعدہ کیا گیا تھا اسے بھی نظر انداز کر دیا گیا جب الیکشن میں کامیابی کے بعد ان لوگوں کو ان کے عہد یاد دلائے گئے تو انہوں نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ وہ سب تو پولیٹیکل وعدے تھے۔ ان کا اعتبار کیا؟ حضرت شیخ الاسلام نے جب یہ مایوس کن صورت حال دیکھی تو آپ مسلم لیگ سے علیحدہ ہو گئے۔

جمعیۃ العلماء کی صدارت اور ۱۹۴۲ء میں گرفتاری

۱۹۴۰ء میں جب حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب (سابق صدر جمعیۃ علماء ہند) خرابی صحت کی بناء پر جمعیۃ العلماء کی صدارت کے لئے تیار نہ ہوئے تو حضرت شیخ الاسلام کو جمعیۃ العلماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا۔ جون ۱۹۴۲ء میں آپ کو ایک خلاف قانون تقریر کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا اور عدالت سے چھ ماہ بامشقت اور پانچسو روپے جرمانے کی سزا دی گئی۔ چھ ماہ پورے ہونے کے بعد اگرچہ آپ کی سزا کی میعاد ختم ہو گئی تھی لیکن

حکومت نے آپ کو رہا نہیں کیا بلکہ غیر معینہ مدت کے لئے نظر بند کردیا۔ پھر ۲۲ جنوری ۱۹۴۳ء کو آپ مراد آباد جیل سے نینی جیل الہ آباد منتقل کر دیئے گئے اور وہاں تقریباً انیس ماہ نظر بند رہے۔ دو سال دو ماہ کی یہ مدت اسارت اس وقت ختم ہوئی جبکہ ۲۶ اگست ۱۹۴۴ء کو آپ بلا شرط رہا کر دیئے گئے۔

۱۹۴۷ء کا پر آشوب دور

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے عرصۂ عافیت تنگ ہو گیا۔ پنجاب، دہلی اور مغربی یو۔ پی کے بعض اضلاع کو قیامت خیز تباہیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ مسلمانوں کی واحد نمائندگی کے دعویدار مسلم لیگی اکابر پاکستان تشریف لے گئے۔ اندیشہ تھا کہ مشرقی پنجاب کی طرح مغربی یو۔ پی کا پورا علاقہ بھی مسلمانوں سے خالی نہ ہو جائے ان حالات میں حضرت شیخ الاسلام نے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ گھوم کر مسلمانوں کو ثابت قدم رہنے اور خدا پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی، دوسری جانب اعلیٰ حکام اور وزراء کو بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ روزانہ ٹیلیفون کھڑکھڑاتے ان سے جاکر ملاقاتیں کرتے اور جن علاقوں میں فسادات کا خطرہ ہوتا وہاں پہنچکر فرماتے کہ تم خود حملہ مت کرو! کسی کو نقصان مت پہنچاؤ! لیکن اگر کوئی تم پر چڑھ کر آئے تو اسے ایسا دنداں شکن جواب دو کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔ غرضیکہ اس بوڑھے مجاہد نے قوم وملت کی خیر خواہی کے لئے دن رات ایک کر دیا اور مسلمانوں میں اعتماد و استقلال کی روح پھونک دی۔

بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے مغربی یو۔ پی میں مسلمانوں کے قیام اور ان کی بقا کا سہرا آپ ہی کے سر ہے جس طرح کہ دہلی میں فسادات کے دوران مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کی خدمات یادگار رہیں گی ورنہ فرقہ پرستوں کی تو اسکیم یہ تھی کہ یو۔ پی کا اکثر حصہ اور تمام مشرقی پنجاب و دہلی کو مسلمانوں سے خالی کرالیا جائے تاکہ اسلامی تہذیب و تمدن کے مراکز کا ہندوستان میں نام ونشان باقی نہ رہے۔

الغرض حضرت شیخ الاسلام نے ۱۹۴۷ء کے پُر آشوب دور میں مسلمانوں میں استقلال وخود اعتمادی کا جذبہ پیدا فرمایا اور اس کے بعد وصال تک برابر ان کی اصلاح و روحانی تربیت، فلاح وبہبودی میں مصروف رہے

سفرِ آخرت

۱۹۵۷ء گرمی کا موسم تھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ڈیڑھ ماہ کے دورے پر مدراس کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر جمعہ کے دن اگست کی ابتدائی تاریخوں کو تنفس کی شدید شکایت پیدا ہو جانے کے باعث صرف بیس دن بعد لوٹ آئے۔ دارالعلوم والوں اور اعزہ و اقارب کو خوشی تھی کہ حضرت قبل از وقت تشریف لے آئے۔ مگر ساتھ ہی حیرانی اور تعجب بھی تھا کہ حضرت اپنے پروگرام کو کسی بھی واقعہ یا ارضی و سماوی حادثہ کے باعث ملتوی نہیں کرتے تھے۔ بعد میں مولانا اسعد مدنی جو رفیق سفر تھے، ان سے معلوم ہوا کہ حضرت کو بہت زیادہ تکلیف ہو گئی تھی کہ آئندہ سفر جاری رکھنا خطرناک تھا۔ زیادہ چلنے یا تقریر کرنے سے سانس پھول جاتا تھا جس سے حضرت مجبور ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ دیوبند میں تشریف آوری کے بعد اس خطرناک بیماری میں بھی باوجود منع کرنے کے آٹھ نو دن سبق پڑھاتے رہے۔ بالآخر مجبور ہو کر سبق بند کیا۔ اور بڑے دکھ کے ساتھ باضابطہ دارالعلوم سے رخصت لی اور سہارنپور جاکر ایکسرے کرایا۔ اور سفر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری سے رائپور جاکر ملاقات کی۔ ایکسرے سے پتہ چلا کہ پھیپھڑے ٹھیک ہیں مگر گردے میں خرابی ہے۔ اس اثنا میں خطوط کے جواب تصنیف مطالعہ وغیرہ بھی کچھ کرتے رہے اور نماز کے لئے مسجد میں آتے رہے بعد میں ڈاکٹروں کے شدید اصرار پر پندرہ روز کے لئے جملہ مشاغل ترک فرما دیئے مگر نماز ایک دن بھی بیٹھ کر نہیں پڑھی۔ مسجد میں جانے سے ڈاکٹروں کا روکنا اتنا شاق گزرا کہ ہر وقت انکی کوفت چہرے پر عیاں رہتی۔ مطالعہ اس دوران بھی جاری رہا۔ وہیں کمرے سے اٹھ کر چارپائی سے اتر کر اپنے حجرے آتے۔ ہمیشہ نماز با جماعت پڑھتے۔ فرائض تو ایک طرف سنن اور نوافل بھی کھڑے ہو کر پڑھتے۔ وصال سے تین دن قبل تنفس اور سینے کی تکلیف ختم ہو گئی۔ عام خیال تھا کہ صحت ہو گئی اب کمزوری باقی ہے۔

بجز کے معلوم تھا کہ کچھ دیر بعد اس تاریک دور میں علم و عرفان کا یہ چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے گا۔ چنانچہ تقریباً تین بجے بعد نماز ظہر بروز جمعرات ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ کو آپ اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بھی ۱۳ جمادی الاولیٰ بروز جمعرات بعد نماز ظہر ہوا۔ اور یہی وقت و تاریخ و مہینہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا ہے۔

قرب و جوار کے شہروں میں اسی وقت فون پر یہ وحشتناک خبر پہنچ گئی۔ لوگ دیوانہ وار دیوبند پہنچ گئے دور والوں کے لوگوں کا خیال تھا کہ جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ تدفین عمل میں آئے گی۔ مگر صاحبزادہ مولانا محمد اسعد صاحب نے فرمایا کہ اباجان ساری عمر سنت نبویہ کے شیدائی رہے لہٰذا ہمیں بھی سنت کے مطابق تدفین میں جلدی کرنی چاہئے۔ بہرحال جلدی کی پوری کوشش کی گئی۔ تاہم اپنے ہوش و حواس سنبھالنے اور غسل و کفن کے انتظام میں تقریباً چار گھنٹے لگ گئے نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

قبرستان اگرچہ ایک فرلانگ کے فاصلہ پر تھا تاہم کثرت ہجوم کے باعث دو گھنٹے لگ گئے اور بالآخر، عین اس وقت آپ کی تدفین عمل میں آئی جس وقت کہ روزانہ آپ تہجد میں اپنے رب کے حضور پیش ہوتے تھے۔ لیکن آج کی پیشی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تھی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

(از بیس بڑے مسلمان ملخصاً)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بالواسطہ و بلا واسطہ تلامذہ کی تعداد شاید لاکھوں تک پہنچ جائے۔ صرف دارالعلوم میں جن حضرات کو آپ نے حدیث کی اجازت دی اور انہوں نے سند فراغت حاصل کی ان کی تعداد تین ہزار آٹھ سو چھپن ہے ایک سو سڑسٹھ ۱۶۷ سالکین و مریدین کو آپ نے اجازت بیعت مرحمت فرمائی۔

آپ کی تصانیف میں الشہاب الثاقب، سفرنامہ اسیر مالٹا، متحدہ قومیت، نقش حیات، مکتوبات، مشہور و معروف ہیں ان کے علاوہ بھی بعض مطبوعہ خطبہائے صدارت اور تقاریر دستیاب ہیں۔

شجرۂ طریقت

اگرچہ حضرت شیخ الاسلام چاروں سلسلوں میں بیعت فرمایا کرتے تھے لیکن یہاں صرف شجرۂ مشائخ چشت پیش کیا جاتا ہے ۔

اسماء	جائے ولادت یا سن پیدائش	سن وفات	مقام دفن
۱۔ شیخ الاسلام سیدنا و مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ	قصبہ بانگرمئو ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ ۶ راکتوبر ۱۸۷۹ء	۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ ۵ ردسمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات	مقبرۂ قاسمی دیوبند
۲۔ قطب الزماں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	گنگوہ ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ	۹ رجمادی الثانی ۱۳۲۳ھ	گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی
۳۔ حضرت حاجی شیخ امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ	تھانہ بھون ضلع مظفرنگر	۱۲ رجمادی الثانی ۱۳۱۷ھ	مکہ معظمہ
۴۔ حضرت شیخ نور محمد صاحب جھنجھانویؒ	جھنجھانہ ضلع مظفرنگر	۴ ررمضان المبارک ۱۲۵۹ھ	جھنجھانہ ضلع مظفرنگر
۵۔ حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ	افغانستان	۲۷ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ	پنجتار صوبہ سرحد
۶۔ حضرت شیخ عبدالباری امروہویؒ	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد	۶ رمحرم ۱۲۲۶ھ	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد

اسماء	جائے ولادت یا سن پیدائش	سن وفات	مقام دفن
٧۔ حضرت شیخ عبدالہادی صاحب امروہوی رح	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد	٣ رمضان المبارک ١١٩٠ھ	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد
٨۔ حضرت شیخ عضدالدین امروہوی رح	〃 〃 〃	٢٧ رجب ١١٦٠ھ	〃 〃 〃
٩۔ حضرت شیخ محمد مکی رح	مکہ معظمہ	١١ رجب × ×	〃 〃 〃
١٠۔ حضرت شیخ شاہ محمدی	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد	٣ رجب × ×	اکبرآباد موتی گڈھ
١١۔ حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی	صدر پور	٩ رجب × ×	الہ آباد
١٢۔ حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی	گنگوہ ضلع سہارنپور	سنہ ١١٤٠ھ	گنگوہ ضلع سہارنپور
١٣۔ حضرت شیخ نظام الدین بلخی	تھانیسر ضلع کرنال پنجاب	سنہ ١٠٣٥ھ	بلخ
١٤۔ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رح	ولادت سنہ ٨٩٤ھ	سنہ ٩٨٩ھ	تھانیسر ضلع کرنال پنجاب
١٥۔ حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح	قصبہ ردولی ضلع بارہ بنکی یوپی سنہ ٨٩٠ھ	سنہ ٩٤٤ھ یا سنہ ٩٤٥ھ	گنگوہ ضلع سہارنپور
١٦۔ حضرت شیخ محمد ردولوی رح	ردولی ضلع بارہ بنکی	١٧ صفر سنہ ٨٩٠ھ	ردولی ضلع بارہ بنکی یوپی
١٧۔ حضرت شیخ احمد عارف ردولوی رح	〃 〃 〃	١٧ صفر سنہ ٨٦٢ھ	〃 〃 〃
١٨۔ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رح	〃 〃 〃	١٥ جمادی الثانی سنہ ٨٣٦ھ	〃 〃 〃

اسماء	جائے پیدائش یا سن ولادت	سنہ وفات	مدفن
۱۹ حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاءؒ پانی پتی	پانی پت ضلع کرنال پنجاب	۷۶۵ھ	پانی پت ضلع کرنال پنجاب
۲۰ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ	ترکستان	۷۱۶ھ	" " "
۲۱ حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابرؒ	۵۹۲ھ	۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ	پیران کلیر شریف ضلع سہارنپور
۲۲ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ	ملتان رمضان المبارک ۵۶۹ھ	غالباً ۶۶۸ھ	پاک پٹن شریف
۲۳ حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ	اوش توابع فرغانہ	۶۶۳ھ	دہلی مہرولی شریف
۲۴ حضرت شیخ المشائخ مرکز الطریقت معین الدین حسن سنجریؒ	سجستان یا سیستان	غالباً ۶ رجب ۶۳۲ھ	اجمیر شریف
۲۵ حضرت شیخ عثمان ہارونیؒ	قصبہ ہارون توابع خراسان		مکہ معظمہ
۲۶ حضرت شیخ سید شریف زندنیؒ	زندانہ توابع بخارا	۳ رجب ۶۲۱ھ	زندانہ بخارا
۲۷ حضرت شیخ مودود الچشتی	چشت ۴۲۰ھ	غالباً ۵۲۷ھ	چشت
۲۸ حضرت شیخ ابو یوسف چشتیؒ	" ۳۷۵ھ	یکم جمادی الاولیٰ ۴۵۹ھ	"
۲۹ حضرت شیخ ابو محمد محترم چشتیؒ	" ۳۳۱ھ	۴۱۱ھ	"
۳۰ حضرت شیخ ابو احمد ابدال چشتیؒ	" ۲۶۰ھ	۳۵۵ھ	"

اسماء	ولادت یا جائے پیدائش	سنہ وفات	مدفن
۳۱۔ حضرت شیخ ابو اسحاق شامیؒ	شام	۳۲۹ھ	عکہ از بلاد شام
۳۲۔ حضرت شیخ ممشاد علوی الدینوریؒ	دینور	۲۹۹ھ	قصبہ دینور
۳۳۔ حضرت شیخ ابو ہبیرہ بصریؒ	بصرہ ۲۱۶ھ	۷ شوال ۲۸۷ھ	بصرہ
۳۴۔ حضرت شیخ حذیفہ مرعشیؒ	قصبہ مرعش نواح دمشق	۱۴ شوال ۲۵۲ھ	بصرہ نزد دمشق
۳۵۔ حضرت شیخ سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ	× × ×	یکم شوال ۱۸۲ھ	شام علی الاصح
۳۶۔ حضرت شیخ فضیل بن عیاضؒ	سمرقند	محرم ۱۸۷ھ	جنت المعلیٰ مکہ معظمہ
۳۷۔ حضرت شیخ عبد الواحد ابن زیدؒ	مدینہ منورہ	۲۷ صفر ۱۷۷ھ	بصرہ
۳۸۔ حضرت شیخ الشیوخ امام الاولیاء خواجہ حسن بصریؒ	مدینہ منورہ	۱۱۰ھ	۔
۳۹۔ حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ	مکہ معظمہ	۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف غالباً
۴۰۔ حضرت سید الانبیاء و المرسلین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مکہ معظمہ ۱۲ ربیع الاول دو شنبہ عام الفیل	دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً

شجرۂ نسب

سیدنا و مولانا سید الاولین و الآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا علی زین العابدین

سید حسین اصغر

سید علی

سید موسیٰ حصہ

سید حسین

سید محمد مدنی المعروف بہ سید ناصر ترمذی

سید حسین

سید علی

حضرت مخدوم سید شاہ [illegible] [illegible] رسول

سید شاہ محمد

سید شاہ عمر

سید شاہ ابوبکر

سید شاہ حمزہ

سید شاہ احمد زاہد

سید شاہ زید

شاہ نور الحق رحمہ اللہ تعالیٰ

شاہ محمد ناصری

شاہ عبدالواحد

شاہ راجو

شاہ منور

شاہ قلندر

شاہ لدھن

شاہ محمود

شاہ محب اللہ

شاہ صبغۃ اللہ

شاہ خیر اللہ

شاہ محمد ماہ شاہی

شاہ ملک

سید شاہ نور اشرف

سید جہانگیر بخش

سید پیر علی

سید حبیب اللہ

سیدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ و قدس اسرارہم

وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ

الحمد للہ والمنہ کہ تالیف شریف حضرت امام جلیل فاضل نبیل وحید العصر فرید الدہر قطب سماء التحقیق ومرکز دائرۃ التدقیق ابی حنیفۃ الزمان بخاری الدوران جامع الفروع والاصول ملاذ الانام فی المعقول والمنقول استاذ الحرم المدرس بمسجد النبی الافخم صلی اللہ علیہ وسلم محی السنۃ البیضاء قامع البدعۃ الظلماء مولانا الحاج الفطن الموقد المثبت الحجۃ الناقد المولوی حسین احمد الحنفی مذہباً الحسینی نسباً المدنی اقامۃً والفیض آبادی مولداً والچشتی الصابری الامدادی الرشیدی القادری النقشبندی السہروردی مشرباً

لازالت شموس فیوضہ بازغۃ وسیوف تحقیقاتہ لاعناق اہل الریب کاصمۃ

باظہار الفاظہای حضرات مدینہ منورہ زیدہ شرفاً دربارہ تقییم مجدد المکفرین ضار الاسلام والمسلمین مفتی بریلوی علیہ ما علیہ

یعنی

رجوم المذنبین علی رؤس الشیاطین

واظہار مکائد مفتی بریلوی متعلق سفر حرمین شریفین بہ اعزاز ومہابۃ وتسطیر واقعات چشم دید ومسموعہ باسانید معتبرہ یعنی

الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب

جسمیں اُن ہفوات وہزلیات باطلہ اور افترا ات وبہتانہای کاذبہ کا جواب دیا گیا ہی جنکی بندش مفتی صاحب کی زبان اور قلم سے ہوئی اور علماء ربانیین کے اُن اقوال کی توضیح کیگئی ہی جسمیں کاٹ چھانٹ کرکے حسام الحرمین وتمہید وغیرہ رسائل کو کلمات کفر ومعصیت سے بھرا گیا ہے

ناشر: انجمن ارشاد المسلمین
۶ بی۔ شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور

رجوم المدنیین علی رؤس الشیاطین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

اما بعد: جملہ اہل اسلام ہند کی خدمت میں عرض ہے کہ جناب مولوی احمد رضاخاں صاحب مجدد التکفیر بریلوی کی شان میں جو الفاظ علماء حرمین شریفین نے قبل از واقفیت چار روز کی ملاقات میں کہے تھے اور حسب اخلاق کریمانہ ان کی چند مدائح اپنی اپنی تقاریظ میں تحریر کی تھیں یا اشارۃً وکنایۃً خطبوں میں انکو ملکے جعلی مخالفوں کو کچھ لکھا تھا ان کا مفصل مجموعہ تمہید میں کرکے عوام کو دکھلایا گیا کہ مجدد تضلیل اہل حرمین کے نزدیک اس اعلیٰ درجہ کے بزرگان دین میں سے ہیں اور نہایت لاف وگزاف ان کی تعریف میں مارے گئے تاکہ تحصیل لقمۂ چرب اور شہرت بین الناس کو قوت ہو جو مقصود دلی تھا آوے، مگر جو کچھ وقائع وہاں پر اس کے خلاف یا انکی شان کی اہانت کے ہوئے تھے ان کو بالکل پوشیدہ رکھا گیا۔ اس لئے ہم نے مناسب جانا کہ اپنے رسالہ الشہاب الثاقب کے ابتداء میں چند اوراق ایسے بھی لاحق کردیں جن سے اعلیٰ حضرت مجدد التضلیل کی اس حالت کا اندازہ ہر فرد بشر کو معلوم ہو جائے جو کہ علماء مدینہ منورہ کے نزدیک انکی ہے اور وہ مقدار کمال ان کی ہر شخص پر ہویدا ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص اور مقدس علماء مدینہ طیبہ پر ظاہر ہوئی اور یہ اوراق بمنزلہ طوق گردن مجدد صاحب ہو جاویں اور عوام وخواص پر انکا دھوکہ دینا ظاہر ہو جاوے۔ میں نے اس رسالہ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب میں نقل کردیا ہے کہ جناب مجدد التکفیر صاحب سے جب اخیر ملاقات مولانا السید احمد برزنجی مفتی الشافعیہ دامت برکاتہم کی ہوئی اور وہاں مجدد صاحب نے اپنے رسالہ علم غیب کو پیش کیا اور اس پر تقریظ وتصدیق چاہی چونکہ مفتی صاحب موافق اہل حق تھے اس لئے انھوں نے اس مسئلہ میں مخالفت کی اور مجدد بریلوی کے دلائل کا رد کیا اور دیر تک گفتگو رہی اس مجلس میں اور بھی علماء شریک تھے اس بحث وگفتگو میں ان حضرات پر بریلوی صاحب کی پوری قلعی کھل گئی اور ان کی علمیت وعقائد کا حال ان پر صاف صاف ہویدا ہوگیا چنانچہ مفتی صاحب دام فضلہ نے حسام الحرمین پر جو تقریظ

ولو قيل بحصول العلم لغيره تعالى احد من ائمة الدين فلم يرجع عن ذلك واصر وعاند.	یعنی ورنہ کہاں ان علوم غیر متناہیہ کے حاصل ہونے کو غیر خدا تعالیٰ کے لئے کسی نے بھی دین کے اماموں میں سے کہا ہو تو بھلا احمد رضا نے اس سے اصرار کیا اور عناد کیا

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ علماء مدینہ منورہ کے نزدیک دجال بریلوی تمام علماء دین و ائمہ شرع متین کا مخالف ہے اور باوجود اس کے حق کو قبول نہیں کرتا اور اپنے خیال باطل پر اصرار کرتا ہے اور معاندین حق میں سے ہے۔ حضرات ذرا غور فرماویں کہ یہ الفاظ مجدد بریلوی کی کس شان اور کس مرتبت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی صفحہ سطر ۲ میں فرماتے ہیں۔

ولما كان تزعم هذا غلطا وجرأة على تفسير كتاب الله بغير دليل احببت الآن ان اجمع كلاما مختصرا۔	یعنی اور جبکہ اس شخص کا قول یا گمان غلط تھا اور جرأت تھی کتاب اللہ کی تفسیر پر بلا دلیل تو دوست رکھا میں نے اس کو کہ جمع کروں ایک مختصر کلام کو

اس سے ظاہر ہو گیا کہ مجدد بریلوی کے تحریرات وعقائد از قبیل گمان ہیں اور وہ بھی بالکل غلط اور مع اس کے یہ شخص کتاب اللہ یعنی قرآن کی تفسیر پر جری ہے بلا دلیل تفسیر کرنے کو تیار ہو جاتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من فسر القرآن برایہ فقد کفر یعنی جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو کافر ہو گیا۔ دوسری روایت ہے کہ فلیتبوء مقعدہ من النار یعنی چاہیے کہ ٹھکانہ بنالیوے اپنا دوزخ میں مگر دجال بریلوی کو اس کی کیا پروا۔

اسی صفحہ سطر ۷ میں فرماتے ہیں فیہ بطلان استدلالہ علی مدعاہ یعنی ہمارے رسالہ میں بیان ہے اس بریلوی کے استدلال کے بطلان کا جو کہ اس نے اپنے دعویٰ کے لئے قائم کیا تھا اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس دجال کے استدلال ان کے نزدیک باطل ہیں اور یہ اہل بطلان میں سے ہے۔ اسی صفحہ میں فرماتے ہیں مبینا نقضها وعدم انتهاض وجوه عديدة یعنی بیان کرنے والا ہوں میں اس رسالہ میں اس کی دلیلوں کے ٹوٹنے کو اور ان کے صحیح ہونے کو بہت سی وجوہ سے

اس سے معلوم ہوا کہ اہل مدینہ کے نزدیک مجدد بریلوی کے دلائل منقوض اور غیر صحیح ہیں۔ صفحہ ۵ سطر ۸ میں فرماتے ہیں وبما تقرر اتضح لك بلا ريب بطلان ما ادعاه یعنی اور بہ سبب اس کے کہ ثابت ہوا ظاہر ہو گیا تجھ پر بلا شک باطل ہونا اس کے دعوے کا۔

اسی صفحہ سطر ۱۰ میں فرماتے ہیں وان تهجمه على الاية المذكورة یعنی اس نے ہجوم کیا ہے آیۃ مذکورہ پر۔ واضح ہو کہ ہجوم لغت عرب میں اس کو کہتے ہیں کہ بے علم اور بلا سوچے سمجھے آیت قرآنی کی

تفسیر کرنے پر تھے۔ اور اسی صفحہ سطر ۱۳ میں بعد بیان کرنے اس امر کے کہ مجدد العالمین کی تفسیر پر
قول امام ماتریدیؒ تفسیر بالرائے ہے فرماتے ہیں وانما قلنا انہ معنا قذلک لانہ قطع بمدلول
الآیۃ الکریمۃ فی مدعاہ بلا دلیل قطعی بل بضد ما دلت علیہ الادلۃ القطعیۃ اور جز
خبیث کہ ہم نے کہا دجال بریلوی مصداق تفسیر بالرائے کا ہے اس لئے کہ اس نے یقین کیا کہ آیت کریمہ
اس کے مدعا پر دلالت کرتی ہے بغیر کسی دلیل یقینی کے بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قطعیہ
دلالت کرتی ہیں، دیکھئے اس جگہ صاف طور سے علماء مدینہ منورہ نے دجال مجدد بریلوی کو
رائے سے تفسیر کرنے والا اور مستحق دوزخ و نار قرار دیا ہے۔

صفحہ ۱۵ سطر ۱۷ میں فرماتے ہیں۔ فبطل دعوی المذکور فی الدلالۃ القطعیۃ فی مدعاہ
پس باطل ہو گیا دعویٰ مذکور الصدر شخص یعنی احمد رضاخان کا دربارۂ دلالت قطعیہ کے اپنے
دعویٰ پر۔

صفحہ ۱۵ سطر ۱۹ میں فرماتے ہیں وانہ استدل فی ذلک الی الآیۃ السابقۃ والمذکورۃ
من الشبہ الضعیفۃ وقد اجبنا عن جمیع ذلک اور اس نے یعنی احمد رضاخان نے سند پکڑا اپنے
مدعے میں آیت سابقہ سے اور ان ضعیف شبہوں سے کہ ذکر کیا ہم نے ان کو اور ہم نے سب کا جواب دیا
اس سے معلوم ہو گیا کہ علماء مدینہ منورہ کے نزدیک دلائل بریلویہ ضعیف ضعیف شبہے ہیں۔

صفحہ ۱۸ سطر ۱۰ میں فرماتے ہیں

قلت الجواب انہم من ذلک ان تقسیم
العلوم انما ذکرت فی معنی تقسیمات العلوم
المذکورۃ فی کتب الفلسفۃ وعلم الکلام
المخلوطۃ بہا فہی وان کانت صحیحۃ فی نفسہا
لکنہا من التدقیقات الفلسفیۃ التی
لا یعتبرہا علماء الشرع وارباب العقول
السلیمۃ فی معانی الکتب والسنۃ
لان اعتبارہا یؤدی الی اخراج معانی
الکتب والسنۃ عن ظواہرہما
الواضحۃ فی مواضع کثیرۃ بلا ضرورۃ

میں کہتا ہوں کہ صحیح جواب اس کا یہ ہے کہ تقسیم کرنا
کی طرف جس کو بریلوی نے ذکر کیا معنی میں علم کی تقسیمات
کے جو کہ ذکر کی گئی ہیں کتب فلسفہ اور ان کتب علم کلام
مخلوط ہو گئی ہیں فلسفہ کے ساتھ پس وہ تقسیمات اگر
نفس امر کے اعتبار سے صحیح ہوں لیکن وہ تدقیقات فلسفیہ ہے جس کو
کو علمائے شرع شریف اور اصحاب عقول سلیمہ معانی کتاب
اور سنت کے سمجھنے میں اعتبار نہیں کرتے اس لئے کہ
اعتبار کرنا پہنچاتا ہے کتاب اور سنت کے معانی کو ان کے
معانی سے بلا ضرورت خارج کر دینے کی طرف
جو کہ واضح ہیں بہت سے موضعوں میں

داعية الى ذلك ولان فتح هذا الباب
يفضي الى عدم الوثوق بكثير من النصوص
الظاهرة الواضحة الدلالة وفي
ذلك ايقاع المسلمين في حيرة
عظيمة وحل لعرى الدين الوثيقة
ولا يخفى ما في ذلك من الفساد العظيم
وكل ما ادى الى ذلك باطل ممنوع شرعا
وبرهانا۔

لئے اس دروازہ کا کھولنا تقاضا کرتا ہے کہ وثوق
نہ کیا جاوے بہت سی نصوص ظاہرہ کا جن کی
دلالتیں واضح ہیں اور اس میں واقع کرتا ہے مسلمانوں کو
بہت بڑی حیرت میں اور کھول ڈالتا ہے دین کی مضبوط
رسیوں کو اور نہیں پوشیدہ ہے جو کچھ اس میں ہے
بہت بڑے فساد سے اور جو چیز اس تک پہنچانے
والی ہو وہ باطل ہے ممنوع ہے از روئے شرع
اور برہان کے۔

پس جواب بریلوی کا اس طریقہ پر باطل ہے۔ اب آپ اس عبارت میں غور فرماویں کہ کیسی وقعت مجدد بریلوی کی اور اس کی دیانت و دینداری اور اسکے علوم کی علماء مدینہ منورہ کے نزدیک ہے اور کیا وہ ان باتوں کے مرتکب کو قابل تحسین خیال کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ عبارت بخوبی دلالت کرتی ہے کہ وہ اس شخص کو اعلیٰ درجہ کا دجال اور مخرب دین کہہ رہے ہیں کہ اس کے افعال مسلمانوں کو حیرت میں ڈالنے والے اور دین کی مضبوط رسیوں کو کھول ڈالنے والے اور فساد عظیم پر پہنچانیوالے باطل ہیں۔

صفحہ ۱۹ سطر ۹ میں فرماتے ہیں فنبین لک ان تفسیرہ المذکور من تفسیر المردود یعنی ہم بیان کرتے ہیں تیرے لئے یہ امر کہ تفسیر بریلوی کی جو کہ ذکر کی گئی مردود تفسیر میں سے ہے۔

صفحہ ۱۹ سطر ۱۰ سے لیکر صفحہ ۲۰ سطر ۱۳ تک شروط مفسر کی تحریر فرماکر کہتے ہیں والی ذلک المذکور فاتضح ان تفسیرہ الآیتہ الکریمۃ بما ادعاہ من العموم مردود یعنی اور کہا یہ باتیں بریلوی مذکور الصدر کی معدوم ہیں یعنی یہ شروط مفسر ہونے کی نہیں پائی جاتیں، پس ظاہر ہوگیا کہ اس کا تفسیر کرنا آیہ کریمہ کا اپنی دعوی عموم مردود ہے۔

قال في الرسالة المذكورة بعد قوله من
التفسير المردود ولما نذكره وهو ان ائمة
الدين قد شرطوا في المفسر لكتاب
الله ان يكون جامعا لعلوم خمسة
عشر احدها اللغة لان بها
يعرف شرح مفردات الالفاظ

کہا رسالہ مذکورہ میں بعد قول اس کے من التفسیر المردود
کے بسبب اس وجہ کے ذکر کرتا ہوں اس کا وہ یہ ہے کہ
ائمہ دین نے شرط لگائی ہے کتاب اللہ کی تفسیر کرنے
والے کے لئے جامع ہو پندرہ علوم کو۔ ایک ان میں سے
لغت ہے۔ اس واسطے کہ اسی کے ساتھ پہچانی
جاتی ہے شرح مفردات الالفاظ کی اور مدلولات

ومدلولهما بحسب الوضع قال مجاهد لا
يحل لاحد يؤمن بالله واليوم
الآخر ان يتكلم في كتاب الله اذا لم
يكن عالماً بلغات العرب الثاني النحو
لان المعنى يتغير ويختلف باختلاف
الاعراب فلابد من اعتباره الثالث
التصريف لابد تعرف الابنية و
الصيغ الرابع الاشتقاق لان
الاسم اذا كان اشتقاقه من
مادتين مختلفين يختلف باختلافهما
الخامس والسادس والسابع
المعاني والبيان والبديع لانه يعرف
بالاول خواص تراكيب الكلام
من جهت افادتها المعنى وبالثاني
خواصها من حيث اختلافها بحسب
وضوح الدلالة وخفائها وبالثالث
وجوه تحسين الكلام وهذه
العلوم الثلثة هي علوم البلاغة و
هي من اعظم اركان المفسر لانه
لابد له من مراعات ما يقتضيه الاعجاز
وانما يدرك بهذه العلوم قال السكاكي
اعلم ان شان الاعجاز عجيب يدرك
ولا يمكن وصفه كاستقامة الوزن
تدرك ولا يمكن وصفها وكالملاحة
ولا طريق الى تحصيله لغير ذوي

ان کے باعتبار وضع کے فرمایا مجاہد نے کہ حلال نہیں
کسی شخص کو جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو یہ کہ
کلام کرے کتاب اللہ میں جب کہ نہ ہو جانتے والا
لغات عرب کا، دوسرا علم نحو ہے اس واسطے
کہ معنی بدلتے اور مختلف ہوتے ہیں اعراب کے اختلاف
سے پس ضرور ہے اس کا اعتبار کرنا. تیسرا علم
صرف ہے اس واسطے کہ اس سے معلوم ہوتی ہیں بنائیں
اور صیغے. چوتھا علم اشتقاق ہے اس واسطے کہ
اسم جبکہ ہو اشتقاق اس کا دو مختلف مادوں سے
تو مختلف ہو جاتا ہے ان دونوں کے اختلاف سے
پانچواں چھٹا ساتواں علم معانی اور بیان اور بدیع
ہیں اس واسطے کہ معلوم ہوتی ہیں اول سے خاصیتیں
تراکیب کلام کی جہت فائدہ دینے ان کے
سے معنی کو. اور ثانی یعنی علم بیان سے خواص ترکیبوں
کے معلوم ہوتے ہیں بحیثیت اختلاف تراکیب
کے از روئے وضوح دلالت اور اخفا کے اور
ثالث یعنی بدیع سے تحسین کلام کی وجوہ معلوم ہوتی
ہیں اور یہی تین علم بلاغت کے ہیں اور یہ بڑے رکنوں
سے ہیں مفسر کے لئے اس لئے کہ
ضروری ہے مفسر کو رعایت کرنا اس چیز کا جس کو
اعجاز قرآن مقتضی ہو. کہا سکاکی نے کہ شان اعجاز کی
عجیب ہے سمجھی جاتی ہے. اور بیان اس کا ممکن نہیں
جیسے وزن کی استقامت کہ لیں کبھی جاتی ہے اور
ممکن نہیں ہوتا وصف اس کا. یا جیسے ملاحت شکل کی
اور نہیں ہے طریقہ تحصیل علم اعجاز کا ذوق

الفطرة السليمة الا التقرن على علم المعاني
والبيان الثامن علم القراءة لان به يعرف كيفية
النطق بالقرآن وبالقراءات يترجح بعض
الوجوه المحتملة على بعض. التاسع
اصول الدين لما في القرآن من
الآيات الدالة بظاهرها
على ما يجوز على الله تعالى فالاصولي
يؤول ذلك ويستدل على ما يستحيل
وما يجب وما يجوز. العاشر
اصول الفقه اذ به يعرف وجه
الاستدلال على الاحكام
والاستنباط الحادي عشر اسباب
النزول والقصص اذ بسبب النزول
يعرف معنى الآية المنزلة بحسب
ما نزلت فيه. الثاني عشر الناسخ
والمنسوخ ليعلم المحكم من غيره الثالث
عشر الفقه. الرابع عشر الاحاديث
المبينة لتفسير المجمل والمبهم الخامس
عشر علم الموهبة وهو علم يورثه الله
تعالى لمن عمل بما علم واليه الاشارة
بحديث من عمل بما علم ورثه الله
تعالى علم ما لا يعلم قال ابن ابي الدنيا
وعلوم القرآن وما يستنبط منه !
بحر لا ساحل له قال
فهذه العلوم التي هي كالآلة للمفسر

سلیم والوں کے سوا مگر مہارت علم معانی اور بیان کی
آٹھواں علم قرأت ہے اس لئے کہ علم قرأت سے کیفیت
تلفظ قرآن کی معلوم ہوتی ہے اور ساتھ قرأتوں کے
راجح ہوتی ہیں بعض وجوہ محتمل بعض پر۔ نواں علم
اصول دین یعنی علم عقائد ہے اسواسطے کہ قرآن
میں بعض وہ آیتیں ہیں کہ دلالت کرتی ہیں اپنے ظاہر
سے ان چیزوں پر کہ جائز نہیں اللہ تعالیٰ کے بارہ
میں پس اصولی تاویل کرے گا اس کی اور دلیل
لائے گا اس چیز پر جو محال ہو اور اس چیز پر جو واجب
یا جائز ہو۔ دسواں علم اصول فقہ ہے اس لئے کہ
اس کے ہوتے ہوئے پہچانے گا وجہ استدلال کی احکام
پر اور استنباط ان کا۔ گیارھواں علم اسباب نزول
و قصص کا کیونکہ سبب نزول کے پہچاننے کا معنے آیت
آیت منزلہ کے باعتبار اس امر کے کہ نازل ہوئی ہے
اس میں۔ بارھواں علم ناسخ و منسوخ ہے تاکہ جانے
محکم کو غیر محکم سے۔ تیرھواں علم فقہ ہے۔
چودھواں علم احادیث جو مجمل اور مبہم کو بیان کرتی
ہے پندرھواں علم عطائی اور وہ ایک علم ہے کہ
عطا کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ واسطے اس کے
عمل کرے علم پر واسطے حدیث من عمل بما علم الخ
کے یعنی جو کوئی عمل کرے علم پر تو عطا کرتا ہے اللہ تعالیٰ
اس کو علم اس چیز کا کہ نہ جانتا تھا اسے۔ کہا
ابن ابی الدنیا نے علوم قرآن کے اور جو استنباط
کئے جاتے ہیں اس سے ایک دریا ہے کہ اس کا کنارہ
ناپید ہے کہا کہ یہ علم جو کہ بمنزلہ آلہ کے ہیں مفسر

لا یکون مفسرا الا بتحصیلها فمن فسر بدونها کان مفسرا بالرائی المنھی عنہ واذا فسر مع حصولها لم یکن مفسرا بالرائی المنھی عنہ۔	کے لئے مفسر نہیں ہو سکتا مگر ان کے حاصل کرنے سے پس جس نے تفسیر کی بدون ان علوم کے تو ہوگا تفسیر کرنے والا ساتھ رائے کے جو کہ ممنوع ہے اور جو تفسیر کرے ان کے حاصل ہوتے ہوئے تو نہ
قال والصحابۃ والتابعون کان عندھم علوم العربیۃ بالطبع لا بالاکتساب واستفادوا العلوم الاخری من النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتھی من الاتقان فی النوع الثامن والسبعین ملخصا ومن العلوم ان المراد بالاشتراط ھذہ العلوم فی المفسر ان یکون ذا ملکۃ راسخۃ فی کل واحد منھا حتی یکون فکرہ تصرف ومجال سدید فی قواعدہ لیکون تفسیرا مقبولا والی ذالک المذکور فالظن ان تفسیرہ الآیۃ الکریمۃ بادعاءہ من العلوم مردود	بالرائے نہ ہوگا۔ کہا کہ صحابہ اور تابعین نے ان کے پاس علوم عربیت ساتھ سلیقہ اور طبع کے نہ ساتھ کسب کے اور حاصل کیا علوم کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مراد ساتھ اشتراط ان علوم کے یہ ہے مفسر صاحب ملکہ راسخہ کا ہو ہر ایک میں ان علوم سے تاکہ ہو اس کی فکر کو تصرف اور پختہ خیال ان کے قواعد میں پس ہوگی تفسیر اس کی مقبول اور کہاں حاصل ہے یہ بات شخص مذکور کو پس واضح ہوگا کہ تفسیر اس کی آیت کریمہ کے متعلق ساتھ اس علوم کے جو اس کا دعویٰ ہے مردود ہے۔

اس قول سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جن لوگوں نے تقریظات حسام الحرمین میں مجدد بریلوی کی تعریفیں کیں ہیں وہ سب قبل از تحقیق ہیں قابل اعتبار نہیں اسمیں تو تفسیر کرنے کی شروط ہرگز موجود نہیں پس امام اور مجدد دین کیونکر ہو سکتا ہے اس کی تفسیریں ہی مردود ہیں صفحہ ۱۲ سطر ۱ میں فرماتے ہیں قلت قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ خمس لا یعلمھن الا ھو ردٌ صریح علی من یزعم من الغلاۃ الخ کہتا ہوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ سبحان اللہ پانچ چیزیں ہیں جن کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا یہ" رد صریح" ہے ان لوگوں پر کہ گمان کرتے ہیں غالی لوگوں میں سے الخ۔

اس میں بریلوی کو غالی لوگوں میں سے فرمایا یعنی وہ لوگ کہ حد ود شرع سے تجاوز کئے ہوں۔

ثم تحقق ھکذا من الغلاۃ ان معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الروایۃ الاخری ما المسئول عنھا باعلم من السائل انہٗ	(ترجمہ) غالی لوگوں میں سے کہ تحقیق معنی فرمان صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسری روایت میں وہ نہیں ہے مسئول عنہا زیادہ جاننے والا سائل سے یہ کہ

وجبريل متساويان في العلم بها
ثم ذكره عن الامام احمد حديثا
عن رجل من بني عامر في هذا المعنى و
في آخره ان الرجل المذكور قال للنبي
صلى الله عليه وسلم فهل بقي من العلم
شيء لا تعلمه قال قد علمني الله عز وجل
خيرا وان من العلم ما لا يعلمه الا الله
عز وجل الخمس ان الله عنده علم
الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في
الارحام الاية قال وهذا اسناد صحيح
قال وقال ابن نجيح عن مجاهد جاء
رجل من اهل البادية فقال ان امرأتي
حبلى متى تلد وبلادنا جدبة
فاخبرني متى ينزل الغيث وقد
علمت متى ولدت فمتى اموت فانزل
الله تعالى ان الله عنده علم الساعة
الى قوله عليم خبير.
ونقل الكلام الطويل لكن هذا القدر
يكفي للمراد.

تحقیق نبی کریم اور جبریل علیہما الصلوٰۃ والسلام برابر
ہیں دونوں علم میں قیامت کے پھر ذکر کی امام احمد
سے ایک حدیث اسی معنی میں قبیلہ بنی عامر کے ایک
آدمی سے اس کے آخر میں یہ ہے کہ اس شخص مذکور نے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا کوئی ایسا علم باقی
رہ گیا ہے جس کو آپ نہیں جانتے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھکو خیر کثیر کی تعلیم فرمائی ہے لیکن پانچ علم ایسے ہیں
کہ جن کو سوائے خدائے عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا
ہے اور وہ یہ ہیں ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ
اور کہا کہ یہ اسناد صحیح ہیں اور کہا کہ روایت کی ابن ابی
نجیح نے مجاہد سے کہ آیا ایک شخص جنگل کے رہنے والوں سے
اور کہا کہ میری عورت حاملہ ہے کب جنے گی اور
ہمارے شہر قحط زدہ ہیں آپ خبر دیجئے کہ کب بارش برسیگی
اور آپ کو میری پیدائش کا وقت تو معلوم ہے بتائیے
کہ کب مروں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت کا علم
ہے اخیر تک ۱۲
کلام طویل نقل کیا ہے مگر مقصد کے لئے اسی قدر
کافی ہے۔

صفحہ ۲۸ و ۲۹ میں ایک طویل عبارت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل فرمائی ہے جس میں رد کیا
ہے ان لوگوں پر جو مسئلہ علم نبوی میں حضرت مجدد بریلوی کے ہم خیال وہم عقیدہ ہیں۔

ما لفظه وقد نقل العلامة ملا علي قاري في موضوعاته والعجلوني وابن عرس عن الحافظ
جلال الدين السيوطي ما نصه والعبارة لملا علي قال قلت تحقيق هذا الحديث
قد تصدى الجلال السيوطي في رسالة سماها الكشف عن مجاوزة هذه الامة
الالف وحاصله انه يستفاد من الحديث اثبات قرب القيامة ومن

الآیات فی تعیین تلک الساعة فلا منافاة وزید ته انه لا یجاوز عن الخمس مائة بعد الالف ۔۔ اور اس عبارت کو ملا علی قاری اور عجلونی اور ابن غرس رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی تصانیف میں استدلالاً نقل فرما رہے ہیں چونکہ جناب ملتی شافعیہ نے اس عبارت کو خصوصاً مجدد بریلوی کے رد میں لکھا ہے اس لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ سب مجدد صاحب پر صادق آتے ہیں اور قصد مؤلف کا بھی اس عبارت سے رد ان کے ہی استدلال کا ہے صفحہ ۸۰ سطر ثالث میں فرماتے ہیں قال وقد جاهر بالكذب بعض من يدعى فی زماننا العلم وهو متشبع بما لم يعط ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلم متى تقوم الساعة قيل له فقد قال فی حديث جبرئيل ما المسئول عنها باعلم من السائل کہ کھلم کھلا جھوٹ بولا بعض ان لوگوں نے کہ دعویٰ علم کرتے تھے حالانکہ وہ ان لوگوں سے ہے کہ سیرابی ظاہر کرے اس چیز کے ساتھ جو اس کو دی نہیں گئی ہے اس نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ قیامت کب قائم ہوگی سطر ۶ میں فرماتے ہیں فحرفه عن موضعه وقال معناه انا وانت اعلمها وهذا من اعظم الجهل واقبح التحريف والنبی اعلم بالله من ان يقول لمن كان يظنه اعرابيا انا وانت نعلم الساعة ۔۔ پس تحریف کی اس نے اس کی جگہ سے الخ سطر ۷ میں فرماتے ہیں الا ان يقول هذا الجاهل انه كان يعرف انه جبرئيل فرسول الله صلى الله عليه وسلم هو الصادق فی قوله والذی نفسی بيده ما جاءنی فی صورة الا عرفته غير هذه الصورة وفی اللفظ الآخر ما شبه علی غير هذه المرة وفی اللفظ الآخر ردوا علی الاعرابی فذهبوا فالتمسوا فلم يجدوا شيئا وانما علم النبی صلى الله عليه وسلم بعد مدة كما قال عمر فلبثت مليا فقال عليه السلام يا عمر اتدری من السائل ۔ کہ یہ بہت بڑی جہالت سے ہے اور بہت بڑی تحریف ہے سطر ۹ میں فرماتے ہیں مگر یہ کہ کہے یہ جاہل سطر ۱۴ میں فرماتے ہیں والمحرف يقول علم وقت السوال انه جبرئيل ولم يخبر الصحابة بذلك الا بعد مدة ثم قوله فی الحديث ما المسئول عنها باعلم من السائل يعم كل سائل ومسئول فكل سائل ومسئول عن الساعة هذا شأنهما اور یہ تحریف کرنے والا کہتا ہے سطر ۱۸ میں فرماتے ہیں ولكن هؤلاء الغلاة عندهم ان علم رسول الله صلى الله عليه وسلم منطبق على علم الله تعالى سواء بسواء فكل ما يعلمه الله تعالى يعلمه رسوله والله تعالى يقول ومن حولكم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم وهذا فی براءة هی من آخر ما انزل من القرآن هذا والمنافقون جيرانه فی المدينة انتهى ۔۔ اور لیکن ان حدود سے تجاوز

کرنے والوں کے نزدیک الخ سطر ۲۲ میں فرماتے ہیں ومن اعتقد تسویۃ علم اللہ و رسولہ یکفر جمیعا کما لا یخفی قال ومن ھذا حدیث عقد عائشۃ رضی اللہ عنہا لما ارسل فی طلبۃ فاثاروا الجمل ای ومما یؤید ما تقدم ویبطل قول القائل حدیث عائشۃ فقد ذکر العماد ابن کثیر فی تفسیرہ وھو من اکابر المحدثین قال البخاری حدثنا عبد اللہ بن یوسف اخبرنا مالک عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابیہ عن عائشۃ قالت خرجنا مع رسول اللہ صلعم فی بعض اسفارہ حتی اذا کنا بالبیداء او بذات الجیش انقطع عقد لی فقام رسول اللہ صلعم علی التماسہ واقام الناس معہ ولیسوا علی ماء ولیس معھم ماء فاتی الناس الی ابی بکر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضع رأسہ علی فخذی قد نام فقال حبست رسول اللہ والناس ولیسوا علی ماء ولیس معھم ماء قالت فعاتبنی ابوبکر و قال ما شاء اللہ ان یقول وجعل ان یطعن بیدہ فی خاصرتی ولا یمنعنی من التحرک الا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی فخذی فقام علیہ السلام حین اصبح علی غیر ماء فانزل اللہ آیۃ التیمم فقال اسید بن حضیر ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فوجدنا العقد تحتہ قال ومن ھذا ای ومن ھذا القبیل حدیث تلقیح الثمر وقال ما ادری لو ترکتموہ لایضرہ شیئا فترکوہ فجاء شیصا فقال انتم اعلم بامور دنیاکم رواہ مسلم عن عائشۃ وقد قال اللہ تعالی قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب وقال ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر ولما جری لام المومنین عائشۃ ما جری ورماھا اھل الافک لم یکن یعلم حقیقۃ الا من حتی جاءہ الوحی من اللہ تعالی ببرائتھا۔

اور جس شخص نے اعتقاد کیا برابری علم اللہ اور رسول کا تکفیر کیا جائے گا بالاجماع الخ اور صفحہ ۲ سطر ۱۲ میں فرماتے ہیں وعند ھؤلاء الغلاۃ ان علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یعلم الحال وانہ غیرھا بلا جرم واستشار الناس فی فراقھا ودعا بریرۃ فسألھا وھو یعلم الحال وقال لھا ان کنت المت بذنب فاستغفری اللہ وھو یعلم علما یقینا انھا لم تلم بذنب ۱۲ اور نزدیک ان غالیوں کی حد شرع سے تجاوز کرنے والوں کے یہ ہے الخ اور سطر ۳ ۲ میں فرماتے ہیں ولا ریب ان الحامل للولاء علی ھذا الغلو اعتقادھم انہ یکفر عنھم سیئاتھم ویدخلھم الجنۃ وکلما غلوا کانوا اقرب الیہ واخص بہ فھم اعصی الناس لامرہ واشد ھم مخالفۃ لسنۃ وھؤلاء فیھم شبہ ظاھر من النصاری غلوا فی المسیح اعظم الغلو وخالفوا شرعہ ودینہ اعظم المخالفۃ و

المقصود ان ھؤلاء یعدون بالاحادیث الملکذوبۃ الصریحۃ ویحرفون الاحادیث الصحیحۃ واللہ ولی دینہ فیعیرمن یقوم لہ بحق النصیحۃ ۱۲ کہ شک نہیں اس امر میں کہ بلا شک ان لوگوں کو اس غلو اور تجاوز پر انکا یہ اعتقاد ہے کہ یہ امر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جملہ ماکان ومایکون کا علم تفصیلی تفصیلاً ثابت کرنا ان کی برائیوں کے واسطے کفارہ ہو جائے گا اور ان کو جنت میں داخل کردے گا اور جس قدر اس امر میں وہ غلو کریں ہوجاویں زیادہ تر قریب رسول مقبول علیہ السلام سے اضعاف مضاعف آپ کے ساتھ پس یہ لوگ زیادہ تر نافرمانی کرنیوالے ہیں آپکے امر اور حکم کی اور زیادہ تر خودیدہا کی سنت کی مخالفت کرنے میں اور یہ لوگ انہیں مشابہت ظاہر ہے نصاریٰ کی کہ انہوں نے غلو کیا عیسیٰ علیہ السلام میں اعلیٰ درجہ کا غلو اور مخالفت کی انہوں نے ان کی شریعت اور دین کی بہت بڑی مخالفت اور مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ تصدیق کرتے ہیں صریح جھوٹی حدیثوں کی تحریف کرتے ہیں صحیح حدیثوں کی اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کا والی ہے پس عنقریب پیدا کرے گا ان لوگوں کو جو حق نصیحت کا ادا کریں گے۔

اس تمام عبارت کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرمایئے تاکہ پوری طرح قلعی مجدد بریلوی کی کھلجاوے اور ان کی قدر و منزلت دوبالا ہو جائے۔ صفحہ ۳۰ سطر ۱۱ میں فرماتے ہیں واخترنا فی ھذہ الرسالۃ وفی الاولیٰ القول الاول لما وضحنا من البراھین لانہ الحق والصواب الذی لیس فیہ شک ولا ارتیاب اور اختیار کیا ہم نے اس رسالہ میں اور پہلے رسالہ میں قول اول بسبب اس کے کہ واضح کردیا ہم نے دلائل سے اس لئے کہ وہی حق ہے اور صواب کہ جسمیں نہ شک ہے نہ ریب اس سے صاف طور سے معلوم ہوا کہ قول بریلوی کا ضلال اور باطل ہے اور اس میں شک و ریب طرح طرح کا ہے۔ مولانا الشیخ عبدالقادر الشلبی الطرابلسی جن کو جناب مجدد بریلوی صاحب اپنے رسالہ حسام الحرمین میں ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں حامی العلم بقصدہ و دفی اللہ درس نقی رودہ وصدرہ بجوھری من القادر الشیخ الفاضل عبد القادر توفیق الشلبی الطرابلسی الحنفی بالمسجد الکریم النبوی متعہ اللہ تعالیٰ من فضلہ القوی۔ وہ اپنی تقریظ میں مجدد صاحب کو کنایۃً وصراحۃً یہ کہہ رہے ہیں۔

صفحہ ۴۲ سطر ۲۲ میں ملاحظہ ہو کہ فرمایا آپ نے نہ بڑھاؤ مجھکو جیسا کہ بڑھا لیا ہے نصاریٰ نے ابن مریم علیہ السلام کو چونکہ حسب قاعدہ مسلمہ مجدد بریلوی اور تمہید جو الفاظ خطبہ میں ادا کرتے ہیں وہ اشارۃً عمدہ بصراحۃ دلالت کرتے ہیں اور بطریق براعت استہلال مدح مصنف اور اہل حق کی مقصود ہوتی ہے اور مذمت مخالف کی مطلوب ہوتی ہے جن کے اقوال پر دار و گیر کی جارہی ہے اس قاعدہ کی بنا پر جس کی تصریح مجدد بریلوی اپنی خرافات بھری کتاب کے صفحہ ۴۶ پر خود کرچکا ہے یہاں بھی مذمت مجدد بریلوی کا

ہو کا تصور ہوگی یعنی وہ مثل نصاریٰ کے ہے حضور علیہ السلام کی حد سے زیادہ تعریف اور صفات باری عزوجل سے مدح کرتا ہے جیسے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ کیا۔

اسی صفحہ سطر ۲۲ میں فرماتے ہیں وکسر شوکۃ المبطلین ۔۔ اور توڑ دیا انہوں نے شوکت اہل بطلان کو اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی اہل بطلان میں سے ہے اس کی شوکت توڑنا چاہیئے صفحہ ۱۲ سطر اول میں فرماتے ہیں فان اللّٰہ عز شانہ وجل سلطانہ قد اقتضت حکمۃ الباھرۃ ان یقیض لنصرۃ الشریعۃ المطہرۃ من صنادید الزمان وکماۃ الفضل والعرفان من یجدد معالمہا ویشید دعائمہا ویذب عنہا نوائل الزور والبہتان وترہات الغی والطغیان ۔۔ کہ اللہ عزوجل کی حکمت باہرہ نے چاہا کہ معین کرے اپنی شریعت مطہرہ کی نصرت کے واسطے سرداران زمانہ اور بہادران فضل و عرفان سے اس شخص کو جو تجدید کر دے شریعت کے نشانوں کی اور مضبوط کرے اس کے ستونوں کو اور دور کرے اس شریعت سے ہلاک کرنے والے جھوٹ اور بہتان کو۔ اور باطل باتیں گمراہی اور طغیان کی۔ اس عبارت سے صاف طور سے واضح ہو گیا کہ مجدد بریلوی کے عقائد و کلمات جھوٹ اور افترا اور گمراہی و طغیان ہیں اور وہ اصحاب اضلال میں سے ہے اس کا مخالف شخص زندہ کرنے والا دین اور مضبوط کرنے والا ستون ہائے شرع متین کا ہے اور صفحہ ۲۳ سطر ۲ میں فرماتے ہیں۔ ولیس فی میدان المباحثۃ لامۃ المجادلۃ ۔۔ اور نہیں تھا بریلوی کے لئے میدان مباحثہ میں خود مجادلہ اس سے معلوم ہوا کہ احمد رضا خان۔ ان کے نزدیک مناظر بلکہ مجادل ہے کہ خلاف حق پر لڑتا جھگڑتا ہوا ہے اور سطر ۵ صفحہ مذکورہ میں فرماتے ہیں فی اثبات دعاویہ الواضحۃ البطلان وخرافات اقاویلہ السافلۃ البرہان ۔۔ اپنے دعووں کے اثبات میں جن کا باطل ہونا واضح تھا اور اس کے اقوال بیہودہ مثل خرافات تھے جن کی برہان ساقط اور کم درجہ کی تھی اس سے بخوبی کیفیت اس کے اقوال اور افعال کی معلوم ہو گئی۔

اور سطر میں اسی صفحہ مذکورہ میں فرماتے ہیں کہ جرد صمصام العزم بکمال الجد والحزم لحسم مادۃ شبہاتہ واستیصال شافۃ اباطیلہ وترہاتہ ۔۔ کہ کھینچا مفتی شافعیہ نے اپنے عزم کی تلوار کو نہایت کوشش و احتیاط سے واسطے جڑ کاٹ دینے اس کے یعنی بریلوی کے شبہات کے مادہ کو اور واسطے جڑ سے زائل کر دینے کے اس کے اباطیل کے زخموں کو۔ اس عبارت سے صریح طور پر قدر و منزلت مجدد بریلوی کی معلوم ہوئی ہے

اسی صفحہ سطر ۱۸ میں فرماتے ہیں فرض فیہا اقاویلہ ۔ ودحض اباطیلہ یعنی پس کھوٹا کر دیا

مولانا مفتی شافعیہ نے اس بریلوی کے اقوال کو رد باطل کر دیا اس کے باطل کو۔

اور اسی صفحہ سطر ۱۵ میں فرماتے ہیں بلاد و نجحة الصواب وعلاية الیل الحبس ولا ستلب بمی بکر والجملۃ مفتی صاحب نے راستہ صواب کا امر محو کر دیا مولانا برزنجی نے نشانی اقتباس اور شک کی اندھیری راتوں کی اس سے معلوم ہوگیا کہ اقوال بریلوی کے اقتباس اور شک کی اندھیری راتیں ہیں حضرت رئیس المدرسین و مدرس المفسرین مولانا شیخ تاج ظاہری عالم مدینہ منورہ سلمہ فرماتے ہیں صفحہ ۲۴ سطر ۲ ملاحسن الظہیر ... و صفاتی من سوء خلاف ... کیا ہی اچھا ہے حق جبکہ ظاہر ہوتا ہے عذر ذلیل کرنے کے لئے اس شخص کو کہ خلاف حق کا طالب ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ بریلوی طالب خلاف حق کا ہے اور اسی صفحہ سطر ۶ میں ہے لقد تهت ... من علماء ... فی صوره ... الوجه حیاء ولا یسلم السائل ... لما قصد ... کما لمالک رحمه الله تعالى ... السائل ... سئولو۔

اے اقدم ہم سوال کرتے ہیں تجھ سے حقائق کا داخل جیسے ... کہ پسینہ پسینہ ہو جائے چہرہ جیسے ان کے وجہ حیاء خجالت کے اور نہ سالم رہے سوال کرنے والا ان امور سے اس بات سے کہ کہا جاوے کہ اس کی جزا یہی ہے کہ تو نے قصد کیا ہے فتنہ کا یا ارادہ کیا ہے تو نے ریاء اور سمعہ کا جیسا کہ واقع ہوا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص خواہشات کے ساتھ کہ سوال کرتا تھا استواء عرش سے اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ بریلوی اہل مدینہ منورہ کے نزدیک ایسے امور میں پڑا ہوا ہے کہ صاحب حیا ان کے قبائح کو پسینہ پسینہ ہو جاوے اور بریلوی اپنے مقاصد و سوالات میں ریاء و سمعہ و فتنہ کا قصد کرتا ہے مثل اس شخص کے جس نے امام مالکؒ سے سوال کیا تھا۔

اسی صفحہ سطر ۹ میں فرماتے ہیں ولا تطیروا ... النظیف ... من هذه المشارات التاقیة التی لم یطلعها فی موضوعاته اور تحقیق میں نہایت ہی شکستہ خاطر ہوں ان نفاقی جھگڑوں سے جن کی مثل شرع شریف میں موجود نہیں اس سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ اہل مدینہ کے نزدیک مجدد بریلوی نفاقی جھگڑا کی بنا ہے جن کی نظیر شرع شریف میں موجود نہیں۔

اسی صفحہ سطر ۱۵ میں فرماتے ہیں فان اکثر من یسئل عن هذه المسائل وان اجیب بالحق فله ... لکن رای کانکالا ینقطع ... بالقائه الیه شیء الحبس لا یبالیه ... ولا یجیبه شیء ... اس لئے کہ اکثر وہ لوگ جو ایسے مسائل سے سوال کرتے ہیں اگرچہ وہ جواب دیئے جاویں

ایسے حق کے ساتھ جو کہ کھوپڑی توڑ ڈالے ہر رائے ضعیف کی، مگر ہمیشہ رہتے ہیں وہ متبع اپنے وسوسوں کے یقین کرنے والے ان چیزوں پر کہ القا کیا ہے ان کا ان پر ان کے شیخ ابلیس الابالسہ یعنی سردار شیاطین نے باوجود اس کے کہ اس کا معلم ابو مرہ یعنی ابلیس لعین نے نہیں یقین کیا کسی عقیدہ پر عقائد میں سے اور نہ تصدیق کی کسی چیز کی حقیقت کی ایک مرتبہ بھی تمام عمر میں۔

اس عبارت نے میاں بریلوی مجدد کی پوری پوری قدر و منزلت اہل مدینہ کے نزدیک ہونیوالی ظاہر کردی، اولاً یہ کہ بریلوی کی رائے نہایت ضعیف ہے، ثانیاً یہ کہ وہ اپنے وساوس کا متبع ہے، ثالثاً یہ کہ وہ عقیدہ ان امور پر لئے ہوئے ہے جسکو شیطان لعین نے اس کو سکھایا ہے، رابعاً یہ کہ استاد اور معلم اس کا شیطانوں کا سردار ہے۔ خامساً یہ کہ مجدد بریلوی شیطان سے بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ یہ باطل کا جزم کر لیتے ہیں اور کئے ہوئے ہیں اور ابلیس کو تو یقین ہی نہیں ہے نہ حق کا نہ باطل کا۔ اسی صفحہ سطر ۲ میں فرماتے ہیں ومن اضرب ماطن علی اذنی العام الماضی من بعض ھؤلاء ھذہ المقالۃ ان محمدا النبی العربی قد ترقت الطبیعۃ وتوفرت فیہ خصائصھا الی الغایۃ بحیث صارت تکلمہ بلسان منہ فیہ یقال لہ جبرئیل بکلام محکم یقال لہ القرآن المعجز وبنی برھانہ علی ذلک من حدثیات تکررت علی تمادی الدھور وتطاول الازمنۃ والعصور ومثلھا بما وقع لبقراط وجالینوس ولقوس وادریوس وغیرھم بان ھذا ھو الحق والحقیق بالقول ۱۲ کہ عجائب دعزائب میں سے وہ امر ہے جو کہ سال گذشتہ میں میرے کان میں پڑا اس فرقہ کے بعض لوگوں سے وہ یہ گفتگو تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت شریف نے ترقی فرمائی اور اس میں خواص طبیعہ کامل اور پورے اس طرح ہو گئے کہ وہ طبیعت گفتگو کرنے لگی آپ سے اپنی زبان سے جس کو جبرئیل کہا جاتا ہے ایک ایسے کلام مضبوط سے جس کو قرآن معجز کہا جاتا ہے اور اپنی دلیل کو اس نے مبنی کیا ان امور ظنیہ پر کہ متکرر ہوتی ہیں ہمیشہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں اور مثال دی اس کی اس اس چیز سے کہ واقع ہوئی بقراط اور جالینوس اور ذی سقراط اور لقوس اور ادریوس وغیرہ کو اور یقین کیا اس پر کہا یہی حق ہے قابل قبول کے ۱۲۔

اس عبارت سے دیکھئے اور سمجھئے کہ علمائے مدینہ منورہ مجدد بریلوی کو کس فرقہ اور کس طائفہ میں داخل کر رہے ہیں اور جس کو وہ ایسے طائفہ میں داخل مانتے ہیں اس کے اقوال قابل اعتبار ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ صفحہ ۲۵ سطر ۱۰ میں فرماتے ہیں ھؤلاء قوم حکموا العقل فقط ولا شک ان تحکیم العقل ضلال لان مقتضیاتہ تتنازع معھا احکام الوھم غالبۃ لھا مستعلیۃ علیھا مشاکلۃ

الداخل وحدہ علی المیت کہ یہ لوگ ایسی قوم ہیں کہ حاکم بنایا انھوں نے فقط عقل کو اور اس میں شک نہیں کہ تحکیم عقل کی گمراہی اور ضلال ہے، اس لئے کہ مقتضیات عقل کی منازعت کیا کرتے ہیں اوہام اور غالب ہوجاتے ہیں اس پر جیساکہ آدمی مردہ سے ڈرتا ہے (بوجہ غلبۂ اوہام کے) ملاحظہ ہو کہ علماء مدینہ کیسی تعریف مجدد بریلوی اور اس کی قوم کی کر رہے ہیں۔

آب اس کے بعد ملاحظہ کیجئے کہ صفحہ ۳۶ اور ۳۷ میں تو جملہ اکابر علماء مدینہ منورہ اور مدرسین حرم محترم نبوی خانصاحب بریلوی کی قدر و منزلت اور حقیقت کمائیہ کو مختلف عنوانوں سے ظاہر فرماتے ہیں یہ وہی علماء ہیں کہ جن کی تصدیقیں حسام الحرمین میں نقل کی گئی ہیں، اور بعض وہ ہیں کہ انہوں نے تقریظ حسام الحرمین کی نہ کی تھی، انہی حضرات کی تعریفوں پر مجدد بریلوی کا پھولے نہیں سماتے یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ ان حضرات نے ان کی تعریف میں لکھا تھا وہ قبل اس کے تھا کہ مجدد بریلوی کی حالت ان کو معلوم ہو۔ دیکھئے مولانا تاج الدین، الیاس صاحب مفتی احناف، شیخ محمد سعید صاحب، شیخ الدلائل، سید عباس رضوان، شیخ عمر حمدان، شیخ محمد عمری، سید احمد جزائری، شیخ خلیل احمد خرپوتی یہ جملہ حضرات وہ ہیں جن کے بہت سے القاب و مدائح مجدد صاحب نے اپنے رسالے میں لکھا ہے اور ان کی تقریظ اور مدائح پر فخر کرتے ہیں، یہ جملہ حضرات مع دیگر علماء کے ان الفاظ ذیل کو مجدد صاحب کی شان میں فرماتے ہیں، جدا جدا عبارتوں کو بغور ملاحظہ فرمائیے۔

صفحہ ۴ سطر ۳ میں فرماتے ہیں فاقصموا حلبۃ السبق الی قطع دابر کل غبی مناضل ۱۲ کہ داخل ہوئے علمائے دین میدان مسابقت میں تاکہ قطع کر دیویں اصل ہر غبی برابری کرنیوالے کی، اس جگہ میں مجدد صاحب کو غبی مناضل قرار دیا ہے، اسی صفحہ سطر (۸) میں فرماتے ہیں واستیصال شافۃ کل غبی وباطل ۱۲۔ اور واسطے جڑسے اکھاڑ دینے کے زخم ہائے ہر گمراہی اور باطل کے یہاں پر مجدد صاحب کو گمراہی اور باطل قرار دیا۔ اسی صفحہ سطر (۶) میں فرماتے ہیں وکشف بنور حجۃ ترہات المبطلین ۱۲، اور کھولدیں حجت بالغ سے گمراہیاں مبطلین کی، یہاں پر مجدد بریلوی کو مبطلین میں سے اور ان کے دلائل کو ترہات یعنی گمراہی قرار دیا ہے۔

اسی صفحہ سطر ۱۱ میں فرماتے ہیں وانزھہ بدر بیانہا فکشف حنادس الشک والارتیاب اور روشن ہوگیا اس رسالہ کا بدر بیان پس کھولدیں اس نے ظلمتیں شک و ریب کی۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ مجدد بریلوی کا قول و خیال ظلمتیں شک وارتیاب کی ظلمات ہیں۔

تنبیہ:۔ واضح ہو کہ جو کچھ علماء مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وفضلاً نے خانصاحب بریلوی غفرلہ اللہ تعالیٰ

فی الدین کی شان میں لکھا ہے یہ صرف اسی گفتگو اور نیز ملاقات کا نتیجہ ہے جو کہ بریلوی صاحب کو سید مدنی کے مکان پر مفتی برزنجی صاحب سے حاصل ہوئی کوئی مخالف مجدد صاحب کے احوال کے فوٹو کو لیکر علماء مدینہ کے پاس نہ گیا تھا نہ ان کی تصانیف وخیالات ومظالم بر اہل حق کو ان کے سامنے پیش کیا تھا جیسا کہ مجدد بریلوی نے اہل حق کی شان میں افترا پردازی کر کے علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کیا اگر ایسا معاملہ ان کے ساتھ کیا جاتا تو شاید اسفل السافلین اور مقام سجین کے ورے کہیں ان کا ٹھکانہ نہ ہوتا، یہ انعام تو حضار بارگاہ نبوی اور مخصوصین حضرت مصطفوی علیہ السلام سے ان کو بغیر تحریک مخالفین ملا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ، بروز قیامت اور بوقت خاتمہ ودخول قبر نہایت اعلیٰ درجہ کا انعام ملے گا جو کہ درک اسفل میں جاگزیں کریگا منتظر رہیں۔ لا رحمہ اللہ تعالیٰ فی الدارین آمین۔ والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچوگے جو مل جائیں صنم پتھر کے ؟

علامہ اقبال مرحوم

(۱۳۳۲ ھ ۲۱ رمضان المبارک)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حمد المن زين سماء الحرمين الشريفين بكواكب العلماء المتقين. وحفظ من كل شيطان مارد لعين. لا يسمعون الى الملاء الاعلى ويقذفون من كل جانب دحورا و لهم عذاب واصب. الا من خطف الخطفة بمكره وخداعه فاتبعه شهاب ثاقب وشكر لمن منهم الائمة الربانيين حظا وافرا من وراثة النبوية والخلافات المصطفوية حتى ان جعل لكل منهم عدوا شياطين الانس والجن يوحى بعضهم الى بعض زخرف القول غرورا وليسعون فى الارض فسادًا لتشيع فاحشة بين المومنين وتفريق عصا الاسلام فيزدادوا بينهم نفورا. ثم ما قتهم بجعل مزخرفاتهم ومفترياتهم زهوقا وقذفهم على رؤس الاشهاد طهر اكيدهم ومخزجا كل واحد منهم عن سماء الرحمة مذءوما مدحورا.

والصلوٰة والسلام على من جاء بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون. وآيات قاصمة لاعناق من اراد ان يطفئ نور الله بافواهه ويأبى الله الا ان يتم نوره ولو سخط الفاسقون. وعلى آله واصحابه الذين طهروا الدين القويم عن ادناس الشك غير مبالين بمن ناواهم من المعاندين و بذلو سعيهم فى اعلاء كلمة السنة والجماعة غير ملتفتين الى مبتدعات اهل الاهواء المارقين وعلى تابعيهم باحسان واخلاص الى يوم الدين فانهم هم الائمة على الحق والناصحة للحق الى يوم القيمة فى العالمين لا يضرهم من ناواهم ولا يخذلهم من خذلهم باعانة ارحم الراحمين وهم الحافظ للشريعة الغراء والحنيفة البيضاء حبيبنا النبى الامين صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه اجمعين۔

امابعد۔ خادم الطلبہ حسین احمد بن السید حبیب اللہ الحنفی الحسینی الچشتی الصابری الرشیدی الفیض آبادی ثم المدنی جملہ اہل اسلام سکان ہند کی خدمت اقدس میں عرض کرتا ہے کہ احقر عرصۂ دراز سے بمعیت اپنے والد ماجد دام مجدہٗ اپنے وطن آبائی ضلع فیض آباد کو چھوڑ کر ظل عاطفت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی مدینۂ منورہ میں جاگزیں ہو گیا ہے چونکہ عنفوان شباب بلکہ زمانۂ طفولیت

سوائے مشغلۂ علمی اور کوئی شغل نہیں رہا تھا۔ اسی لئے وہاں بھی سوائے درس وتدریس ومجالست علماء وطلباء اور کوئی شغل نہ تھا یا اور جس قدر حصہ عمر وہاں گذرا اس کو انہیں مشاغل میں صرف کرنے کی حتی الوسع کوشش کی اور اسی وجہ سے جملہ اہل اسلام سکان بلدۂ طاہرہ سے انس تام اور ان کے احوال وعقائد وخیالات پر پورے طور سے واقفیت ہو گئی ہے جو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ حضرات علماء کرام سکان مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وفضلاً پوری طرح سے عقائد وغیرہ میں اہل سنت والجماعت اور اکابر اسلاف کے تبع ہیں اور حضرات اکابر علماء دیوبند وبہار وغیرہ کے جملہ عقائد میں موافق ہیں جزئیات وکلیات میں سر مو تفاوت نہیں مگر افسوس کہ اسی سال میں ایک ساحر علیہ ماعلیہ آیا ایک حضرت بریلوی نے جن کو ان کے معتقدین مجدد المائۃ الحاضرہ سے تعبیر کرتے ہیں اسی سال سفر حجاز کیا اور بیشک وہ اہل مائۃ کے مجدد ہی ہیں کیونکہ جو لوگ زمانہ سلف میں اکابر واہل حق کی تضلیل وتفسیق میں کوشش وسعی بلیغ کیا کرتے تھے ان کی حرکت وآمد کے خواہاں تھے ان کی تذلیل وتکفیر میں عمر عزیز کو صرف کرنا باعث نجات وعلو مراتب سمجھتے تھے ان کا کچھ عرصہ سے زور نہایت کم ہوگیا تھا ان کی قوتیں قریب الانعدام ہوچکی تھیں اعلیٰ حضرت بریلوی نے ان کی بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کیا ان کے ضعف کو قوت سے بدلا اہل سنت پر وہ وہ انواع واقسام ظلم وجفا کے ایجاد کئے کہ اپنے اسلاف یہود دجال وحجاج کی عمدہ یادگار اور مجدد دیگر جملہ مفترین سابقین کے کارہائے نمایاں کوئی ہی عالم باعمل ومحقق وسنی علماء ہند کا ایسا بد نصیب ہوگا جو ان اعلیٰ حضرت کے دست جفا سے غیر زخمی رہا ہو بلکہ کوئی طائفہ فرقہ ناجیہ کا اس دیار میں نہ ہوگا جس کو ان بریلوی مجدد اور ان کے اتباع کے اقلام والسنہ نے ذبح نہ کیا ہو۔ صاحبو! یہ پیشین گوئی خود رسول مقبول علیہ السلام کی ظاہر ہو رہی ہے آخر لتتبعن سنن من قبلکم (الحدیث) پر کس طرح عمل کرتے۔ یہود یقتلون الانبیاء بغیر حق وقتلہم الانبیاء واکلہم السحت ویحرفون الکلم۔ عن مواضعہ کے عامل تھے تو بر حسب قول نبی علیہ السلام علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل علماء محققین وفضلاء عاملین کا تکفیر میں ساعی ہیں جو کہ قتل سے کہیں بڑھ کر ہے اگر قتل سے اعدام جسم وتفنی حیات جسمانی متحقق ہوتا تو تکفیر سے اعدام روح وہلاک حیات ایمانی مطلوب ہے اگر یہود سحت کھاتے تھے تو یہ لوگ شیر مادر سمجھتے ہیں۔ اگر وہ تحریف الفاظ توریت کرتے تھے تو یہ تحریف معانی قرآن وحدیث اور قطع وبرید الفاظ علماء ستمر کرتے ہیں پھر کیونکر نہ کہا جاوے کہ یہ اپنے اسلاف بنی اسرائیل کی عمدہ یادگار اور مجدد تضلیل وتفسیق امت مرحومہ ہیں خیر بہر حال ہم کو اس سے کوئی غرض

لا تم ضرور قدم بقدم چلو گے اپنے پہلوں کے۔

نہیں کہ وہ کس فلک ضلالت کے شمس لامعہ اور کس برج غوایت کے بدر ساطع ہیں۔ جبکہ حضرت مجدد التکفیر صاحب وارد دیارِ حجاز یہ ہوئے تو عجیب عجیب جال مکر و فریب کے پھیلائے اور اہل حرمین شریفین کو انواع و اقسام کے حیل و مکر سے دھوکہ دیا جو لوگ ناواقف سادہ دل تھے وہ بیشک ان کے دام تزویر میں آگئے اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قوت تمیز تام اور استعداد وہبی عطا فرمایا تھا یا ان کو کسی نے چوکنا کر دیا تھا وہ ہرگز ہرگز ان کے جال میں نہ پھنسے اپنے مقصد برآری میں بے شک مجدد صاحب کو طرح طرح کی تکلیفیں و مشقتیں و بے عزتیاں و بدنامیاں اٹھانی پڑیں بلکہ اس شورش کی وجہ سے جملہ علماء ہند کو نظر اغیار میں ذلیل و خوار کیا گیا چنانچہ میں نے ایام اس زمانہ اور اس کے بعد کے زمانہ میں اہل مصر و شام و حجاز وغیرہ کو ان حضرت مجدد التکفیر صاحب اور جملہ اہل ہند کی مذمت کرتے سنا۔ اگرچہ جبہ شیطانی وغیرہ میں بھی بہت سی تحریفیں ہوا کی کی ہیں لیکن فی الوقت فقط چند معدود شخصوں کی ہیں اور وہ بھی جب تک کہ ان کو حقیقت کی خبر نہ ہوئی تھی ورنہ اہل حجاز نے عموماً آخر میں ان کی حالت معلوم کر لی تھی دیکھئے رسالہ مدینہ میں کیا کیا انہیں ان کی نسبت لکھا گیا ہے اور اس کی تفصیل میں آگے لکھوں گا چونکہ احقر اس زمانہ میں مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں موجود تھا اس لئے پوری طرح سے ان جملہ امور سے واقف ہے جو کہ ان کو پیش آئے اور بخوبی ان لوگوں کو جانتا ہے جنہوں نے ان کی صریح مخالفت کی۔

حضرات! انہوں نے حضرات علمائے دیوبند اور ان کے اکابر پر سخت سخت افترا پردازیاں کی تھیں اور ایسے طرز سے بیان کیا کہ جس کو ہر ایک دیندار دیکھکر سخت تنفر اور اعراض ظاہر کرے احقر چونکہ حضرات اکابر دیوبند اور گنگوہ کا خوشہ چیں اور ان کے ہی دامن عاطفت کا متشبث ہے سات یا آٹھ برس تک ان اکابر کے بارگاہ کی خاک روبی اور ان کی جوتیوں کی سیدھی کرنے کی خدمت سے مالا مال رہا ہے اس لئے ان حضرات کے عقائد و خیالات و اعمال سے بخوبی واقف ہے اسی وجہ سے اس زمانہ میں بھی ان کی مکاریوں اور افترا پردازیوں کا اظہار مدینہ منورہ میں کیا گیا تھا اور رسائل اکابر لوگوں کو دکھلائے گئے تھے مگر جو لوگ قبل از اطلاع دستخط کر چکے تھے جیسا کہ میں آگے ذکر کروں گا، وہ لوگ مجبور ہو گئے اور انہوں نے بعد از اطلاع یہی کہا کہ ہم نے اپنی اپنی تقریظوں میں شرط لگا دی ہے الحاصل حضرت مجدد التضلیل صاحب اپنے اس مایۂ افتراء کی نہایت کوشش بلیغ و سعی عظیم سے حاصل کرنے کی فکر میں حجاز گئے تھے اور کچھ کچا پکا مقصد حاصل کر کے ربیع الثانی سنہ مذکور الصدر میں مدینہ منورہ سے واپس ہوئے اور عرصہ تک

اس کو چھپائے رکھا جس سے یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید کچھ عبرت ہوئی ہے اور اپنے افعال قبیحہ پر شرمندہ ہوئے ہیں کیونکہ عام وخاص جبکہ قصد حرمین شریفین کرتے ہیں تو یہی مراد ہوتی ہے کہ ان مواضع متبرکہ میں حاضری اور عبادات کی برکت سے ذنوب اور گناہوں کی تکفیر اور قلت ہو اور مجدد صاحب بریلوی نے یہ سفر محض بغرض گناہ بلکہ بغرض اکبر الکبائر کیا تھا اور وہاں کے سادہ لوح بچے علماء کو سخت دھوکہ دینا گوارا کیا تھا اپنے ساتھ ان بیچاروں کو بھی گھسیٹنا تھا مگر ان پاکبازوں کی کیا خطا انکو کیا معلوم تھا کہ ان بریلوی صاحب میں کیا کیا جوہر تضلیل وتفسیق وغوایت وغیرہ بھرے ہوئے ہیں انھوں نے حسن ظن سے کام لیا اور ان کے قول وفعل کی تصدیق کی ۱۳۲۴ھ میں کہ یہ احقر بوجہ اپنی بعض ضروریات ذاتیہ کے وارد دیار ہندیہ ہوا تو دیکھا کہ وہی مجموعۂ دشنام وتکفیر اکابر مع ان مہروں کے طبع کیا ہوا چھپا ادھر ادھر لئے پھرتے ہیں عام مسلمانوں کو اہل حق کی طرف سے ورغلاتے اور بدعقیدہ کررہے ہیں اور اپنے لقمۂ چرب حاصل کرنے کی طرح طرح سے فکر کر رہے ہیں اس کے دیکھتے ہی یقین ہوگیا کہ میرا پہلا خیال اصلاح کا بہ نسبت مجدد التکفیر صاحب بالکل غلط تھا بلکہ وہ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا میں مبتلا ہیں اور صم بکم عمی فھم لا یرجعون کے مصداق ہیں وہ اپنے ذاتی افعال اور رذائل اخلاق سے باز آنیوالے نہیں میں نے مدینہ منورہ ہی سے ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں پر جو حالتیں مجدد التضلیل صاحب پر پیش آئی ہیں ان کو بھی طرح بیان کرکے مسلمانان اہل ہند پر ظاہر کردوں لیکن مجھے اس سے دو امر مانع ہوئے تھے اولاً یہ کہ متعدد خبریں پہونچی تھیں کہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی جب سے آئے ہیں چپ ہیں اور العلم خیر سے رطب اللسان رہتے ہیں، پس مجھے خیال مذکور الصدر دامنگیر رہا ہو التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ کا مضمون مانع عزم مذکور ہوتا رہا دوم یہ کہ مولانا شیخ محمد معصوم صاحب نقشبندی و مولانا منور علی صاحب محدث رامپوری اپنے اپنے ملنے والوں کو ان مجدد بریلوی کے احوال لکھ چکے تھے اور ان لوگوں نے ان کے جملہ وقائع کو اخباروں میں شائع کر دیا تھا مگر واہ رے ہوشیاری جب دیکھا کہ اب لوگ ان باتوں کو فراموش کر چکے ہیں اور وہ اخبارات ضائع ہو چکے تب اس زہر کو اگلا جس کو اپنے ہمراہ وہاں سے لائے تھے اور جس کے واسطے یہ سفر مبارک طے کیا تھا اور ہزاروں روپے اس کوشش میں برباد کئے تھے سو اب مجھے لازم ہوا کہ ان کی کچی کچی حالت بچی بچی جس کو میں نے مشاہدہ کیا ہے یا معتبر ذریعوں سے وہاں سنا ہے آپ حضرات کے گوش گذار کر کے ان کی افترا پردازیوں اور بہتان بندیوں پر مطلع کردوں کیونکہ حضرات علمائے دیوبند و سہارنپور وغیرہ تو اپنے مشاغل علمیہ میں اس طرح مشغول ہیں کہ دوسری

طرف توجہ بھی نہیں کرتے اور مجدد بریلوی کی جملہ باتوں کو واہی خرافات خیال کرکے اس طرف توجہ کرنا اپنی شان عالمانہ کے خلاف اور طریقۂ شرفاء کے مخالف جانتے ہیں اور ادھر جہلاء معتقدین اور گروہ مخالفین عام مسلمانوں کو میدان خالی پاکر ہر طرح سے گمراہ کرتے ہیں۔ پس ضرور ہوا کہ جو کچھ تمہید میں ان کی نسبت لاف گزاف و لن ترانیاں ماری گئیں ہیں ان کی حقیقت معلوم ہو جائے اور یہ بھی روشن ہو جائے کہ جن اکابر کے دامن عصمت کو مجدد صاحب دھبہ لگانا چاہتے ہیں وہ ان نجاستوں سے بالکل پاک و صاف ہیں۔ مجدد صاحب کی خود غرضی اور طلب شہرت وجاہ دنیا ہی کا ثمرہ اس رسالہ میں مسطور ہوا ہے وہ اکابر ان خیالات فاسدہ سے کوسوں دور ہیں۔ آپ حضرات اگر کوئی کلمہ سخت ان کے اور ان کے گروہ کی نسبت ملاحظہ کریں تو اس میں احقر کو معذور تصور کریں کہ مجدد صاحب نے تمہید شیطانی اور حسام الحرمین کے اندر اندر جو الفاظ سخت و سست کہے ان کا مقابلہ اگر کیا جائے اور اس کے مقتضی کے موافق اگر جواب لکھا جائے تو خدا جانے کیا سے کیا ہو جائے میں اپنی طبیعت کو نہایت تھام کر اور سنبھل سنبھل کر گفتگو کرتا ہوں مگر کیا کروں کہیں کہیں اس بدگو کی گالیاں اور خرافات کی وجہ سے طبیعت قابو سے نکل جاتی ہے پس مجبور ہو جاتا ہوں مگر تاہم وہاں بھی حتی الامکان شرافت وعلم کے حدود سے تجاوز نہیں کرتا ورنہ بمقابلہ اس باب میں تو ان کا وہی کر سکتا ہے جو رذیل النسب وقبیح الاخلاق جاہل اور اجڈ ہو مگر یہ بھی تامل مجدد صاحب میں لکھا جاوے گا۔ قول رسول علیہ السلام المستبان ما قال فعلی البادی نص صریح ہے مجدد صاحب نے اپنے طریقۂ آبائی جو بنی اسرائیل کا ہمیشہ تھا یعنی یقتلون الانبیاء بغیر حق زندہ کیا ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند آخر خود بھی تو اسرائیلی ہی ہیں۔

صاحبو! جبکہ مجدد بریلوی صاحب مکہ معظمہ میں وارد ہوئے اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد ایک محضر طویل جناب شیخ محمد صاحب محتسب بندہ کا امپوری سلمہ کی خدمت میں اس غرض سے پہنچا کر شریف صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا جائے جس پر بہت سے حضرات کے دستخط اور مہریں تھیں کہ فلاں بن فلاں، فلاں شہر کا رہنے والا وہاں حاضر ہوتا ہے یہ شخص اعلیٰ درجہ کی خواہشات نفسانی اور بدعات شیطانی میں مبتلا ہے مسلمانوں کی عموماً اور علماء کرام اور فضلاء عظام کی خصوصاً تضلیل وتفسیق کرتا ہے، اپنی شہرت اور خیالات فاسدہ کی وجہ سے سیکڑوں علماء کی تکفیر اور سب وشتم میں رسالے لکھ ڈالے ہیں، عقائد فاسدہ لوگوں میں پھیلاتا رہتا ہے اس نے

زوج کو زوجہ سے بیٹے کو ماں سے، بھائی کو بھائی سے جدا کر ڈالا ہے۔ روز آنہ نئے نئے فتنے برپا کرتا رہتا ہے۔ غرضکہ اسی قسم کے مضمون تھے اور کچھ عقائد بھی کہ اسمیں درج تھے اور مقصد یہ تھا کہ شریف صاحب اس کی تنبیہ اور واقعی قرار داد دیں۔

الحاصل اس محضر پر حضرت آفندی عبدالقادر شیبی کلید بردار خانہ کعبہ شریف مطلع ہوئے اس مضمون کو دیکھتے ہی بھرا گئے غصہ سے کانپ اٹھے اور انہوں نے محضر لے لیا اور کہا کہ میں خود شریف صاحب کو دوں گا، الحاصل وہ محضر شریف صاحب کی خدمت میں پہنچا شریف صاحب بھی نہایت غضبناک ہوئے اور ارادہ قید کر دینے کا کیا، مجھے متعدد صحیح خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ اس ارادہ پر شریف صاحب اور شیبی صاحب عزم بالجزم کئے ہوئے تھے، مگر جناب شیخ محمد صاحب اور مولوی منور علی صاحب نے شیبی صاحب کو بہت سمجھایا اور کہا کہ آپ ایسا نہ کریں بلکہ اس سے اس کے خیالات وعقائد دریافت کرلیں شاید کہ اس نے ان سے توبہ کرلی ہو۔ (یہ حضرت اگرچہ مجدد بریلوی صاحب سے خود بھی تکلیف شاقہ اٹھائے ہوئے تھے مگر غیرت قومی نے ان کی گوارہ نہ کیا کہ یہ قیدخانہ کی سیر کرائے جاویں ورنہ جملہ اہل ہند کی بدنامی ہوگی۔ کاش یہ خیال ان کو دامن گیر نہ ہوتا)۔ الحاصل اس رائے کو جب شیبی صاحب نے مان لیا تو شریف صاحب سے بھی اس پر زور دیا گیا، چنانچہ شریف صاحب نے کہا ان کے عقائد کے بارے میں ان سے سوال کرو چونکہ کوئی رسالہ مجدد بریلوی صاحب کا اس وقت موجود نہ تھا اس لئے فقط اس تقریظ کی نسبت جو انھوں نے کسی رامپوری نام کے مولوی کے رسالہ کے اخیر میں لکھی ہے۔ اس میں ان سے تین سوال قائم کئے گئے۔ اول یہ کہ تم نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ازل سے ابد تک کی جملہ چیزیں معلوم ہیں۔ دوم یہ لکھا ہے کہ مثقال ذرہ بھی آپ سے غائب نہیں۔ سوم یہ کہ تم نے آخر تقریظ میں لکھا ہے وصلی اللہ علی من ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن۔ ان تینوں باتوں کی تفصیل اور جواب لکھوا اور اپنا عقیدہ ظاہر کرو اور جب تک اس کا جواب نہ دے دو اس وقت تک تم کو یہاں سے سفر کرنے کی اجازت نہیں حالانکہ مجدد بریلوی صاحب حج سے فارغ ہو چکے تھے، مگر اس حکم کے آتے ہی سفر کرنے سے بند کر دیئے گئے اور ایک قسم کی قید میں پڑ گئے۔ بہت سٹ پٹائے میلنے کے دینے پڑ گئے کہ کہاں آئے تھے جناب مولانا خلیل احمد صاحب سلمہ کی فکر میں یہاں خود ہی پھنس گئے۔ آٹھ دس روز تک اسی کشش و پنچ اور فکر و الم میں رہے کہ کس طرح اس گرداب بلا سے نکلوں اور

کیونکر چھٹکارا ہو ہندوستان ہوتا تو شریف شیخ اہل مکہ سبھوں کی تکفیر کر کے ایک ہی تلوار سے قتل کر ڈالتا مگر ہائے کیا کروں حجاز ہے دوسرا ملک ہے یہاں آزادی نہیں افسوس ریل بھی نہیں کہ بھاگ جاؤں، پر بھی نہیں کہ اڑجاؤں اگر اقرار کرتا ہوں تو قید خانہ اژدہا جیسا منہ لئے ہوئے تیار ہے اور اگر انکار کرتا ہوں تو رسالہ مع مہر ودستخط کے موجود ہے پھر معتقدین کو کیا منہ دکھاؤں گا، برسوں کی محنت برباد ہوئی جاتی ہے مگر جب کوئی صورت خلاصی کی نہ ہوئی تو اپنا اصل پیشہ اور ذاتی عمل کام میں لائے خلط ملط اور گڑبڑ عمل کیا۔ اول سوال کا جواب لکھا کہ ازل وابد سے میری مراد وہ نہیں ہے جو کتب دینیہ اور دفاتر کلامیہ میں لیا جاتا ہے میری مراد ازل سے ابتدائے دنیا ہے اور ابد سے انتہائے دنیا۔ ماشاء اللہ سبحان اللہ۔

صاحبو! ذرا سوچنے کی بات ہے کہ یہ کس قدر فریب دہی اور مکر کی بات ہے جب مسائل دینیہ خصوصاً عقائد میں لفظ ازل کا آتا ہے اس کے یہی معنی ہوتے ہیں ما لا ابتداء لہ یعنی جس کی ابتداء نہ ہو اور اسی لئے خداوند کریم لفظ ازلی اور ابدی سے موصوف ہوتا ہے مجدد صاحب تضلیل عالم کے واسطے عقیدہ تحریر کریں اور ایک من گھڑت معنی اپنے دل میں لے لیں بھلا اس کا کیونکر اعتبار ہو سکتا ہے آپ ہی فرمائیں کہ کوئی بولے لفظ آب کا اور اس سے آگ مراد لیوے تو کوئی اس کی بات مان سکتا ہے ہرگز نہیں مگر ایسا نہ کرتے تو مساوات علم رسول علیہ السلام یا علم الٰہی کے مواخذہ میں گرفتار بھی ہو جاتے، دوسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ مثقال ذرہ نہیں کہا ہے، ترجمہ اردو سے عربی میں غلط کیا گیا ہے، حضرات! ذرا اس مکر اور خداع کو خیال کیجئے اس عبارت میں لفظ ذرہ بھر کا موجود ہے پھر عربی میں اس کا ترجمہ مقدار ذرہ و مثقال ذرہ نہیں تو اور کیا ہے، دیکھو کتب لغت اور محاورات عرب کو کہ مثقال ذرہ اور اس کے امثال میں لفظ مثقال کے معنی مقدار اور وزن کے ہیں یا نہیں، مگر یہ جھوٹ اور فریب نہ کرتے تو چھٹکارا کیونکر ہوتا۔ حالانکہ خود ان کا اور ان کے مقلدین کا مذہب یہی ہے کہ کوئی چھوٹی اور بڑی چیز رسول مقبول علیہ السلام سے غائب نہیں، افسوس صد افسوس کہ مثل روافض تقیہ پر کمر باندھی اللہ جھوٹی باتیں بنائیں، تیسرے اعتراض کا جواب یہ دیا کہ عبارت میں چھاپہ والوں سے غلطی ہوئی کہ میں نے یہ لکھا تھا صلی اللہ علی من ھو مظھر الاول والآخر مگر لفظ مظہر کا رہ گیا۔ حضرات ذرا غور فرمائیں کہ یہ کیا دھوکہ دہی ہے اس جواب سے ہر عاقل ان کا عاجز ہونا اور بغلیں جھانکنا اور فریب دینا سمجھ سکتا ہے کیا جب رسالہ طبع ہوئے کو گیا تھا کاپی کی تصحیح نہیں ہو سکتی تھی ہم نے مانا کہ ایسا ہی ہوا تھا مگر بعد چھپنے رسالہ کے جب آپ نے دیکھا یا آپ کے معتقدین نے تو غلطنامہ کیوں نہ چھپوا کر ملحق کر دیا تھا تاکہ

اس شرک صریح اور کفر خالص سے بچ جاتے مگر جس کو نہ حیا ہو نہ جھوٹ بولنے سے کچھ گریز اس کو ایسی باتوں کی کیا پروا۔ الحاصل۔ یہ جوابات مع اظہار ان کے عقائد کے علم غیب میں شریف صاحب تک بعد ایک مدت کے پہنچے، جملہ ارکین سمجھ گئے کہ محض بات بنانا ہے کیونکہ تحقیق جو کیا تو جواب غلط تھا ذرہ بھر کے معنی جس سے پوچھے سبھوں نے متقال ذرۃ کا بتائے ازل اور ابد کے معنی وہ خود ہی جانتے تھے مگر ان کو اس کلام پر بھی بہت جوش آیا کہ وہ کہتا ہے کہ ابتداء عالم سے انتہا تک کی جملہ ماکان و مایکون کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا یہاں تک کہ شیخ شعیب مالکی سے جو آجکل مکہ معظمہ میں سب سے بڑے عالم ہیں اور حلقہ درس بھی حرم شریف میں ان کے برابر کسی کا نہیں ہوتا اور نیز شیخ صالح کمال کی جو مجدد بریلوی کے وکیل مفوض اور مختار عام بڑی مشکل سے ہو گئے تھے گفتگو سخت کی نوبت آئی شیخ صالح کمال مجدد صاحب کی طرفداری کرتے تھے اور یہ دونوں علماء جملہ اس کے خیالات وعقائد کا رد بہ دلائل واضحہ کرتے تھے اور بالآخر شیخ صالح کو جب کوئی جواب موقع کا نہ بن پڑا اور ان دونوں نے ان کو الزام دیا کہ اہل ضلال کی طرفداری کرتے ہو اور پہلے بھی تم نے ایسا اور ایسا فلاں وجہ سے کیا تھا تو رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہو کر شریف صاحب سے ان دونوں حضرات کی بابت کہا کہ آپ کی مجلس میں مجھ کو یہ لوگ اس قدر ذلیل کرتے ہیں، شریف صاحب نے گفتگو کرنے سے ان لوگوں کو منع کر دیا ان دونوں حضرات نے چاہا کہ اس شخص کو ضرور سزا ہونی چاہیے، تا اینکہ خود اگر عقائد فاسدہ سے توبہ کرے مگر چونکہ شریف صاحب اپنی مجلس ہی میں جھگڑا دیکھ چکے تھے انھوں نے فرمایا کہ اس شخص کو جلد یہاں سے نکالدینا چاہیئے تاکہ عوام پر اس کا کوئی اثر قبیح نہ پڑ جائے۔ چنانچہ وہاں سے حکم آیا کہ تم جلد یہاں سے چلے جاؤ شریف صاحب کو جو طیش اور غضب اس شخص پر تھا وہ حضار مجلس ہی بیان کر سکتے ہیں مگر بخوف انتشار عوام۔ دوم بغرض رعایائے اجنبیہ مناسب جانا کہ اس سے تعارض کرنا بہتر نہیں، اس تمام قصہ کو احقر نے مجملاً عرض کیا ہے جس کا جی چاہے تفصیل وار شیخ شعیب صاحب مالکی مدرس حرم شریف مکہ معظمہ یا شیخ احمد فقیہ، یا شیخ احمد القادر شیبی یا شیخ محمد معصوم صاحب یا مولوی منور علی صاحب محدث رامپوری سے یا ان لوگوں سے جو شریف صاحب کے اس زمانہ میں مصاحب تھے پوچھ لیوے مجدد بریلوی صاحب اس ذلت سے تو وہاں سے نکالے گئے مگر جدہ میں پہنچتے ہی یہ مشہور کیا کہ شریف صاحب تو مجدد صاحب کے مرید ہو گئے۔ بھلا اس جھوٹ کا کچھ ٹھکانا ہے۔ شریف صاحب نے تو ان کو منہ لگانے کے قابل نہ مانا ارادت اور مریدی تو کجا، بھلا شرفاء مکہ اور ایسے نااہلوں سے مرید ہوں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک، مجدد صاحب پر جب یہ لے دے ہو رہی

تھی تو ایک روز اپنے وکیل مفوض کے ذریعہ شریف صاحب کے یہاں کہلا بھیجا کہ افسوس مجھ پر تو اس طرح لے دے ہو رہی ہے حالانکہ میں خواص اہل سنت والجماعت سے ہوں ایک شخص یہاں ایسا موجود ہے جو خدا کو جھوٹا (معاذ اللہ) اور شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کہتا ہے اور اس پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا ہے، چنانچہ یہ گفتگو مفتی صالح کمال نے مجلس شریف صاحب میں پہنچائی اس کا سننا تھا کہ ہر دو صاحبان شیخ شعیب اور شیخ احمد فقیہ ونیز دیگر اراکین مجلس نے اسی دم ان کے وکیل پر رد کیا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کوئی مسلمان ایسا کلام نہیں کہہ سکتا ہے، محض افتراء اور بہتان بندی ہے اور شریف صاحب نے بھی ایسا ہی کہا۔ چنانچہ وکیل صاحب سخت شرمندہ بھی ہوئے اس وقت تک جناب مولانا خلیل احمد صاحب اور شیخ شعیب صاحب سے کوئی ملاقات بھی نہ ہوئی تھی چنانچہ جب یہ خبر مولانا کو پہنچی تو ایک دو آدمیوں کو ساتھ لیکر شیخ شعیب اور مفتی صالح کمال وکیل مجدد حصہ کے پاس گئے اور ہر ایک سے ملکر گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں نے سنا ہے کہ شریف صاحب کی مجلس میں کسی شخص کی نسبت یہ کہا گیا ہے، میں ہی وہ شخص ہوں جس کی نسبت یہ افترا کیا گیا ہے میں ہرگز اس کا قائل نہیں ہوں یہ محض افتراء اور بہتان ہے ہاں البتہ امتناع بالغیر کا بوجہ مسئلہ جواز خلف وعدہ وعید کے قائل ہوں جیسا کہ رائے مشہور سلف کی ہے شیخ شعیب نے بہت شد ومد سے کہا کہ میں سنتے ہی سمجھ گیا تھا کہ افترا پردازی کی ہے اور اس مسئلہ کے جملہ متکلمین قائل ہیں اور اپنی اپنی کتب میں تصریح کر رہے ہیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس مسئلہ علم غیب میں بھی مولانا نے حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت تقریر کی جس کی تشریح آئندہ آجاوے گی۔ اور بیان فرمایا کہ ہم نے اپنے رسالہ براہین میں یہ کہا ہے اور اس مفتری کذاب نے ہم پر یہ بہتان باندھا ہے، اصل عقیدہ میں شیخ شعیب صاحب نے پوری مطابقت فرما کر بہت کی آیات واحادیث حفظ پڑھیں اور بہت زور شور سے ثابت فرمایا کہ بے شک یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے اور یہ قول جو اس مجدد بریلوی کا علم ہر ہر جزئیات کونیہ وغیرہ کا ہے باطل ہے فلاں فلاں وجہ سے ایک عرصہ تک نہایت انبساط اور تہذیب سے باتیں ہوتی رہیں بعد ازاں مولانا صاحب ان سے رخصت ہو کر مفتی صالح کمال کے پاس بھی گئے۔ مفتی صاحب موصوف سے ملاقات ہوئی اولاً مفتی صاحب بوجہ ان باتوں کے کہ ان کو جھوٹ جھوٹ پہنچائی گئی تھیں کبیدہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور کیوں نہ ہوں آخر ہر مسلمان پر ایسی باتوں کا اثر ہونا ضروری ہے مگر جب مولانا نے حقیقت الحال کا انکشاف فرمایا اور میدان تقریر میں جولانی فرمائی تو وہ کبیدگی مبدل بہ فرح وسرور ہو گئی اور جملہ تقریر

حضرت مولانا کو انھوں نے تسلیم فرمایا اور بہت خوش ہوئے۔

الحاصل۔ جب ان دونوں حضرات سے کما حقہ مولانا نے من وعن تذکرہ فرمایا تو اب چونکہ سفر مدینہ منورہ کرنا تھا اور چند قافلے اس کے پہلے روانہ ہو بھی چکے تھے اس لئے خود بھی براہ ینبع النخیل روانہ ہوئے مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وفضلاً برائے زیارت شریفہ ہو گئے، اور مجدد صاحب اس وقت تک شریف صاحب کی طرف سے متوجہ عن السفر ہی تھے، جب مجدد صاحب نے دیکھا کہ حریف صحیح و سالم نکل گیا اور ہم پھنس گئے تو ایک نئی ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ ایک خاص نیا طریقہ کرنا چاہیئے جس سے یہ لوگ عموماً اکثر عوام وخواص اہل ہند سے گر جاویں کوئی اعتبار ان کا نہ رہے: و مقصد اصلی ان کا یہ تھا کہ کسی طرح مولانا خلیل احمد صاحب دام مجدہٗ کی آبرو میں کوئی بٹہ لگے اسی وجہ سے جب سے سفر کا عزم مولانا کا سنا تھا اسی وقت سے تہیہ اپنے سفر کا کر لیا یہ خیال کر کے بعد تصنیف براہین قاطعہ مولانا کو یہاں آنے کی نوبت نہیں آئی ہے میں جا کر لوگوں میں مشہور کر دوں گا اور ان کی عزت کے درپے ہوں گا مگر آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ طائفہ اہل حق ہمیشہ منصور من اللہ رہتا ہے اور کیوں نہ ہو آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما ہی دیا ہے کہ میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر ثابت رہے گی قیامت تک ان کو ضرر نہ پہنچا سکیگا جو شخص دشمن ان کا ہوگا اور نہ رسوا کر سکیگا جو ان کو رسوا کرنے کا قصد کرے۔ اس اثناء میں حضرت مولانا دام مجدہ نے حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مولانا کے کمر میں بجا بندھا حضرت کو یہ امداد الٰہی کی تائید کی بشارت نہیں تھی تو کیا تھا چنانچہ اس کا ظہور واضح طور پر ہوا اور مجدد صاحب حج سے پہلے تو بیمار ہو گئے اور کسی کام کے لائق ہی نہیں رہے حج سے فارغ ہو کر جب کہ کچھ حرکت کرنا شروع کیا تھا بلائے آسمانی نازل ہوئی اور ان کے اہل وطن کا محضر پہنچا اور شریف صاحب کے یہاں سے پرسش اور لے دے شروع ہو گئی حضرت مولانا صاحب صاف بتائید اللہ تعالے نسک واراکین حج وغیرہ کر کے بالیقین تمام باہمہ عزت وشوکت روانہ بسوئے بارگاہ نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہو گئے کوئی بدخواہ ان کے بال کو ٹیڑھا نہ کر سکا۔

الحاصل مجدد صاحب نے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں ہزاروں طرح کی ایسی ایسی چالاکیاں اور بہتان بندیاں کی گئیں جن کو دیکھتے ہی دو سطحی نظر اور اپنے عقل وغور سے کام کر کلمات سمجھ کر تم استعمال کرنے لگتے مگر چل کر ہم بعض وجوہ مکر وفریب کو مفصل ان شاء اللہ ذکر کریں گے مجدد صاحب کا رسالہ

بعض بھولے بھالے علماء پر چل بھی گیا خصوصاً بدیں وجہ کہ تعظیم و اکرام علماء اور سادات کا ایسی طرح کیا جاتا تھا کہ جس کو دیکھکر تعجب کا بھی جگر ہو تو پانی پانی ہو جائے جس شخص کو بھی سیادت کی طرف منسوب دیکھا جاتا کہ یہ ذی عزت و شوکت ہے چاہے جاہل سے بھی جاہل کیوں نہ ہو مگر قدموں پر گر پڑے اور چومتے چومتے ہونٹ بھی گھسا دیئے پیروں کا تذلل اور تضرع ظاہری کا علماء و سادات کے سامنے تو ٹھکانا ہی کیا تھا، مقصود ان سب امور سے فقط یہی تھا کہ اپنے آپ کو ان لوگوں کی نظروں میں نہایت خوش عقیدہ اور محب ثابت کر دیں تاکہ حصول مقصد میں مدد ملے اور صرف یہ امر بھی کافی نہ ہوا بلکہ بعض اور بھی اعمال انکو جلب قلوب کے لئے کرنے پڑے بایں ہمہ جو لوگ محتاط دیندار تھے یا ذکاوت و شعور کا مادہ ان میں قوی تھا وہ موافق قول نبوی اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ ان کی اول ہی کی گفتگو و ابتدائی تحریرات بلکہ ملاحظہ صورت و سیرت ہی سے کھٹک گئے تھے اسی وجہ سے بڑے بڑے مشہور و معروف علماء و مدرسین و اصحاب لیاقت نے ہرگز ہرگز ان کی تصدیق و موافقت نہیں کی اور صاف جواب دیدیا چونکہ احقر بڑے بڑے مشہورین علماء مکہ سے واقف ہے متوسطین اور اصاغر سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا اس لئے چند اکابر کے نام لکھتا ہے جنہوں نے مجدد صاحب کی موافقت فقط اسی وجہ سے نہیں کی کہ مجدد صاحب کی تحریر و تقریر کو قابل اعتبار نہ سمجھا اور جان گئے کہ ضرور اس تحریر میں شائبہ نفسانیت و افترا پردازی ہے اور ضرور یہ شخص اصحاب عقائد باطلہ میں سے ہے حضرت الشیخ الاجل والفاضل الاکمل وحید عصرہ فرید دہرہ البحر الفہام والحبر القمقام نوری الاطوار ورازی الادوار جناب الشیخ حب اللہ المکی الشافعی یہ اقران شیخ دحلان مرحوم میں سے ہیں علامہ وقت صاحب فہم و ذکا متقی و پرہیزگار جملہ علوم عموماً اور فقہ شافعی و تفسیر میں خصوصاً حرمین میں ان کا کوئی نظیر نہیں عمر بھی تقریباً اسی سے متجاوز ہے ان دنوں آنکھوں سے معذور ہو گئے ہیں اکثر علماء حرمین ان کے شاگرد ہیں، عموماً شوافع سے سنا جاتا ہے کہ مکہ معظمہ میں مذہب شافعی میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں جو شخص کچھ دنوں بھی مکہ معظمہ میں رہ آیا ہے وہ ان سے ضرور واقف ہوگا۔ اور جس کا جی چاہے حرمین شریفین کے لوگوں سے ان کی حالت دریافت کرے، احقر نے ان کا وصف کچھ بھی ان کی حالت اصلیہ کے مقابلہ میں بیان نہیں کیا، غرضکہ انھوں نے بوجہ احتیاط مجدد صاحب کے رسالہ کی تصدیق کرنے سے انکار کیا ہے شمس سماء التحقیق بدر فلک التدقیق جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول امام المحدثین و رئیس المفسرین مولانا الشیخ شعیب المالکی دامت برکاتہم الامام والخطیب بالحرم الشریف المالکی علیٰ ہذا القیاس ان کا حلقۂ درس سب سے بڑا حرم محترم میں ہوتا ہے اور ہزارہا

احادیث ان کو مع اسناد متن حفظ یاد ہیں، حضرت الامام الجلیل والفاضل النبیل مرکز الزکاوۃ والفتوۃ رئیس الشجاعت والسخاوۃ مقدام فرسان المعقولات الجامع قصبات السبق فی میادین المنقولات مولانا الشیخ احمد فقیہ الامام والخطیب بالحرم الشریف دام فضلہ آمین، یہ صاحب بھی نہایت تیز طبع ذی علم شخص ہیں دونوں حضرات حرم محترم کی نسبت تعلق خدمت امامت وخطابت کا رکھتے ہیں بوجہ غزارتِ علم وفطانت اعلیٰ درجہ کے علماء سے شمار ہوتے ہیں۔ شریف صاحب کے ندماء میں سے ہیں حضرت رئیس العلماء العالمین وسید الفضلاء الکاملین الماہر فی صناعات العربیۃ الفائق علی الاقران فی الفنون الادبیہ سید المحدثین وامام المتکلمین مولانا الشیخ عبدالجلیل الحنفی آفندی قدس اللہ سرہ العزیز نہایت معمر وصالح شخص تھے حرمین کے مشہور ومعروف علماء واتقیاء میں سے شمار ہوتے تھے۔ علم ادب میں ان کا نظیر کوئی نہ تھا۔ علاوہ علم ادب دیگر علوم میں بھی دسترس کامل رکھتے تھے ابتدائے ۱۳۲۸ھ میں ان کی وفات ہوگئی، اگرچہ مدینہ منورہ کے علماء میں سے تھے مگر چند سال مکہ معظمہ میں آ گئے تھے جب مجدد بریلوی صاحب وہاں رونق افروز ہوئے تو یہ مکہ معظمہ ہی میں موجود تھے ان کے پاس بھی اپنا رسالہ لیکر اعلیٰ حضرت بریلوی تشریف لیگئے تھے۔ مگر چونکہ وہ تجربہ کار ذی عقل وشعور بڑی عمر کے شخص تھے فوراً پہچان گئے کہ یہ شخص قابل اعتبار نہیں، یہ چاروں شخص بہت بڑے اور مشہور علماء مکہ میں سے اس وقت تھے علم وفضل وکمال میں جو حالت ان کی ہے ہرگز ان لوگوں کی نہیں ہے جن کی مہریں اور تصدیقیں مجدد الضلیل کو ہاتھ لگی ہیں جس شخص کا جی چاہے خود اہل مکہ سے ان کی حالت معلوم کرلیوے علاوہ ازیں اور بھی بہت سے علماء ہیں جو ابتک موجود ہیں اور انہوں نے کسی طرح ان کی تصدیق کرنے پر قلم نہ اٹھایا البتہ جو لوگ طالب شہرت تھے یا بوجہ اپنی سادگی کے ان کے دام تزویر میں آ گئے انہوں نے مہر ودستخط میں تاخیر ہرگز نہ کی ان اسامی میں جنکو مجدد صاحب نے اہل مکہ سے نقل کیا ہے بہت سے ایسے ہیں کہ جن کو قوت علمیہ میں کوئی دخل نہیں اور نہ وہ درس وتدریس کے ساتھ مشتغل ہیں علماء مکہ میں ان کا شمار بھی نہیں ہوتا اگر ہم اس درجہ کے ان علماء کو ذکر کریں جنھوں نے ان کی مخالفت کی تھی تو ایک دفتر مستقل تیار ہوجاوے مگر ان چار مشہور عالموں پر ہم کفایت کرتے ہیں۔

اب کچھ حال مدینہ منورہ کا سنئے، چونکہ احقر اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھا اس لئے وہاں کے احوال اس سے بھی زیادہ بیان کرسکتا ہے مگر تطویل رسالہ کے خیال سے اجمالاً عرض کرتا ہے، یہاں بھی وہی طریقہ فریب دہی اور اظہار اخلاص کا زائد از حد برتا اور نہایت اخفاء کے ساتھ بعد چند روز قیام کرنے کے خاص خاص لوگوں پر رسالہ پیش کیا اور چونکہ چند ابحاث غریبہ میں جن میں علماء حرمین کو کبھی نظر اور فکر کی

نوبت نہ آئی تھی اور انھوں نے کچھ اقوال یاد کر رکھے تھے، ان کا مذاکرہ مجالس میں کرتے رہتے تھے لوگوں کو کچھ خیال علمیت کا ان کی طرف اولاً ہوگیا اور ہر جا صاحبزادے صاحب نے مشہور کر دیا کہ ابا جان تو علم ہیں، امام اور فاضل اجل ہیں کہیں جذر و کعب کا ذکر کیا، کہیں العلم المطلق اور مطلق العلم کا مسئلہ چھیڑا کہیں نوٹ پر گفتگو کی، کہیں بعض ابحاث فرعیہ پر بحث چھیڑی، کہیں تین تو رسالوں کا مذاکرہ کیا اور کہیں مناظرات عجیبہ اور اسکات خصوم کا افتخار ظاہر کیا، لوگوں نے اولاً یہی خیال کیا کہ صاحبزادے صاحب جو کہ شہر علم کا امام بنا رہے ہیں بہت ٹھیک ہے مگر باوجود ان سب باتوں کے نہایت خفیہ طور پر اس رسالہ پر مہریں کرائی گئیں، چونکہ ابتداءً یہاں مثل مکہ معظمہ کے کوئی جھگڑا پیش نہیں آیا تھا اس لئے لوگ خالی الذہن تھے بعض بعض لوگ فریب میں آ گئے اور اکثر علماء مدینہ بالکل فریب میں نہ آئے خصوصاً جو لوگ زیادہ تر مشہور و معروف ہیں ان کے نام بھی میں ذکر کروں گا بعض حضرات کو آخر میں تنبہ ہوا اور اسی وجہ سے اکثر اہل مدینہ نے شرط لگادی کہ اگر یہ قول ان لوگوں کا ہو تو ایسا حکم ہے، حالانکہ وہ فریب بازی اس رسالہ میں کی گئی تھی کہ جو شخص سکان حجاز میں کچھ عقل رکھتا ہوا دیکھتا بلاشبہ وہ تصدیق و تکفیر کرتا مگر مجدد کی بے اعتباری پر لوگوں کو یہ شرط لگانا پڑی، مولانا سید احمد برزنجی مفتی شوافع انہوں نے اولاً یہ خیال کیا کہ بیشک یہ شخص قابل اعتماد و ذی علم معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کے رسالہ کی تصدیق فرمائی اور لوگوں کو ترغیب اس کی دی مگر جب ان کی آخری ملاقات سید عبداللہ مدنی کے مکان پر شب کو ہوئی اور مسئلہ علم غیب میں گفتگو ہوئی اسی وقت ان کی حقیقت علمی و اعتقادی کھل گئی اور ان کو اپنے فعل سابق پر تاسف ہوا اسی وقت تقریظ اپنی منگا کر اپنی مہر کو مٹا دیا اور کہا معلوم ہوگیا کہ تم لوگ اہل ضلال و فساد میں سے ہو اور بحث گفتگو کی نوبت آئی خود مفتی صاحب نے بیان فرمایا کہ دوسرے روز مجدد المضلین صاحب نے اپنے فرزند ارجمند کو میرے مکان پر بھیجا اور اس نے آکر میرے پیر اور ہاتھ چومے اور کہا کہ مہربانی فرما کر اس تقریظ پر پھر مہر کر دیں اور اس کی تصدیق سے اعراض نہ فرمادیں، کیونکہ ان امور میں آپ سے کوئی مخالفت نہیں ہے باقی رہا مسئلہ علم غیب یہ اگرچہ آپ کی رائے میں ہماری رائے کیخلاف ہے پس اس کو علی حالہ باقی رہنے دیجئے اور علاوہ اس کے نہایت تذلل و عجز کے کلمات و افعال کئے، مفتی صاحب نے بہت کچھ سخت سست کہا بالآخر اس کی عاجزی تذلل پر شرما کر فرمایا کہ خیر پھر مہر کئے دیتا ہوں، مگر اس بات کو جان لینا کہ یہ مہر تم کو نفع دینے والی نہیں کیونکہ میں نے شرط لگادی ہے اگر ان لوگوں کا یہی عقیدہ ہے جو اس نے ذکر کیا ہے تو البتہ یہ حکم ہوگا، پس اس عبارت کی وجہ سے تمہارا مقصد ہرگز حاصل نہ ہوگا۔ آپ حضرات غور فرما کر معلوم کر سکتے ہیں کہ جب عموماً علماء حرمین نے

اپنی اپنی تقاریظ میں شرط لگا دی ہے تو یہ حرمین کی سیف (تلوار) حقیقت میں اسی کذاب کی گردن کاٹ رہی ہے اور جن لوگوں نے نہیں شرط لگائی ان کا بھی مقصد یہی شرط ہے چنانچہ ان لوگوں سے متعدد مرتبہ ذکر کیا مفتی صاحب اس آخری ملاقات کے بعد نہایت پر غضب و خشمناک ہو گئے تھے اور انہوں نے اسی دن سے ایک رسالہ مرتب فرمانا شروع کیا جس میں تمام بحث اس شب کی ذکر کی جو مجدد صاحب سے پیش آئی تھی اور اس کو اچھی طرح سے واضح کر کے بیان کیا اور ثابت کر دیا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کا اس مسئلہ میں وہ نہیں جو مجدد المضلین کا دعویٰ ہے یہ عقیدہ خلاف اہل سنت والجماعت اہل ضلال کا ہے بریلوی صاحب کی مقدار علمی اور اصلی حالت کو اس میں خوب ذکر فرمایا ہے صاحب تمہید شیطانی تو ان الفاظ پر پھولے نہیں سماتے جو بعض لوگوں نے مجدد المضلین کی شان میں اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے کہہ دیئے تھے یا بعض نے محض ناواقفیت اور سادہ لوحی کی بناء پر ذکر کیا تھا مگر مہربانی فرما کر ان الفاظ کو بھی دیکھیں جن کو مفتی برزنجی صاحب نے اور جملہ علماء مدینہ نے ارشاد فرمایا تھا، وہ رسالہ اسی وقت ہندوستان میں شائع ہونے کے واسطے بھیجا گیا مگر مجدد صاحب کے ہم وطن لوگ مولوی منور علی صاحب سے چھپوانے کے واسطے لے گئے اور بالآخر امروز فردا میں اب تک ڈالے رکھا اب مولوی صاحب موصوف نے اس کو اپنے اہتمام سے چھپوایا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ سیف حرمین نے خود بریلوی صاحب کا گلا کاٹا ہے ان کو اور ان کے متبعین کو ان الفاظ پر دھوکہ نہ کھانا چاہئے، بریلوی صاحب کی حالت جب اس شب کی گفتگو میں یہ ہوئی اور مفتی صاحب اس طرح ان سے بگڑ گئے اور مسائل میں اختلاف ہوا تو ان کو خوف ہوا کہ مبادا کری کرائی محنت سب غارت ہو جائے کیونکہ اب تو یہاں کے اکابر سے مخالفت شروع ہوئی ہے اور ایک مجلس میں مجھے سکوت کرنا پڑا ہے پس اور لوگ بھی اگر مسئلہ کی وجہ سے مخالف ہو گئے اور علمی گفتگوؤں کی نوبت آئی تو بالکل قلعی کھل جاوے گی اور یہ مہریں اور تصدیقات چھن جاویں گی اس لئے اب فرار اختیار کرنا چاہئے، چنانچہ یہ جا وہ جا، بہت جلد مدینہ منورہ سے بھاگ آئے اور بمبئی میں آ کر یہ مشہور کیا کہ ہم نے جملہ علمائے حرمین کو ساکت و عاجز کر دیا، بھلا اس دروغگوئی کا کیا ٹھکانا ہے کوئی ان سے پوچھے کہ بعد عشاء کے آپ کے مکان پر شیخ عبد القادر طرابلسی شیخی سے کیا گفتگو ہوئی تھی اور کس کو عاجز و ساکت ہونا پڑا تھا، آفندی مامون بری صاحب کے مکان پر جب آپ تصدیق کرانے کے لئے گئے تھے تو کیوں انہوں نے تصدیق نہیں کی اور کیا گفتگو ہوئی جس میں آپ کو نیچا دیکھنا پڑا مفتی برزنجی صاحب سے کیا پیش آیا کہ حسین احمد صاحب نے جب بذریعہ سید اسحٰق صاحب بلدوانی مناظرہ کی استدعا کی تھی تو کیوں مناظرہ سے فرار کیا تھا اور یہ جان کر

کران کے اساتذہ یہاں موجود نہیں اور ملک ہندوستان جہاں وہ حضرات موجود ہیں کئی ہزار میل سے
یہ بہانہ لیا تھا کہ تم ہمارے قرین نہیں ہوا پنے اساتذہ کو لاؤ آپ کے صاحبزادہ صاحب نے شیخ عبد القادر
شیبی کے مکان پر مسئلہ علم غیب میں کیسا نیچا دیکھا تھا، دیکھئے بڑے بڑے مدرسین و علماء کرام نے ان کی
موافقت و تصدیق نہ کی حضرت الشیخ الاجل والامام الاو الاحد الاکمل رئیس الصوفیۃ
الکرام امام الفقہاء الفخام مولانا الشیخ لیسین المصری الشافعی جو کہ صبح باب الرحمۃ کے پاس تصوف
اور فقہ شافعی کا درس دیتے ہیں تقریباً ستر اسی آدمی حلقہ درس میں ہوتے ہیں حضرت امام العلماء العاملین
رئیس الفقہاء العاملین مسند المحدثین وسید المفسرین مولانا الشیخ عبد اللہ النابلسی
الحنبلی جو کہ بعد مغرب و عصر و ظہر حدیث و تفسیر و فقہ حنبلی وغیرہ کا درس دیتے ہیں اور نہایت معمر اور
بزرگ شخص ذی علم و تقوی ہیں اور اعلیٰ درجہ کے مدرسین میں شمار ہوتے ہیں حضرت العالم الجلیل
والفاضل النبیل ذو الجد الثاقب والرائی الصائب ابو حنیفۃ الزمان وابن مالک الدور ان
مولانا الشیخ عبد الحکیم صاحب البخاری الحنفی یہ بھی معمر اور صالح معتمد مدرسین حرم شریف میں سے
ہیں بعد از ظہر و عصر و قبل از ظہر حرم محترم میں درس فقہ و حدیث وغیرہ دیتے رہتے ہیں مدرسہ اور
بلکہ مدرس اعلیٰ بھی ہیں حضرت شمس العدالۃ والبہاء وبدر الزکاوۃ والسخاء محی السنۃ البیضاء و
مبید البدعۃ الشوھاء علم المحققین وفخر المدرسین حضرت السید ملا سنقر البخاری الحنفی یہ
شخص نہایت صالح اور متقی ہیں، صبح و ظہر و عصر و مغرب کو ہمیشہ علوم مختلفہ میں درس کتب دیتے رہتے
ہیں، ہزاروں طلبہ ان سے مستفید ہیں حضرت جنید الزمان ومزنی الدوران ترمذی عصرہ ووحید
دھرہ مولانا الشیخ السید امین رضوان الشافعی نہایت معمر اور صالح شخص ہیں، دلائل الخیرات کی اجازت
دینے والے شخصوں میں ان سے بڑا اس وقت کوئی نہیں، صبح اور مغرب کے بعد درس حدیث کا اور فقہ
شافعی کا دیتے رہتے ہیں حضرت عمدۃ الخلف الصالحین وفخر السلف العارفین منبع الحنیفیۃ و
مخزن الفیوض المصطفویۃ مولانا الشیخ الآفندی مامون بری شیخ الخطباء الحرم الشریف
الحنفی نہایت صالح اور ذکی شخص ہیں بعد نماز ظہر درس فقہ حنفی کا دیتے رہتے ہیں، قائم مقام شیخ
الخطباء اور امام و خطیب ہیں حضرت رئیس العلماء المتاخرین وامام الفضلاء المتو
طنین مسند الفقہاء المحققین سید القضاۃ المدققین مولانا الشیخ فالح الظاہری المالکی
یہ بھی معمر اور صالح شخص ہیں علم حدیث اور فقہ مالکی میں نہایت معروف ہیں بوجہ بعض امراض
کے گھر پر ہی درس دیتے ہیں حضرت الحاکم الشریعۃ الغراء والقائم باحیاء

الحنیفیۃ البیضاء رئیس القضاۃ والحکام محی العدل والانصاف فی بلدۃ سید الانام مولانا القاضی دام عزہ: یہ وہ علامہ ہیں جو سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کی طرف سے حاکم شرعی ہو کر مدینہ منورہ میں ہر سال تبدیل ہو کر آتے ہیں عالم جلیل ہونا شرط ہے۔ حضرت السید الفخیم والمقام العظیم البحر الہمام والبحر القمقام مولانا الشیخ نائب المفتی یہ بھی ایک شخص معمر ذی علم وفتوی ہیں شیخ اسماعیل آفندی ترکی زمانہ دراز سے وہاں مشغلہ علمی رکھتے ہیں علاوہ ان کے اور بھی علماء ومدرسین ومعتبرین ہیں جیسے سید عبداللہ اسعد حنفی وشیخ موسی ازہری مالکی وشیخ محمد تہدی مالکی ومولانا محمد حماد آفندی الحنفی وابوبکر آفندی الحنفی وعمر آفندی ابن المفتی آفندی عمر الشافعی الکردی شاعر المدینہ وشیخ یسین الشافعی جبرتی نقیب المفتی۔ وشیخ احمد اسنادی المالکی وشیخ احمد آفندی الحنفی امام طابور وشیخ غنی آفندی بوسنوی حنفی۔ وشیخ احمد الحنبلی، وملا خاں محمد بخاری۔ وملا عبدالرحمن بخاری۔ وشیخ عبدالوہاب آفندی ارزنجانی وغیرہ وغیرہ جن کے اسماء واحوال لکھنے کے لئے دفاتر کی ضرورت ہے اختصار کے واسطے فقط ان مشہورین پر اکتفا کیا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو کہ اکثر مشغلہ درس وتدریس رکھتے ہیں اور جیسے اشخاص کہ مجدد صاحب نے اہل مکہ کے اپنی تصدیق کے واسطے لکھے ہیں اکثر ان میں کے ایسے مرتبہ کے ہیں کہ مخالفین بریلوی صاحب کے اس درجہ کے ہزاروں تک دونوں جگہوں میں پہنچ سکتے ہیں، اگر آپ حضرات کو احقر کے کہنے پر اعتماد نہ ہو تو آپ بذریعہ خطوط یا ان اشخاص کے ذریعہ سے جو ہر سال جاتے ہیں دریافت کر لیجئے مگر یہ لوگ اہل شہر سے ملیں خصوصاً طلبہ سے تاکہ اہل علم کی معرفت حاصل ہو چونکہ احقر عرصہ سے وہاں رہتا ہے مشغلہ بھی سوائے علم کے دوسرا نہیں اس لئے جزئیات وکلیات علمیہ سے وہاں کے بخوبی واقف ہے، الحاصل مجدد المضلین اور ان کے اتباع کو ہرگز مایہ افتخار یہ تصدیقات نہ ہونی چاہئیں کیونکہ اولاً یہ سب افتراء اور دروغ کر دہی پر موقوف ہیں جن کے وجوہ ہم آگے ذکر کریں گے، ثانیاً خود علماء مدینہ نے جنھوں نے ان کی موافقت کی تھی بعد اطلاع حال وکشف خیال ان کی تضلیل وتجہیل کی اور رد میں رسالہ لکھکر سبھوں نے اس پر مہر کی ہے، ثالثاً مخالفین ان کے اکثر معتمدین وعلماء ومدرسین ہیں جنھوں نے ہرگز موافقت درست نہ رکھی، اہل مکہ کو بھی بعد کو تنبہ ہوا، چنانچہ جب ۱۳۲۳ھ کے رمضان المبارک میں شیخ حبیب اللہ صاحب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انھوں نے اسی مجلس میں جس میں شیخ عبدالقادر صاحب طرابلسی الشیبی بھی موجود تھے بیان کیا کہ اس سال ایک فتنہ مکہ معظمہ میں ہوا، ایک ایسا گمراہ شخص آیا تھا اور تمام قصہ بیان کر کے کہا کہ بعض نوعمر ناتجربہ کار اور بعض معمر اور سادہ لوح اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔

لیکن شریف صاحب نے ان لوگوں کو بہت کی تہدیدات وغیرہ کیں اور وہ لوگ اپنے فعل پر پشیمان ہوئے
شیخ عبدالقادر صاحب طرابلسی شیخ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ چند پاخانے بنے ہوئے
ہیں اور جو لوگ اس رسالہ پر تصدیق کر رہے ہیں وہ لوگ ان پاخانوں میں جاتے ہیں چنانچہ میں بھی جانے کا
قصد کر رہا ہوں، اس خواب کے دیکھنے کی وجہ سے ان کو تنبہ ہوا اور بہت تامل مثول مہر کرنے میں کی لیکن
جب مفتی شافعی نے زور دیا تو تقریظ دہ لکھی جس کی کیفیت ناظرین پر ظاہر ہے اور اس کی کچھ حالت
ہم آگے ظاہر بھی کریں گے۔

صاحبو! ان دونوں واقعوں کی تصدیق کرنا اگر آپ کو منظور ہو تو آپ بلاواسطہ خط بھیجکر شیخ عبدالقادر
صاحب طرابلسی الشیخ سے مدینہ منورہ میں دریافت کرلیں الحاصل احقر جب ہندوستان میں وارد
ہوا تو دیکھا کہ اس رسالہ کو بہت سے کندۂ ناتراش جن کو الف کے نام ب بھی نہ آتا لئے ہوئے جابجا
پھرتے ہیں اور لوگوں کو ترغیب دیکر اس کی اشاعت کی فکر کر رہے ہیں اور بہت سے اسی مجموعہ دشنام
کو لئے ہوئے دوکان دوکان کوڑی کوڑی چندہ وصول کرتے ہوئے پھر رہے ہیں اس لئے مناسب
خیال کیا گیا کہ لوگوں کی اطلاع کے واسطے ایک مختصر رسالہ موسوم الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب
شائع کیا جاوے کہ جس میں حضرت مجدد المضلین کی افتراء پردازی و دروغ گوئی اور بے لوث اکابر
کرام پر بہتان بندی کی حقیقت اور ان کائد کی تفصیل معلوم ہو جائے جو انہوں نے اپنی خواہش نفسانی
اور ہوائے شیطانی کے پورا کرنے میں کی تھی اور جس کے غم و ہم میں شب و روز لگے رہتے ہیں،
اس مختصر رسالہ میں دو باب ہیں اور خاتمہ۔

باب اول۔ فتوی لینے میں جو دھوکہ اور کید و فریب کیا گیا اسکا بیان اور اس کے بہت سے وجوہ ہیں
باب ثانی در اظہار افتراء پردازی براکابر و تفصیل اجوبہ اور اس میں نو فصلیں ہیں فصل اول
در تفصیل اتہام بر مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔ فصل ثانی در تفصیل ختم نبوت اجمالاً۔ فصل ثالث در
تفصیل تہمت بر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ فصل رابع در تفصیل مسئلہ امکان و امتناع فصل خامس
در تفصیل تہمت بر مولانا سہارنپوری دام مجدہٗ۔ فصل سادس در تفصیل عبارت براہین قاطعہ
فصل سابع در تفصیل تہمت ثانی بر حضرت مولانا سہارنپوری دام مجدہم۔ فصل ثامن در تفصیل
تہمت بر مولانا تھانوی دام مجدہم۔ فصل تاسع در توضیح عبارت مولانا تھانوی۔ در حفظ
الایمان۔

باب اوّل

فتویٰ لینے میں جو دھوکہ اور کید و فریب بازی کی گئی اس کا بیان

کید اوّل (یعنی پہلا فریب) جنہیں عالمان دین کی نسبت کفر کا فتویٰ حرمین سے حاصل کیا ہے ان پر وہ جھوٹے الزام واتہام لگائے گئے ہیں جن سے وہ بالکل بری اور پاک ہیں اور وہ عقیدے اور خیالات ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن سے وہ مقدس عالمان ہندوستان سخت بیزار ہیں اور خود بھی ان کو کفر سمجھتے ہیں، حرمین شریفین کے عالموں نے اسی سوال کے مطابق جواب دیدیا اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر کفر وشرک کا حکم لگا دیا کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ جیسا سوال ہوتا ہے ویسا ہی جواب لکھا جاتا ہے اگر یہی سوال لکھکر اور کسی شخص پر یہی الزام اور بہتان لگا کر ہندوستان کے ان مقدس عالموں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ بھی کفر وشرک کا حکم لگادیں گے چنانچہ متعدد فتوے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے کہ جو شخص شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کہے خدا کو جھوٹا کہے اس کا کیا حکم ہے تو آپ نے فتویٰ اس کے کفر کا دیا اور ہم فتاویٰ سے ان کی عبارت بھی نقل کریں گے اس لئے حرمین شریفین کے بعض عقلمند اور پر احتیاط عالموں نے یہ لکھدیا ہے کہ اگر سائل کا بیان صحیح ہے اور ان لوگوں کا فی الحقیقت یہی عقیدہ ہے تو وہ کافر وجہنمی ہیں، چنانچہ بطور نمونہ چند عالموں کا قول فتویٰ میں سے نقل کیا جاتا ہے ایک عالم فرماتے ہیں من قال بھذہ الاقوال معتقدا لھا کما ھی مبسوطۃ فی ھذہ الرسالۃ لاشبھۃ انہ من الضالین یعنی جو شخص ان باتوں کا قائل ہو اور جس تفصیل سے اس رسالہ میں لکھا ہے اسی تفصیل سے اعتقاد رکھتا ہو وہ بلاشبہ گمراہ ہے، ملاحظہ ہو تقریظ نمبر ۲ صفحہ ۳۹ سطر (۲۰) حسام الحرمین یعنی فتویٰ عربی مؤلفہ بریلوی خذلہ اللہ تعالیٰ دوسرے عالم لکھتے ہیں فھؤلاء الحاصل ماذکرت کفرۃ مارقون یعنی اگر فی الحقیقت ان لوگوں کا یہی حال ہے جو تم نے لکھا ہے تو وہ کافر بیں خارج از دین ہیں، ملاحظہ ہو تقریظ نمبر ۳ صفحہ ۴۳ سطر (۵) تیسرے عالم فرماتے ہیں وان من ادعیٰ ذلک فقد کفر یعنی جو اس کا دعویٰ کرے وہ بے شک کافر ہے (ملاحظہ ہو تقریظ ۲۲ صفحہ ۱۳۵ سطر ۱۶)۔

چوتھے عالم نے تو نہایت ہی احتیاط کی اور بہت تفصیل سے یہ لکھا ہے کہ اگر ان لوگوں سے وہ باتیں ثابت ہوجائیں کہ جنکو بریلوی شیخ چلی نے لکھا ہے یعنی غلام احمد سے دعویٰ نبوت کا اور مولانا رشید احمد صاحب ومولانا خلیل احمد صاحب ومولانا اشرف علی صاحب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین تنقیص ثابت ہو جائے تو ان لوگوں

کے کفر میں اور واجب القتل ہونے میں کچھ شک نہیں، عربی عبارت یہ ہے ان ثبت عنہم ماذکر ۃ ھذا الشیخ من ادعاء النبوۃ للقادیانی وانتقاص النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رشید احمد وخلیل احمد و اشرف علی المذکورین فلا شک فی کفرھم و وجوب قتلھم صلہ مسئلہ تقریظ نمبر ۲۹)

پانچویں جگہ طویل تحریر میں یہ الفاظ ہیں ھذا الحکم ھٰؤلاء الفرق والاشخاص ان ثبت عنہم ھذہ المقالات الشنیعۃ یعنی یہ اگر برے قول فی الحقیقت ان لوگوں کے ہوں تب ان کا یہ حکم ہے جو ہم نے لگایا ہے (تقریظ نمبر ۳۲ ص۱۳۳)

کسی منصف مزاج نے تو احتیاط نصیحت کا حق خوب ادا کیا اور اسی جرم میں ان کی مختصر تقریظ سب کے آخر میں ڈالدی گئی ہے وہ کہتے ہیں فاذا ثبت وتحقق ما نسب الی ھٰؤلاء القوم ما ھو مبین فی السوال فعند ذٰلک یحکم بکفرھم یعنی اگر پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے اور محقق ہوجائے وہ بات جو کہ ان لوگوں کیطرف منسوب کی گئی ہے جو سوال میں بیان کی گئی ہیں تب ان کے کفر کا حکم لگایا جائیگا (ص۱۵۳ سطر ۱۰)

اپنے اردو رسالہ میں خود ہی بریلوی نے عالموں کے اقوال کا خلاصہ لکھا ہے وہاں نقل کیا ہے کہ جو ان اقوال کا معتقد ہو وہ کافر گمراہ ہے (ص۲ تمہید سطر ۱) آگے چل کر نقل کیا ہے کہ جو حال تم نے بیان کیا اس پر وہ کافر دین سے باہر ہیں (ملاحظہ ہو تمہید ص۳ سطر ۱۰)

ان بزرگوں کے اقوال کا نمونہ دیکھنے سے چند باتیں معلوم ہوئیں اور جن حضرات کے کلام میں یہ شرط ثبوت مذکور نہیں ان کا بھی مطلب یہی ہے کیونکہ حکم تو اس شخص پر ہے جو ان امور کا معتقد ہو اول یہ کہ الزام اتہام جو ان بزرگوں پر لگائے گئے ہیں وہ اس انتہا کو پہنچ گئے ہیں کہ ان حضرات علماء کو بھی خود بخود شبہ ہوگیا ہے کہ شاید یہ باتیں محض افترا اور تہمت ہوں اس لئے انہوں نے کلمات احتیاط کے لکھے ہیں تاکہ جو کچھ وبال ہو وہ بریلوی کی گردن پر رہے ہم بری ہیں۔ دوئم یہ کہ انھیں عالموں نے فتوی دیا ہے جو ان مقدس عالمان ہند سے بالکل کسی قسم کی واقفیت نہیں رکھتے تھے (جیسا کہ ہم نے کید مشتم میں ذکر کیا ہے) ورنہ وہ اگر واقف ہوتے اور ان حضرات کو خدا نخواستہ بالیقین فاسد العقیدہ لوٹا قابل تکفیر سمجھتے تو ان احتیاطی الفاظوں اور عبارتوں کی کیا ضرورت تھی اور اگر ان کی بزرگی اور تقدس سے واقف ہوتے تو ان کے متعلق ایسا حکم کیوں لکھتے چنانچہ ذرا سی عقل رکھنے والا بھی ادنیٰ تامل سے اس امر کو سمجھ سکتا ہے، سوم حرمین شریفین کے لوگ بھی مقدس بزرگان ہند کے ہم عقیدہ ہیں لیکن چونکہ سوال میں ایسی باتیں لکھی تھیں جو بالاتفاق کفر ہیں لہٰذا دھوکہ میں آکر فتوی دیدیا۔

حضرات پھر خیال کیجئے کہ جب علماء نے خود یہ لکھدیا کہ جن لوگوں کا ایسا عقیدہ ہو وہ کافر ہیں تو ان

بزرگوں کو کیا ضرر ہوا اور ان پر کفر کیسے لگ گیا ان کا یہ عقیدہ ہے نہ خیال اگر لگا تو اس پر لگا جس نے بہتان تراشے اور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے عالموں کو دھوکہ دیا وحلال بجا دھوکہ کو اور سفر حرمین شریفین کیا ای دھوکہ دہی کے لیے۔

کید دوم جو بہتان اور تہمت ان بزرگوں پر لگا کر کفر کا فتوی حاصل کیا گیا ہے اسکی کسی قدر تفصیل لاحظہ کیجئے، اور مجدد التضلیل کے ناشائستہ افعال کا احوال پڑھیئے۔

کید ثانی اور بہتان عظیم لکھتے ہیں کہ یہ سب لوگ ضروریاتِ دین کا انکار کرتے ہیں اور خدا تعالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتے ہیں، عربی عبارت یہ ہے وانکروا ضروریات الدین وسبوا اللہ رب العلمین وسبوا رسولہ الامین المکین لاحظہ ہو حسام الحرمین ص۱ اور تمہید شیطانی ص۱۲ پر لکھا ہے " جب صاف صریح انکار ضروریات دین ودشنام دہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول رب العلمین آنکھ سے دیکھی" مگر اتنی ہمت نہ ہوئی کہ کوئی مثال بھی دیدیتا کہ مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی صاحب یا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کونسی ضروریات دین کا انکار کیا ہے البتہ مرزا غلام احمد بعض ضروریات دین کا منکر تھا مگر اس کو ان سے کیا واسطہ اور کیا تعلق اسکا عقیدہ سب کے ساتھ کیسے چسپاں ہو سکتا ہے اس کی تضلیل وتکفیر یہ سب اکابر خود ہی کرتے ہیں اور بارہا انکے فتوے اور اشتہارات اسکے بارہیں چھپ چکے ہیں دیکھو الخطاب الملیح۔

کید ثالث بہتان قبیح قادیانی کے تمام عقائد باطلہ اور دعویٰ نبوت اور دعویٰ مہدیت و مجددیت اور اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام سے افضل بتلانا اور وحی کا دعویٰ کرنا وغیرہ کو تین چار ورق میں تفصیل سے لکھنے کے بعد چند بزرگان و مقتدایان ہندوستان کا نام لیکر کہتا ہے کہ یہ سب باہم بڑی آفت میں شریک ہیں صرف بعض امور میں اختلاف ہے چنانچہ بکتا ہے کہ لھؤلاء مع اشتراکھم فی تلک الداھیۃ الکبریٰ مفترقون فیما بینھم علیٰ ارباع. ترجمہ پس یہ لوگ باوجود مشترک ہونے ان کے کے اس بڑی مصیبت میں مفترق ہوئے آپسمیں چند رایوں مختلف پر (لاحظہ ہو ص۱۲ سطر ۱۵) صرف علماء حرمین کو دھوکہ دینے کے لئے غلام احمد قادیانی کے عقائد کو ان بزرگان اہل سنت کیساتھ خلط ملط کر کے لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ ایک ہی عقیدہ اور خیال کے ہیں کچھ خفیف سا اختلاف ہوگا چونکہ مرزا غلام احمد باتفاق اہل سنت والجماعت گمراہ ہے اور فی الحقیقت ضروریات دین کا منکر ہے، لہٰذا اہل حرمین نے کفر اور ارتداد کا فتویٰ دیدیا اور

سب پر ایک حکم لگادیا کیونکہ وہ سب کو یکساں بجھے اور کیسے نہ سمجھتے جبکہ ایک چالباز مفتری کذاب نے صاف لکھدیا کہ یہ سب لوگ باہم شریک ہیں، مگر ہندوستان کے عالموں پر بریلوی مجدد التفلیل کا یہ جال نہ چل سکا، کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں ع

کجا عیسیٰ کجا دجّال ناپاک

کجا یہ مومنین پاکباز اور کجا مرزا مدعی نبوت بے نمازی - البتہ مرزا قادیانی کے عقائد میں بریلوی شریک ہے اس لئے کہ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں اس صدی کا مجدد ہوں ملاحظہ ہو ملا تمہید بے ایمانی۔)

ابتداء میں مرزا نے بھی صرف یہی دعویٰ کیا تھا بتدریج ترقی کی ہے اسی طرح بریلوی کا حال ہے بنا علیہ انہیں حج وزیارت نصیب نہ ہوئی اور یہ گئے بہ نیت مکروافتراء جیسے نہ جانا بہتر دنیا کی رسوائی اور آخرت کا وبال ساتھ لائے۔ بریلوی مجدد المفترین نے نہ خدا سے خوف کیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم کی مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ میں شیطنت کا جال پھیلایا مگر وہاں بھی وہی حضرات دھوکہ میں آئے جو بزرگان ہند سے ذاتی واقفیت نہیں رکھتے تھے اور جو لوگ مقدس بزرگوں کے حال سے واقف تھے انہوں نے اس کو دروازہ پر سے دھکے دلوائے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَ سُحْقًا لَهٗ۔

چوتھا بہتان اور فریب

علماء حرمین کو دھوکہ دینے اور غصہ میں لانے کے واسطے اول غلام احمد قادیانی کو ذکر کیا اور اس کے اقوال خبیثہ کو تمام کمال تفصیل کے ساتھ ذکر کیا تاکہ علماء حرمین کو یکبارگی غصہ آجاوے اور مقصد براری مجدد میں پوری طرح ممد و معاون جاویں ورنہ ہرگز مجدد صاحب کو غیظ و غضب اہل ضلال سے نہیں ایسا ہوتا تو نیچریہ کے اقوال کو سراسر دہریت سے پر اور ان کے دین کی تغیر کی نصوص کو جو صراحۃً قطعیات کی مخالفت سے بھرے ہیں ضرور ذکر کرتے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ غیر مقلدین۔ روافض، قرآنیہ وغیرہ کے حالات اور تردیدات کی ضرورت کیا نہ تھیں۔ نیچریت و دہریت کا زور شور اور انقلاب اسلام کا ان کے وجوہ سے غلبہ جو کچھ ہے وہ ایک عالم پر نمایاں ہے پھر کیا وجہ کہ مجدد التفلیل صاحب نے ان کی تردید میں یا عیسائیت کے خلاف میں یا آریہ کے جواب میں یا غیر مقلدوں کے ابطال میں رسائل تصنیف نہ کئے۔ عموماً آپ کی تصانیف سب و شتم اہل اسلام و تفسیق و تکفیر عمائد دین سے بھری ہوئی ہیں آج تک کہیں نہیں سنا گیا کہ آپ نے کسی مجمع میں عیسائیوں کے رد کا بیڑا اٹھایا ہو۔ یا آریوں کے ابطال کے لئے کوئی مجلس منعقد کی ہو۔ کسی وعظ میں کسی اشتہار میں کسی اخبار میں ان کے مقابلے یا روافض کے مباحثے کی گفتگو کی ہو۔ مبلغ ہمت آپ کا وہ علماء اسلام ہیں کہ جن کو اپنے مشاغل علمیہ و دینیہ سے اتنی فرصت ہی نہیں کہ آپ کی ہفوات و ہزلیات پر توجہ کریں اور

سب وشتم کا جواب کلاً وبلاً دیں اس اتباع سنت سنیہ اور سکوت واعراض عن اللغو کی وجہ سے آپکو اسکی جرأت ہوئی کہ جہانتک ہو ان کی آبروریزی اور اہانت کی کوشش کرکے اپنے لقمۂ چرب اور شہرت کی تحصیل کیجائے اور کیوں نہ ہو آخر آپ کو علماء وفضلاء ہند گروہ علماء میں سے شمار کرتے ہی نہ تھے اور نہ ہیں، جہلاء میں بھی یہی حال رہتا تو آج یہ دولت یہ شہرت یہ شوکت کہاں نصیب ہوتی، یہ سب علماء حق کی گالیوں، ان کی تکفیر اور ان کی تفسیق کا طفیل ہے خیر یہ بھی ان کی کرامت ہے کہ ان کی گالیوں کے ہی طفیل سے آپ کو اور آپ کے ہوا خواہوں کو روٹیاں ملتی ہیں نہ وہ حضرات آپ سے بے اعتنائی کرتے نہ آپ کو شوق شہرت ومخالفت دامنگیر ہو کر موجب تکفیر علماء اسلام ہوتا، نہ یہ آپکی گرم بازاری ہوتی نہ علماء دیوبند آپ کی ہفوات اور اباطیل کو گوزِ خر خیال کرکے اس طرف توجہ کرنا بے سود اور خلاف شان افاضل شمار کرتے نہ یہ آپ کی لن ترانیاں دروغگوئیاں اور دعاوی باطلہ کو فروغ ہوتا بیشک آپ نے قول معروف خالف تعرف پر عمل کرکے ثمرہ مقصود حاصل کیا اگرچہ قصہ پیشاب کنندہ زمزم کا حال کیوں نہ ہوا ہو لہ پھر ایسا کرنا تو آپ کے فرقہ آپ کے طائفہ اور آپکے گروہ کا لازم ذاتی ہے آخر اہل اہواء وبدع کے فرقِ عظیمہ ضالہ روافض کے چھوٹے بھائی آپ حضرات ہی ہیں، صاحبو! ان کے یہاں سب صحابہ وتکفیر مہاجرین والانصار داخل دین ہے تو ان کے یہاں سب علماء وتکفیر عامۂ دین رکن عقیدہ ہے چنانچہ مجدد صاحب نے اپنے رسالہ عقائد میں اور اس کے شارح حیدرآبادی نے خوب تفصیل اسکی کی ہے، اگر ان کے یہاں خواہش نفسانی کیوجہ سے حرمِ متعہ وغیرہ حلال ہے تو ان کے یہاں جمیع احکام کے لئے سود لینا مناکیر شرعیہ سیوم چہلم، فاتحہ، گورپرستی وغیرہ کے ذرائع شیر مادر ہیں اور اگر ان کے یہاں تبرا عن الصحابہ رضوان اللہ علیہم داخل مجلس ہے تو ان کے یہاں تبرا عن العلماء داخل مواعظ ہے اگر ان کے یہاں ایذا اہل سنت موجب ثواب ہے تو ان کے یہاں تکلیف دہی وآبروریزی اہل حق مستوجب رفع مراتب ہے وہاں اگر افک بر ازواج مطہرات وافترا بر صحابۂ کرام وائمہ اعلام ہے تو یہاں بہتان بندیاں بر علماء اسلام ودروغگوئیاں بر حفاظ شریعت ہیں وہاں اگر اظہار دعوی محبت اولیاء اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ اگر تقیہ ہے تو یہاں مداہنت ہے، وہ اگر تقلیل صحابہ واتباع میں کوشاں ہیں تو یہ تقلیل امت مصطفویہ وتوہین علماء امت کرنے میں سرگرم ہیں۔ غرضکہ جملہ احوال انکے ان سے ملتے جلتے ہیں جسکا جی چاہے ان کی تصانیف انکے عقائد انکے خیالات کی بخوبی تحقیق کرے سب پتہ چل جائیگا اور اہل حق کی وہی حالت انکے مقابلہ میں پائیگا جو اہل سنت کی مقابلہ روافض ملیگا اور انکی وہی حالت ظاہر وباہر دیکھیگا جو روافض کی حالت مقابلہ اہل سنت میں ہے اور اسی وجہ سے ان لوگوں سے کبھی تائید اسلام اور تقویت دین ظہور میں نہیں آتی آپ نے کبھی نہ سنا ہوگا کہ کسی روافض نے

عیسائیوں، آریوں، دہریوں کے مقابلہ میں کوئی کتاب لکھی یا ان کا رد کیا ہو، لیکن اسی طرح اس جماعت کو بھی پائیں گے، یہاں پر قادیانی کا ذکر بھی مجدد صاحب نے فقط استرداداً اور وسیلۃ المقصدہ کیا تھا۔ چنانچہ تمہید شیطانی کے ملاحظہ اور مضامین حسام کے فکر کرنے سے بخوبی ظاہر ہے کہ مبلغ علم وہمت وغایت کوشش وسعی ان کی اکابردین ہی کی طرف متوجہ ہے اور یہ بیشک بہت بڑا مکر تھا کہ جس کی وجہ سے علماء حرمین کو موقع شک وشبہ کا باقی ہی نہ رہا اور اول ہی سے ان کے دل ان احتمالات علمیہ ووجوہات عقلیہ سے خالی ہوگئے جن کی طرف نظر کرنا ہر عالم کو خصوصاً تکفیر مسلمین میں واجب تھا مگر تاہم اہل احتیاط نے شروط وغیرہ لگائیں اور زیادہ تر محتاط لوگوں نے جب بھی مہریں نہ کیں اور صاف جواب دیدیا، اگر یہ چال نہ چلی جاتی تو بیشک مقصد براری میں سختیاں ودشواریاں پیش آتیں۔

پانچواں بہتان ومکر

حضرت شمس الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شمس العلماء مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب ومولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت فیوضہما۔ باوجودیکہ اکابر اور دیگر حضرات علماء دیوبند وسہارنپور وامروہہ ومرادآباد وغیرہم ایک ہی چمنستان ہدایت کے گلہائے شگفتہ اور ایک ہی گلستان سعادت کے سرو ہائے زینت دہندہ ہیں، باغہائے امداد الٰہی کے یہ جملہ حضرات اشجار مثمرہ اور خاندانہائے ولی اللّٰہی کے یہ سب نونہال درختہائے مزہرہ ہیں طرق اسانید حضرت شاہ شیخ عبدالغنی الدہلوی ثم المدنی اور حضرت مولوی احمد علی صاحب قدس اللہ سرہما العزیز ان اکابر کی ذات پاک سے مسلسل الی غیر النہایۃ ہیں اور انہار برکات طرق اربعہ خصوصاً طریقہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ امدادیہ ان کے انفاس طیبہ سے جاری لاالی الغایہ ہیں۔

الحاصل۔ یہ جملہ اکابر ایک روح چند قالب اور ایک معنی اور چند الفاظ ہیں۔ ان کے خیالات وعقائد و اعمال ایک ہی ہیں، ان کے معتقدین، مریدین، تلامیذ سب ایک خیال ویک عقائد ہیں اوقات ان کے اعمال صالحہ ومرضیات نبویہ سے معمور ہیں، نہ ان میں مختلف فرقے ہیں اور نہ ان کی مخالف رائیں مگر دجال المجددین کو چونکہ عظمت بہول اور امر خطیر ثابت کرنا تھا اس لئے ان سب کو علیحدہ علیحدہ فرقہ گردانا اور ہر ایک کو اپنی اپنی آراء میں متخالف ثابت کیا ہر ایک کا گروہ علیحدہ ظاہر کیا تاکہ ان لوگوں کو زیادہ تر توجہ کرنی پڑے اور دجال المجددین کا مظلوم ہونا جس سے رسالہ کی ابتدا کی گئی ہے ثابت ہو کر ضرورت نصرت ومدد محقق ہوجاوے اور عیاں ہوجاوے کہ وہ تنہا ہو کر کتنے فرق اور جماعتوں کا مقابلہ کر رہا ہے اللہ اکبر صاحبو! ذرا غور کیساتھ ملاحظہ فرمادیں۔ یہ فریب تھوڑا نہیں ہے بلکہ خاص مکر شیطانی ہے جس کو

اس نے اپنے استاد خاص ابلیس لعین سے سیکھا ہے۔

چھٹا بہتان اور مکر عظیم

یہ فریب اور مکر بہت ہی بڑا دجال المجدد دین اور اس کے اتباع کا ہے کہ جس کی وجہ سے اہل عرب میں خصوصاً اور اہل ہند میں عموماً اس طائفہ کی اشاعت ہوتی ہے اور اسی نام کی بدولت دنیا جہان سے دھوکہ دیکر روٹیاں ہاتھ آتی ہیں یہ جملہ مکاریوں کی اصل اور تمام دغابازیوں کی بنیاد ہے۔ صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اسکی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے غرضکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیئے۔ وہ لوگ یہود ونصاریٰ سے اسقدر رنج وعداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں، چونکہ مجدد المضلین اور اس کے اتباع کو اہل عرب کی نظروں میں خصوصاً اور اہل ہند کی نگاہوں میں عموماً ان کے بہی خواہ اور دوسروں کو ان کا دشمن، دین کا مخالف ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے اس لقب سے بڑھ کر انکو کوئی لقب اچھا معلوم نہیں ہوتا جہاں کسی کو متبع شریعت ومتبع سنت پایا چٹ وہابی کہدیا تاکہ لوگ متنفر ہو جاویں اور ان لوگوں کے مصالح اور ترلقموں میں جو طرح طرح کی مکاریوں سے حاصل ہوتی ہیں فرق نہ پڑے، صاحبو! شراب پیو، ڈاڑھی منڈاؤ، گور پرستی کرو، نذر لغیر اللہ مانو، زناکاری، اغلام بازی ترک جماعت وصوم وصلوٰۃ جو کچھ کرو یہ سب علامات اہل سنت والجماعت ہونے کی ہوا اور اتباع شریعت صورۃً وعملاً جس کو حاصل ہو وہ وہابی ہو جاوے گا مشہور ہے کہ کسی نواب صاحب نے کسی اپنے ہمنشین سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم وہابی ہو، انھوں نے جواب دیا حضور میں تو ڈاڑھی منڈاتا ہوں میں کیسے وہابی ہو سکتا ہوں میں تو خالص سنی ہوں، دیکھئے علامت سنی ہونیکی ڈاڑھی منڈانا ہو گیا" دجال مجدد دین نے اس رسالہ میں اس غرض خاص سے ان اکابر کو وہابی کہا ہے تاکہ اہل عرب دیکھتے ہی غیظ وغضب میں آکر تملا جاویں اور بلا

پوچھے گچھے بغیر تامل تکفیر کا فتویٰ دیدیویں اور پھر لفظ وہابیت کو متعدد جگہوں میں مختلف عنوانوں سے الفاظ شنیعہ سے یاد کیا ہے حالانکہ عقائد وہابیہ اور ان اکابر کے معتقدات و اعمال میں زمین و آسمان بلکہ اس سے زائد کا فرق ہے، یہ حضرات بالکل سلف صالحین کے عقائد پر ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور فقہائے حنفیہ کے طریق پر بہر طرح علماً و عملاً کاربند ہیں سر مو تفاوت کرنا نہیں چاہتے سلوک اکابر طرق اربعہ خصوصاً چشتیہ وصابریہ ان کا معمول بہا ہے۔

اب میں چند عقائد وہابیہ کے اور اس کے مقابل ان اکابر کے کلام مختصر اعرض کرتا ہوں کہ مشتے نمونہ خروارے آپ سبھوں پر واضح ہو جائے کہ کس درجہ کا افترا ان بزرگوں پر کیا جا رہا ہے اور بریلوی دجال اور اس کے اتباع کس قدر اہل حق پر ظلم و بہتان بندی کر رہا ہے، محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے حضرت یہ دونوں بیشک نہایت عظیم الشان امر ہیں۔ اب دیکھئے ان اکابر میں اتباع اس امر کا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کون حقیقتاً تبع محمد بن عبد الوہاب کا ہے، اول امر کی تحقیق تو ابھی آئی جاتی ہے مگر امر ثانی کے بارہ میں آپ خود خیال فرماویں کہ دجال المجددین نے جملہ اہل ندوہ کی تفسیق و تضلیل کی جس میں اس وقت سیکڑوں عالم شریک تھے، جملہ علماء دیوبند کی تضلیل و تکفیر و تفسیق کی حالانکہ ان حضرات کا مجمع روئے زمین پر پھیلا ہوا ہے عموماً دیار ہند یہ و افغانیہ وغیرہ وغیرہ علماء و مدرسین و فضلاء متدینین یہی لوگ اور ان کے تلامیذ و متبعین ہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء ان میں سے ہیں اور ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ العزیز علی رغم المسو دانی یوم القیام ہوا کریں گے یہ مردود بھی مثل اپنے شیخ نجدی کے ان جملہ اکابر سے مناکحت مجالست وغیرہ حرام جانتا ہے ان کو ایذا دینی اور عزت ہتک کرنی اور تکالیف نفسی اور مالی پہنچانی واجب کہتا ہے، چنانچہ اس کے رسالہ کی اجداء و آخر سے نمایاں ہے، پس درحقیقت یہ پورا پورا متبع اپنے شیخ نجدی کا ہوا اور خود وہ اور اس کے اتباع وہابی ہیں، اب ہم کچھ کلمات مختصراً اکابر دین کے دکھلاتے ہیں کہ مسئلہ تکفیر مسلمین و تفسیق مؤمنین میں کس قدر احتیاط کو کام میں لاتے ہیں۔

لطائف رشیدیہ صہ۳ میں حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز شرح حدیث اخو ہم ید خل الجنۃ میں فرماتے ہیں "تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ رفعت شان ایمان و مؤمنین کی اس تمدیک سے ظاہر فرماتا ہے کیونکہ حدیث بخاری میں ہے کہ جب شفاعت سے وہ لوگ بھی نار سے نکالے گئے

جن کے حق میں یہ حکم تھا من قال لا الہ الا اللہ وفی قلبہ ادنیٰ ادنیٰ ادنیٰ من خردل تو فخر عالم علیہ السلام بعد اس کے شفاعت ان کی کریں گے جو فقط لا الہ الا اللہ کہنے والے تھے تو حق تعالیٰ ان کے باب میں شفاعت کو قبول فرما کر خود ان کو نکال کر افواہ جنت پر ڈالیں گے اور جب مار الحیات سے وہ جلد مثل نور نور ہو کر جنت میں داخل ہو جاوے گی تو ظاہر اس حدیث سے واضح ہے کہ یہ قوم لا الہ الا اللہ کہتی تھی مگر کوئی درجہ خیر کا ان کے قلب میں نہ تھا اور تھا تو ایسا تھا کہ کسی مخلوق کو معلوم نہ ہوتا تھا تو ایسی جماعت بھی ایک دفعہ درجنت پر پہنچی تو رجل اس جماعت سے بھی ادنیٰ درجہ میں تھا کہ جس کو اس تدریج سے درجنت پر پہنچایا اور یہ تدریج ہی دلیل اس کے کمی مرتبہ کی اس قوم آخرسے ہے تو ایمان کا وہ درجہ کہ کسی ملک اور رسول کو بھی مفہوم نہ ہو عنداللہ موجب نجات و معتبر ہے پھر کسی مومن کو قطعی ناری کہنا اور کسی درجہ مخفی ایمان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے اسی واسطے فقہا امت علیہم الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ سو وجوہ میں اگر ایک وجہ ایمان کی بھی ہو سکے تو تکفیر مومن کی نہ کرنا چاہیئے سو یہ تو درجہ فرمانا فقہا کا تحدید نہیں بلکہ تکثیر ہے ہزار میں سے ایک وجہ ہو جب بھی تکفیر نہ کرے کہ ایمان کی بہت بڑی عظمت ہے کہ تصدیق توحید حق تعالےٰ صفت خاصہ حق تعالےٰ کی ہے قل ہو اللہ احد پھر جس کی جلد میں یہ نور صفت خاصہ داخل ہے اگرچہ کسی جہ خفیفہ میں ہو وہ کس طرح مقبول اور جنتی نہ ہو. دخول نار اس کی تہذیب اور اصلاح کے واسطے ہے نہ تحقیر و تہذیب کے واسطے. مگر بظاہر صورت عذاب سے ہے جیسا دشمن کو مارنا اور اپنے ولد محبوب کو تربیت کے لئے مارنا مشابہ ہے مگر دونوں میں فرق ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر اس سے قیاس کرنا چاہیئے کہ جس کے قلب میں قرآن شریف کل یا جزو ہوگا اس کا کیا مرتبہ ہے لو جعل القرآن فی اھاب ثم القی فی النار ما احترق حدیث صحیح ہے اور جس کا قلب بحضور و مشاہدہ حق تعالےٰ زندہ ہے وہ کس درجہ کا نور معیت سے مالا مال اور محفوظ اور مقرب حق تعالےٰ کا ہوگا یہ حدیث تدریج اس مرتبہ کے تحصیل کا شوق دلاتی ہے۔ انتہی کلامہ الشریف۔

حضرات اب غور فرمائیں کہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز اور ان کے اتباع کسقدر تکفیر اور مشرک کہنے وغیرہ میں احتیاط فرماتے ہیں اور کس طرح سلف صالحین کے اتباع میں سرگرم ہیں بخلاف وہابیہ کے کہ تمام کو ادنیٰ شبہ خیالی سے کافر و مشرک کرتے ہیں اور ان کے اموال و دماء کو حلال جانتے ہیں۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

البتہ مجدد الدجالین اور ان کے اتباع بے شک وہابیہ کے قدم بقدم ہیں۔ اور دور کے لزومات

ذہنیہ اور وجوہات اختراعیہ خیالیہ لیکر کافر بنانے کی کوشش وسعی کرتے ہیں دائرۂ امت محمدیہ کی تضییق و تصغیر کرنیکی فکر میں دن رات کیجاتی ہیں کیا یہ لوگ محب رسول علیہ السلام یا مؤید امت ہو سکتے ہیں ہر گز نہیں کیا علماء امت کا یہ کام ہے کہ زور لگا کر معنوں کو بگاڑ بگاڑ کر عبارتوں کو قطع و برید کر کر کے مسلمانوں کو کافر بنایا جائے یا وراثت نبوت اور علم شریعت کا یہ تقاضا تھا کہ زور شور لگا کر کافروں کو اسلام میں اور مشرکوں کو ایمان میں منافقوں کو ایقان میں داخل کرتے کیا رسول اللہ علیہ السلام نے یہی طریقہ برتا تھا، کیا ائمہ کرام نے اسی کی تعلیم کی تھی کیا سلف صالحین کا یہی شعار تھا؛ افسوس صد افسوس خدا وند کریم کا خوف دل سے اٹھ گیا ہے غین وختم خداوندی ان کے قلوب پر چھا گئی ہیں، بلکہ یہ لوگ تو وہابیہ سے اس وصف تکفیر وتضلیل مؤمنین میں بدرجہا بڑھ گئے، کیوں نہ ہوں آخر مجدد ہیں ورنہ یہ وصف خلاف ہو جاوے گا ظہر الفساد فی البر والبحر خذ نعم اللہ قاتلہ فی الدنیا والآخرۃ آمین۔

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات برزخ ہے جو آحاد امت کو ثابت ہے بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں در بارۂ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے، اب غور فرمایئے کہ ان اکابر کے رسائل اور اعتقادات بالکل اس کے مخالف ہیں حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تحریر فرمائی جو کہ مشہور بین العالم ہے اسمیں کس زور وشور سے حیاتِ نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ ہدایۃ الشیعہ اور رسالہ حج وغیرہ میں بھی اسکی تصریح وتائید فرمارہے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں خصوصاً ان حضرات کی عبارتیں بہت طول طویل واقع ہورہی ہیں اور متعدد رسالے اس مضمون میں تفصیلاً واجمالاً چھپے ہوئے مشہور ہیں اس لئے بخوف طول میں نقل نہیں کرتا ہوں جس کا جی چاہے آب حیات، وہدایۃ الشیعہ واجوبہ اربعین ولطائف قاسمیہ وزبدۃ المناسک وغیرہا رسائل میں دیکھ لیوے یہ ایک خاص مسئلہ ہے جس میں وہابیہ نے علماء حرمین کی مخالفت کی اور بارہا جدال ونزاع کی نوبت آئی اس مسئلہ میں اور مسئلہ آئندہ کی وجہ سے وہاں وہابی سنی سے متمیز ہوتا ہے۔

(۳) زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحضوری آستانۂ شریفہ وملاحظۂ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے لا تشد الرحال الا

الی ثلثۃ مساجد ان کا مستدل ہے بعض انہیں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں، صاحبو! ہمارے اکابر اس مسئلہ میں بھی ہر طرح سے مخالف اس طائفہ غبیہ کے ہیں وہ ہمیشہ سفر برائے زیارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہتے ہیں من حج ولم یزرنی سے خائف اور من زارنی کے ہمیشہ عامل ہیں ان جملہ اکابر کو بارہا حضوری حرمین کی نوبت آئی ہے اور کبھی آستانۂ نبوی پر حاضر ہونے سے نہ چوکے اور کیونکر چوکیں کہ محبت وعقیدت مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور شراب اخلاص وعقیدت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہیں، کیونکر صبر اس بارگاہ عالی سے کر سکتے ہیں اگرچہ لقائے روحی سے مالا مال ہیں، مگر لقاء جسمی اور قرب ظاہری کے شب و روز متمنی ہیں اور کیونکر نہ ہوں ان کا عقیدہ ہے کہ سفر زیارت قبر حضور اکرم علیہ السلام افضل مستحبات میں سے ہے بلکہ قریب واجب کے ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ المناسک ص۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں "اب جان لے کہ زیارت روضۂ مطہرہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضل المستحبات سے ہے بلکہ بعض نے قریب واجب لکھا ہے اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اس کے واسطے میری شفاعت واجب ہو گئی اور فرمایا ہے کہ جو کوئی میری زیارت کو آوے اور اس آنے میں اس کو محض زیارت ہی مقصود ہوا در کوئی حاجت نہ ہو تو مجھ پر حق ہو گیا کہ میں اس کا قیامت کو شفیع ہوں اور فرمایا ہے کہ جو کوئی بعد انتقال میرے کے زیارت قبر کی کرے تو مثل اس کے ہے جس نے حال حیات میں میری زیارت کی ہو پس جس شخص پر حج فرض ہو تو اول اس کو حج کر لینا بہتر ہے ورنہ اختیار ہے کہ چاہے حج پہلے کرے یا مدینہ منورہ پہلے چلا آوے غرض جب عزم مدینہ کا ہو تو بہتر یوں ہے کہ نیت زیارت قبر مطہرہ کی کر کے جاوے تاکہ مصداق اس حدیث کا ہو جاوے کہ جو کوئی محض میری زیارت کو آوے شفاعت اس کی مجھ پر حق ہو گئی انتہی کلامہ الشریف۔ اس عبارت شریفہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

اوّل۔ یہ کہ سفر برائے زیارت حضور اکرم علیہ السلام کو جائز ہے بخلاف وہابیہ کے کہ وہ اس کو حرام جانتے ہیں

دوم۔ یہ کہ یہ امر عبادت میں سے ہو گا اور آخرت میں خاص اجر اس کا ملیگا۔

سوم۔ یہ کہ عبادت یا تو مستحبات میں اعلیٰ درجہ کی مستحب ہے تب تو سنن مؤکدہ کے طبقہ علیا تک ہوئی یا قریب واجب ہے۔

چہارم۔ یہ کہ جو جو حدیثیں اس باب میں وارد ہوئی ہیں وہ سب قابل اعتبار و عمل ہیں ان سب باتوں میں وہابیہ مخالف صریح ہیں اور وہ جملہ احادیث کو اس بارہ میں موضوع یا اعلیٰ درجہ کی ضعیف جانتے ہیں۔

پنجشنبہ: یہ کہ جب سفر مدینہ منورہ کا کرے تو مثل قول وہابیہ مسجد ہی کی نیت کرے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کو سفر کرنا جائز نہیں مگر بہ نیت مسجد شریف اور حضرت مولانا قدس اللہ سرہٗ العزیز صریح مخالف ہو کر فرماتے ہیں کہ فقط زیارت قبر مطہرہ کی نیت ہونی چاہیے اب دیکھئے دونوں مذہبوں میں کس قدر فرق ہو گیا

ششم: یہ کہ شفاعت حضرت رسول مقبول علیہ السلام کی ثابت مانتے ہیں بخلاف وہابیہ کے کہ مسئلہ شفاعت میں ہزاروں تاویلیں اور گھڑنت کرتے ہیں اور قریب قریب انکار شفاعت کے بالکل پہنچ جاتے ہیں۔

(۴) شان نبوت و حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کرکے راہبر ہو رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے، معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں۔ اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ اب اس کے مقابلہ میں ان ہمارے حضرات اکابر کے اقوال عقائد کو ملاحظہ فرمائیے۔ یہ جملہ حضرات ذات حضور پرنور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ و میزاب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابتک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرض کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہے یہی معنی لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء وغیرہ کے ہیں اس احسان و انعام عام میں جملہ عالم شریک ہے علاوہ اس کے آپ کی ذات مقدس کو ارواح مؤمنین سے وہ خاص نسبت ہے کہ جس وجہ سے آپ باپ روحانی جملہ مومنین کے ہیں اور یہ احسان بھی ابتداء عالم سے آخر تک کے مؤمنین کو عام ہے علاوہ اس کے مومنین امت مرحومہ کے ساتھ ماسوا اس کے اور بھی خاص علاقہ ہے جو کہ اور امم کے مومنین کو نہیں، حضرت سرور علیہ السلام کے احسانات غیر متناہیہ کی تفصیل اگر معلوم کرنی منظور ہو تو رسالہ آب حیات حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ و نیز رسالہ قبلہ نما۔ و اجوبہ اربعین و تحذیر الناس وغیرہ دیکھئے پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ کس قدر

خلوص و عقیدت و محبت ذات پاک مصطفوی سے ان حضرات کو ہے اور کیسے اعلیٰ درجہ کی عظمت و فخامت ان کے قلوب میں بھری ہوئی ہے قصیدۂ بہاریہ میں جو کہ نعت حضور سرور کائنات علیہ السلام میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے اور قصائد قاسمی میں شائع ہو چکا ہے کس تعظیم کے اور خلوص کے الفاظ استعمال کئے ہیں اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو سب کو نقل کرتا اس لئے بعض اشعار پر قناعت کرتا ہوں۔

توفخر کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں ۔۔۔ امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی ۔۔۔ تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں ۔۔۔ تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود ۔۔۔ بجا ہے تم کو اگر کہیئے مبدأ الآثار
لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا ۔۔۔ اگر وجود نہ ہوتا تمہارا آخر کار
سما سکے تری خلوت میں کب نبی و ملک ۔۔۔ خدا غیور تو اس کا حبیب اور اغیار
کہاں بلندی طور اور کہاں تیری معراج ۔۔۔ کہیں ہوئے ہیں زمین اور آسماں ہموار
گرفت ہو تو تیرے ایک بندہ ہونے میں ۔۔۔ جو ہو سکے تو خدائی کا اک تیرے انکار

غرضکہ نہایت تعظیم و تکریم کے کلمات استعمال فرما کر فرماتے ہیں۔

خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب میرے ۔۔۔ تو جس قدر ہے بھلا میں برا اسی مقدار
نہ پہنچے گنتی میں ہرگز تیرے کمالوں کو ۔۔۔ میرے بھی عیب شہ دوسرا شمار ابرار
یہ سن کے آپ شفیع گناہگاراں ہیں ۔۔۔ کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہوں کے انبار
کفیل جرم اگر آپ کی شفاعت ہو ۔۔۔ تو قاسمی بھی طریقہ میں صوفیوں میں شمار
گناہ کیا ہیں اگر کچھ گنہ کئے میں نے ۔۔۔ تجھے شفیع ہے کوئی گر نہ ہوں بدکار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیری سوا ۔۔۔ نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا ۔۔۔ بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار

بلحاظ خوف طوالت تمام قصیدہ کو نہیں لکھتا ہوں مگر اہل فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ مولانا کو کس قدر عقیدت والفت جناب ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور کسقدر تعظیم آنحضرت علیہ السلام کی ان کے قلب انور میں بھری ہوئی ہے فی الحقیقت یہ قصیدہ نہایت سچا اور پاکیزہ واقع ہوا ہے کہ جس کو دیکھتے ہی فدا جان کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے، رسالہ آب حیات و قبلہ نما واجوبہ اربعین وغیرہا۔

اور کہے السلام علیکم یا رسول اللہ الخ اور بہت پکار کر نہ بولے آہستہ خضوع اور ادب سے بنرمی عرض کرے۔ انتہی کلامہ الشریف۔

اب اس عبارت میں فکر کریں کہ کس قدر ادب اور ہیبت و تعظیم حضور سرور کائنات علیہ السلام کی لفظ لفظ سے نکلتی ہے اور کس طرح لوگوں کو ہدایت آنحضرت علیہ السلام آپ کے آثار کی تعظیم و تکریم فرماتے ہیں اور زیارت آنجناب باعث نجات از دوزخ و سوء حساب وغیرہ سمجھتے ہیں اس تمام عبارت میں مخالفت وہابیہ اس بات سے ظاہر ہے نہ وہ اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اور نہ ان کا عقیدہ ہے نیز لطائف رشیدیہ ص۲۲ میں دربارۂ استعمال لفظ بت یا صنم یا آشوب ترک یا فتنۂ عرب بہ نسبت حضور سرور کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ معانی حقیقیہ مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی و اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالےٰ شانہ اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں یہی سبب ہے کہ حق تعالےٰ نے لفظ راعنا بولنے سے منع فرمایا اور انظرنا کا لفظ عرض کرنا ارشاد فرمایا الخ۔

اس بحث کو نہایت بسط کیساتھ ذکر فرمایا ہے اور جن الفاظ میں ایہام گستاخی و بے ادبی ہوتا تھا ان کو بھی باعث ایذا جناب رسالت مآب علیہ السلام ذکر کیا اور آخر میں فرمایا کہ بس ان کلمات کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہئے اگر مقدور ہو اور اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہئے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ شانہٗ اور اسکے رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ انتہی کلامہ الشریف۔

اب آپ غور فرمائیں کہ کس طرح حضور علیہ السلام کی تعظیم کرنے کی ہدایت اس زمانہ بعد وفات ظاہری کی فرمائی اور الفاظ موہمہ کو بھی باعث کفر قرار دیا آیا یہی طریقہ وہابیہ کا ہے۔ کیا یہی حیلہ نجدیہ کا ہے۔ ہرگز نہیں، جس کا جی چاہے ان کے الفاظ ان کے کلمات زبانی یا تحریرات سے سنے کہ کس قدر گستاخی اور بے ادبی ان کی گفتگو میں پائی جاتی ہے یہ جملہ حضرات رضی اللہ عنہم جس قدر ادب و تعظیم واجب بہ نسبت حضور علیہ السلام جانتے اور کرتے ہیں کوئی طائفہ روئے زمین پر آج اس درجہ پر نہیں جناب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہ ہوئے حالانکہ اونٹ ان کی سواری کا موجود تھا اور خالی رہا پیر میں زخم پڑ گئے تھے۔ کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر حال دگرگوں پاؤں کا کردیا تھا۔ تمام عمر کیمخت کا جوتہ اس وجہ سے نہ پہنا کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے۔ اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دیدیا۔ ان کے احوال اگر اتباع سنت اور افعال غلبۂ محبت نبوی کے ذکر کئے جاویں تو دفتر بھی کافی نہ ہوں، ان اشعار سے عاقل اندازہ کرسکتا ہے

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے — کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار

جو یہ نصیب نہ ہوں اور کہاں نصیب میرے — کہ میں ہوں اور سگان حرم کی تیرے قطار

اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ — کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار

ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسم کا — کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار

مگر نسیم مدینہ ہی گرد باد بنا — کشاں کشاں مجھے لیجا جہاں ہے تیرا مزار

غرض نہیں مجھے اس سے بھی اب رہی لیکن — خدا کی اور تری الفت سے میرا سینہ فگار

لگا وہ تیر غم عشق کا مرے دل میں — ہزار پارہ ہو دل خون دل میں ہو سرشار

لگے وہ آتش عشق اپنی جان میں جس کی — جلا دے چرخ ستمگر کو ایک ہی جھونکار

صدائے صور قیامت ہو اپنا اک نالہ — بجائے برق ہو اپنی ہی آہِ آتش بار

چبھے کچھ ایسی مرے نوک خار غم دل میں — کہ چھوٹے آنکھوں کے رستے اک لہو کی فوار

یہ ناتواں ہوں غم عشق سے کہ جائے نکل — ذرا بھی جان کو اوپر کا سانس دے جو ہار

تمہارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا — کہ آنکھیں چشمۂ آبی ہوئیں در و دیں غبار

یہ لاغری ہو کہ جان ضعیف کو دم نقل — نہ ہووے ساتھ اٹھانا بدن کا کچھ دشوار

حضرت ان اشعار کے مضامین پر غور فرمائیں کہ کس قدر اخلاص و محبت و عقیدت بات بات سے ٹپکتی ہے گویا کہ محبت خاتم المرسلین علیہ السلام میں چور چور ہیں اس قدر منہمک ہیں کہ ما سوا کی خبر نہیں، رگ و پے میں ان کا اخلاص سرایت کئے ہوئے ہے۔ کیا یہی حالت وہابیہ کی ہے کیا یہی کلمات ان کی زبانوں سے نکلتے ہیں کیا اسی قسم کی لطیف اور دل آویز تحریرات ان کے ناپاک قلموں سے شائع ہوتی ہیں؟ ہرگز نہیں، وہ اس قسم کی گفتگو کو معاذ اللہ بدعت و شرک خیال کرتے ہیں، ان مضامین کو وابیات و خرافات میں مندرج کرتے ہیں۔ بلکہ اگر حقیقت الامر کو دیکھیں تو چونکہ اس بریلوی مجدد کو دلی بغض و عداوت ہم نسکا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اور ہمارے ان مقدس اکابر کے حضور علیہ السلام کے عشق و غلبۂ محبت میں وہ اقوال اخلاصیہ و افعال عشقیہ تھے جن کی خوشبو بھی مشام مجبین تک کبھی نہ پہونچی تھی وہ بس اس عدو رسول علیہ السلام اور مبغض خیر الانام کو سخت ناگوار ہوا اور چاہا کہ افترا پردازیاں کرکے ان حضرات کو مسلمانوں کی طرف سے گراؤں اور لوگوں میں بدنام کروں۔ اس نے جھوٹے جھوٹے الزام مثل اپنے آباء روافض کے مقدس بزرگواروں پر لگائے اے مجدد بریلوی تجھے

خدا کی قسم دکھلا تو سہی تیری زبان یا تیرے قلم کو یہ پاکیزہ مضامین اور اخلاص مندانہ کلمات کبھی خواب میں بھی نصیب ہوئے ہیں اور کیوں ہوتے تیرا باطن قبیح تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اور حضور علیہ السلام کی عداوتوں سے تاریک اور مظلم ہو رہا ہے، ان انوار کی گنجائش کہاں ؛ زبان سے دعویٰ محبت سہل ہے مگر بدن کے روئیں روئیں اور جسم کی بوٹی بوٹی اور ریشے ریشے سے اس کا ظاہر ہونا کارے دارد۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے حالات جس نے مشاہدہ کئے ہیں وہ بیشک آپ کی محبت مصطفویہ اور تعظیم احمدی کا اندازہ کرسکتا ہے ہم چند باتیں چشم دید کہ جن سے اکثر حضرات واقف ہوں گے بیان کرتے ہیں۔

حضرت مولانا کے یہاں تبرکات میں حجرۂ مطہرہ نبویہ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا بروز جمعہ کبھی کبھی حاضرین و خدام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تھے تو صندوقچہ خود اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے پھر اور دل کی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے، اس امر کو ہزاروں نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ بھلا یہ امر وہابیہ کے نزدیک بدعت و حرام نہیں تو کیا ہے۔

مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں تو نہایت عظمت و حفاظت سے رکھی جاتیں اور اوقات مبارکہ متعددہ میں خود بھی استعمال فرماتے اور حضار بارگاہ مخلصین کو بھی نہایت تعظیم و ادب سے ایسی طرح تقسیم فرماتے کہ گویا نعمت غیر مترقبہ اور ثمار جنت ہاتھ آگئے ہیں، حالانکہ بقرہ، سندہ وغیرہ کی کھجوریں ہمیشہ آتی رہتی تھیں مگر ان کی وقعت اس سے زیادہ ہرگز نہ تھی کہ جملہ میووں میں سے یہ بھی ایک میوہ ہے۔

مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے لوگوں کو پھینکنے نہ دیتے اور نہ خود پھینکتے تھے، انکو ہاون دستہ میں کٹوا کر نوش فرماتے۔ مثل چھالیوں کے کتروا کر لوگوں کو استعمال کرنیکی ہدایت فرماتے تھے۔

اخیر ماہ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں بھراہی بھائی محمد صدیق صاحب جب حاضر خدمت ہوا تھا تو بھائی صاحب سے پہلے ہی حاضری میں حضرت قدس اللہ سرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ حجرۂ شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں چونکہ وہ احقر کے پاس موجود تھی اس لئے بادب ایستادہ پیشکش خدمت اقدس کیا تو نہایت وقعت اور عظمت سے قبول فرما کر سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد عشا خواب استراحت فرماتے وقت اتباعاً للسنۃ اس سرمہ کو آخر عمر تک استعمال فرماتے رہے اس قصہ سے عام خدام واقف ہیں۔

بعض مخلصین نے کچھ کپڑے مدینہ منورہ سے خدمت اقدس میں تبرکاً ارسال کئے حضرت نے نہایت

تعظیم اور وقعت کی نظر سے اسکو دیکھا اور شرف قبول سے ممتاز فرمایا بعض طلبہ حضار مجلس نے عرض بھی کیا کہ حضرت اس کپڑے میں کیا برکت حاصل ہوئی یورپ کا بنا ہوا ہے تاجر مدینہ میں لائے وہاں سے دوسرے لوگ خرید لائے اس میں تو کوئی وجہ تبرک ہونے کی نہیں معلوم ہوئی حضرت نے شبہ کو رد فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کی اسکو ہوا تو لگی ہے اسی وجہ سے اس کو یہ اعزاز اور برکت حاصل ہوئی، پس خیال کرنے کی بات ہے کہ جس شخص کا محبت نبوی میں یہ حال ہو کہ دیارِ محبوب کی گٹھلیاں اور خاک جو کہ محبوب کے روضہ کے ارد گرد برائے چندے آپڑی ہو کیونکہ قبر مبارک تک بوجہ بندشگی دیواروں کے جملہ اشیا کا پہنچنا محال ہے اس عظمت سے رکھی جاوے اور وہ چیزیں کہ جن کو کفار نے دار الکفر میں اپنے ہاتھوں میں بنایا ہو فقط اور محبوب کے چند روزہ ہوا کھانے کی وجہ سے تبرک عظیم بنجاویں اگر قصۂ مجنوں بنی عامر جیسا نہیں تو کیا ہے وہ اگر سگ کوچۂ لیلیٰ پر فدا تھا تو یہ خاک کوچۂ اطہر مصطفوی پر جان نثار، وہ اگر بوجہ غلبۂ محبت لیلیٰ بے اختیار تھا تو یہ بوجہ عشق مصطفوی بے قرار ہیں، کہاں ہیں بدنصیبانِ جہاں کہاں ہیں عیاران بے ایمان، آئیں دیکھیں تو یہی کیا یہ حال کسی وہابی کو نصیب ہوا ہے کیا وہ ایسے عقائد اور خیالات رکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں خود احقر کا مشاہدہ ہے کہ تین دانے ان کھجوروں کے جو صحن خاص مسجد نبوی میں نصب ہیں اسی سال لاکر حضرت اعلیٰ کی خدمت میں پیش کئے تھے اس کی حضرت نے اس قدر وقعت فرمائی کہ نہایت اہتمام سے ان کے سر سے کچھ زائد حصے فرما کر اپنے اقربا اور مخلصین و محبین میں تقسیم فرمائے اور اپنا بھی ان میں ایک حصہ قرار دیا، صاحبو! ہزاروں مدعین محبت سے احقر کو ملاقات کی نوبت آئی اور وہ خاص کھجوریں ان کو دی گئیں لیکن کسی کو اس اخلاص و عظمت کیسا تھ لیتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔

حجرۂ مطہرۂ نبویہ کا جلا ہوا زیتون کا تیل وہاں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مخلصین نے ارسال کیا تھا حضرت نے باوجود نزاکت طبعی کے جس کی حالت عام لوگوں پر ظاہر ہے اس کو پی ڈالا۔ حالانکہ اولاً زیتون کا تیل خود بے مزہ ہوتا ہے۔ ثانیاً بعد جلنے کے اس میں اور بھی تغیر ہو جاتا ہے طبائع کثیفہ بھی ایسے کام پر جرأت نہیں کرتیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے اور جو اقدام کرتا بھی ہے تو آنکھیں اور بھویں چڑھا کر اور حلق وطرق استعمال کر کے مگر واہ رے عاشق سید الرسل و شیدائے خاتم الانبیاء علیہم السلام باوجود اس نزاکت و نظافت کے پیتے پانی پر بل بھی نہ پڑنے دیا گویا کہ نہایت خوشگوار لذیذ چیز نوش فرمارہے ہیں۔ خود احقر نے سوال کیا کہ بعد چالیس روز کے جالی شریف میں اندرون حجرۂ مطہرہ اہل مدینہ بچوں کو داخل کرتے ہیں اور خادم روضۂ مطہرہ اسکو لیکر سامنے روضۂ اقدس کے قبلہ کی طرف لٹادیتا ہے

اور دعا مانگتا ہے یہ فعل کیسا ہے تو آپ نے استحسان فرمایا اور پسند کیا، ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ کیا وہابیہ ان افعال کو جائز کہتے ہیں کیا ان کو وہ شرک و کفر و بدعت وغیرہ نہیں کہتے، اسی وجہ سے ہم نے اپنے بچوں کو بھی مدینہ میں بارہا حجرۂ مطہرۂ نبویہ میں داخل کیا ہے، ایک مرتبہ احقر نے دربارہ اس قصہ کے جو کہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے دریافت کیا کہ بعض کتب میں دیکھا ہے کہ امام صاحب خانہ کعبہ شریفہ میں ایک شب داخل ہوئے اور تمام رات ایک پیر پر کھڑے ہو کر پورا قرآن شریف ختم فرمایا اور بعد میں یہ الفاظ فرمائے، اللّٰھم عرفناك حق معرفتك وما عبدناك حق عبادتك پس اس کے ظاہری معنی پر انکار فرمایا اور فرمایا کہ خداوند کریم جل وعلیٰ شانہ کا مرتبہ تو نہایت اعلیٰ ہے ہم بنی آدم تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی معرفت حق معرفت نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ان کی ذات پاک سے ایک قسم کی مجانست و مقاربت محقق ہے پس جناب باری عز و شانہ کی معرفت حق معرفت کیسے ہو سکتی ہے جبکہ خود سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ما عرفناك حق معرفتك فرماتے ہیں احضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کی تاویل علما نے کتب تراجم میں ذکر کی ہے، اس جواب سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہرگز مولانا اور ان کے متبعین کا عقیدہ بہ نسبت حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ نہیں کہ جو وہابیہ رکھتے ہیں۔ ورنہ اس قول کے کیا معنی ہوں گے اور ان افعال کے جو کہ غایت اخلاص و محبت پر دال ہیں، کیا صورت ہوگی ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ جملہ حضرات ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود افضل الخلائق و خاتم النبیین ماننے کے آپ کو جملہ کمالات کے لئے اہل عالم کے واسطے واسطہ مانتے ہیں یعنی جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی، نبوت ہو یا رسالت صدیقیت ہو یا شہادت، سخاوت ہو یا شجاعت، علم ہو یا مروت فتوت ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ۔ سب کیساتھ اولاً بالذات آپ کی ذات والاصفات جناب باری عزشانہ کی جانب سے متصف کی گئی اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں بلکہ وجود جو کہ اصل جملہ کمالات کی ہے اس کی نسبت بھی ان حضرات کا یہی عقیدہ ہے، اس مضمون کو نہایت تفصیل سے آب حیات، قبلہ نما، اجوبہ اربعین تحذیر الناس وغیرہ میں ذکر کیا گیا ہے، اسی واسطے براہین میں صاف تصریح کر دی گئی ہے کہ کمالات روحیہ میں کوئی شخص حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل اور مقارب ہو ہی نہیں سکتا ورنہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہے اور در حقیقت کمالات تو کمالات روحی ہی ہیں جیسا کہ حقیقت انسان روح ہی ہے اور یہ جسم خاکی تو قالب اور غلاف آدمی ہے، مدار فضائل کا عقلاء کے نزدیک انھیں کمالات روحی پر ہے جسمی پر نہیں، پس باعتبار جسم اطہر کے اگرچہ آپ اولاد آدم اور بنی آدم ہیں لیکن باعتبار

روح کے آپ سب کے امام اور باپ ہیں باوجود اس کے بہ نسبت حضرت علیہ السلام کے جملہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ان کو کمالات جسمیہ میں بھی خلائق میں یکتائی تھی اور ہے چنانچہ قصیدہ نعتیہ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بخوبی ظاہر ہے مگر اشتراک جسمی و نوعی بشری سے انکار بھی کسی طرح جائز نہیں یہی عقیدہ محققین اہل سنت والجماعت کا ہے و بابیہ ان مضامین کے پاس بھی نہیں پھٹکتے ہیں اعتقاد کیا۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز امداد السلوک صـ۱۲ میں بحث خلوت میں تحریر فرماتے ہیں۔

• وحضرت صحابہ رضوان اللہ علیہم را بے خلوت صرف ببرکت فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فتوحات میشدند و بیک جلسہ چند ان معارف وغرائب علوم حاصل می شدند کہ دیگراں را بخلوت سالہا سال میسر نباید، و ایں مراز یں بود کہ ارادت چنانکہ گفتہ اند ترک عادت باشد و عادت صحابہ رضی اللہ عنہم رسوم جاہلیت بود چوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چناں کرد کہ ہیچ امر سرمو تجاوز در اطاعت نمیگیرند و بدل و جان راضی میبودند حق تعالیٰ در دل ایشاں ایمان منقش ساخت و بنور ہدایت خود تائید فرمود کہ باوصف مخالطت اہل مال و اکتساب مناجات و جہاد بندر دہ کمال بودند و ہمہ ہمت ایشان متابعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و ملاحظہ جمال باکمال آں سرحلقۂ محبوبان بود و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجمع ہمہ فضائل و کمالات بودند، چوں ایشاں را بصدق ارادہ راسخ دیداز شمس قلب شریف خود عکسے انداخت و تخم عنایت سراسر ہدایت نظری افروخت و بانوار نبوت و بالمعات جواہر معدن رسالت تشریف بخشید چنانکہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ روایت کردکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ انچہ حق تعالےٰ در سینۂ من انداختہ بود در سینۂ ابوبکرؓ انداختم پس چراغ قلوب ایشاں بآں نور روشن شد و مشکوٰۃ وجود ایشاں منور گردید و صفات بشری ایشاں بالکل مضمحل گشت زہاد و عباد و علماء و حکماء و عرفاء و متوحدین و راسخین در ہمہ علوم شدند و از انوار معارف ایشاں بر تابعین عکس افتاد و دل و جان ایشاں نور بخش گردید و علیٰ ہذا القیاس رضی اللہ عنہم اجمعین چنانکہ حضرت فرمید صلی اللہ علیہ وسلم کہ اصحاب من مثل ستارگاں اند بہر کہ پیروی کنید راہ یابید پس چوں یک نظر آں آفتاب کمالات بایں سعادت رساند کدام خلوت اولیٰ ازیں مجالست بود و کدام عقل ست کہ بریں چنیں صحبت خلوت گزیند، چہ خلوت برائے آں گرفتہ اند تا آنچہ صحابہ رضی اللہ عنہم بمجالست حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کردند اھ؎

حضرت اس عبارت میں ذرا غور فرمائیں کہ کس طرح فضائل نبوت و صحبت کا اظہار و بیان کیا گیا ہے اور عقیدۂ کاملہ سنیہ کی کیفیت واضح کی گئی ہے کیا وہ قلب جس میں یہ اعتقاد راسخ ہو اور ان انوار سے منور ہو چکا ہو وہ کوئی کلمہ گستاخی کا بہ نسبت حضور سرور کائنات علیہ السلام کہہ سکتا ہے یا اعتقاد کر سکتا ہے، حاشا وکلا خداوند کریم ان افتراء پردازوں کا منہ کالا کرے جو عبارتوں میں قطع و برید کر کے اور معنی بگاڑ کر ان مقدس حضرات کی طرف منسوب کرتے ہیں خذ لھم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

اس قسم کے مضامین ان اکابر کی تحریرات میں جا بجا مسطور ہیں، لیکن ظالمین ان کو چھپا کر اپنے مقصد ردیئہ کے حاصل کرنے کی فکر کرتے ہیں، بوجہ تطویل عبارت کے زیادہ نقلیں نہیں عرض کرتا ہوں، جسنے وہابیہ کے خیالات و عقائد پر نظر ڈالی ہوگی واضح طور پر معلوم کرے گا مثل اس عبارت کے ہرگز وہابیہ کا عقیدہ نہیں وہ اس قسم کے عقائد کو ضلال سے کم شمار نہیں کرتے یہ مقدس اکابر ہمیشہ اولیاء کرام وانبیاء عظام سے توسل کرتے رہتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کی ہدایت کرتے رہتے ہیں جسکو وہابیہ مثل شرک ناجائز و حرام جانتے ہیں، حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصیدہ طویلہ در بارہ توسل مشائخ سلسلہ علیہ چشتیہ صابریہ تحریر فرمایا ہے جو کہ امداد السلوک کے اخیر میں و نیز دیگر رسائل کیساتھ شائع ہو چکا ہے اگر جملہ اشعار کو نقل کیا جاوے تو طویل ہو جاوے گا اختصاراً چند شعر اخیر کے ذکر کرتا ہوں۔

بحقِ مقتدائے مقتدایاں
در علمِ لدنی فیضِ رحمان
علی ابن ابی طالب کہ خورشید
فدائے روضہ اش ہفت آسمان ست
پسندیدی ز جملہ عالم آں را
نمودی صرف او ہر رنگ و بو را
بآں کو رحمۃ اللعٰلمین ست
بحقِ برتر عالم محمد
مثالِ او نہ مقدور جہان ست

حسن بصری امام پیشوایاں
خلیج بحر رحمت منبع فیض
نبور خاک پائے او درخشید
بحق آنکہ بولش گر فتی
بما بگذاشتی باقی جہاں را
ہمہ نعمت بنام او نمودی
بدرگا ست شفیع المذنبین ست
بذاتِ پاک خود کاں اصل حق ست
کہ کنہش برتر از کون و مکان ست
براہ خود مرا چالاک فرما الخ

بحقِ شیر یزداں شاہ مرداں
تجلی گاہ یزداں مطلع فیض
بحق آنکہ او جانِ جہان ست
برائے خویش مطلوبش گرفتی
گزیدی از ہمہ گلہا تو او را
دو عالم را بکام او نمودی
بحقِ سرورِ عالم محمد
از و قائم بلند یاد پستی ست
دلم از نقشِ باطل پاک فرما

برائے خدا آپ انصاف فرمائیں کہ آیا وہابیہ اس قسم کے الفاظ کہنا جائز رکھتے ہیں یا نہیں جو حضرت کے پورے قصیدے پر نظر فرمائیں گے وہ بخوبی معلوم کر لیں گے کہ یہ اکابر بالکل از سر تا پا مخالف وہابین عقیدہ کے

ہیں ان کے نزدیک توسل انبیائے علیہم السلام جائز نہیں اولیا رے تو درکنار پھر الفاظ مخلِ فلاح کا استعمال اور بھی زیادہ ان کے یہاں مکروہ ہے علاوہ ازیں اس قسم کے مدائح وہ جائز ہی نہیں کہتے اور مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز متوسلین کو ہمیشہ توسل ولیا، طریقت کا ارشاد فرماتے رہے ما در شجرہ طیبہ خاندان چشتیہ قدوسیہ امدادیہ انکو عطا فرماتے تھے جس میں یہ الفاظ ہوتے تھے الہٰی بحرمۃ سیدنا و مولانا فلاں بن فلاں الخ وہ خود اپنے خاندان صابریہ قدوسیہ کے شجرہ کو بطور اختصار ان الفاظ سے نظم فرماتے ہیں دیکھئے امداد السلوک ص۱۱

بہرِ امداد و بنور حضرت عبد الرحیم ۔۔۔ عبد باری، عبد بادی عضد دیں مکی ولی

ہم محمدی و محب اللہ شاہ بو سعید ۔۔۔ ہم نظام الدین جلال و عبد قدوس حمید

ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال ۔۔۔ شمس دیں ترک علاء الدین فرید چودہنی

قطب دین و ہم معین الدین عثمان شریف ۔۔۔ ہم بمودود ابو یوسف محمد احمدی

بو سحاق و ہم بمشاد و ہبیرہ نامور ۔۔۔ ہم حذیفہ وابن ادہم ہم فضیل مرشدی

عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دیں ۔۔۔ سید الکونین فخر العالمیں بشری نبی

پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش ۔۔۔ بہرِ ذات خود شفا یم دہ ز امراض دلی

وہابیہ کے متعدد رسائل اس بارہ میں شائع ہو چکے ہیں جس میں کہ وہ صراحۃ توسل از حضرت سرور کائنات علیہ السلام کو و نیز توسل بالاولیاء الکرام کو منع کرتے ہیں جس کا جی چاہے تحقیق کرے۔ مگر ان حضرات کے توسل اور اہل بدعت کے توسل میں بڑا فرق ہے یہ حضرات توسل و ہابیہ کے منکر ہیں اور نہ مثل اہل ہوا کے غالی۔ ان حضرات اکابر کے رسائل و تصانیف جن جن الفاظ مدحیہ و تعظیمیہ سے پر ہیں ان کو اگر نقل کیا جاوے تو بہت بڑا دفتر تیار ہو جاوے، جس کا جی چاہے انکی تصانیف کو ملاحظہ کرے ہم نے بطور نمونہ کچھ احوال و الفاظ نقل کئے ہیں، اگرچہ مجدد بریلوی صاحب موافق اپنی عادت افترا پردازی کے ان حضرات کی نسبت بھی افترا کر رہے ہیں کہ وہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیوں کا استعمال کرتے ہیں، معاذ اللہ، اگر یہ افترا، صریح نہیں تو کیا ہے۔ ہم خود پہلے لطائف رشیدیہ ص۲۲ سے عبارت نقل کر چکے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور اس بحث کو بوضاحت تام حضرت مولانا نے مع دلائل کے ذکر فرمایا ہے تو اب کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ حضرات کوئی کلمہ گستاخی کا جناب سرور کائنات علیہ السلام کی شان میں فرمائیں البتہ مجدد بریلوی اگر کہیں اس قسم کی باتیں اپنے خیالات و لوازمات بعیدہ سے

نکالیں تو یہ فقط ان کی گندہ خیالی اور قطع و برید کا ثمرہ ہوگا نہ یہ کہ ان اکابر کے کلام پاک کا اثر جملہ تصانیف حضرات اکابر موجود ہیں اور چھپی ہوئی جگہ جگہ دستیاب ہوتی ہیں، دیکھو جس جگہ حضور علیہ السلام کا نام پاک آجاتا ہے کن القاب و الفاظ سے مع صلوٰۃ و سلام آپ کا نام نامی ذکر کرتے ہیں عموماً قبل آپ کے اسم مبارک کے لفظ فخر عالم ذکر کیا جاتا ہے یا اور مثل اس کے مگر افسوس کہ اپنے اغراض نفسانی کے حصول اور طلب شہرت کی نیت سے مجدد بریلوی صاحب اور ان کے ہوا خواہ ان جملہ محاسن و بھلائیوں کو پس پشت ڈالے دیتے ہیں جن سے ان بزرگوں کی تصانیف بھری ہوئی ہیں اور جو جو خدمتیں و بھلائیاں ان کی دربارۂ دین قویم مثل آفتاب کے اہل علم پر نمایاں ہیں اور جو جو اقوال و الفاظ ان کج فہموں کے خیال میں قبیح معلوم ہوتے ہیں ان کو اپنے خیال کے موافق برے معنی پر حمل کر کے تنفیر عوام مسلمین کی غرض سے پر کا کبوتر بنا کر ظاہر کرتے ہیں خلق نعم اللہ تعالیٰ فی الدارین ان کا حال وہی ہے جو قرآن شریف میں متبعین متشابہات کے حق میں فرمایا گیا ہے، صاحبو! جن لوگوں نے جملہ عالم پر مثل آفتاب کے ظاہر کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کس طرح کرنا چاہئے، سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا اقتدا کس طرح کرنا چاہئے، ادب اکابر و رحم علی الاصاغر کا طریقہ کیا ہے جنھوں نے چالیس چالیس برس تک جماعت اولیٰ اور تکبیر اولیٰ فوت نہ ہونے دی ہو سفر اور حضر میں قیام شب و تہجد کو کبھی ضائع نہ ہونے دیا ہو، ذکر زبانی و قلبی وروحی سے کسی وقت سوتے جاگتے میں غافل نہ ہوئے ہوں اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے چلتے پھرتے حضور سرور کائنات علیہ السلام کی عادتوں اور سنتوں پر عملدرآمد رکھا اور ایک ادنیٰ چیز کو فوت نہ ہونے دیا ہو، جن کی زندگی بھی ہوئی تو موافق زندگی رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور وفات بھی ہوئی تو گویا کہ نقشۂ وفات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کھینچ گیا تھا چنانچہ جو لوگ اس وقت حاضر تھے بخوبی جانتے ہیں اور جو موجود نہ تھے وہ راز وصل الحبیب ملاحظہ فرمالیں حضار خدمت و ملاحظین رسالہ سب کی زبان سے یہی لفظ بشرط واقفیت از احوال حضور علیہ السلام نکلتا ہے کہ سے "وفات سرور عالم کا بہ نمونہ ہے"۔ ان کے اخلاص و قوت روحانی و فیوض یزدانی و قبولیت سماوی کی دلیل کیا دنیا میں اس سے قوی کوئی ہو سکتی ہے کہ آج ان کے تلامذہ و مخلصین میں جو درجہ دینداری و اتباع سنت و ادب اکابر ماضیین و استقامت کا موجود ہے اس میں معمورۂ زمین پر شرقاً و غرباً جنوباً و شمالاً اپنا مماثل نہیں رکھتے ہیں۔ اگر غور و انصاف فرمائیں تو آپ خود اس کو ملاحظہ کریں گے کہ مخالف و موافق جملہ اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ علوم دینیہ و کتب درسیہ کا آجکل معمورۂ زمین پر علماء دیوبند اور ان کے تلامذہ سے زیادہ ملنا مشکل ہے جنھوں نے فقط علماء ہند

کو دیکھا ہے وہ بہ نسبت علماء ہند کہہ سکتے ہیں اور جنھوں نے اور ملکوں کے علماء کا تفحص کیا ہوگا وہ ان ملکوں کی نسبت بھی یہی کہیں گے مع اس کے کہ مع مین العلم والعمل اگر حصہ ہے تو انھیں حضرات کا و للہ الحمد۔ اگر یہ بات قبولیت عند اللہ کی دلیل قوی نہیں ہے تو کیا سبب ہے بے شک یہی غیظ و غضب اہل بدع اور اہل ہوا کو دامنگیر ہو رہا ہے جو طرح طرح کے حیل و مکر و افترا پردازیاں ان کی ظہور میں تنفیر عوام کے واسطے آ رہی ہیں، مگر واہ رے اتباع شریعت حضرات علماء دیوبند اور ان کے خیال اکابر اپنے فرائض منصبی علمی و عملی میں اس طرح مشغول ہیں کہ ان کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی اور کیوں نہ ہو آخر حکم الٰہی وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔ اور آیت قرآنی وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا پر کون عمل کرے وہ خود جانتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ خاص سنت ہے کہ اہل ضلال و ہوا اور ان کے دشمن طرح طرح کی ایذائیں سب و شتم ان کو دیتے رہے ہیں، پس یہ خاص علامت ان حضرات کے اہل قبول ہونے کی ہے، ان کو بھی اس قسم کی ایذائیں پہنچائی جاویں، آپ اکابرین میں سے کسی کو ایسا نہ پاویں گے جن کو ان کے اہل زمانہ نے ایذائیں نہ دی ہوں یا سب و شتم تفسیق و تضلیل نہ کی ہو حضرت امام اعظمؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام محمدؒ و حضرت جنیدؒ و حضرت غوث الثقلین وغیرہ وغیرہ حضرات اکابر رحمۃ اللہ علیہم کے حالات ملاحظہ کر لیں اور تواریخ اسلام کو ابتداء سے آخر تک دیکھیں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ الاٰیۃ۔ آپ ذرا انصاف سے خود غور فرما سکتے ہیں کہ عداوت خاصہ آیا مجدد بریلوی خذلہ اللہ کو ہے یا ان حضرات کو۔ حملہ مظالم و شدائد کی ابتدا مجدد صاحب اور ان کے اتباع سے ہی ہوتی رہی ہے مگر یہ اکابر ان کے تحمل میں اسی طرح ثابت قدم ہیں جس طرح اتباع انبیاء کرام اور ائمہ عظام تھے اگرچہ اس تحمل پر بھی لعن طعن ہوتا اور انتقام لینے اور جواب دینے پر طرح طرح سے ابھارا جاتا ہے کہ کسی طرح بولیں اور سب و شتم کے بدلے سب و شتم لکھیں، مگر واہ رے استقلال یہ سمجھ کر کہ گالیاں بکنی ان کو مبارک ہوں جبکہ یہ پیشہ ہے اور صبر و تحمل انھیں مبارک ہو جن کا یہ شعار ہے مطلق پرواہ نہیں کرتے اور اپنے پاک مشغلہ میں مشغول ہیں تاکہ اجر دوبالا ہو هَنِيئًا لَّهُمْ ثُمَّ هَنِيئًا لَّهُمْ۔

(۵) وہابیہ اشغال باطنیہ و اعمال صوفیہ مراقبہ ذکر و فکر و ارادت و مشیخت و ربطہ القلب بالشیخ و فنا و بقا و خلوت وغیرہ اعمال کو فضول و لغو بدعت و ضلالت شمار کرتے ہیں اور ان اکابر کے اقوال و افعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں اور ان سلاسل میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستقبح بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے دیار نجد کا سفر کیا ہوگا یا ان سے اختلاط کیا ہوگا اس کو بخوبی معلوم ہوگا فیوض روحیہ ان کے

نزدیک کوئی چیز نہیں ہیں وعلیٰ ھذا اب ذرا غور فرمائیں اور ان مقدس اکابر کے احوال کی طرف توجہ کریں یہ جملہ حضرات طرق صوفیہ باطنیہ میں منسلک ہیں، ریاضت و دوام فکر و ذکر ان کا شعار رہے دونوں حضرات مولانا نانوتوی و مولانا گنگوہی قدس اللہ اسرارہما نے طرق اربعہ میں حضرت قطب العالم مولانا الحاج امداد اللہ صاحب تھانوی ثم المکی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے بیعت کی اور اذکار و افکار اور قوی روحیہ میں اس درجہ کو پہنچے کہ خلافت و خرقہ اپنے مرشد کامل سے علی وجہ اتم و اکمل حاصل فرمایا حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے جو جو اوصاف کمالیہ ان دونوں حضرات کی نسبت ضیاء القلوب میں تحریر فرمائے ہیں وہ ہر کہ ومہ پر ظاہر ہیں کہ کس علو مرتبت و رفعت و قدر پر دلالت کرتے ہیں، یہ جملہ اکابر مثل سلف صالحین اوراد و اشغال تصوف کے اسی طرح حامل تھے جیسے کہ سلف صالحین و اکابر امت ہمیشہ سے رہے ہیں، دیکھئے حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے ایک رسالہ مخصوصہ اس فن میں مسمیٰ بہ امداد السلوک لکھا ہے جو کہ شائع بھی ہو گیا ہے اگرچہ بظاہر رسالہ مکیہ کا ترجمہ ہے مگر باطناً رسالہ مستقلا از تصنیف حضرت علیہ الرحمۃ ہے کیونکہ ترجمہ لفظی کی رعایت نہیں کی گئی زوائد اس میں درج کئے گئے ہیں اور اس کی مدائح وغیرہ ہمیشہ حضرت علیہ الرحمۃ کرتے رہے ہیں۔ اس کے ابتداء میں اپنے شیخ کامل کو ان الفاظ سے ذکر فرماتے ہیں۔

" وبنام نامی واسم سامی دافتخار المشائخ الاعلام مرکز الخواص والعوام منبع البرکات القدسیۃ مظہر الفیوضات المرضیۃ معدن المعارف الالٰہیۃ مخزن الحقائق لجم اللاقائق سراج اقرانہ قدوۃ اہل زمانہ سلطان العارفین ملک التارکین غوث الکاملین غیاث الطالبین الذی کلت السنۃ الاقلام عن مدائحہ البالغۃ و عجزت التوصیف شمائلہ الکرام الساطع یغبط الاولون والآخرون من بشعائرہ و یحسدہ الفاجرون والغافلون من دثارہ مرشدی و معتمدی وسیلۃ یومی و غدی مولائی و معتقی سیدی سندی الشیخ الحاج المشتہر بامداد اللہ الفاروقی التھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالارشاد والھدایۃ وازال بذاتہ المطہرۃ الضلالۃ والغوایۃ الخ۔

صاحبو! اس عبارت کے الفاظ و معانی پر غور کرو اور بنظر انصاف فرماؤ کہ فرقہ وہابیہ کیا اس قسم کے الفاظ اس نوع کے اعتقاد کسی کی نسبت رکھتے ہیں یا نہیں اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ العزیز کی جتنی تصانیف و عقائد ہیں ان کے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بالکل موافق اور متبع ہیں اور وہی عقائد رکھتے کہ جن کے ذریعہ سے وصمہ وہابیت بالکل زائل ہے، رسالہ امداد السلوک کا صفحہ صفحہ اور سطر سطر پوری دلیل اور قوی برہان

حضرت مولانا قدس سرہٗ العزیز کے ربانی سنی اور حنفی ولی کامل ہونے کی ہے، اگر ان کو نقل کیا جاوے تو دفتر طویل ہو جائے لیکن چند جگہوں سے کچھ عبارتیں نقل کرتا ہوں ص۷ میں فرماتے ہیں

"پس اگر سالک عالم ست او را ایں امر خود حاصل ست وگر نہ شیخ طلبد کہ اولاً او را مسائل صحۂ توحید و فقہ تعلیم فرماید بعدہٗ طریقۂ مجاہدہ و زہد و تقویٰ بنماید و ہمیں معنے دارد آنچہ گفتہ اند کہ ہر کہ را پیرے نباشد پیر او شیطان بود. یعنی ہیچ رہبرے ندارد نہ علم نہ صحبت مرشد حق الخ"

ص۸ میں فرماتے "بدانکہ سالک شیخ کامل کہ رفیق طریق او بود ضرور بایدٗ" اور اسکے بعد شروط شیخ بیان فرماتے ہیں ملاحظہ ہو.

ص۹ "پس چوں با وبیعت کند فرمانبردار او شود بتوحید مطلب حلا اطاعت او در گوش کشد و توحید مطلب اینکہ بداند کہ بجز ایں شیخ معین موصوف صفات مرا در عالم کسے بمطلب تواں رسانید اگرچہ دیگر شیوخ اقران او باشند و بایں صفات موصوف بودند و ایں رکن عظیم اگر توحید مطلب ندارد پراگندہ ہر جائی ماندہ مشوش شود و خدائم پروائے او نکند کہ در کدام صحرائے ہلاک شد بلکہ چنانکہ حق و قبلہ یک است شیخ راہ رساں ہم یک داند و بسیار آں در ریں پراگندگی ہلاک شدند پس اگر خطرہ ہم دارد کہ در عالم کسے بجز ایں شیخ مرا بمطلب تواند رسانید شیطان درو تصرف کند و از جائے لغزاند و بسیار شود کہ شیطان بصورت پیر او آمدہ او را اخراب کند و چنیں اشیاء نماید کہ بآں عقیدہ او را بر باطل منعقد گردد. معاذ اللہ و بتوحید مطلب ہرگز شیطان را نباید د تمثیل بایں شیخ تواند کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیخ را در مرید خود مثل نبی در قوم خویش فرمودہ علماء امت خویش را مثل انبیاء بنی اسرائیل فرمودہ پس چنانکہ شیطان بعین تمثل حضرت فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نتواند شد چنانکہ خود فرمودہ اند کہ ہر کہ مرا بخواب دید فی الواقع مرا دید کہ شیطان بصورت من ہرگز نمی تواند آمد ہمچنیں بصورت شیخ متابع شریعت نمی تواند گشت پس مرید محفوظ می ماند و از ینجا گفتہ کہ چار چیز رکن اصول اند عبرت در دین حق و طولتی وقت مشاہدات و مکاشفات و تجلیات و حفظ حرمت شیخ و شفقت بر یاران طریق کہ عبارت از توقیر کبار و ترحم صغار و اینہمہ کامل ایماناں را نصیب بود نہ ناقص ایمان را" الخ.

ص۱۰ میں فرماتے ہیں.

"و ہم مرید بہ یقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شخص شیخ دور ست اما از روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم داند و ہر وقت

شیخ را یاد دارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود و چوں مرید در حل واقعہ محتاج شیخ بود شیخ را بقلب حاضر آورد و بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ او را القا خواہد کرد مگر ربط تام شرط است و بسط ربط قلب شیخ لسان او ناطق می بود و بسوئے حق تعالیٰ راہ می کشاید حق تعالیٰ او را محدث میکند، چنانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ در امتہائے سابقہ محدث یعنی درست رائے بودند اگرچہ دریں امت ہم است او عمر است رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی قلب عمر رضی اللہ عنہ بسبب کمال ربط خود باں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چناں با حق تعالیٰ ارتباط یافت کہ از حق تعالیٰ ملہم میشود و بہمیں موافق رائے او رضی اللہ عنہ وحی آمد و موافقات رائے او رضی اللہ عنہ زیادہ از سیزدہ گفتہ اند. واللہ تعالیٰ اعلم.

اور بعد اس کے شرط شیخ و احوال شیخ کامل نہایت تفصیل سے ذکر فرماتے ہیں اور جملہ آداب و طریق سلوک و مراتب عارفین وغیرہ اس متانت و ضبط سے اس میں مذکور ہیں کہ دیگر کتب سلوک میں یہ تحریر و ضبط نہیں اب ناظرین بانصاف ذرا غور فرماویں کہ جو حال و اقوال مولانا کے نقل کئے گئے ہیں کیا یہ وہابیہ کے مذاق کے موافق ہیں، کیا یہ طائفہ اس قسم کے الفاظ کے قائل کو تبع سنت خیال کرتے ہیں آیا ان سب باتوں کو حدود معصیت سے نکالکر اپنی لغشف و شدت بناوت کے سبب درجات شرک تک نہیں پہنچاتا کیا وہ ان سب خیالات کو پیر پرستی وغیرہ نہیں کہتے ہیں کیا وہ فنا و لقا و فنار الفنار و لقار ابقار و چلہ کشی و مراقبات و اذکار و اشغال وغیرہ وغیرہ کو بدعت سیئہ و ضلالت خیال نہیں کرتے ہیں افسوس صد افسوس کہ ایسے بزرگان دین اہل اللہ جنھوں نے تمام عمر اپنی تجرید و تفرید میں گذاری ہزاروں کو عقبات سلوک سطے کرائے ان کی مجالس سوائے ذکر و فکر شغل و مراقبہ کے جملہ وساخ دنیا دیہ و نفسانیہ سے پاک رہے ہیں وہ تو وہابی کہے جاویں اور جنکی حالتیں یہ ہوں کہ سود کھاویں خطوط شہوانیہ نفسانیہ میں عمریں گنوا دیں مثل اراذل گالی گلوچ میں دن و رات مشغول رہیں، حیل و مکر کے ہزاروں طریقے علمائے امت محمدیہ کی تکفیر کے واسطے عمل میں لاویں اور خیالات علیہ و ارادت صوفیہ صافیہ کا حال بلکہ قال بنانا تو کیا معنی کبھی خیال بلکہ خواب میں بھی نہ آئے ہوں وہ اہل سنت و مسلم شمار کئے جاویں. فالی اللہ المشتکی من زمان قد امتلأ جورًا وظلمًا وکفرًا وقباحۃً.

(۶) وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہو گئے چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں. وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت

اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل درآمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں اسکی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا بھی مثل غیر مقلدین کے اکابر امت کے شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے اب آپ خیال فرمائیں کہ یہ اکابر ان امور میں بھی بالکل مخالف اس طائفہ کے ہیں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ مسائل اصولیہ و فروعیہ میں مقلد ہیں ائمہ اربعہ میں سے ایک شخص کی تقلید کو واجب کہتے ہیں چنانچہ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے لطائف قاسمیہ میں اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے سبیل الرشاد میں اسکو مفصل طور سے لکھا ہے بلکہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ لفظ وجوب تقلید شخصی میں چھپا ہوا ہے، حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیہ کے رد میں جبکہ ان لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اتباع پر چند مسائل میں زبان درازی کی تو چند رسائل تصنیف فرمائے، مثلاً ہدایۃ المعتدی فی الانصات للمقتدی جس میں قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر محققانہ گفتگو فرما کر مخالفین کے دلائل کے ضعف کو ظاہر و باہر فرمایا ہے اور جن جن دلائل و آثار پر وہابیہ کو ناز تھا ان کی حقیقت کو عیاں کر دیا ہے" الرای النجیح فی عدد رکعات التراویح" اس رسالہ میں وہابیہ کے ان خیالات و کلمات کا ابطال کیا ہے جو وہ بمقابلہ اہل سنت والجماعت مسئلہ تراویح میں استعمال کرتے ہیں اور بیس رکعات کو بدعت عمریؓ وغیرہ الفاظ شنیعہ کیساتھ یاد کرتے ہیں اس میں حضرت مولاناؒ نے ان کے جملہ اعتراضات کو رد کیا ہے اور مذہب حنفیہ کو نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت کیا اور عیاں کر دیا ہے کہ جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ بیس رکعتیں بدعت ہیں وہ فی الحقیقت صراط مستقیم پر نہیں ہیں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ قرأت خلف الامام میں توثیق الکلام فی الانصات خلف الامام تحریر فرمایا ہے جو چھپکر شائع بھی ہو چکا ہے جس میں دلائل عقلیہ و نقلیہ سے بخوبی حضرت امام صاحبؒ کے مذہب کو ثابت کر دکھایا ہے اور مسئلہ تراویح میں بھی دو رسالہ مصابیح التراویح اور الحق الصریح فی عدد رکعات التراویح تصنیف فرمائے ہیں نہایت عجیب اور قابل دید رسالے ہیں، حضرت مولانا گنگوہیؒ نے مختلف مسائل مختلفہ وہابیہ کی رد میں رسالہ سبیل الرشاد بھی تصنیف فرمایا اور ان کے مختلف مسائل کا پورے طور سے رد فرمایا ہے، اوقاف القرآن کے بارہ میں علماء طائفہ وہابیہ نے بدعت ہونیکا فتویٰ دیا تھا اور جملہ معشر قراء سنیہ کو اہل بدعت وجور قرار دیا تھا اس کا رد حضرت مولانا گنگوہیؒ نے رسالہ رد الطغیان فی اوقاف القرآن میں واضح طور سے فرمایا۔ اکثر وہابیہ نے مذہب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر دربارۂ مسئلہ عدم جواز جمعہ فی القریٰ اعتراضات سخت کئے تھے۔ حضرت مولانا نے ان سب اعتراضات کا رسالہ اوثق العریٰ فی عدم جواز الجمعہ فی القریٰ میں رد فرمایا اور مذہب

حنفیہ کو پورے طور سے ثابت فرمایا اور جبکہ بوجہ دقت مسائل مخالفین نے نہ سمجھا اور تین چار رسالے لوگوں نے اس کے رد میں لکھے تو حضرت مولانا دیوبندی سلمہ اللہ تعالیٰ نے ان جملہ رسالوں کے رد میں رسالہ احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ لکھا جس کی کیفیت ملاحظہ سے ظاہر ہے علاوہ اس کے اور بھی رسائل ان اکابر کے رد وہابیہ میں شائع ہو چکے ہیں جن کو ہر کہ ومہ ملاحظہ کر سکتا ہے مگر مجدد بریلوی اور ان کے اتباع اپنے خواہش نفسانی کی وجہ سے جملہ محاسن کو ان اکابر کے چھپاتے ہیں۔ اور افتراء پردازیوں کے ذریعہ سے ان مقدس بزرگواروں کو فرقۂ ضالہ کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ سود اللہ وجوههم فی الدنیا والآخرۃ وخذل جنودهم فی الدارین۔ آمین۔

فتاویٰ رشیدیہ میں متعدد مقامات میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے طائفہ وہابیہ غیر مقلدین کو فاسق تحریر فرمایا ہے اور ان کے اقتداء کو مکروہ کہا کہ سلف صالحین وائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے فسق عائد ہوتا ہے، یہ جملہ اکابر اپنے حلقات درس حدیث وغیرہ میں ہمیشہ تائید مذہب حنفیہ وعقائد سنیہ کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں۔ انھیں حضرات کے فیض عام کا ثمرہ ہے جو آج دیار ہندیہ میں اس پُر آشوب زمانہ میں عقائد اسلام واہل سنت کے حامی نظر آتے ہیں ورنہ دہریت ونیچریت، بدعت وضلالت کی وہ ہوا چل رہی ہے کہ جس نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کو احاطہ اسلام سے خارج کر دیا انھیں حضرات کا طفیل ہے کہ مذہب حنفیت کو اس زمانۂ آزادی میں جبکہ ہر شخص اپنے آپ کو ابوحنیفہ وشافعی خیال کرتا ہے قوت وسلامتی رہی۔ انھیں حضرات کی کوششہائے بلیغہ کا ثمرہ ہے کہ جا بجا مدرسین علم دین موجود ہیں جو حمایت شرع متین ودین مبین میں راسخ القدم ومستقل مزاج ہیں۔ انھیں حضرات کی توجہات کی برکت سے علم طریقت بلا بدعت وضلالت سرسبز وشاداب ہے، ہزاروں مقصد اصلی پر پہنچکر کامیاب ہوتے ہیں۔ طوبیٰ لهم وویل لاعدائهم الکذابین۔ آمین۔

علاوہ ان امور مذکورۃ الصدر کے اور بھی مسائل ہیں جنمیں وہابیہ اہل سنت کے مخالف ہوئے ہیں اور یہ اکابر طریقۂ اہل سنت پر ثابت قدم رہکر اس طائفہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً علی العرش استویٰ وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استوا ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے مگر یہ مقدس بزرگوار ان سب آیات واحادیث میں مثل سلف بنفی لوازم حدوث وجسمیت توقف فرماتے ہیں اور یا مثل خلف ان کی تاویلات جائزہ فرماتے ہیں علیٰ ہذا القیاس، مسئلہ ندا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں اور یہ حضرات نہایت تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ یا رسول اللہ علیہ السلام اگر بلا لحاظ معنی اسی طرح نکلا ہے

جیسے لوگ بوقت مصیبت و تکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلا شک جائز ہے علیٰ ہذا القیاس اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہوگا علیٰ ہذا القیاس اگر کسی سے غلبۂ محبت و شدت وجد و ذوق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے اور اگر اس عقیدے سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے فضل و کرم سے ہمارے نداء کو پہنچا دیگا اگرچہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا مگر اس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں علیٰ ہذا القیاس اصحاب ارواح طاہرہ و نفوس ذکیہ جنکو بعد مکانی اور کثافت جسمانی اپنے عوائق کی تبلیغ کے مانع نہ ہوں اس میں بھی کوئی قباحت نہیں مگر ہر دو طریقۂ اخیرہ میں عوام کے سامنے نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ وہ اپنی کم فہمی کے باعث سے حضور اکرم علیہ السلام کی نسبت یہ عقیدہ ٹھیرا لیتے ہیں کہ جیسے جناب باری عز اسمہ پر جملہ اشیاء ظاہریہ و باطنیہ مخفی نہیں اور ہر جگہ کے جملہ امور اس کے نزدیک حاضر و معلوم و مسموع ہیں اسی طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تمام اشیاء معلوم ہیں اور آنجناب کو عالم الغیب خیال کرنے لگتے ہیں حالانکہ عالم الغیب والشہادۃ ہونا صفات مخصوصۂ جناب باری عز اسمہ سے ہے اور اس طرح ندا کرنا حضور علیہ السلام کو یعنی بایں اعتقاد کہ آپ کو ہر منادی کی نداء کی خبر ہو جاتی ہے ناجائز ہے وہابیہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغۂ خطاب و نداء کیوں نہ ہوں مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں اور اس تفصیل کو مختلف تصانیف و فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے چنانچہ براہین قاطعہ میں بھی مفصلاً مذکور ہے۔ وہابیہ تجویز یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے اور یہ وجہ بھی ان کے نزدیک سبب مخالفت کی ہے حالانکہ یہ اکابر مقدسان دین متین اس کو ان اقسام استعانت میں سے شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باعث ممانعت ہو البتہ اگر وہ چیزیں سوال کیا وے کہ جن کا اعطاء مخصوص بجناب باری عز اسمہ ہے تو البتہ ممنوع ہے اسی وجہ سے نداء بلفظ یا رسول اللہ و خطاب حاضرین مسجد نبوی و بارگاہ مصطفوی کے واسطے جائز و مستحب فرماتے ہیں اور وہابیہ وہاں بھی منع کرتے ہیں، دو وجہ سے اولاً یہ کہ استعانت بغیر اللہ تعالیٰ ہے اور دوم یہ کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل دیگر مسلمین کے متصف بالحیوٰۃ البرزخیہ اسی مرتبہ سے ہیں پس جو حال دیگر مؤمنین کا ہے وہی ان کا ہوگا۔ یہ جملہ عقائد ان کے ان لوگوں پر بخوبی ظاہر و باہر ہیں جنھوں نے دیار نجد عرب کا سفر کیا ہو یا حرمین شریفین میں رہ کر

ان لوگوں سے ملاقات کی ہو یا کسی طرح سے ان کے عقائد پر مطلع ہوا ہو یہ لوگ جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام و دعا وغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں انہی افعال خبیثہ و اقوال واہیہ کی وجہ سے اہل عرب کو ان سے نفرت بیشمار ہے. مجدد بریلوی اور ان کے اتباع نے جب ان بزرگواران دین کو وہابیت کی طرف منسوب کیا تو ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ حضرات بھی وہابیہ کے پورے موافق ہیں مگر حقیقت الحال سے ان کو اطلاع ہی نہیں ورنہ وہ لوگ بھی پوری طرح عقائد میں ان بزرگواروں کے موافق ہیں.

(۸) وہابیہ کثرت صلوٰۃ وسلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قرأت دلائل الخیرات و قصیدۂ بردہ و قصیدۂ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں. اور بعض اشعار کو قصیدۂ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں. مثلاً ؎

یا اشرف الخلق مالی من الوذ بہ سواک عند حلول الحادث العمم

اے افضل مخلوقات میرا کوئی نہیں جس کی پناہ پکڑوں بجز تیرے بروقت نزول حوادث

حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی سند دیتے رہے ہیں اور ان کو کثرت درود وسلام و تحزیب و قرأت دلائل وغیرہ کا امر فرماتے رہے ہیں ہزاروں کو مولانا گنگوہی و مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہما نے اجازت عطا فرمائی اور مدتوں خود بھی پڑھتے رہے ہیں اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مثل شعر بردہ فرماتے ہیں.

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے.... تو کون پوچھے گا بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار،

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب مرحوم و مغفور دیوبندی نے فہم عوام کے واسطے قصیدہ بردہ کی اردو میں شرح فرمائی اور اس کو باعث سعادت خیال فرمایا. غرض ہمیشہ یہ جملہ اکابران سب کی قرأت وغیرہ کی اجازت دیتے رہے.

(۹) وہابیہ تمباکو کھانے اور اس کے پینے کو حقہ میں ہو یا سگار میں یا چرٹ میں اور اس کے ناس لینے کو حرام اور اکبر الکبائر میں سے شمار کرتے ہیں ان جہلاء کے نزدیک معاذ اللہ زنا اور سرقہ کرنیوالا اسقدر ملامت نہیں کیا جاتا جسقدر تمباکو استعمال کرنیوالا ملامت کیا جاتا ہے اور وہ اعلیٰ درجہ کے فجار و فساق سے وہ نفرت نہیں کرتے جو تمباکو کے استعمال کرنیوالے سے کرتے ہیں. ان حضرات کا خیال دیکھئے تو یہ جملہ بزرگان دین تمباکو کے استعمال پر سوائے کراہت تنزیہی و خلاف اولیٰ دوسرا کوئی حکم نہیں فرماتے ہیں اور بعض بعض حضرات لوجہ ضرورت خود استعمال فرماتے ہیں. چنانچہ متعدد فتاویٰ اور تصانیف میں یہ امر شائع ہو چکا ہے.

(۱۰) وہابیہ امر شفاعت میں اسقدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کے پہنچا دیتے ہیں، حالانکہ یہ اکابر بظاہر اور باہر تحقیق اور ثبوت شفاعت کے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم و آل و اصحابہ وسلم کے لئے قائل ہیں اور اقسام شفاعت مذکورہ کتب کلامیہ سب آپ کے واسطے خصوصاً اور عموماً ثابت مانتے ہیں اور زائر کو حکم کرتے ہیں کہ بوقت حضوری بارگاہ مصطفوی اسکا سوال کرے، زبدۃ المناسک باب الزیارت ملاحظہ ہو۔

(۱۱) وہابیہ سوائے علم احکام الشرائع جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں اور یہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ علم احکام و شرائع وعلم ذات وصفات و افعال جناب باری عز اسمہ و اسرار حقانی کونیہ وغیرہ وغیرہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا اور نہ ہوگا، علم اور ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خدا وند اکرم عز اسمہ مرتبہ حضور علیہ السلام کا ہے علوم اولین و آخرین سے آپ مالا مال فرمائے گئے ہیں کوئی بشر کوئی ملک کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم اور دیگر کمالات میں نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ آپ سے افضل ہو، ہاں البتہ احاطہ جملہ جزئیات و کلیات کونیہ کا مخصوص بجناب باری تعالیٰ عز اسمہ ہے، وہی علام الغیوب والشہادات ہے، پس دیکھئے کس قدر فرق ان حضرات کے عقائد اور وہابیہ کے عقائد میں ہے اگرچہ مجدد بریلوی اور ان کے اتباع قطع و برید اور تحریفات خبیثہ کر کے ان حضرات کی طرف امور وہابیہ لایعنیہ اور عقائد فاسدہ نسبت کرتے ہیں سو اس کا مزہ عنقریب چکھیں گے، مثل مشہور ہے خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں الغرض وہ امور جن کو ہم نے ذکر کیا ہے مختلف رسائل و فتاویٰ میں ان حضرات نے ذکر فرمایا ہے چنانچہ براہین قاطعہ کی عبارتیں صاف طور سے اسپر دال ہیں اور لطائف قاسمیہ آبحیات وغیرہ وغیرہ رسائل تو بوضاحت ان امکانات پر دلالت کر رہے ہیں۔

(۱۲) وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس اذکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں اور یہ جملہ حضرات نفس ذکر ولادت شریفہ کو جبکہ بروایات معتبرہ ہو مندوب اور مستوجب برکت فرماتے ہیں، البتہ ان قیود کو منع کرتے ہیں کہ جنکو جہلاء زمانہ نے زیادہ کر کے لازم ٹھہرا لیا ہے اور ان کی وجہ سے شرعاً کوئی قباحت پیدا ہو، ملاحظہ ہو براہین قاطعہ اور طریقہ مولد اگر مجدد الدجالین کی روٹیاں سیدھی ہونی محال تھیں اس لئے ان پر طرح طرح کے جھوٹے الزام لگانے ہوگیا ہے کاٹھ کی ہانڈی تو ایک ہی بار چڑھتی ہے، اب وہ وقت آیا جاتا ہے کہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا منتظر رہیں۔

صاحبان آپ حضرات کے ملاحظہ کے واسطے یہ چند امور ذکر کر دیئے گئے ہیں جنہیں وہابیہ نے علمائے حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جبکہ انھوں نے غلبہ کر کے حرمین شریفین

پر حاکم ہو گئے تھے ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں یا رہا ان سے نباہ ہوئے ان سب امور میں ہمارے اکابر ان کے سخت مخالف ہیں پس تو ہب اور وہابیت کا الزام لگانا ان پر سخت افترا اور بہتان بندی ہے اور چونکہ ان لوگوں کا جال نہایت قوی لوگوں کو بدگمان کرنے کا یہی ہے اس لئے ہم نے اس میں زیادہ تفصیل کی ہے اب عاقلین پر بخوبی ہویدا ہو گیا ہوگا کہ یہ کتنا بڑا مکر اور فریب مجدد بریلوی کا ہے اور کسقدر رجال لبازیاں اسمیں کی گئی ہیں واللہ مجازی والیہ المشتکی اور یہ طریقہ ان لوگوں کا ایسا ہے جیسا کہ روافض نے اہل سنت اور اکابر صحابہ و شیخین رضی اللہ عنہم کو عدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور طائفہ خارجیہ میں سے شمار کیا ہے یہی بعینہ طریقہ ان چھوٹے رافضیوں کا ہے۔

ساتواں بہتان مجدد بریلوی کہتا ہے کہ براہین قاطعہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تصریح کی ہے کہ بددینوں کے استاد یعنی ابلیس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے بریلوی کے عربی الفاظ یہ ہیں۔ فانہ صرح فی کتابہ البراہین القاطعۃ بان شیخہم ابلیس اوسع علما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ سطر ۱۲

مسلمانو تمہیں خدا کی قسم ذرا انصاف سے کہو یہ بے حیائی اور جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے، نہ کسی کتاب میں یہ تصریح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے لکھی مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے نہ ان کے کسی مرید اور خادم نے مجدد صاحب نے بیجیائی کا برقع پہنکر جو الزام دل میں آیا لگا دیا اگر کچھ بھی ہمت اور حیا ہے تو یہ تصریح ان بزرگوں کے کسی رسالہ میں دکھلادیں ورنہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا طوق گلے میں ڈال کر کو دیں

آٹھواں بہتان لکھتا ہے کہ براہین کا مصنف یعنی مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور ان کے استاد وغیرہ اس بات پر ایمان لائے ہیں کہ ابلیس خدا کا شریک ہے اصلی الفاظ بریلوی کے یہ ہیں تو صلہ سطر میں پر دیکھو لکھتا ہے کہ آمن بان ابلیس شریک لہ تعالی بھلا کسی ادنی عقل والے کو یقین آسکتا ہے کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ اور ان کے شاگرد و خدام ایسا عقیدہ رکھتے ہوں جو شرک و بدعت کے جانی دشمن اور پکی توحید پھیلانے والے تھے سبحانک ہذا بہتان عظیم جب ایسے جھوٹ پر کمر باندھی جاوے اور ایسی بڑی تہمت لگائی جاوے تو حرمین شریفین کے عالم خوانخواہ کفر کا فتویٰ نہ دینگے اور کیا ہوگا لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان باخدا بزرگوں کو تو کچھ بھی ضرر نہیں سارا کفر پھر پھرا کر حسب قاعدہ شرعیہ اسی مرکز اصل یعنی گمراہ کنندۂ عالم مجدد بریلوی پر جائے گا۔

نواں بہتان مولانا رشید احمد صاحبؒ کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ اس کا قائل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے اس نے جھوٹ بولا اور جھوٹ بولتا ہے دیکھئے اس بریلوی نے تمہید بے ایمانی

صفحہ ۱۵ خدا کی مار جھوٹے بہتان بندوں پر پس ایسے الزامات کیوجہ سے علمائے کفر کا فتویٰ دے دیا اور جس شخص سے پوچھیں وہ یہی فتویٰ دے گا۔ حالانکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خادم و معتقد اس عقیدے سے ہزاروں منزل دور ہیں، چنانچہ آئندہ فصل میں ہم اصلی عقیدہ بہت تحقیق اور تفصیل سے لکھیں گے یہاں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ مجدد صاحب اگر سچے ہوں تو تمہیں خدا کی قسم ہے ان بزرگوں کی کتاب میں یہی الفاظ دکھادو ورنہ کاذبین کا اصلی طوق زیب گردن ہوگا۔

دسواں بہتان

ہندوستان کے مشہور معروف یگانۂ آفاق عالم یعنی حضرت مولانا سیدنا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بریلوی نے یہ ہذیان بکا ہے کہ مولانا موصوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونیکا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں چنانچہ تمہید شیطانی ص۲۰ پر لکھا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی جدید ہونا کچھ منع نہیں اور حسام الحرمین ص۱۰ و ۱۳ و ۲۴ و ۳۴ بھی ملاحظہ ہو۔

جب بے حیا مؤلف نے یہ عقیدہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر کیا اور بکمال شقاوت و افترا پردازی اور تہمت کا اعلیٰ نمونہ دکھلایا تو اہل حرمین نے کفر کا فتویٰ دیا اور اس کے سوا کر بھی کیا سکتے تھے لیکن جیسا کہ سابق عرض کیا گیا ہے بعض اہل فہم نے جواب میں یہ تصریح فرمادی کہ اگر ان لوگوں کا یہی عقیدہ ہے جو سائل نے بیان کیا ہے تب کافر ہیں اور چونکہ مولانا علیہ الرحمۃ اس عقیدہ اور خیال سے بالکل بری اور پاک ہیں اسلئے اس کفر کا اثر ان کی متبرک ذات تک تو ہرگز نہیں پہنچا بلکہ چاروں طرف سے پھر پھرا کر بریلی پہنچا اور نشان پتہ دریافت کرکے گھومتا ہوا پاگل خانہ کے اسی سنڈاس میں جا پڑا جہاں سے نکلا تھا کل شیٔ یرجع الیٰ اصلہ ہم اس مسئلہ کو بھی اگلی فصل میں مشرح لکھکر دکھلا دینگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ماننے والا اور آپ کی خاتمیت کا ثبوت دینے والا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے برابر اس آخیر زمانہ میں تو کوئی ہوا ہی نہیں علمائے سابقین میں بھی کوئی مشکل سے نکلے گا اس جگہ صرف یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی ناقدرداں مفتری کذاب میں ہمت اور حیا ہے تو یہ عقیدہ اور الزام مولانا قدس سرہٗ کی کسی کتاب کسی رسالہ میں دکھلا دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہ تھے۔

گیارہواں بہتان

مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ نبی کو چوپایہ کی مانند سمجھتے ہیں چنانچہ ایک عربی فتاویٰ ص۲۰ سطر ۱۶ میں لکھتا ہے کہ یسوی بین علم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبین کذا وکذا اور تمہید شیطانی کے ص۱۳ سطر ۱۸ پر لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کو جانوروں پاگلوں سے ملا دے۔

لہ دیکھو باب اول صفحہ اول رسالہ ہذا ۱۲

بارہواں بہتان

مولانا اشرف علی صاحب کے اوپر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ ان کو نبی میں اور حیوانات میں کچھ فرق معلوم نہیں چنانچہ فتاوی عربیہ کے صفحہ ۲۲ سطر ۳ میں لکھتا ہے کہ اخذ یسأل عن الفرق بین النبی والحیوان۔ اور تمہید بے ایمانی صفحہ ۱۲ سطر ۱۴ پر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جانوروں اور پاگلوں میں فرق نہ جاننے والا۔

بھلا اس بہتان بندی اور دریدہ دلیری کا کچھ ٹھکانا ہے، کیا کوئی حواری اور حمایتی اس مولف کذاب کی یہ عبارت مولانا کے کلام میں دکھا سکتا ہے ہرگز نہیں۔

مسلمانو! یہ دونوں الزام بھی دیگر الزامات کی طرح بالکل بے اصل ہیں اور وہی یہودیوں والی تحریف بریلوی نے کی ہے، مولانا مد ظلہم نے مخالفین کو الزام دیا تھا کہ تم لوگوں کے کہنے کے موافق حیوانات کو بھی عالم الغیب ماننا پڑتا ہے، اس کا جواب تو بن نہ پڑا نہ بریلوی سے نہ اس کے استاد معلم سے تو یہ تہمت تراشی کہ یہ لوگ نبی اور حیوانات کو برابر سمجھتے ہیں، عقل کا دشمن یہ نہ سمجھا کہ مولانا تو اس خیال فاسد کی بیخ کنی کرتے ہیں کہ اگر اپنے عقیدے پر جمے رہو گے تو تم کو ایسا کہنا پڑے گا، لہٰذا اس خیال کو چھوڑو خود ایک خیال فاسد جمانا اور دوسروں کے ذمہ اس کو چپیک کر کفر کے فتوے لے کر اپنے گلے کا طوق بنانا بریلوی کو مبارک رہے، ان بزرگوں کو تو نہ اس سے کچھ دنیا کا ضرر ہے نہ دین کا۔

تیرہواں بہتان

مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت لکھا[۱] ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ کا جھوٹا کہنا بہت سے علماء سلف کا مذہب تھا اس جگہ صرف یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بالکل افترا اور سفید جھوٹ ہے، اگر بریلوی کے تمام چھوٹے بڑے شیاطین الانس و جن مل کر بھی زور لگائیں تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بلکہ ان کے کسی شاگرد اور خادم کی کتاب میں بھی یہ بات ہرگز نہیں دکھلا سکتے اور اصل مسئلہ کی تحقیق علیحدہ فصل میں ہوگی، جیسا کہ ہم نے پانچویں اور چھٹے بہتان کو نقل کرنے کے بعد وعدہ کیا ہے۔

چودھواں بہتان

یہ گھڑا ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ اور قول ہے کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے گویا خدا کا بیٹا بن جاتا ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اسے چاہیے خدا تعالیٰ کو جھوٹا کذاب کہے۔ چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سڑی سڑی گالیاں دے اس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔ دیکھو تمہید بے ایمانی صفحہ ۲۱ سطر ۵ و ۱۳)۔

---

[۱] تمہید شیطانی صفحہ ۲۶ سطر ۲-۱۲

اے مسلمانو! ذرا غور تو کرو بھلا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے یا کوئی ذرہ عقل والا بھی اعتبار کر سکتا ہے کہ کسی مسلمان کا بھی ایسا عقیدہ ہوگا چہ جائیکہ وہ بزرگوار جن کی غلامی کو آج سیکڑوں علمار نے اپنا مایۂ فخر سمجھ رکھا ہے، بریلوی مجدد کو اتنی بھی تو شرم نہ آئی کہ کیسا خبیث عقیدہ جس کو زبان سے نکالنے میں کافر بھی تامل کرے کیسے بزرگوار کی طرف منسوب کر رہا ہے جنھوں نے دنیا کی ساری راحت و عزت کو آخرت پر نچھاور کر دیا اور افسوس ہے ان سمجھوں پر جنھوں نے بریلوی کے اس بہتان کا یقین کر لیا اور ایمان سے آئے یہ انتہا درجہ کا دجل اور فریب ہے جس کو مولف کذاب نے بے حیائی کے ساتھ دلیر بن کر گاتھا اور بہتان ہائے ہندوستان پر بے اصل اور خارج از عقل الزام اور اتہام لگائے اگر صحیح النسب ہے تو بہت جلد ان علماء حقانی کی کتابوں رسالوں فتاوؤں میں یہ بات دکھلا دے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی الآیۃ۔

پندرھواں بہتان یہ لگایا کہ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے بتلانے سے ایک بات بھی نبی کو نہیں معلوم ہو سکتی اور خدا تعالےٰ سے ساری چیزیں غائب ہیں اور وہ کسی کو ذرا سا بھی علم نہیں دے سکتا۔ عبارت تمہید شیطانی کی یہ ہے۔

(جو ایک بات بھی خدا کے بتانے سے بھی نبی کو معلوم ہونا محال و ناممکن بتاتا ہے اس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے)

یہ وہ الزام ہے جو ان بزرگان ہندوستان کے کبھی خیال میں بھی نہیں گزرا اور صرف عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اور اپنے شیطانی جال میں پھنسانے کے لئے بریلوی نے محض افترا کیا ہے تنہا تو اس کی کیا حقیقت ہے اگر اس کی تمام فوج شیطانی بھی آ جائے تو یہ کلمات و عبارت ان بزرگوں کے رسائل و تصانیف میں یا ان کے معتقدین کے کلام میں ہرگز نہیں دکھلا سکتے البتہ اگر خود بریلوی کا یہ عقیدہ ہو تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ اس کے نزدیک ہزار ہا امور قدرت الٰہیہ کے خارج ہیں۔ فضحہ اللہ تعالےٰ علی رؤس الخلائق یوم الحشر وخذلہ فی الدارین آمین۔

باب ثانی

فصــــــــــــل اوّل

تفصیل اتہام بر مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا شمس الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ علی العالمین مرکز دائرۃ التحقیق والتدقیق قطب افلاک الحکم واسرار التشریع والتحقیق مولانا محمد قاسم النانوتوی الحنفی الصدیقی الچشتی الصابری النقشبندی القادری السہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی نسبت یہ بہتان باندھا ہے کہ معاذ اللہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہونیکے منکر ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دوسرے نبی کا آنا ممکن ہے اور جو شخص اس کا قائل ہو اور صراحۃً کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبی اور خاتم الرسل نہیں ہیں وہ کافر نہیں ہے چنانچہ فلاں اور فلاں کتاب میں مسطور ہے اور اس افتراء کے قوت دینے کیواسطے اس نے قطع برید کرکے عبارت تحذیر الناس کی اسطرح نقل کی کہ ایک سطر ص۱۴ کی لیلی اور پھر اس کے ساتھ ایک سطر ص۲۸ کی ملادی پھر اسکے ساتھ دوسطر ص۳ کی ملادیں اور تینوں عبارتوں کو جمع کرنے سے ایک خراب ورکا معنیٰ پیدا کردیئے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے

لا تقربوا الصلوٰۃ زہیم خدا طراست ۔۔۔ وا ز امر یاد مانده کلو واشربوا امرا

جیسے اسنے نماز کے حرام ہونے پر لا تقربوا الصلوٰۃ سے استدلال کیا تھا اور وانتم سکاریٰ کو حذف کردیا تھا ایسے ہی اس مفتری کذاب نے قطع برید کرکے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان باندھا ہے فاخذ ہ اللہ فی الدارین حضرت ذرا غور کیجئے انصاف فرمائیے عقل و دانش کو کام میں لائیے، یہ کیسا افتراء خالص اور کذب سفید ہے حضرت مولانا کا رسالہ تحذیر الناس موجود ہے بارہا چھپ چکا ہے، ہزاروں نسخے مل سکتے ہیں اسمیں از سرتا پا اس کے خلاف مصرح ہے حضرت مولانا صاف طور سے تحریر فرما رہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا منکر ہو اور یہ کہے آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا ہے تو وہ کافر ہے اور پھر اس کے دلائل ذکر فرمائے ہیں اوّلاً یہ ان کی عبارت نقل کرکے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور پھر آپ کی خدمت اقدس میں تفصیل اس امر کی بھی عرض کروں گا کہ اقرار خاتم النبیین ہونے میں جس قدر حضرت مولاناؒ بڑھے ہوئے ہیں اور جس فضیلت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وہ ثابت فرما رہے ہیں مجدد الدجالین اور ان کے پنجابی پشت کو کبھی خواب میں بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی ص۱۰ سطر ۳ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

"سواگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کافر اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ اھ۔"

حضرات! دیکھئے اس عبارت میں کس طرح تصریح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے کی فرما رہے ہیں اور آپ کے خاتم زمانی ہونے کے منکر کو خود کافر کہہ رہے ہیں پس اس شخص گمراہ کنندۂ عالم مجدد الدجالین کی جرأت اور دروغگوئی کو دیکھئے کہ کس طرح ان کی نسبت لکھتا ہے اور تشہیر کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے کے منکر ہیں اور آپ کے بعد دوسرے نبی کے آنے کو جائز فرما رہے ہیں، بھلا اس خیانت اور نجاست کا کیا ٹھکانا ہے، اس عبارت میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم زمانی ہونے کی پانچ دلیلیں ذکر فرما رہے ہیں، تین دلیلیں آیت قرآنی سے اور ایک حدیث سے اور ایک اجماع امت سے آیت قرآنی اس بارہ میں ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ پس لفظ خاتم النبیین یا تو عام مانا جاوے کہ جس کے دو افراد ہوں ایک خاتم مرتبی اور دوسرا خاتم زمانی اور لفظ خاتم کا دونوں پر اس طرح اطلاق کیا جاتا ہے جیسے کہ مشترک معنوی اپنے متعدد افراد پر اطلاق کیا جاتا ہے پس اس دلیل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر دو صف اس آیت سے ثابت ہوں گے یہ دلیل اول کی تقریر اجمالاً ہوئی اور دلیل ثانی کی تقریر یہ ہے کہ لفظ خاتم کے معنی حقیقی خاتمیت مرتبی کے لئے جاویں اور خاتمیت زمانی معنی حقیقی نہ ہوں بلکہ مجازی ہوں لیکن آیت میں مراد ایسے معنی ہوں کہ جو معنی حقیقی اور مجازی دونوں کو شامل ہوں بطریق عموم مجاز کے اس صورت میں ہر دو وصف کا ثبوت آپ کی ذات پاک کے لئے ظاہر ہے اور دلیل ثالث یہ ہے کہ معنی حقیقی خاتم کے خاتمیت مرتبی کے ہیں، لیکن خاتمیت مرتبی کو خاتمیت زمانی لازم ہے اس لئے بدلالت التزامی آیت خاتمیت زمانی پر دلالت کرے گی اور اس آیت سے خاتمیت مرتبی اور زمانی کا ثبوت لازم آئے گا۔ دلیل چہارم یہ کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہو گیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اس لئے ثبوت خاتمیت زمانی کا ضرور ہوگا اور منکر اس کا اسی طرح کافر ہوگا جیسے

کہ منکر احادیث متواترہ کا۔ لیکن ان احادیث کا تواتر لفظی نہیں تو تواتر معنوی ہے دلیں پنجم یہ کہ اجماع امت کا منعقد ہو گیا ہے کہ آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین زمانا ہیں اور اقرار اجماع کا کرنا ضروری ہے، اور منکر اس کا کافر ہے۔

اب خیال فرمائیے کہ انکار ختم زمانی کیا ہے یا اس کا اثبات ہو رہا ہے اور دلیلیں قایم کیا رہی ہیں اور اس کے منکر کو کافر ثابت کیا جا رہا ہے اسی لئے اسی صفحہ سطر۔ امیں فرما رہے ہیں۔

۔ اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتیں اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ الخ۔

اور ص سطر ۲ میں فرماتے ہیں " بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں سو آپ کے اور انبیاء علیہم السلام موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود فرما رہے ہیں مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا اور کیوں نہ ہو یوں نہ ہو تو عطاء دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جاوے ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا، یہ سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علو مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضۂ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے کیا معنی سو اس صورت میں اگر وہی علوم دین محمدی ہوتے تو بعد وعدۂ محکم إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہئے بر شہادت آیۃ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخرین علیہم السلام علوم محمدی علیہ السلام کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیاناً لکل شیٔ ہونا غلط ہو جاتا ہے، بالجملہ آپ جیسے نبی جامع العلوم کے لئے ایسی ہی کتاب چاہیئے تھی تا علو مراتب نبوت جو لاجرم علو مراتب علمی ہے چنانچہ معروض ہو چکا میسر آئے، ورنہ یہ علو مراتب نبوت بیشک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ہے، ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔

چنانچہ اضافت الی النبیین بہ ایں اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب ہے یہی ہے اس کا مفہوم مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں اور ظاہر ہے کہ در صورت ارادت تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ ہوگا اور امر زمانی اعنی نبوت بالعرض، ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو

زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ الخ۔
حضرات ذرا اس عبارت کو غور سے ملاحظ فرمائیے اور دیکھئے مولانا مرحوم کس تصریح کے ساتھ خاتمیت زمانی کو اپنے معنی راجح یعنی خاتمیت مرتبی کیلئے لازم مانتے ہیں اور ثبوت خاتمیت زمانی کیواسطے دلائل قائم فرما رہے ہیں یہ عبارتیں صاف طور سے بتارہی ہیں کہ مجدد التضلیل نے عمدہ عبارتوں کی قطع برید کر کے افترا پردازی کی ہے اور لا تاقوا بمعان تفترونہ مین ایدیکم پر عمل خلاف اور آیت کذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن کا مصداق بنکر اپنے آپ کو شیاطین الانس میں ثابت کیا ہے اور موافق من یرم بہ بریئا فقد احتمل الایۃ اثم مبین میں داخل ہو کر طوق کفر و لعنت اپنی گردن میں حسب حدیث مشہور ڈالا ہے خذلہ اللہ تعالیٰ فی الدارین و سود وجہہ و وجوہ اتباعہ فی الکونین آمین و یرحم اللہ عبدا قال امینا حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز صفحہ سطر اول اسی رسالہ تحذیر الناس میں فرماتے ہیں۔ مگر درصورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جاوے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جاوے سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطۂ ذات محمدی منتہی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور اس ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ اور اس کا زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکاں زمین و زماں کو شامل ہے۔ اور پھر اسی صفحہ سطر دس میں فرماتے ہیں۔ منجملہ حرکات سلسلہ نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے الخ۔

ان دونوں عبارتوں کو ملاحظہ کیجئے کہ کس تصریح کے ساتھ مولانا ممدوح فرمارہے ہیں کہ حضور کرم علیہ السلام نبی آخر الزماں ہیں اور سلسلۂ نبوت بوجہ انقطاع حرکت ارادی دربارۂ نبوت اب بعد ظہور سرور کائنات علیہ السلام بالکل منقطع ہو گیا کسی طرح ممکن نہیں کہ کوئی دجال خبیث دعوئی نبوت کر کے مقصد میں کامیابی حاصل کرے پھر تعجب ہے مجدد بریلوی آنکھوں میں دھول ڈال رہا ہے اور کذب خالص کو مشہور کر رہا ہے لعنہ اللہ تعالیٰ فی الدارین آمین۔

جس صفحہ ۱۴ کی عبارت اس مفتری کذاب نے نقل کی ہے اور اس کے معنی کو خراب کیا ہے اسی صفحہ کی بارہویں سطر میں حضرت مولانا تصریح فرمارہے ہیں باقی یہ احتمال کہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوی کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ

وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی خدا کے کلام معجز نظام میں تصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنار خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہوجاتی ہے اھ

اب اس عبارت کو ملاحظہ کریں کہ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے آیا انکار نبی آخر الزماں ہونے کا یا اقرار۔ خود فرما رہے ہیں کہ " بنار خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے" اس سے صاف طور سے ظاہر ہو گیا کہ مولانا مرحوم حضور علیہ السلام کے نبی آخر الزماں ہونے اور اس کے لازم از معنی آیۃ ہونے کے مقر ہیں کہ جو شخص بعد حضور علیہ السلام کے دعوی نبوت کا کرے بیشک جھوٹا اور کذاب ہے اور یہی آیت اس دعوی اور خیال کو رد کرے گی ہرگز جائز نہ ہوگا کہ کوئی متنبی بوجہ اس آیت کے اپنے مقصد میں کامیاب ہو مگر مجدد دجالین نے اپنے ثبوت مدعا کے واسطے اس عبارت ونیز دیگر عبارات مسطورہ کو بالکل ہضم کر دیا ہے اور جسقدر کہ ان کو خواہش شیطانی پورا ہونے میں کافی تھا ذکر کیا اور سمجھنے کی طرف یا تو قصداً توجہ نہیں کی اور یا نہ سمجھا چونکہ لوگوں کو غلطی میں ڈالنا مقصود تھا اس لئے اس کے معنی کو خراب کیا۔

اب ان جملہ عبارتوں سے آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہرگز نبی آخر الزماں اور خاتمیت زمانی کے منکر نہیں بلکہ اس وصف کے ثبوت کو ضروری اور واجب سمجھتے ہیں اس لئے ان کے دامن مقدس تک کوئی دھبہ نہیں لگ سکتا اور اہل حرمین کو بوجہ ناواقفیت دھوکہ ہوا۔ کذاب نے ان کے ساتھ مکر کیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس وجہ سے کوئی فائدہ مجدد بریلوی کو نہیں ہوا بلکہ بوجہ اس افترار کے خود طوق لعنت میں گرفتار ہوا۔ اور موافق حدیث نبوی ملازم کفر ہوا اور اس میں جملہ حرمین کو اپنا گواہ بنایا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اس نے مدینہ منورہ جاکر بحضور سرور کائنات علیہ السلام یہ عیاری اور افترار بندی کی ہے۔ اور حضرت علیہ السلام قبر مبارک میں زندہ ہیں ان کے روضۂ اقدس پر اس رسالہ کو لیجا کر اپنی خواہش شیطانی کو پورا کیا ہے۔ پس اس کی تکفیر میں اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی برأت میں خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہوئے اور موافق آیت ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یہ کردار چونکہ مکہ معظمہ میں واقع ہوا ہے اس لئے مجدد بریلوی عذاب الیم کا مستحق ہوا۔ لعنۃ اللہ تعالی علی الکاذبین فی الدارین آمین۔ اب اجمالاً حقیقۃ کلام مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سنیئے۔

فصلِ ثانی

تفصیل ختم نبوت اجمالاً،

ختم نبوت کے دو معنی ہیں۔ اوّل ختم زمانی کہ جس کے معنیٰ یہ ہیں، کہ خاتم کا زمانہ سب نبیوں کے آخر میں ہو اس کے زمانہ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہو اس کو ختم زمانی کہتے ہیں، پس جو شخص سب کے بعد ہو زمانہ میں اس کو خاتم اس معنیٰ کے اعتبار سے کہہ سکیں گے چاہے وہ اپنے پہلے والوں سے افضل ہو یا سب سے کم درجہ کا ہو یا بعض سے اعلیٰ اور بعض سے اسفل ہو۔

دوّیم رتبی اور ذاتی اور وہ اس سے عبارت ہے کہ مراتب نبوت کا اس پر خاتمہ ہوتا ہو اس سلسلہ میں کوئی اس سے بڑھ کر نہ ہو جتنے مرتبے اس سلسلہ کے ہوں سب اس کے نیچے اور اس کے محکوم ہوں مثلاً سلسلہ انوار میں، عالم اسباب میں۔ آفتاب خاتم مراتب نور ہے۔ جتنی روشنیاں دُنیا میں موجود ہیں ماہتاب میں ہو یا کواکب سیارہ میں ہو یا دوسرے ستاروں میں یا زمین و زمان آئینہ وغیرہ میں سبکی سب آفتاب پر جا کر ختم ہو جاتی ہیں، یا مرتبہ حکام مملکت سلطانی میں خاتم مراتب حکومت وزیراعظم ہوتا ہے وہاں پہنچکر جملہ مراتب حکومت ختم ہو جاتے ہیں اس کو حاکم الحکام وخاتم الحکام کہا جاتا ہے جتنے ملازمین حکومت ہوں پیادہ سے لیکر وزیرادنیٰ تک سب اس کے ماتحت شمار ہوتے ہیں۔ جو جو احکام زیریں پر آتے ہیں بذریعہ وزیراعظم آتے ہیں جیسے کہ جو کچھ روشنی چاند و کواکب دگر میں آتی ہے۔ بذریعہ آفتاب ہی آتی ہے علیٰ ہذا القیاس، زمین و کہسار آتشی و درو دیوار وہیں سے مستفید ہوتے ہیں۔ کشتی کو حرکت اولاً عارض ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے بیٹھنے والے کو حصہ پہنچتا ہے۔ پس سلسلہ حرکت کشتی پر ختم ہو جاتا ہے اس صورت میں کشتی کو موصوف بالحرکت اولاً بالذات کہیں گے اور جالشین کشتی کو ثانیاً و بالعرض جبکہ آپ یہ معنی خیال کر چکے تو یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ چونکہ یہ مرتبہ نہایت اعلیٰ ہے اس لئے خاتم سلسلہ کو تمام سلسلہ سے افضل اور اس وصف میں اعلیٰ ہونا ضروری ہے اسی وجہ کہ وزیراعظم کا جملہ حکام زیردست سے اعلیٰ تر ہونا اور آفتاب کا سب روشنیوں سے قوی تر ہونا ضروری ہے جیسے کہ کشتی میں بھی یہ امر ہے۔ پس جو شخص خاتم نبوت ہوگا اس کو نبی الانبیاء اور سید الرسل ہونا

ضروری ہے اور جتنے کمالات نبوت ہوں گے وہ سب اس میں اولاً و بالذات کامل درجہ کے موجود ہوں گے اور دوسروں میں اس کا فیض ہوگا۔ جہاں کہیں نبی ہوں اور جس زمانہ کے رسول ہوں سب کا وہ سردار اور رئیس اعظم ہوگا سب اس کے خوشہ چیں ہوں گے اور وہ کسی کا ان میں سے محتاج نہ ہوگا مگر ایسا شخص اس تمام مرتبہ کا خاتم ہو سکتا ہے چاہے کسی زمانہ میں پایا جاوے بنظر اس کے علو مرتبے کے اور اس کی ذات والاصفات کے لئے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر اگرچہ اور دوسرے وجوہ سے اس کا آخر زمانہ میں ہونا ضروری ہو پس بنظر اس کے وصف اصلی اور کمال ذاتی کے ممکن ہوگا کہ کوئی نبی اس کے بعد آوے اگرچہ یہ ممکن کسی وجہ خارجی سے ممتنع ہوگیا ہو یہ ہی مطلب اس عبارت کا ہے جو صک میں مجدد بریلوی نے نقل کی ہے کہ اگر فرض کیا جاوے وجود کسی نبی کا بعد آپ کے تو آپ کی خاتمیت میں خلل نہ ہوگا یعنی خاتمیت ذاتی کے مفہوم میں اگرچہ بنظر امور خارجہ مذکورہ سابقہ خاتمیت زمانی لازم ہو اور دوسروں کا آنا ممتنع ہوگیا ہو۔ جب یہ بات ظاہر ہوگئی تو یہ معلوم کرنا چاہئے کہ آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ کی تفسیر میں عام مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مراد خاتمیت سے فقط خاتمیت زمانی ہے۔ خاتمیت مرتبی جو کہ دوسرے معنیٰ ہیں وہ نہیں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس حصر پر انکار فرما رہے ہیں کہ اگر خاتمیت زمانی ہی مراد لی جاوے تو اس میں کوئی خاص مدح اور شرافت حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات میں بہ نسبت دیگر انبیاء کرام لازم آنا ضرور نہیں اور چونکہ یہ صفت مدح کی ہے اس لئے ایسے معنی لینے چاہئیں کہ جس سے فضیلت اعلیٰ درجہ کی ثابت ہو اور خاتمیت زمانی بھی قایم رہے اس کے تین طریقے ذکر کئے ہیں۔

اوّلاً یہ کہ لفظ خاتم مشترک ہو بالاشتراک المعنوی اور یہاں آیت میں اس کے دونوں معنیٰ مراد ہوں جیسے کہ مشترک معنوی کے دونوں افراد مراد ہوتے ہیں۔

دوم یہ کہ لفظ خاتم حقیقۃً خاتم رتبی میں استعمال کیا جائے اور خاتم زمانی معنی مجازی ہوں اور بطریق عموم مجاز کے ہر دو معنی مراد لے لئے جاویں ان ہر دو طریق پر لفظ خاتم النبیین کے دونوں معنے مراد ہوں گے اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فقط ایک ہی معنیٰ خاتم سے مراد ہوں اور وہ خاتمیت مرتبی ہے اور اس کو خاتمیت زمانی لازم ہے جس کی دلیل پہلے نقل کر چکا ہوں، پس آیت میں اگرچہ ایک ہی معنی مراد تھے لیکن اس سے آخر الزماں ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لازم آگیا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا نزاع عام مفسرین کے ساتھ فقط اس بارہ میں ہے کہ اس آیت میں کون سے معنی

لینے چاہئیں۔ اور کون سے معنیٰ اعلیٰ واحسن ہیں اس میں ہرگز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں ہیں یا نہیں وہ بے شک بالاتفاق ونیز نزد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ آخر الانبیار ہیں اور اس کا منکر ان کے نزدیک کافر ہے مگر مجدد الدجالین خذلہ اللہ تعالیٰ کی عقل وحیا پر پردۂ جہالت پڑا ہوا ہے کہ تصریحات کو نہیں دیکھتا ہے۔ حضرت مولانا کی مراد یہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فقط اس طبقہ کے انبیار کا خاتم نہیں کہا جاوے گا بلکہ آپ کی نبوت زمانًا اور ذاتًا ختم کرنے والی ساتوں طبقات کے انبیار کے واسطے ہوگی۔ ہر طبقہ کے لوگ جناب علیہ السلام کی ذات والاصفات سے مستفیض ہوں گے اور جتنے انبیار کہیں گذرے ہیں سب کے سب حقیقۃ محمدیہ سے اسی طرح مستفیض ہوں گے جس طرح جالشین کشتی کشتی سے اور نجوم ہائے آسمان آفتاب سے کہیں بھی ہوں اس تفصیل کو نہایت بسط اور شرح کے ساتھ مولانا دام شآبیب الرضوان علیہ نے تحذیر الناس میں بیان کیا ہے جس کا جی چاہے ملاحظہ کرے۔ اب غور کیجئے اس معنیٰ میں اور اس معنیٰ میں جس کو عامۃ مفسرین مراد لے رہے ہیں، زمین وآسمان کا فرق ہے یا نہیں اور فضیلت نبوی دوبالا بلکہ زائد اس سے ہوگئی کہ نہیں۔

منبجین شیطانی۔ مبتدعین دجا جلہ نے بجائے اس کے کہ اور شکریہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا کرتے اور کفران نعمت میں کوشش کی فسود اللہ تعالیٰ وجوھھم گویا کہ ان کو مثل روافض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس فضیلت کو دیکھکر دم نکلا جاتا ہے اور مبین نبوت کی تکفیر کی جاتی ہے۔ آخر بنی اسرائیل میں سے ہیں کیوں نہ کریں۔ فعل آبائی محبوب خاطر ہے۔ بعض بنی اسرائیل نے اس طریق سے ظہور کیا ہے کہ انبیار قتل کرنے کو نہ ملے تو وارثین انبیار علیہم السلام پر ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ مگر کیا کریں گورنمنٹ کے خوف سے قتل تو ممکن ہی نہ تھا۔ تکفیر میں کوشش کی۔

فاللہ حسیبہ فی الدارین سلب اللہ تعالیٰ

ایمانہ وادخلہ فی الدرک الاسفل

مع المنافقین والمشرکین

آمین یارب العالمین

فصل ثالث

تفصیل تہمت بر مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز

حضرت مولانا شمس العلماء العاملین و بدر الفضلاء الکاملین ابوحنیفۃ الزمان جنید الدوران امام ربانی محبوب سبحانی جناب مولوی حافظ حاجی رشید احمد صاحب گنگوہی حنفی چشتی صابری نقش بندی سہروردی قادری ایوبی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی نسبت اہل عرب کے نزدیک یہ ظاہر کیا کہ میرے پاس ایک فوٹوگراف فتویٰ کا موجود ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ "اگر کوئی خداوند تعالیٰ جل شانہ کو بالفعل جھوٹا کہے (نعوذ باللہ) تو اس کی تکفیر نہ کرو بلکہ تفسیق اور تضلیل بھی نہ کرو اور بہت سے لوگ سلف صالحین اور ائمہ ماضین بھی اس کے قائل ہوئے ہیں" اور مع اس کے اپنی جھوٹی بڑائیاں کہ اولاً مولانا موصوف الصدر مسئلہ امکان کے قائل تھے اور پھر میں نے ایک رسالہ ایسا لکھا اور یہ واقعہ پیش آیا۔ غرض کہ اپنی ہر طرح سے لیاقت وکمال علمی کا اظہار کیا کما لا یخفیٰ لہ اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

اب آپ حضرات ذرا انصاف فرمائیے اور اس بریلوی دجال سے دریافت کریں کہ جو امر نہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی تصنیف میں موجود نہ ان کے کسی معتقد و مرید و تلمیذ کو معلوم نہ کہیں کسی نے سنا نہ دیکھا وہ آپ کی نسبت کر دینے اور جعلی فتویٰ بنا لینے سے کیسے ثابت ہو سکے گا ہم ہزاروں طریقے سے ان کی تصانیف میں ان کے معتقدین و تلامیذ کے کلام سے اس کے خلاف دکھلانے کو تیار ہیں یہ ایک ایسی جھوٹی نسبت اور بہتان بندی حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کی گئی ہے کہ جس کا کبھی کسی کو خواب خیال بھی نہ ہوا تھا اور نہ ہوگا۔ آخر مجدد الدجالین اور رئیس الکذابین ہیں تجرید دجالیت ہی کیا ہوئی اگر ایک عظیم الشان افتراء نہ باندھا۔ اگر نئے سے نیا طریقہ اضلال خلق کا نہ اختراع کیا تو مجددیت قرن رابع عشری کیونکر ہو گی اگر جعلسازی بدایونی و مکاری بریلوی اس امر میں کام نہ آتی تو کب سنگی ملا کہلاتا اگر اسرائیلیت سے آفتاب انصار و ماہتاب ہندو امام ہندو امام حدیث و تفسیر کے قتل کرنے کی فکر نہ کی تو اتباع آبا میں فائق کیونکر ہوں گا اگر ایسا کذب سفید نہ بولوں گا تو لقمہ چرب کیونکر ہاتھ آوے گا اگر ایسا صریح خالص جھوٹ نہ نسبت کروں گا تو اہل عرب کیونکر موافقت کریں گے۔ تقویٰ طہارت۔ خوف خداوندی اسلام اور ایمان سے پہلے ہی ہاتھ دھو چکا ہوں۔ اب اگر ایسے ایسے افعال نہ کروں تو دنیا بھی ہاتھ سے جاتی ہے معاذ اللہ اگر بے حیائی ہو تو ایسی ہو اور اگر بے ایمانی ہو تو آپ جیسی ہو اے قوم لعنت

اور یہ فتویٰ عربی ہو کر کر معظمہ میں بھی گیا جو کر ملا میں بعینہ منقول ہے اور اس کی تصدیق علماء مکہ معظمہ نے بھی کی ہے الحاصل مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس شد و مد سے اپنے فتاوی میں اس کو تحریر فرمایا کہ جو شخص نسبت کذب باری عز و شانہ کی طرف کرے گا وہ کافر ملعون ہے ہرگز مومن نہیں پھر نہ معلوم کہاں سے اس مجدد التضلیل نے یہ خبیث فتویٰ اختراع کیا مسئلہ امکان کے البتہ حضرت مولانا اور ان کے متبعین حسب رائے اکابر سلف صالحین قائل تھے اور ہیں مگر امکان ذاتی کے مع الامتناع بالغیر امکان وقوعی کے جملہ حضرات منکر ہیں، چنانچہ اس فتویٰ میں بھی اس کو فرمایا اس مسئلہ میں البتہ مولانا کا خلاف معروف ہوا اور لوگوں نے رسالے تصنیف کئے جیسے مولوی احمد حسن صاحب کانپوری کا رسالہ تنزیہ الرحمٰن اور مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی کا رسالہ مجادلۃ الراکب وغیرہ اور ان رسالوں کے جوابات بھی دیئے گئے اور چھپکر شائع ہوئے چونکہ یہ رسالہ مضامین علمیہ سے پُر اور طریقہ علماء سے مملو تھے۔ ان کے جوابات کی طرف توجہ ہوئی مجدد التضلیل صاحب نے خیال کیا کہ ہم بھی خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہو جائیں چٹ ایک رسالہ مسمیٰ سبحان السبوح لکھکر کھینچ مارا۔ اس کو دیکھا گیا تو سوائے گالی گلوچ اور خرافات و بازاری باتوں کے اور کوئی مضمون علمی ایسا نہیں تھا کہ جس کی طرف توجہ کیا جاوے علاوہ ازیں کبھی کسی عالم نے ان کو اہل علم سے شمار ہی نہ کیا اور نہ کچھ علمی باتیں تھیں بازاریوں کی سی گفتگو تھی اس لئے ان کے رسالے کے رد کی طرف توجہ کرنا محض بے سود بلکہ خلاف شان و ہتک عزت شمار کیا گیا اور جو بعض باتیں قابل جواب تھیں بھی ان کا جواب دوسرے رسائل میں آچکا تھا۔ مگر مجدد بریلوی نے اس سے یہ سمجھا کہ اڑدہ ہم اد دیگرے نیست جیسے یاجوج ماجوج نے خیال کیا کہ ہم نے آسمان فتح کر لیا ایسے ہی انہوں نے سمجھا کہ ہم نے سواد اعظم کو ساکت کر دیا۔ مجدد صاحب ان رسائل کو ملاحظہ کریں کہ جو اس مسئلہ کی تحقیق اور اعتراضات مخالف کی رد میں شائع ہو چکے ہیں انشاءاللہ مثل الشمس فی نصف النہار روشن ہو جاوے گا کہ ان کی اور ان کے ہم خیال لوگوں کی جملہ پھر ولییں ہباء منثورا ہو گئی ہیں، ہاں البتہ ان کی گالیوں اور دشنام کا جواب نہیں دیا گیا کہ یہ فعل اہل علم نہیں ہے اس لئے بعد میں زیادتی وضاحت کے لئے مسئلہ امکان کی تقریر تفصیلی اکابر کے کلام سے نقل کرتا ہوں کہ جس کی وجہ سے آپ جملہ حضرات پر ظاہر ہو جاوے کہ مجدد و متبعین مجدد التضلیل کس طرح افتراء اکابر اہل سنت پر کہتے ہیں اور ان حضرات کی طرف لغویات منسوب کرتے ہیں وہ محض کذب اور دروغ خالص ہے ان اکابر کا دامن تقدس اس سے بالکل صاف اور پاکیزہ ہے۔

فصل رابع

تفصیل مسئلۂ امکان وامتناع

مجدد الضالین صاحب فرماتے ہیں کہ "گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بمحض اتباع مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ امکان کے قائل ہوئے ہیں" یہ قول انکا محض افتراء اور جہالت ہے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے سلف صالحین امت مرحومہ کا اتباع کیا ہے تمام اشاعرہ بلکہ تمام ماتریدیہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں متفق ہیں۔ کتب معتبرہ علم کلام کی شاہد ہیں۔ اور ان کی نصوص صراحۃً موجود ہیں شرح مواقف میں اس مسئلہ کو اس طرح تین جگہ ذکر کیا ہے مسامرہ میں بھی تفصیلاً مذکور ہے تقریر الاصول شرح تحریر الاصول میں محقق ابن ہمام صاحب فتح القدیر اور ان کے تلمیذ ابن امیر الحاج رحمہما اللہ نے اس مسئلہ کو اور یہ کہ یہی رائے اکابر اہل علم اور معشر اہل سنت اشاعرہ ماتریدیہ کی ہے نہایت وضاحت سے بیان کرکے یہ دکھلایا ہے کہ بعض لوگوں نے جو درمیان اشاعرہ ماتریدیہ کے اس مسئلہ میں خلاف ثابت کیا ہے وہ محض نزاع لفظی ہے اور اس کی تقریر فرمائی ہے۔

ملا محمد کلنبوی نے حاشیہ شرح عقائد جلالی میں اس مسئلہ کی پوری تقریر کی ہے اور جمہور اشاعرہ کا یہی مذہب ثابت کرکے دکھلایا ہے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس مسئلہ میں مخالف مذہب نہیں ہے۔ قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مختصر الاصول ابن حاجب رحمۃ اللہ علیہ میں اس مسئلہ کی صاف طور سے تقریر فرمائی ہے علاوہ اس کے اور بھی کتابیں علم کلام کی اس مسئلہ میں توضیح کر رہی ہیں مگر اعتماد کیواسطے یہ کتب مذکورہ بھی کافی ہیں اگر زیادہ تحقیق کرنی منظور ہو تو جہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل کو ملاحظہ کریں۔ اگر رسالے کے طول کا خوف نہ ہوتا تو ان کتب مذکورہ بالا کے نصوص کو ذکر کرتا مگر ان نصوص کا پتہ بخوبی جہد المقل سے چل جائے گا مجدد الضالین صاحب کی قلت واقفیت اور عدم تبحر اس کے باعث ہوئی ہے کہ گمان کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کی تصریح علماء امت اور سلف صالحین میں سے کسی نے نہیں کی سوا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ گمان بھی انکا کہ قائلین اس مسئلہ کے مخالف اہل سنت والجماعۃ ہیں۔ محض بے بضاعتی اور کم فہمی اور عدم واقفیت پر مبنی ہے۔ مہربانی فرما کر انکی کتب کو ملاحظہ کریں اور اپنے خیالات فاسدہ اور عقائد کاسدہ سے رجوع کریں۔ اگر ان کو اتنی قابلیت نہ ہو کہ خود ان نصوص کو کتب ہائے مذکورہ بالا سے نکال سکیں تو ہم کو لکھیں ہم جلد و صفحہ و سطر لکھدیں گے اور اگر ضرورت ہوئی

توعبارتیں بھی ان کتابوں کی نقل کریں گے اور دستدعا کریں گے تو ترجمہ بھی بزبان اردو بامحاورہ لکھدیں گے چونکہ اکثر لوگ ہمارے اکابر کے مقاصد اور ان کی مراد سے غافل ہیں اس لئے مسئلہ امکان کذب میں کچھ کا کچھ سمجھ جاتے ہیں اور مخالفین اس کو خلاف واقعہ بیان کریں گے لوگوں کو برانگیختہ کرتے ہیں حالانکہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کا مسلمان جناب باری عزاسمہٗ کی بارگاہ عالی کے واسطے کسی درجہ کی منقصت اور عیب کا وہم وخیال بھی نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کوئی عقیدہ فاسدہ اپنے قلب میں جمالیوے پس کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسے ایسے علمائے محققین وفضلائے مدققین جن کے علم وفضل زہد وتقویٰ کا ایک عالم لوہا مانے ہوئے ہے کوئی منقصت اور عیب جناب باری میں جائز رکھیں گے. نعوذ باللہ بلکہ ان کا مطلب وہ ہے جو کہ جہد المقل حصۂ اول صفحہ ۴۴ میں مسطور ہے ملاحظہ کریں.

تحریر مقدمات کے بعد تعیین مبحث بھی ضروری ہے تاکہ یہ امر معلوم ہوجاوے کہ مسئلہ کذب میں جو باہم نزاع وخلاف ہورہا ہے اس کا منشا کیا ہے تاوقتیکہ اس کی تعیین معلوم نہ ہوگی دلائل فریقین کا سقم وصحت بخوبی سمجھ میں نہ آئے گا. اور صاحب تنزیہ الرحمٰن نے بوجہ فرط شوق اثبات مدعیٰ اس سے پہلے کہ منشا ر نزاع فریقین کو معین فرمادیں اپنے دلائل تحریر فرمانے شروع کردیئے ہیں. واضح رہے کہ جملہ فرق اسلامیہ حق تعالےٰ شانہٗ کے متکلم ہونے کے قائل ہیں کیفیت تکلم وحقیقۃ کلام میں مختلف ہونا جدا امر ہے مگر کلام لفظی کے عقد وا صدار کو سب مقدور باری کہتے ہیں. بالخصوص اہل سنت والجماعت تو انعقاد کلام لفظی کو پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمارہے ہیں کسی کا نزاع ہی نہیں. البتہ تیرہویں صدی کے بعض علماء نے یہ اختلاف کیا کہ جملہ غیر مطابق للواقع کا عقد وتنزیل قدرت قدیمہ سے خارج ہے یعنی حالت قیام زید میں تو حق تعالےٰ شانہٗ جملہ زید قایم کو منعقد اور نازل فرما سکتا ہے لیکن حالت قعود زید میں جملہ مذکورہ کا ارشاد وانعقاد اس کی قدرت سے خارج اور اس کے اخبار سے ذات واجب معذور وعاجز ہے اور ایک دوسرے فریق کا یہ قول ہے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ جملہ مذکورہ کے تکلم پر دونوں حالتوں میں سرمو تفاوت نہیں مگر چونکہ وہ ذات بابرکات اپنے صفات وافعال میں جملہ قبائح سے منزہ اور تمام ذمائم سے مقدس ہے اس لئے کسی کلام غیر مطابق واقع کے تکلم کا ارادہ محقق نہیں ہوسکتا اگر بالفرض آدم علیہ السلام سے اکل شجرہ یا فرعون لعین سے دعوی ربوبیت محقق نہ ہوتا تو بھی جملہ عَصیٰ آدَمُ رَبَّہٗ اور فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ کے عقد وتکلم پر حق تعالےٰ کو ایسی ہی قدرت حاصل ہوتی جیسے اب ہے لیکن بوجہ کمال صدق وحکمت اور بسبب مقتضائے تقدس ان جملوں کے تکلم کی نوبت آنی محال تھی اور جس قدر کلام حق تعالیٰ شانہٗ کی ظاہر ہوچکی ہیں اور جن کے تکلم وظہور کی نوبت آگے آئے گی سب ضروری الصدق

میں کسی کلام میں بھی اگر کوئی بوجہ احتمال کذب اس کی تصدیق وتسلیم میں متأمل ہو تو زندیق وملحد اور اسلام سے خارج ہے۔ خلاصۂ نزاع یہ نکلا کہ صدق کے وجوب اور کذب کے امتناع پر سب متفق ہیں مگر حضرت مولانا اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اور ان کے اتباع بوجہ ارادہ واختیار حق تعالیٰ شانہٗ صدق کو ضروری اور کذب کو محال فرماتے ہیں اور فریق ثانی بوجہ عدم قدرت ومجبوری صدق باری کو واجب اور کذب ممتنع بتلاتا ہے یعنی ان کے نزدیک تو ایزد تعالیٰ نے اپنے اختیار سے صدق کا التزام اور کذب سے احتراز فرما رکھا ہے اور ان کے نزدیک بوجہ مجبوری وعجز حق تعالیٰ سے صدق صادر اور کذب متروک ہو رہا ہے۔ اھ۔

اس تمام عبارت کے ملاحظہ کرنے سے آپ پر پوری طرح سے مسئلہ ہٰذا کی تفصیل منکشف ہوگئی ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہوگیا ہوگا کہ مجدد صاحب اور ان کے متبعین جن اکابر کی آبرو میں دھبہ لگانے کے واسطے عوام وخواص میں مسئلہ امکان لیکر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کے معانی اور تفصیل بعنوانات مختلفہ وعبارات ہائے مختلفہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک معاذ اللہ خدا وند اکرم جل وعلا شانہ کاذب اور جھوٹا ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ خدا کے کلام میں جھوٹ ہو یہ سب بالکل غلط اور افتراء محض ہے ہرگز ہمارے اکابر اس کے قائل نہیں بلکہ اس کے معتقد کو کافر زندیق کہتے ہیں وہ صاف طور سے تصریح فرما رہے ہیں کہ خدا وند کریم جملہ عیوب سے منزہ اور پاک ہے اس کا کاذب ہونا مستحیل بالذات ہے اور کوئی کلام باری عزوجل کا کذب اور جھوٹ نہیں ہوگا اور نہ ممکن الوقوع ہے کذب کا شائبہ بھی اس کے کلام میں پایا جانا محال ہے اور اس کا سچا ہونا ضروری ہے لیکن یہ امر اس کے ارادہ اور اختیار سے ہے یہ نہیں کہ وہ اسمیں مجبور وعاجز ہوگیا ہو۔ اب اس امر میں غور فرمائیں کہ اس مسلک میں جناب باری عز اسمہ کی تنزیہہ وتقدیس میں سرمو خلل نہیں آتا اور نہ اس کی قدرت کاملہ کی تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ مجدد الدجالین اور اس کے معتقدین نے اس امر کو گوارا کیا کہ قدرت کاملہ میں جو نقصان آوے کچھ باک نہیں۔ مگر تنزہ میں فرق نہ آوے وہ مثل فلاسفہ ومعتزلہ گمان کئے ہوئے ہیں کہ افعال قبیحہ کے مقدور نہ ہونے سے اگرچہ ان کا صدور محال ہی کیوں نہ ہو۔ تنزہ وتقدس میں فرق آتا ہے جیسے کہ معتزلہ قدرۃ علی الظلم والقبائح میں صاف طور سے کہتے ہیں اور فلاسفہ قدرۃ علی البخل وغیرہ میں تصریح کرتے ہیں اور اسی طرح سے ہر دو فریق ان اشیاء کے انسداد کو واجب علیہ سبحانہ قرار دیتے ہیں اور بالاضطرار ان کے صدور کے قائل اور مجبوریت کے مقر ہو کر اہل سنت والجماعت پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ باوجود ان قبائح وشرور کے مجدد صاحب

ہو ان کے ہوا خواہ اہل سنت کے امام اور قبد د ہونے کو تیار ہوں اور منہ بھر کے اپنی مدائح کریں اگرچہ صراحۃً خلاف عقائد اہل سنت والجماعت کے کر رہے ہوں. نصوص کلام و عقائد کو ترک کر رہے ہوں متبعین سنت کو طرح طرح کے دشنام و سب و شتم دیتے رہے ہوں اور جو لوگ ہر عمل اور اعتقاد میں سلف صالحین واکابر راضیین کے قدم بقدم ہوں شب و روز مرضیات الٰہی میں صرف کر رہے ہوں وہ خارج از دائرۂ اسلام شمار کئے جاویں اگر یہ خاصۂ دجالیت نہیں ہے تو کیا ہے پھر اس طرفہ ماجرایہ کہ اپنی بڑائی اور تفاخر ظاہر کرنے کے واسطے ظاہر کیا جاتا ہے کہ ہم نے اس قدر رسالے تصنیف کر ڈالے اور ہزاروں مناظرے کئے مخالفین کو پسپا کر دیا. ہمارے مقابلہ کو کوئی نہ نکلا ہمارے خطوط کے جواب نہ دیئے گئے چونکہ شرم وحیا کا جامہ اتار رکھا ہے اذا لم تستحیی فافعل ما شئت پر عمل ہے جو چاہا زبان سے بک دیا اگر میں ان مواقع کی تفصیل لکھوں کہ جہاں پر آپ مناظرہ کے واسطے طلب کئے گئے اور ٹال مٹول کر کے بھاگ گئے تو شاید ایک دفتر طویل تیار ہو جاوے جس قدر رجسٹریاں آپ نے ہضم کی ہیں انکے واسطے پورا رجسٹر چاہیئے بھلا کس روز وہ میدان مناظرہ میں حریف کے سامنے نکلے ہیں. لوگوں نے تو گھر تک پہنچا کیا اور ان کی خاص مسجد تک گئے مگر خود ان کو اور ان کے پشت پناہوں تک کو سوائے گھر کے کو تاڑ لینے کے اور کوئی صورت نہ بن پڑی مگر بیٹھکر گالیاں دینے کو موجود ہوتے ہیں. اب بھی دیکھئے کہ سید مرتضیٰ حسن صاحب نے کتنی مدتوں سے آپ کو مناظرہ کے واسطے طلب کر رکھا ہے کیوں نہیں نکلتے کتنی رجسٹریاں ان کی ہضم کر کے بیٹھے ہو مگر جب حیا و شرم ہی نہ ہو تو زبان کے آگے خندق کیا چیز ہے گھر بیٹھکر تو جلاہے کی لونڈیا بھی شہنشاہ کو گالی دے لیتی ہے ذرا میدان میں نکلئے شیروں کے سامنے تو آیئے. انشاء اللہ اس محمدی کچھار کے شیروں میں ایک دو نہیں ہزاروں آپ سے مناظرہ کرنیکو تیار ہیں چھوٹے سے طالب علم سے بھی آپ عہدہ برآ نہ ہو سکیں تو ذمہ سہی. سود اللّٰہ وجھہٗ فی الدارین.

فصل خامس

تفصیل تہمت برحضرت مولانا سہارنپوری دامت برکاتہم

اس صاحب شرم وحیا نے موافق اپنے آباء روحانی وجسمانی کے وارث انبیاء مرسلین زبدۃ العلماء الکاملین امام الفقہاء والمحدثین رئیس الاصفیاء والمفسرین محی السنت البیضاء قامع البدع الظلماء حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی خلیل احمد صاحب الحنفی الانصاری الایوبی الچشتی القادری النقشبندی

السہروردی السہارنپوری دامت بحب فیوضہم با طلتہ آمین. مؤلف براہین قاطعہ پر تہمت لگائی کہ معاذ اللہ شیطان لعین کو حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اعلم واوسع علماً کہتے ہیں اور یہ بھی کذب محض اور دروغ گوئی ہے. براہین قاطعہ حضرت مولانا دام فضلہٗ کی بارہا رچھپ چکی ہے اور ہزاروں نسخے اس کے عالم میں موجود ہیں کہیں سے یہ ایماندار اس کی تصریح کیوں نہیں دکھاتا حسام الحرمین میں لکھتا ہے کہ فانہ صرح فی کتابہ البراھین بان شیخھم ابلیس اوسع علماً من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا ترجمہ یہ لکھتا ہے کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے دیکھو صلہ ۱۵ اور اسی قسم کے الفاظ تمہید شیطانی میں بھی نقل کئے ہیں اور پھر نسیم الریاض کی وہ عبارت نقل کر کے جس میں یہ لکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اعلم کہے تو وہ کافر ہے دیکھئے حضرات ذرا غور کیجئے کہ اس کاذب نے دعویٰ تو کیا ہے کہ وہ براہین میں تصریح کر رہے ہیں کہ ابلیس کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زیادہ ہے اور وہ آپ سے علماً اوسع ہے اور اس عبارت کا کہیں تمام براہین میں پتہ نہیں اور پھر اپنے مدعا کے اثبات کے واسطے وہاں کی عبارت جو نقل کی ہے وہ ہرگز صریح اس معنے پر نہیں دیکھئے عبارت جو نقل کی ہے وہ یہ ہے: شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علمی کی کونسی نص قطعی ہے. الخ اب اس میں کہاں وہ الفاظ مذکور ہیں جس پر دجال بریلوی فتوی کفر کا لگاتا ہے کہیں لفظ اعلم کا آیا ہے یا کہیں ابلیس کو اوسع علماً کے ساتھ تعبیر کیا ہے یا کہیں یہ کہا ہے کہ معاذ اللہ ابلیس کا علم حضور علیہ السلام سے زائد ہے یہ بحث صلہ ۴۷ سے بیکر صلہ تک لکھی ہوئی ہے مگر کوئی متنفس ان الفاظ کو کہیں سے نکال سکتا ہے اور اگر یہ کہے کہ اس عبارت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ معاذ اللہ ابلیس حضور علیہ السلام سے اعلم اور اوسع علماً اور زائد ہے تو بندۂ خدا یہ تصریح کہاں ہوئی، اس دریدہ دہن نے تو علمائے حرمین کے نزدیک یہ ظاہر کیا کہ براہین میں اس کی تصریح کی ہے۔

صاحبو! تصریح تو جب ہی ہوگی جب دعوی کو صراحۃً اسی طرز پر تحریر کیا ہو اور اگر آپ کی سمجھ میں کسی عبارت سے کوئی بات آرہی ہو تو تصریح کہاں ہوئی یہ کہو کہ براہین کی عبارت سے یہ سمجھ میں آتا ہے یا وہ عبارت اس مقصد کو لازم ہے. یہ تصریح کہنا اگر افترا محض اور دروغ نہیں تو کیا ہے جس سے علماء حرمین کو دھوکہ دیا گیا اور سمجھ میں آپ کے آنا یہ بھی آپ کی سمجھ ناقص اور رائے نارسا کی خوبی ہے اور تمام عبارتیں اگلی اور پچھلی کے حذف کر دینے سے یہ مرض مہلک پیدا ہوا ہے کہ جسکو ہم آگے چل کر صاف طور سے ظاہر کر دیں گے کہ دجال بریلوی نے یہاں پر محض بے سمجھی اور بے

عقلی سے کام لیا ہے اور تحریف و قطع برید پر جملہ اعتراضات کا مبنیٰ ہے۔ آپ نسیم الریاض کی عبارت سے بخوبی معلوم کریں گے کہ تکفیر اس شخص پر ہو سکے گی۔ وہ معاذ اللہ کسی کو رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم اور اس کے علم کو حضور علیہ السلام سے علی الاطلاق زائد بتا دے اور جبکہ یہ بات براہین میں موجود نہیں تو تکفیر ہرگز عائد نہ ہوگی بلکہ لوٹ پھیر کر مجدد بریلوی کی گردن پر حسب ارشاد نبوی سوار ہو جاوے گی۔ اب ہم آپ کو خود براہین کی عبارت دکھلاتے ہیں جس سے بخوبی اس کے خلاف ظاہر ہو جاوے گا۔

صلا میں تحریر فرماتے ہیں۔ پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کے نہیں جانتا ہے اھ

اس قسم کے مضامین متعدد جگہ ذکر فرمائے ہیں آپ خود خیال فرمائیں کہ جملہ کمالات میں اعلیٰ درجہ کا کمال علم ہے۔ بلکہ مدار کمالات کا علم ہی ہے۔ پس جبکہ کسی کو آپ کے مماثل بھی شرف کمالات میں نہیں کہہ سکتے تو آپ سے بڑھکر کیونکر کوئی خیال کر سکتا ہے کوئی ہو یہ محض سفسطہ و دجال ہے کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ایسا خیال بہ نسبت حضور علیہ السلام نہیں کر سکتا کہ کوئی بھی آپ سے اعلم ہو چہ جائیکہ ایک عالم متبحر کہ جس کی تمام عمر دینیات کی کتابیں پڑھاتے ہوئے ہو گئی ہزاروں علماء اس کی کتب درسیہ و دینیہ پڑھ کر مدرس و ہادی خلق بن گئے یہ خیال ہرگز ہرگز نہ اس کا ہو سکتا ہے اور نہ وہ لکھے گا اس وجہ سے حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے متعدد فتاویٰ میں یہ تصریح فرمائی کہ جو شخص ابلیس لعین کو رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم اور اوسع علماً کہے وہ کافر ہے اسی وجہ سے شریف مکہ کی مجلس میں جب یہ افتراء دجال بریلوی نے بھیجا سب نے سنتے ہی کہا کہ سبحانک ان ھذا الا بھتان عظیم سوائے افتراء اور کذب کے کوئی امر دیگر نہیں ہے پس اگر یہ عبارت صراحۃً بھی موجود ہوتی تب بھی یہ قرینہ حالی ایک ایسا قرینہ قوی تھا کہ جس کی وجہ سے مزور بالضرور اس کے ظاہری معنے سے پھرنا ضروری تھا حالانکہ یہ عبارت بھی موجود نہیں۔ بلکہ اس عبارت کے الفاظ اور لاحق و سابق بالکل اس کے خلاف پر صریح دلالت کرتے ہیں۔ مجدد الدجالین نے فقط تحصیل مقصد کے واسطے ان جملہ عبارتوں سے اپنی آنکھوں کو ڈھانپ لیا۔

اب تفصیل اس عبارت کی ملاحظہ کیجئے۔

فَصْلُ سَادِسْ

تفصیل عبارت براہین قاطعہ

آپ جملہ حضرات بخوبی واقف ہیں کہ انواع علوم کے دنیا میں بہت سے ہیں علم حدیث و تفسیر و اصول حدیث و اصول فقہ و منطق و فلسفہ و صرف و نحو و معانی و بیان و بدیع و عروض و آدب و تاریخ و جغرافیہ و حساب و پیمایش و علم زراعت و علم تحریر و کتابت و رمل و علم تجارت وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہر علم میں باعتبار اس کے کثرت مسائل کے نہایت وسعت ہے مثلاً علم جغرافیہ و نحو ہے کہ اس میں بھی ہزاروں عالم موجود ہیں اور ہوئے اور ایک دوسرے سے اعلم اور اوسع علماً ہے بایں معنی کہ جس کو اس علم کے مسائل بہت سے یاد ہیں وہ دوسرے سے جسکو اسقدر مسائل یاد نہ ہوں اعلم کہیں گے مگر اس فن میں مثلاً یہ کہیں گے کہ زید عمر سے نحو زیادہ جانتا ہے یا جغرافیہ و تاریخ میں اس سے زیادہ وسعت علمی رکھتا ہے

الحاصل ہر علم میں خواہ وہ علم کلی ہو یا علم جزئی علوم شریفہ میں سے ہو یا علوم رذیلہ میں سے متعلق ذات وصفات ہو یا متعلق اجساد عالم اس میں اعمال سے بحث ہو یا عقائد سے ایک خاص وسعت رکھتا ہے جس کا مدار باعتبار اس علم کے مسائل و جزئیات کے تکثر و تعدد اور اس کی معلومات کی زیادتی و کمی پر ہے۔

اس کے بعد آپ یہ بھی خیال فرمالیں کہ جملہ عقلاء کے نزدیک علوم میں تفاوت عظیم ہے، اہل اسلام و حکماء یونان کے نزدیک اشرف علوم علوم الٰہیہ ہیں جو کہ متعلق ذات وصفات و افعال باری عز وجل ہیں جس قدر اس میں کسی کو کمال ہوگا وہ ان کے نزدیک افضل خلق ہوگا اہل اسلام کا مدار ان علوم میں نقل و مجاہدات وغیرہ ہیں اور حکماء فقط عقل سے کام لیتے ہیں۔ اس کے بعد علوم متعلقہ بالعباد ہیں کہ جن میں احکام الٰہیہ کا نزول ہوا ہے اور اس کے بعد جملہ علوم غیر الٰہیہ ہیں جیسے صرف و نحو منطق وغیرہ اسی درجہ سے اہل اسلام کے یہاں بعض علوم فرض عین ہیں اور بعض فرض کفایہ بعض واجب بعض مستحب بعض مباح بعض حرام بعض مکروہ وغیرہ وغیرہ۔ اہل دنیا و عقلاء یورپ کے نزدیک بھی جملہ علوم ایک درجہ میں نہیں ہیں، اعلیٰ درجہ تاریخ داں و جغرافیہ وغیرہ کے عالم کی برابری وہ گدھا نہیں کرسکتا ہے جو کہ اپنے حرفہ کے جملہ جزئیات سے واقفیت تامہ رکھتا ہے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جملہ عقلاء کے نزدیک علوم میں تفاوت مراتب ہے اسی وجہ سے تفاوت مراتب علمیہ ہوتا رہتا ہے اور ہر عاقل بداہۃً اسکو بھی

جانتا ہیکہ ادنیٰ درجہ کے علوم پر اطلاع نہ ہونا کسی شخص کا اس کے اس کمال میں جو اس نے باعتبار علوم کمالیہ ومعارف علیا حاصل کئے ہیں سر مو تفاوت نہیں ڈالتا۔ آپ ہی خیال فرمالیں کہ نجاست کا کیڑا جو دن رات نجاست میں رہتا ہے بے شک نجاست کے احوال وخواص سے اسقدر واقف ہے کہ جالینوس وافلاطون ومجدد بریلوی کو ہرگز اس کی خبر نہیں، علیٰ ہذا القیاس، گڈریا بکریوں اور اس کے چرانے وغیرہ سے اس قدر واقف ہے کہ بڑے سے بڑے مؤرخ وڈاکٹر کو اس کی اطلاع نہیں اس کو اپنے ادنیٰ علم میں اسقدر بڑی وسعت حاصل ہے کہ اتنی وسعت ہرگز ہرگز اس مؤرخ وڈاکٹر کو حاصل نہیں اسی طرح علم شعر میں متنبی اور ابوتمام اور فردوسی وغالب کو جو وسعت حاصل ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل نہیں مگر اس کی وجہ سے کوئی عاقل نجاست کے کیڑوں کو جالینوس وافلاطون ومجدد بریلوی سے عالم اور اوسع علماً نہیں کہہ سکتا اور نہ گڈریئے کو ابن خلدون وابن خلکان وسقراط سے اور نہ متنبی وغیرہ کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اعلم وافضل کہہ سکتا ہے ہاں کوئی مجدد بریلوی جیسا کوڑ مغز ہو تو درکنار جب یہ غرض سابق آپ کے خیال مبارک میں آگئی تو آپ اس کو بھی خیال فرمالیں کہ انبیاء علیہم السلام جیسے افضل ترین خلائق اور اشرف مخلوقات ہیں۔ ایسے ہی ان کے علوم بھی نہایت اعلیٰ درجہ کے مطابق واقع کے صحیح صحیح ہیں اور کیونکر نہ ہوں آخر نبوت بھی تو کمالات علمی میں سے ہے جس کی تحقیق تفصیلی کتب کلامیہ اور تصانیف حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز میں علیٰ وجہ اتم موجود ہے پھر حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اس کمال میں مرکز ہیں جملہ کمالات انبیاء علیہم السلام کے واسطے ذات والا صفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبع اور واسطہ ہو رہی ہے۔ پس جو کچھ فیوضات کمالات علمیہ کے انبیاء عظام واولیاء کرام پر ہوتے ہیں وہ سب آپ میں اولاً بالذات علیہ ہوئے اور دوسروں میں ثانیاً وبالعرض پس آپ مصداق اعطی علم الاولین والاٰخرین اور اعلم الخلائق قاطبۃ ہوئے کوئی ادنیٰ شخص بھی حضور علیہ السلام کے اعلم الخلائق قاطبۃً بالذات والصفات والافعال تعالےٰ اور حکم واسرار وکلیات کونیہ وغیرہ ہونے میں شک نہیں کرسکتا چہ جائیکہ اس کے خلاف کا معتقد ہو۔ البتہ جو چیزیں کہ خلاف شان نبوت ہوں یا کمالات نبوت میں اس کی وجہ سے کوئی زیادتی مدح نہ ہو اسکا اثبات کرنا بے شک خلاف عقل ہوگا خود باری تعالےٰ فرماتا ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ہم نے حضور علیہ السلام کو شعر نہیں سکھلایا اور نہ ان کے لائق تھا پس معلوم ہوگیا کہ بعض علوم رذیہ کا نہ جاننا انبیاء علیہم السلام کے کمالات میں نقص نہیں ڈالتا اگر کوئی رذیل شخص اس کو جانتا ہو تو اسکا

انبیاء سے اعلم ہونا لازم نہیں آتا، دیکھئے حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں ہدہد کا یہ قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے احطت بما لم تحط بہ کہ میں نے ایسی چیز کا احاطہ کیا ہے کہ جس کا تم کو احاطہ نہیں ہوا۔ پس ہدہد کا ایک ایسی جزئی کو جان لینا اس کا باعث ہرگز کسی کے نزدیک نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کو حضرت سلیمان علیہم السلام کو اعلم اور اوسع علماً کہیں، وجہ یہ ہے کہ ان جزئیات دنیاویہ وحادثہ کا علم کوئی کمال نہیں ہے خود رسول مقبول علیہ السلام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرماتے ہیں کہ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ۔" کہ تم اپنی دنیا کی باتوں کے زیادہ جاننے والے ہو" اس کی وجہ سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ معاذ اللہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم تھے اور نہ ان امور جزئیہ دنیاویہ کا بعض جگہ حضور علیہ السلام سے غائب ہو جانا اور نہ جاننا آپ کی علمیت میں نقص ڈالتا ہے، اسی طرح جزئیات کونیہ کے بعض افراد کا علم اگر خبیث ابلیس کو بوجہ اس کے کہ وہ عالم اضلال وامتحان کے لئے پیدا کیا گیا ہے دیدیا گیا ہو اور وہ خبیث ہر وقت اپنی توجہ کاملہ کو اسی طرف متوجہ رکھتا ہو جیسا کہ متعدد آیتیں اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور حضور علیہ السلام سے اس قسم کی جزئیات غائب ہوں باوجودیکہ علم ذات وصفات واسرار وغیرہ کمالات مشاہدہ میں آپ اس درجہ کے ہوں کہ اس کے اردگرد کوسوں تک کسی کا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا، اور ایسے جزئیات کے جاننے سے بوجہ عدم ورود نصوص صریحہ انکار کیا جاوے۔ علاوہ بریں ان کی طرف توجہ کرنا خود حضور علیہ السلام کے منصب علیا کے مناسب نہیں جیسے کہ شعر و کہانت وسحر وغیرہ کی طرف توجہ کرنا خلاف شان کمالی حضور علیہ السلام ہے تو کسی طرح ابلیس لعین کا آپ سے اعلم اور اوسع علماً ہونا لازم نہیں آتا البتہ مجدد الدجالین اور ان کے ہم خیال ان چیزوں کے نظر اقدس سے غائب ہونیکی وجہ سے آپ کی شان عالی میں منقصت شمار کرتے ہوں گے، ہزارہا احادیث اس قسم کی موجود ہیں کہ آپ کو بہت سی جزئیات مخصوصہ کا علم نہ ہوا۔ اور ہزارہا احادیث اس قسم کی بھی موجود ہیں جسمیں بہت سی جزئیات کا علم ہو گیا پس مدار کمال وفضل یہ جزئیات ہرگز نہیں اور نہ ان کی وجہ سے اعلمیت واوسعیت علم تھی۔

بریلوی مجدد نے بوجہ اس کے کہ ان کی عقل اور حیا پر پردے پڑے ہوئے ہیں اس طرف ہرگز توجہ نہ کی کہ صاحب انوار ساطعہ کس چیز کو ثابت کر رہا ہے اور کس علم کی وسعت میں گفتگو کر رہا ہے جس کا جواب حضرت مؤلف براہین قاطعہ دے رہے ہیں وہ بھی لفظ اسی وسعت کا اثبات ابلیس لعین اور اس کے جواز نفی از حضرت فخر عالم علیہ السلام پر بحث فرما رہے ہیں وہاں مطلق علم کی وسعت پر ہرگز بحث نہیں اسی وجہ سے لفظ دیہ ا کا فرما رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وسعت یعنی جس میں بحث ہو رہی ہے اور جسکو

صاحب انوار ساطعہ نے ذکر کیا ہے اور پہلے جس میں گفتگو ہوتی چلی آرہی ہے پس مضمون اس تقریر براہین کا یہ ہے کہ ایک خاص علم کی وسعت آپ کو نہیں دی گئی ہے اور ابلیس لعین کو دی گئی ہے کہ جسکی وجہ سے وہ احاطہ علم کرے اور بداہتہ معلوم ہے کہ اس سے اس خبیث کا عالم اور اوسع علماً ہونا ہرگز لازم نہیں آتا دیکھئے کوئی بھی سیبویہ اور ابن حاجب کو امام ابوحنیفہؒ سے اعلم نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے اسکی متعدد نظریں سابق میں پیش کردی ہیں، اسی عبارت میں مذکور ہے" اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ. پس بحث ایک خاص علم کی وسعت میں ہو رہی ہے اور اسی کا جواب دیا جا رہا ہے. اس لئے بار بار تقیید لفظاً (یہ) اور ان کے ساتھ کر رہے ہیں مگر مجدد الدجالین اور اس کے اتباع عناداً سمجھتے ہی نہیں یا عوام کو جاہل کر دھوکہ دے رہے ہیں. قبحہم اللہ تعالیٰ.

الحاصل جملہ عقلاء اور ہمارے مقدس بزرگان دین کے نزدیک کسی کے اعلم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص ایسے ایسے علوم شریفہ ومعارف کمالیہ کو حاوی اور جاننے والا ہو جن کو دوسرا شخص نہ جانتا ہو پس ان علوم نہ جاننے والے سے اس شخص کو اعلم اور اوسع علماً اور زائد فی العلوم کہیں گے اگرچہ اس شخص ثانی میں علوم موجود ہوں جو کہ نہایت ادنیٰ درجہ کے بہ نسبت شخص سابق کے علوم کے ہیں پس حضور علیہ السلام کو جملہ خلائق اولین وآخرین سے اعلم کہنے کے یہی معنی ہیں کہ جس قدر علوم شریفہ کمالیہ ہیں ان سب میں آپکے برابر کسی مخلوق کا رتبہ نہیں ہو سکتا بعد مرتبہ خداوندی آپ ہی کا مرتبہ ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر.

اب ہم مجدد صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک اعلم ہونے کے کیا معنیٰ ہیں.؟ آیا یہ معنیٰ ہیں کہ کلی جزئی شریف ہو یا ردی علوم کمالیہ اور علوم دنیہ نہ چھوٹے اور سب کی سب معلوم ہوں تو اس وقت میں بہت سے اکابر وافاضل کو عوام الناس بلکہ حیوانات سے اعلم کہنا نہ صحیح ہوگا بلکہ موافق قاعدہ بریلوی کے یعنی یہ کہ بعض جزئیات کے علم کی وجہ سے کسی شخص کو اعلم کہہ سکتے ہیں لازم آویگا کہ نجاست کا کیڑا مجدد صاحب سے اعلم اور اوسع علماً ہو جاوے اور اگر اعلم کے یہی معنیٰ ہیں کہ جو ہم نے بیان کئے کہ علوم عظیمہ ومعارف کمالیہ میں وہ دوسرے یعنی مفضل علیہ سے بڑھا ہوا ہو تو حضور علیہ السلام کا اعلم ہونا پوری طرح سے مسلّم اور باقی رہا اور شیطان کا بعض جزئیات کونیہ کا جاننا موجب اس کے اعلمیت کا ہرگز نہ ہوا. اب یہ اعتراض کیونکر ہم پر وارد ہوا اور نسیم الریاض کی نص ہم کو کیونکر مضر ہوئی الحاصل حضور علیہ السلام کا اعلم الخلق اور اوسع الخلق علماً ہونا ہمارے اور مجدد بریلوی کے نزدیک ہر طرح مسلّم ہے لیکن نزاع فقط اس امر میں ہے کہ اعلم کے معنی کیا ہیں اب مجدد صاحب ہر دو شقوں مذکورہ میں کو تعیین فرماویں

ثانیاً ہم مجدد صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اقرار اعلمیت رسول علیہ السلام کا داخل ایمان ہونا اور انکار اعلمیت کا کفر ہونا آیا بعد از وفات ہے یا اس وقت سے جب سے کہ آپ رسول بنائے گئے اگر اول مراد ہے تو چاہیئے کہ قبل وفات آنحضرت علیہ السلام اعلم الخلق نہ ہوں کیونکہ ہزاروں قصص جسزئیہ آپ کے عدم علم پر دلالت کرتے ہیں اور ہم نے جو معنی بیان کئے اس کے موافق حضور علیہ السلام ابتدار رسالت سے اعلم الخلق ہیں. ہمارے نزدیک جو شخص حضور علیہ السلام سے کسی وقت میں وصف اعلمیت کی نفی کرے وہ مستوجب تکفیر و تفسیق ہے ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا.

اب مجدد صاحب گریباں میں منہ ڈال کر فکر کریں کہ کون شخص عقل کی بات کہہ رہا ہے اور کسکو محبت نبوی زیادہ تر ہے اور نص نسیم الریاض پر کون شخص زیادہ عامل ہے ان ہر دو سوالوں کے جواب تحریر کریں اور دلیل صحیح ہاتھ سے نہ چھوڑیں. حضرات غور کیجئے تو درحقیقت موافق نص نسیم الریاض بریلوی خود کافر ہے کیونکہ وہ اعلمیت حضور علیہ السلام کا فقط اسوقت قائل ہے جبکہ نزول قرآن پورا ہو چکا تھا. یعنی قریب الوفات سے آپ اعلم الخلق ہوئے پہلے نہ تھے اور ہم حسب تحریر سابق اس وصف کو ہمیشہ سے آپ کے لئے ثابت کر رہے ہیں.

فصل سابع

تہمت ثانی بر مولانا سہارنپوری دام مجدہ

حضرت مولانا دام مجدہ پر یہ تہمت بھی لگائی کہ وہ براہین میں شیطان لعین کو باری تعالیٰ کا شریک ہونا مسلم رکھتے ہیں اور اس کے مومن ہیں اور رسول مقبول علیہ السلام کی نسبت اس کا انکار ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر علم محیط زمین کا شیطان کے واسطے ثابت کیا جاویگا تو شرک نہ ہوگا اور اگر رسول اللہ علیہ السلام کے واسطے ثابت کیا جاوے گا تو شرک ہو جاوے گا. اھ

نعوذ باللہ عز و جل یہ بھی محض افترا خالص اور دروغ سفید ہے نہ اتنی سمجھ ہے کہ عبارت کو سمجھے اور نہ اتنا دین کہ عبارتوں کی قطع برید کرنے سے ڈرے اور نہ انصاف و تحقیق مطلوب ہے کہ عبارت کے جملہ وجوہ پر نظر ڈالے.

صاحبو! خود مؤلف براہین ص۳ و ص۵ میں تصریح فرما رہے ہیں کہ علم باری تعالیٰ کا ذاتی اور علیٰ ہذا القیاس جملہ صفات کمالیہ اس کی ذاتی ہیں بندہ میں جو کوئی بھی صفت پائی جاتی ہے وہ عطیہ

باری تعالیٰ کا ہوتا ہے کہ جس کو اپنی صفت کمالیہ کے ظل میں سے کچھ حصہ عنایت ہوتا ہے پس جو کچھ صفت باری عزوجل میں ہے وہ حقیقی ہے اور جو بندہ میں ہے وہ مجازی ہے اگر کسی نے وہ صفت اسی طرح جیسی کہ باری تعالیٰ میں ہے دوسری مخلوق میں ثابت کی تو شرک ہوگا ورنہ نہیں شیطان کو برائے اضلال عالمیان علم بعض جزئیات حادثہ کا باری تعالیٰ سے دیدینا نصوص قرآنیہ احادیث نبویہ سے ثابت ہو چکا ہے پس اس کے قائل ہونے میں کسی طرح شرک لازم نہیں آتا چنانچہ عبارت براہین میں صاف طور سے فرما رہے ہیں" پھر جس کو جسقدر وسعت علم وقدرت وغیرہ عطا فرمادی ہے اس سے زیادہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا شیطان کو جسقدر وسعت دی"۔ الخ۔

سطر (۹) میں فرماتے ہیں" اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا"۔ اھ۔ پس جس امر کا اقرار ہے یعنی یہ کہ یہ علم ان دونوں کا ذاتی نہیں بلکہ باعطاء اللہ تعالیٰ ہے جیسے کہ لفظ دیدینے کا متعدد جگہ موجود ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ جس قدر علم جزئیات دنیاویہ ارضیہ کا ان دونوں کو دیا گیا ہے وہ سب جزئیات کو مشتمل نہیں ہے بلکہ بعض جزئیات کہ جن سے ان کا مقصد حاصل ہو دیا گیا ہے۔ مجدد صاحب لفظ علم محیط ارض دیکھکر یہ سمجھ گئے کہ صاحب براہین دونوں کے لئے جملہ جزئیات کے علم کے قائل ہیں یہ مخصوص باری تعالیٰ کے ساتھ نہیں حضرت رسول مقبول علیہ السلام کے علم کمالی کو اگر کوئی شخص ذاتی قرار دے گا بیشک بوجہ مشارکت بصفۃ اللہ تعالیٰ مشرک ہوگا اور اگر غیر ذاتی بلکہ باعطاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعتقاد کریگا ہرگز مشرک نہ ہوگا، پس صاحب براہین نے جو حکم شرک کا لگایا ہے وہ صورت اولیٰ میں ہے صورت ثانیہ میں نہیں دیکھو ص۵۵ سطر ۱ صاف طور سے تحریر فرماتے ہیں " یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلاء کا یہ عقیدہ ہے اور اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ نے اطلاع دیکر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے اھ۔ اور صفحہ ۵۵ سطر ۱۰ میں فرماتے ہیں کہ ان اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ حضور علم حاصل ہو گیا اگر آپ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لاکھ گونہ اس سے زیادہ عطا فرما دے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جاوے۔

ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مؤلف براہین فقط علم ذاتی کو شرک فرما رہے ہیں اور باعطاء اللہ تعالیٰ سبحانہ کو جائز فرماتے ہیں مگر بوجہ عدم ثبوت نصوص شرعیہ اس کے اعتقاد سے منع فرماتے ہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ جملہ بحث ان مخصوصات شخصیہ و جزئیات حادثہ میں ہے جو

روزانہ زمین پر حادث ہوتے رہتے ہیں اور ہر کس وناکس سے متعلق ہیں علوم کلیہ ومعارف شریفہ میں نہیں ہے پس ان جزئیات کے احوال میں سے بعض احوال کے علم پر نصوص دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت سے شیطان وملک الموت کو دیدیا. پس اس کی وجہ سے نہ شرک لازم آیا نہ معصیت نہ انکی انتقار کیونکہ سے علم نبوی میں جو کہ کروڑوں اور لاکھوں ایسی ایسی معلومات کو مشتمل ہے کہ کوئی خلق جن وبشر اس تک نہ پہنچا نہ پہنچیگا (چہ جائیکہ ابلیس لعین) اور جملہ علوم شریفہ وکمالیہ میں کوئی بھی نقص لازم نہ آیا اور نہ اس کی وجہ سے خبیث ابلیس کا معاذ اللہ حضور علیہ السلام سے اعلم اور اوسع علماً یا زائد در علوم ہونا ثابت ہوا. اب بخوبی ظاہر وباہر ہو گیا کہ کج فہم دجال محض افتراء پردازی بتحریف عبارت کر رہا ہے. اور لوگوں پر خلاف واقع امور ظاہر کر رہا ہے اس کے بعد جو اس نے آیات وغیرہ علوم نبویہ علیہ السلام کے بارہ میں ذکر کئے ہیں ان کا کب کسی کو انکار ہے علوم نبویہ میں اور اس کی وسعت وکمال کے بارہ میں سیکڑوں رسالے ہمارے اکابر نے تالیف کردیئے ہیں یہ جملہ آیات واحادیث علی الراس والعین ہیں حضور علیہ السلام اعلم الخلق علی الاطلاق واشرف الخلائق بالاتفاق ہیں کسی کو اس میں کلام ہی نہیں البتہ اطلاق عالم الغیب خصوصیۃ باری تعالیٰ عز وجل کی ہے اور اس کے دلائل کتابیہ وحدیثیہ معروف ومشہور ہیں شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ نے اگر اس عبارت کو باعتبار اسناد کے بے اصل قرار دیا تو بوجہ دلائل آخر صحیحہ مقبول المعنیٰ ہونے میں کسیکو انکار نہیں ہو سکتا ہے بلحاظ بحسب المعنیٰ قابل احتجاج ہے. حتیٰ کہ خود دجال بریلوی نفی علم ذاتی کا اس طرز پر موافق حدیث منقول قائل ہے

اس کے بعد مجدد الدجالین علیہ ما علیہ نے اپنے تفاخر وتعاظم میں کسی شخص سے گفتگو اپنی اور مناظرہ نقل کیا ہے وہ محض لغو ہے کیونکہ معلوم ہو گیا کہ مولف براہین نے اپنی تمام کتب میں کہیں بھی تصریح اس کی نہیں کی. البتہ اس کے کلام سے کج فہم بریلوی نے یہ معنی بطور تلازم نکالے ہیں لیکن اگر انصاف ہوتا یا عقل پر عمل کرتے تو دیکھتے کہ یہ کلام مولانا سہارنپوری مدظلہ العالی کا کس بات کے جواب میں ہے تاکہ مطابقت فوت نہ ہو کیونکہ جواب عقلاء کے نزدیک اسی بات پر محمول ہوا کرتا ہے جو سوال میں مذکور ہو ورنہ جواب نہ ہوگا. پس بحث فقط اسی علم کی وسعت وعدم وسعت میں ہے جو صاحب انوار ساطعہ نے ذکر کیا تھا. مجدد بریلوی... اپنے مرض قلبی سے اس وسعت سے مراد تمام انواع علوم کی وسعت لے بیٹھے. اور پھر مؤلف دام مجدہٗ نے فقط قرینہ جواب پر بھی کفایت نہ کی بلکہ ہر جگہ اس وسعت کو تخصیص کرتے گئے اور لفظ یہ اور اُن کا استعمال کرتے رہے مگر اس مجدد بریلوی نے چونکہ حق سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں اس لئے نہ حق باتیں اس کو دکھائی دیتی ہیں اور

نظر میں آتی ہیں۔ ہم نے ہزاروں منصفین پر یہ عبارت براہین کی مع عبارات انوار ساطعہ پیش کی
ین کو پہلے سے بوجہ تشہیر اس کلام لغوی کے سوءِ ظنی حضرت مؤلف براہین مد ظلہ العالی سے ہو چکی
تھی انہوں نے جب بہ تامل دونوں عبارتوں کو دیکھا تو دیکھتے ہی اور فکر کرتے ہی خود بخود کہنے لگے
کہ بیشک حضرت مؤلف براہین پر افترا محض ہے ہرگز یہ عبارت اس عبارت پر جو دجال زمانہ انکی
طرف نسبت کرتے ہیں نہیں دلالت کرتی۔

صاحبو! مضمون دقیق نہیں، عبارت عربی و ترکی نہیں سلیس اردو ہے، ذرا غور فرمائیں صفحہ
۲۹ تا صفحہ ۴۰ عبارت کو مع عبارت انوار ساطعہ ملاحظہ کریں اور پھر انصاف سے فرمائیں۔
کہ کسی طرح بھی اس دجال کا دعویٰ عبارت سے نکلتا ہے یا نہیں یہ محض اس کا دجل ہے اور فریب
ہے جب لوگوں سے گفتگو کرتا ہے فقط ایک دو جملے کتاب کے کھول کر دکھاتا ہے اور تحریف معنیٰ
کرکے لوگوں کو بہکاتا ہے خذلہ اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ صاحب عقل و فہم تھے، طبیعت نہایت سلیم رکھتے، مسلمانوں
کے ساتھ جیسا کہ حسن ظن کا حکم نبوی علیہ السلام ہے عملدرآمد رکھتے تھے، انہوں نے بیشک براہین
کے الفاظ کو دیکھا اور اس کو صحیح و صواب پایا۔ اور مطلب مؤلف کو بخوبی سمجھے اور تصدیق کی اور
دعوات صالحہ سے مؤلف موصوف کو سرفراز فرمایا فھنیئاً لہ۔

پس یہ تقریر گفتگو کا اگر مجدد الضلیل کا سچا بھی ہو تو اس تلمیذ کے نہ سمجھنے سے کوئی امر لازم نہیں
آتا ہزاروں دنیا میں مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے تلامیذ ہیں ان میں ذکی، غبی، ذی
فہم و لیز ذی علم ہر طرح کے ہیں اس سے کوئی علو مجدد بدعات کا ثابت نہیں ہوتا اگر
تجھ کو اعلان حق منظور تھا تو ہم نے جب مجدد صاحب سے مدینہ میں ان امور ا ربعہ میں گفتگو طلب
کی تھی تو کیوں فرار کیا تھا۔ اور کیوں کہا تھا کہ اپنے استادوں کو بلاؤ تم ہمارے قرین نہیں ہو؟
صاحبو! اظہار حق اور تفہیم حق میں قرین و عدم قرین کی کیا ضرورت ہے؟ اب پھر عرض ہے
کہ ہمکو و عادی باطلہ جو آپ گھر بیٹھے ان بزرگوں پر کر رہے ہیں میدان میں نکل کر دکھا دیں اور ہمکو
بھگا دیں ورنہ عذاب قبر سے اور تکالیف عذاب سے ڈریئے۔ موت نہایت قریب ہے۔
سلب اللہ ایمانک و سود وجھک فی الدارین وما قبتک بما عاقب بہ اباجہل و عبد اللہ
بن ابی بارئیس المنافقین آمین۔

علمائے حنفیہ نے جو دعا سلب ایمان کو جائز کہا ہے شاید ان کو بھی کسی ایسے ہی سے سابقہ پڑا ہوگا۔

فصلِ ثامن

تفصیل تہمت بر مولانا تھانوی دامت برکاتہم

دجّالِ زمانہ نے حضرت شمس العلماء العاملین وبدر الفضلاء الکاملین محی السنۃ الغراء، قامع البدعۃ الظلماء، امام اہل سنت الجماعت لبید اہل الکفرۃ والضلالۃ مولانا الحافظ الحاج المولوی اشرف علی صاحب الحنفی الفاروقی تھانوی الچشتی الصابری النقشبندی القادری السہروردی دامت برکاتہم پر یہ تہمت لگائی کہ معاذ اللہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو زید عمرو بکر بلکہ چوپایوں اور مجنونوں کے علم کی برابر کہتے ہیں۔ عبارت اس مبتدع کی صلا میں یہ ہے۔ اس نے ایک چھوٹی سی رسالچی تصنیف کی کہ چار ورق کی بھی نہیں اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا کہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔ اھ اور سطر پندرہ میں کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چنیں و چناں میں۔ اھ۔

آپ حضرت ذرا غور فرمائیں اور انصاف کریں عبارت حفظ الایمان کی موجود ہے آیا یہ امر اس میں مسطور ہے یا نہیں۔ صاحبو محض دروغ اور افترا بندی پر اس گمراہ کنندۂ عالم نے کمر باندھ رکھی ہے اس جواب و بہتان بندی پر تعجب و حیرت کیسا تھ غصہ پر غصہ آتا ہے مگر تہذیب علم کوئی لفظ مجھ جیسے کے شایانِ شان قلم سے نہیں نکلنے دیتی۔

اولاً میں عبارت حفظ الایمان بتمامہا نقل کرتا ہوں تاکہ آپ کو جملہ عبارت اگلی اور پچھلی مد نظر رہے اور ظاہر ہو جائے کہ مجدد التضلیل نے معنی اور عبارت دونوں میں تحریف کر کے اپنے آباؤ اجداد یہود بنی اسرائیل کی ہڈیوں کو زندہ کیا ہے، مولانا تھانوی دامت برکاتہم صلا میں فرماتے ہیں کہ غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ اور لو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونیکی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عبدی وامتی در بی کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ

عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور ابقاء عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنے مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم الغیب بالمعنی الثانی بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کرکے کوئی شخص یوں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں (نعوذ باللہ منہ) تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دے یا گوارا کرسکتا ہے اس بناء پر تو بالواقعہ فقیروں کی تمام تر بیہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی۔ تو شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہا بنا لیا اور جب چاہا مٹا دیا۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے۔ اھ

اس عبارت پر جناب مجدد مضلین صاحب کو بہت بڑا غیظ وغضب ہے اور بڑے شد ومد سے دعویٰ ہے کہ جناب مولانا تھانوی نے حضور سرور کائنات علیہ السلام کے علم مبارک کو چوپایوں اور مجانین کے علم سے مساوی کردیا اور یہ کفر وضلال ہے اور فرماتے ہیں کہ اس میں سراسر سید الانام علیہ السلام کی توہین ہوئی بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ لوگ منہ بھر بھر کر حضرت سید الانام علیہ السلام کو گالیاں دے رہے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ مگر افسوس صد افسوس کہ اپنے گھر کی خبر نہیں یہ الزام فقط مولانا صاحب ہی تک پہنچتا ہوتا تو امر کچھ سہل تھا یہ تو مجدد صاحب کے روحی اور جسمی باپ دادوں کو بھی نہیں چھوڑتا۔

صاحبو! اگر یہ کلام حضور علیہ السلام کے دشنام ہونے پر دال ہے اور توہین نبوی اس میں ضرور ہی ہے تو مجدد صاحب کے دادا پیر حضرت شاہ حمزہ صاحب مغفور و مرحوم مارہروی اور مجدد صاحب کے دادا صاحب یعنی مولوی رضا علی خانصاحب بریلوی کا کلام تو اس سے بھی زیادہ تر صریح گالی اور توہین میں ہے معاذ اللہ وہ بھی کافر ہوئے اور حسب بیان و تحریر مجدد صاحب ان دونوں کا کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہوا۔ دیکھئے جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیا مطبوعہ کانپور صفحہ پندرہ میں ارقام فرماتے ہیں وہ علم غیب صفت خاص ہے رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے غیب کہنا گمراہی ہے اور جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے۔ انتہیٰ از سیف النقی۔

حضرات اس عبارت سے صاف طور سے معلوم ہو گیا کہ مجدد صاحب کے دادا پیر صاحب کے قول پر نہایت وضاحت سے علم غیب میں جملہ مخلوقات دیوتی جن بھوت کیڑے کوڑے مجنون و پاگل گدھے یا کتے وغیرہ معاذ اللہ رسول مقبول علیہ السلام کے مساوی ہو گئے اب ان کو بھی حسام الحرمین سے عبد الدنیا والدرہم شہید کرے اور اقرار کرے کہ میرے پیران عظام کافر ہیں اور اگر اس کلام صریح میں کوئی تاویل نکلتا ہے تو مولانا تھانوی کا کلام جو اس کلام سے بدرجہا اس افترا سے دور ہے کیوں نہ اس تاویل کا محل ہوگا اس کلام میں جناب شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب ظاہر کر دیا کہ جناب مجدد عبد الدنیا گمراہ بیدین ہیں بلکہ جملہ جماعت مجددی بقول ان کے پیشوا کے گمراہ بیدین ہو چکی واللہ الحمد اور اس عبارت سے صاف طور سے تائید اہل حق و تقویت مذہب جناب مولانا تھانوی ہو گئی اب تو شاید مجدد بریلوی جناب شاہ صاحب مارہروی مرحوم کی قبر کھودنے اور ان کی مبارک ہڈیوں کی تعذیب کی فکر کریں گے۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

علاوہ ازیں جناب بندۂ درہم و دینار کے دادا یعنی مولوی رضا علی خانصاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بالواسطہ تھا یعنی بذریعہ وحی کے تعلیماً معلوم ہوتا تھا یہ تلقی قدر مراتب سب کو حاصل ہے اور علم غیب مطلق و بذات کا اعتقاد رکھنا مفضی الی الکفر ہے اور نص قطعی کے خلاف اسمیں تاویل اور ایر پھیر کرنا بیدین کا کام ہے الخ (از سیف النقی)

اب مجدد صاحب اپنے دادا صاحب کی بھی تکفیر کریں وہ بھی سب کو علم غیب بتاتے ہیں اور

اس تصریح سے تو گدھے کتے بھر بندر وغیرہ وغیرہ سب کو آپ کے شریک عالم الغیب ہونے میں کر رہے ہیں بقول اس مجدد بریلوی کے پھر ہم تعجب کرتے ہیں کہ بالفرض محال اگر مولانا تھانوی نے ایسا کہا بھی ہو اور ان کی تحریر کا وہی مطلب ہو جو مجدد صاحب نے سمجھا ہے جب اپنے ہر دو دادوں کی یہ عبد الدنیا تکفیر نہیں کرتا تو مولانا تھانوی پر کیوں ہاتھ صاف کرتا ہے ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی — گو مشتِ خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

تعالیٰ سائر الایام والیالی اب اس کے بعد آپ غور فرمائیں کہ جو کچھ بریلوی نے تہمتیں مولانا تھانوی پر رکھی ہے آیا وہ موجود ہیں یا نہیں؟ دیکھئے صفہ کی سطر سوم میں لکھتا ہے فانظر الی آثار الخ جس کا ترجمہ ص میں اس طرح کر رہا ہے میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چنیں اور چناں میں اھ یہ مضمون دروغ خالص نہیں تو کیا ہے ہم نے حفظ الایمان کی تمام عبارت نقل کر دی ہے آپ خود دیکھ لیں کہیں بھی یہ موجود ہے، معاذ اللہ حضور علیہ السلام برابر ہیں زید عمر و بکر وغیرہ کے اس شخص کو ہرگز ہرگز شرم وحیا نہیں جو چاہتا ہے زبان سے بک دیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے خوف اور رسول علیہ السلام سے شرم بالکل نہیں کرتا کیوں نہیں عبارت مولانا کی دکھاتا پھر بعد اس کے دوسرا اتہام خبیث دیکھئے کہ صفہ سطر آٹھ میں کہتا ہے وصرح فیها الخ جس کا ترجمہ یہ کہتا ہے اور اسمیں تصریح کی غیب کی باتوں کا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے اب اس خبیث عبارت میں ڈھونڈھئے کہیں بھی پتہ نہیں چلتا ہے اس مضمون کے ثابت کرنے کے واسطے ایک دو سطر حفظ الایمان کی نقل کر دی ہے اور اگلی پچھلی عبارت حذف کر دی تاکہ لوگوں پر اصلی معنی اور مقصد مؤلف کا کھل جاوے اور اس کے مکر اور بہتان کا ظہور نہ جاوے فسود اللہ وجهه فی الدارین خود مولانا تھانوی اس رسالہ میں اور اسی بحث میں فرماتے ہیں کیونکہ آپ ایجاد اور ابقائے عالم کے سبب ہیں اب خیال فرمائیے کہ حضور علیہ السلام کو سبب ایجاد کونین اور سبب ابقائے عالم فرما رہے ہیں اور معلوم ہے کہ جس کے سبب کوئی چیز ہوا کرتی ہے وہ ہمیشہ تابع اور غیر مقصود بلکہ بمنزلہ عبد وخدام کے ہوا کرتی ہے وہ کسیطرح اصلی مقصد کے برابر نہیں ہو سکتی ہے پس کیونکر یہ ہو سکیگا کہ وہ حضور علیہ السلام کو برابر چنیں وچناں کے اعتقاد کریں باوجود اس تصریح کے آپ جملہ عالم کے سبب ہیں ان کے کلام سے کوئی شخص اسکو سمجھے کہ وہ سبکو برابر کر رہے ہیں ہم نے جو عبارت یعنی حفظ الایمان کی نقل کی ہے اس میں آپ صاف طور سے ملاحظہ کر لیں ہے یہ موجود ہے کہ نہیں، اس عبد الدنیا نے اپنے مقصد کے بنانے کیلئے اس

عبارت سے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا ہے۔ پھر دیکھئے ص کی سطر ۲۱ میں فرماتے ہیں پس اس کا مقتضیٰ صرف اسقدر ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو تماماً حاصل ہوگئے تھے۔ الخ۔

اس عبارت سے کیا نکلتا ہے؟ آیا یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام اور زید عمرو بکر وغیرہ کے علوم میں مساوات ہے یا بہت بڑے فرق پر حضرت مولانا کی عبارت صراحۃً دلالت کر رہی ہے اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ حضرت مولانا کی عبارت اسی بات پر دلالت کر رہی ہے جو مجدد بریلوی نے مولانا تھانوی کی نسبت لکھا ہے تو جب یہ عبارت اس صفحہ میں اس کے بعد مذکور ہے پس یہ معنی نکالنے اس عبارت سے کسی طرح صحیح نہ ہوں گے اور نہ ان کے دامن تقدس کو کوئی دھبہ لگ سکیگا، صاحبو! مولانا ان تمام علوم کو جنکی ضرورت نبوت کیواسطے مسلم ہے حضور علیہ السلام میں تماماً حاصل مانتے ہیں اب آپ اسکی تفصیل کو اگر ملاحظہ کریں تو خود ہی جان لیں گے کہ جتنے علوم ضروریہ نبوت کیواسطے ہیں وہ اس قدر ہیں کہ کوئی شخص ان کے بعض میں بھی بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل نہ ہوا مثلاً نہایت ضروری ہے کہ خداوند عز وجل و علا کی ذات و صفات اور افعال و تنزیہہ وغیرہ وغیرہ کا نہایت کامل اور سچا علم نبی کو ہو نہایت اعلیٰ درجہ کی معرفت اس کو حاصل ہو (یعنی جہاں تک امکان میں داخل ہے) اب انھیں دونوں کو آپ دیکھیں کہ کتب علم توحید و کتب تصوف ان سے کیسی طرح پر ہیں آیا ان دونوں انواع علوم میں کوئی بھی ہم پلہ کسی نبی کے ہو سکتا ہے پھر نبوت کیواسطے ملائکہ کا علم تقدیر کا علم قیامت کے احوال کا علم حشر و نشر کا علم دوزخ و جنت کا علم حلال و حرام کا علم رسل سابقین کا علم قرآن شریف کا تفصیلی علم لوگوں کی ہدایت کا علم و اصلاح کا علم زہد و تقویٰ کا علم ایمان و کفر وغیرہ کا علم اور علاوہ اسکے بہت سی ایسی چیزیں ہیں جنکا جاننا بہت ضروری ہے جن کے کوسوں کوس تک کوئی فرد و بشر بلکہ مخلوق کا کوئی فرد نہیں پہنچ سکتا حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ العزیز امداد السلوک میں فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عین وقت معصیت میں مشاہدۂ حق جل و علیٰ کا گم نہ کیا اور ابلیس لعین کو عین اوقات طاعت میں حاصل نہ ہوا اب دیکھئے کہ مشاہدہ باری عز وجل نبی سے کسی وقت میں منفک نہیں ہوتا اور علم مشاہدہ وہ مبارک علم ہے کہ جسپر مدار کمالات و تقرب ہے اگر میں علم نبوت کی تفسیر کروں تو ایک رسالہ تیار ہو جاوے اگر آپ کو اس کی تفصیل کی ضرورت ہے تو منصب امامت مصنفہ جناب مولانا مولوی اسمٰعیل صاحبؒ ملاحظہ فرمادیں اور پھر معلوم کریں کہ کسقدر رفعت انبیاء علیہم السلام اور ان کے علوم کی ہے اور حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کسطرح اعلیٰ درجہ کے معتقد انبیاء علیہم السلام کے ہیں و نیز رسالہ آب حیات قبلہ نما ہدایت الشیعہ وغیرہ رسالہ جناب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھیں کہ جنمیں وہ علوم و مضامین معلوم

ہوں گے کہ جن کو مجدد صاحب کی سات پشت نے خواب میں حضور علیہ السلام کے فضائل کی بابت نہ دیکھا ہوگا خود قرآن شریف کا علم جو کہ لازم نبوت ہے وہ اس قدر ہے کہ ہزاروں کتابیں تفسیر میں لکھی گئیں مگر ابتک اس کا احاطہ نہ ہو سکا حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے قریب اسی جلد کے تفسیر قرآن میں لکھی تھیں اور نصف قرآن تک نہ پہنچ سکے اور پھر وفات ہوگئی حالانکہ ان جملہ معانی کا جو قرآن میں ذکر کئے گئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جاننے والا بالاتفاق کوئی دنیا میں نہیں اور جو کوئی کچھ جانتا ہے وہ ایک قطرہ آپ کے بحر ناپیدا کنار سے لاتا ہے۔

الحاصل جبکہ جملہ علوم لازمہ نبوت بتمامہا آپ کے واسطے حاصل ہیں اور اس کی تصریح خود مولانا تھانوی ذکر فرمارہے ہیں تو اب کونسی مخلوق آپ کے درجہ علمی کے قریب بھی پہنچ سکتی ہے خود انبیاء علیہم السلام تو پہونچ ہی نہیں سکتے پھر جائیکہ کوئی مخلوق دیگر ہو کہ تمامہا علوم کا جاننا مخصوص آپ کے ہی ساتھ ہے۔ و لنعم ما قیل۔

فکلہم من رسول اللہ ملتمس قطرا من البحر او رشفا من الدیم

پس سب کے سب رسول اللہ ہی سے چاہ رہے ہیں کہ قطرہ دریا سے یا ذرا سا پانی ابر بارا سے افسوس صد افسوس کہ باوجود اس تصریح کے خائنین خذلہم اللہ تعالیٰ مولانا کی نسبت یہ تہمت لگاتے ہیں کہ وہ زید و عمر و بکر بلکہ مجنون و بہائم و چوپاؤں کے علم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو برابر کہہ رہے ہیں اور خدا اور رسول سے شرم تو تھی ہی نہیں خلق سے بھی شرم نہیں کرتے صاف عبارت کو حذف کئے ڈالتے ہیں اور تہمتیں لگاتے ہیں پھر اگر ہم اس سے بھی قطع نظر کریں تو ان کی دھوکہ دہی پر نظر ڈالئے کہ گفتگو کس بات میں ہو رہی تھی اور بات کونسی لاتکائی صاحبو! گفتگو اس بات میں تھی کہ حضور علیہ السلام پر اطلاق لفظ عالم الغیب جائز ہے یا نہیں حضور علیہ السلام کے علم اور مقدار علم میں تو بحث ہی نہیں ہو رہی ہے آپ ابتداء سے لیکر آخر تک عبارت دیکھیں کہ مولانا تھانوی دامت برکاتہم اسیں بحث کر رہے ہیں کہ اس لفظ کا بولنا آپ کی ذات مقدسہ پر جائز نہیں ہے اس میں تو یہاں گفتگو ہی نہیں کر رہے ہیں کہ آپ کو مغیبات میں سے کسی چیز کا علم ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کتنے مغیبات کا ہے، اور ہر عاقل کسی چیز کے ثابت ہونے اور لفظ کے اطلاق کرنے میں فرق جانتا ہے جس کی تفصیل میں آگے لکھوں گا پھر اس سے بھی قطع نظر کریں تو جناب یہ تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت مولانا عبارت میں لفظ ایسا فرمارہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرمارہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اسوقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کی برابر کر دیا یہ محض جہالت نہیں تو اور کیا ہے

اس سے بھی اگر قطع نظر کریں تو لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی کو کسی سے تشبیہ دیا کرتے ہیں تو سب چیزوں میں مراد نہیں ہوا کرتی مثلاً لوگ کہتے ہیں کہ زید شیر جیسا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ زید کے ہاتھ پاؤں دم سر وغیرہ مثل شیر کے ہیں فقط شجاعت میں تشبیہ دینی مقصود ہے دیکھئے خود حضرت سرور کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم قیامت میں اپنے رب کو ایسا دیکھو گے جیسا سورج کو دیکھتے ہو اور بعض روایتوں میں لفظ بدر کا ہے اب یہاں پر بھی یہ معنی نہیں ہیں کہ معاذ اللہ باری تعالیٰ کے واسطے تدویر اور رنگ اور کثافت اور شعاع اور مقابلہ اور تقیید بالمکان وغیرہ ایسی ثابت ہوں جیسے کہ یہ چیز شمس و قمر میں پائی جاتی ہیں بلکہ فقط اتنی بات میں تشبیہ دینی منظور ہے کہ جیسے آفتاب اور ماہتاب کے دیکھنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی اور سب کے سب ان کو دیکھ لیتے ہیں ایک دوسرے کا حاجب نہیں ہوتا اسی طرح قیامت کے دن جملہ مومنین کو رؤیت باری تعالیٰ عزاسمہٗ نصیب ہوگی بلا حجاب مانع کے بلکہ نفس وجہ شبہ یعنی انجلاء و ظہور کی مقدار میں بھی بہت بڑا فرق ہے دیکھئے باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ یعنی کفار کو خطاب کرکے کہدو کہ جز اس نسبت کہ میں تم جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی کیجاتی ہے، اب دیکھئے کہ کفار جن کی نجاست کا صریح اظہار قرآن میں آگیا ہے ان کی بے عقلی و نقائص کا آیتوں میں بار بار ذکر کیا گیا ہے ان کی مماثلت ظاہر کیجاتی ہے مگر چونکہ یہ مماثلت فقط بشریت میں ہے اور دوسرے اوصاف سے کوئی غرض و تعلق نہیں ہے اس لئے کوئی امر خلاف نہ ہوگا حضرت امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایمانی کایمان جبرئیل اور بعض نصوص میں کایمان الانبیاء فرمایا گیا حالانکہ ایمان انبیاء اور ملائکہ کا اس درجہ میں قوت رکھتا ہے جسمیں شائبہ شک اور وہم کا نہیں درجہ عین الیقین کو بھی متجاوز ہوکر حق الیقین تک پہنچا ہوا ہے اور ہم افراد امت کا ایمان اور یقین جو کچھ بھی ہے معلوم ہے

پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اس کی صریح نص ہے مگر چونکہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے نفس الایمان میں تشبیہ دی ہے اس لئے جملہ علماء نے اس کلام کی تصدیق کی، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ معاذ اللہ حضرت امام اعظمؒ نے احاد امت کو جبرئیل علیہ السلام اور انبیاء کے برابر کردیا نفس ایمان سب مومنین میں موجود ہے اگرچہ ایمان انبیاء اور رسل ملائکہ کا نہایت قوی ہو اور ہمارا ایمان نہایت ضعیف چنانچہ ظاہر ہے جس طرح سات سمندر پر پانی کا اطلاق ہوتا ہے ویسے ہی ایک قطرہ پر بھی علیٰ ہذا القیاس بشریت انبیاء علیہم السلام کی اگرچہ کاملہ تھی اور دیگر بنی آدم بشریت میں بھی وہ کمال نہیں رکھتے لیکن بوجہ تحقیق نفس بشریت مثل کہا گیا الغرض ایسی

بہت سی نظیریں شرعیات میں آپ پائیں گے جہاں پر تشبیہ دی گئی ہے وہاں تشبیہ سے فقط ایک صفت میں مشبہ اور مشبہ بہ کا اشتراک مقصود ہے دوسری چیزوں میں شراکت مقصود نہیں پس اس جگہ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ مقدار علم مغیبات میں تشبیہ مقصود ہو کیونکہ خود ہی فرماتے ہیں کہ جملہ علوم لازمہ نبوت تماماً آپ کو حاصل تھے اور یہ چیزیں زید عمرو بکر وغیرہ میں کہاں اور نفظ اتنا نہیں کہا بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں اس لئے کل مغیبات سے اگر یہ فرد بھی کم ہوگا تو وہ بھی بعض ہی ہوگا حضرت اگر سب سمندر بھی ہو لیکن تب بھی وہ تمام پانی کا بعض ہوگا۔

الحاصل نفس بعضیت سب کے علم میں اس تقدیر پر متحقق ہو گی ہاں اگر تمام غیوب مراد ہوں تو البتہ بعض غیب آپ کے علم میں متحقق نہ ہوگا پس وجہ تشبیہ فقط یہی صفت ہے دوسری صفتیں نہیں دیکھئے اگلی عبارت حفظ الایمان کی ہماری گفتگو پر صاف طور سے دلالت کرتی ہے جس کو اس بریلوی نے اپنے مدعا کے مضر سمجھ کر حذف کر دیا ہے وہ یہ ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے الخ۔

اس عبارت سے صاف طور سے معلوم ہو گیا کہ فقط اتنی بات میں اشتراک ثابت کرنا منظور ہے کہ ایک بات بھی غائب از دیگراں کا علم ضرور بالضرور ہر شخص کو حاصل ہے نفس بعض مغیبات کا علم سب میں ہو گیا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ مغیبات اس کی حضور علیہ السلام میں کیا ہے اور دوسروں میں کیا اور اسی وجہ سے لفظ ایسا کو بعد بعض کے فرمایا گیا ہے، دیکھیئے عبارت یہ ہے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس پر حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب الخ۔ اپس ایسا سے اشارہ بعض مذکور کی طرف ہوا ہے وہ بعض ہرگز مراد نہیں جو رسول مقبول علیہ السلام کو حاصل ہے کہ اس کا تو ذکر بھی نہیں اور اس کی تصریح ہم آگے چل کر اور بھی کریں گے جس شخص کو ادنیٰ درجہ کا بھی سلیقہ عبارت دانی کا ہوگا وہ صاف طور سے یہی کہے گا کہ ایسا سے اشارہ نفس بعض کی طرف ہے اور اسی میں گفتگو ہے۔ غرض سیاق عبارت اور سیاق کلام ہر دونوں بوضاحت دلالت کرتے ہیں کہ نفس بعضیت میں تشبیہ دی جا رہی ہے مقدار بعضیت میں نہیں ہے کہ اعتراض لازم آوے البتہ کج فہم بریلوی بوجہ بے عقلی و بے علمی کے اتنا شعور نہیں رکھتا کہ ایسی باتیں سمجھے اولئك كالانعام بل هم اضل۔ اب ہم آپ کو اصل معنے اس عبارت کے بتاتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں اور انصاف سے کام لیں۔

فصل تاسع

در توضیح عبارت مولانا تھانوی مدظلہ العالی

قبل اس کے ہم اصل عبارت کی طرف متوجہ ہوں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ پر یہ واضح کر دیں کہ کسی چیز کا نفس الامر میں متحقق ہونا دوسری بات ہے اور اس پر کسی لفظ کا اطلاق کیا جانا دوسری چیز ہے بسا اوقات کوئی چیز متحقق ہوتی ہے مگر اس کے اسم کا بولنا ممنوع ہوتا ہے دیکھیے جملہ اشیاء کا پیدا کرنیوالا خداوند کریم ہے لیکن اسکو خالق القردۃ والخنازیر یعنی پیدا کرنیوالا سوروں اور بندروں کا کہنا ممنوع ہوا ہے بوجہ شبہ اہانت کے علیٰ ہذا القیاس خود باری تعالےٰ فرماتا ہے ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون مگر لفظ زارع کہنا ممنوع ہوا کہ موہم اہانت ہے اس قسم کے بہت سے الفاظ ہیں کہ باعتبار معنی کے صحیح ہوتے ہیں مگر ان الفاظ کا بولنا ذات خداوندی عزوجل یا ذات رسالت مآب علیہ السلام کیواسطے ممنوع ہوتا ہے بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے الفاظ کے بولنے میں کوئی شرط درکار ہوتی ہے مثلاً عالم کا لفظ ہر اس شخص پر بولنا عرفاً جائز نہیں ہے جو کہ ایک مسئلہ کا جاننے والا ہو بلکہ اگر کسی نے دس پندرہ بھی مسئلہ یاد کر لئے تو اس کو بھی کوئی عالم نہیں کہہ سکتا اگرچہ باعتبار لغت کے وہ عالم ہو گیا ہے علیٰ ہذا القیاس ہر مالدار کو سیٹھ نہیں کہہ سکتے ہیں دیکھیے لغت میں تنخواہ دینے اور کھانا کھلانے کو رزق کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں مشہور کتب لغت میں ہے رزق الامیر الجند یعنی امیر نے لشکر کو رزق دیا مگر لفظ رازق حضرت حق کا بولنا سپر درست نہیں اسکی بہت سی مثالیں شرع لغت و عرف میں موجود ہیں پس جناب مولانا تھانوی مدظلہ العالی اس بحث میں فقط اس امر سے بحث فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا اور یہ کلمہ بولنا آیا جائز ہے یا نہیں اسمیں کلام نہیں کر رہے کہ مغیبات میں سے کسی چیز کا علم آپ کو آیا حاصل ہے یا نہیں کیونکہ بداہۃً معلوم ہے اور خود مولانا بھی بعد کو تصریح کر رہے ہیں کہ جتنے مغیبات لازمہ برائے نبوت ہیں وہ سب آپ کو تماماً معلوم کر دیئے گئے علاوہ ان کے اور بھی بہت سی چیزیں غیر لازمہ بھی آپ کو بتلائی گئیں جن کے ذکر سے احادیث بھری ہوئی ہیں پس خلاصہ مولانا کی بحث کا یہ ہے کہ لفظ عالم الغیب کہنا آپ کی ذات مقدسہ کیواسطے جائز نہیں اور اس کے لئے دو دلیلیں ذکر فرمائیں اولاً یہ کہ حسب قول سائل حضور علیہ السلام کا علم غیب ذاتی نہیں ہے بلکہ بتعلیم اللہ تعالےٰ ہے اور چونکہ عالم الغیب اس کو کہتے ہیں جس کا علم ذاتی اور بغیر تعلیم کے ہو اور اسی وجہ سے خداوند کریم اپنے آپ کو

عالم الغیب فرماتا ہے اس لئے حضور علیہ السلام کو یہ لفظ کہنا ممنوع ہوگا جیسے کہ لفظ رازق وخالق خداو معبود وغیرہ کہنا ممنوع ہوا اگرچہ یہ الفاظ دوسرے معانی کے اعتبار سے صحیح ہوں گے مگر ایہام کے سبب ناجائز ہوئے دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ عالم الغیب جس کا اطلاق ذات مقدس نبویہ پر ہوا ہے کس معنی کے اعتبار سے کرتے ہو یعنی اگر عالم کے یہ معنی ہیں کہ تمام مغیبات کا جاننے والا ہو تو یہ معنی آپ میں موجود نہیں جملہ مغیبات کا علم سوائے خداوند کریم کسی کو نہیں اور اگر اس لفظ کے یہ معنی ہیں کہ بعض مغیبات کا جاننے والا ہو تو بعض کا علم تو سب کو ہے کیونکہ کروڑ وہ کروڑ بھی بعض ہے اور ایک بھی بعض ہے غرضکہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں یہ نہیں کہہ رہے کہ جو علم غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں دیکھئے اگر کوئی کہے کہ زید مالدار کو سیٹھ نہ کہنا چاہئے کیونکہ سیٹھ کے یہ معنی ہیں کہ تمام قسم کے اموال اس کے پاس ہوں تو زید کے پاس یہ موجود نہیں کہ اگر یہ معنی ہیں کہ بعض مال اسکے پاس ہوں تو ایسا مال تو ہر شخص فقیر مفلس محتاج کے پاس بھی ہے کیونکہ ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی مال موجود ہوتا ہے تو آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ کوئی اس سے یہ سمجھے گا کہ زید کو ہر فقیر و مفلس کے برابر کر دیا علی ہذا القیاس اگر کوئی کہے کہ زید کو مولوی عالم نہ کہو کہ اگر عالم سے یہ مراد ہے کہ تمام مسائل کا جاننے والا ہو تو یہ بذات خود ہمکو معلوم ہے کہ زید ایسا نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ بعض مسائل حتیٰ کہ الف تا د یا کا جاننے والا بھی عالم ہے تو یہ ہر ہر بچے اور ہر شخص میں ہے پس ہر ایک کو عالم کہنا چاہئے تو آپ ہی فرمائیں کہ کوئی شخص بھی اس عبارت سے یہ کہے گا کہ زید کو ہر بچے کے برابر کر دیا افسوس کہ مجدد بریلوی اتنی بھی قابلیت نہیں رکھتے کہ صاف عبارت اردو کی سمجھ سکیں اور اس پر دعویٰ امامت اور افتاء بلکہ تجدید دین کا کر رہے ہیں ۔

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد ۔ بخود گمان نبرد ہیچ کس کہ نادانم

یہ عقل و شعور رکھکر دعویٰ یہ ہے کہ ہم علماء محققین و فضلاء مدققین کے قرین ہیں خذلہ اللہ تعالیٰ واخذلہ بعنی الدارین پس مولانا تھانوی نے لفظ ایسا علم غیب جو کہا ہے اس کے وہ معنی مراد ہیں کہ جس کو مخاطب نے غیب سے مراد لیا ہے چنانچہ ہر ذی شعور پر ظاہر ہے اور اسی وجہ سے عموماً لوگوں نے اس رسالہ کو دیکھا مگر کسی کو خیال میں بھی نہ آیا کہ معاذ اللہ صاحب حفظ الایمان نے حضور علیہ السلام کو سب کے برابر کر دیا مگر آفریں ہے فہم مجدد پر کہ وہ بات ادراک کرتے ہیں

جس کو جملہ اہل عالم نہ سمجھ سکیں اسی تقریر سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ یہ اعتراض مولانا تھانوی پر محض دجل و فریب کا نتیجہ ہے یا غباوت و سوء فہم کا ثمرہ ہے حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کا دامن تقدس بالکل پاک و صاف ہے اب اس کے بعد جو عبدالدینار کج فہم نے اعتراض کیا ہے کہ مولانا تھانوی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ علم زید و عمر بکر وغیرہ کا غیب کے ساتھ نہیں ہوگا مگر ظن یہ محض جہالت ہے کیوں صاحب جبکہ علم بالواسطہ والتعلیم آپ کے نزدیک غیب ہے تو جتنے مغیبات کی معرفتیں بنی آدم کو خصوصاً مؤمنین کو حاصل ہوں گی وہ ظن ہی ہیں یقین نہیں ہیں اگر یہ بات ہے تو پہلے آپ اپنے لواحقین کے ایمان کو سنبھالئے کیونکہ ایمان بالغیب ہی اس وارد دنیا میں ہو رہا ہے عموماً مومن مغیبات میں سے ہے پس آپ کو اور آپ کے متبعین کو ان کا ظن ہی فقط ہے یقین ہی نہیں اس لئے بقول خود آپ کا فرٹھرے دیکھئے آپ کی صریح عبارت آپ کے کفر پر دلالت کرنے والی یہ ہے جو صتے کی سطر ۱۰ میں درج ہے ان علم زید و عمرو اعلم علماء وغلہ ۲ المشیخ الدین سماھم بالغیب لا یکون الا ظناً یہاں پر آپ بصیغہ حصر فرما رہے ہیں یعنی ان سبھوں کا علم نہیں ہوگا مگر ظن یہ کلہاڑا آپ نے اپنے ہی پیر میں مارا ہے اور چونکہ ہم علم بالواسطہ کے عالم کو عالم الغیب نہیں کہتے ادھر جو کچھ جس کو بطریق قطیعۃ انبیاء علیہم السلام سے پہنچا ہے یا بواسطہ عقل صحیح معلوم ہوا ہے وہ یقیناً افادہ علم کا دیتا ہے اس لئے ہمارے ایمان کا آفتاب نہایت اوج کمال پر رہے گا۔ آگے چل کر جو آپ ہذیان بکتے ہیں کہ علم یقینی تو اصالۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملتا ہے اور غیر انبیاء کو جن چیزوں کا یقین حاصل ہوتا ہے وہ فقط بذریعہ انبیاء علیہم السلام کے حاصل ہوتا ہے اور کسی ذریعہ سے نہیں مجھ کو آپ کی کج فہمی سے سخت تعجب ہوتا ہے کہ ابھی تو آپ ماسوا انبیاء کے علم کو ظن میں حصر کرآئے تھے اور پھر بھی آپ اس کے خلاف فرما رہے ہیں اور مع اس کے اس عبارت کے تحریر کرنے سے آپ کو کونسا فائدہ ہوا انبیاء علیہم السلام کا علم یقینی مسلّم ہے لیکن ان کو بھی تو بذریعہ وحی یا ملائک حاصل ہوا ہے ذاتی نہیں ہے کیونکہ وحی بجمیع اقسام جب ان کو بتانیوالی ہوئی تو ان کا بھی علم بالواسطہ ہوا اور غیر انبیاء کے علم میں بھی واسطہ موجود ہوا چاہے ایک واسطہ ہو یا زیادہ تو جیسے علم غیب انبیاء کے واسطے آپ باوجود واسطہ کے اطلاق کر رہے ہیں ایسے ہی غیر پر کیوں نہیں کرتے ہاں اگر کوئی مقدار واسطہ کی آپ کے نزدیک ہے تو اس کو بیان کیجئے اور ثبوت دیجئے پھر جب آپ کے نزدیک علم بالواسطہ بھی غیب ہے تو علوم یقینیہ بذریعہ عقل حاصل ہوں وہ بھی غیب ہوں گے پھر آپ کی اس لچر عبارت کے کیا معنی ہوں گے مجدد صاحب ال فل مانا نفع نہیں

دیا ہوش میں آیئے اور سوچ سمجھکر باتیں کیجئے اور اگر ہم اس عبارت کو تماماً مان بھی لیں تو آپ نے جو اپنے عقائد میں اولیاء اللہ کے واسطے بھی علم غیب ثابت کیا ہے اس کی کیا سبیل ہوگی جن اولیاء کو حضور علیہم السلام سے لقاء ظاہری کی نوبت ہی نہ آئی ہو ان کو بذریعہ انبیاء علیہم السلام کیسے غیب ہو گیا اس کے بعد آپ نے استدلال مطلب کیواسطے آیت وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب الاٰیۃ کو ذکر کیا ہے ذرا مہربانی فرما کر تفسیر کی کتابوں کو ملاحظہ کیجئے اور تفصیل استدراک ولٰکن اللہ الاٰیۃ کا دھیان کر کے پھر استدلال کریں حالانکہ مع ان معانی کے جو کہ آپ نے لئے ہیں ہم پر کوئی خلاف لازم نہیں آتا البتہ آپ ہی کا گھڑھا پایا جاتا ہے و للہ الحمد والمنۃ اس کے بعد جو مجدد صاحب نے مطلق العلم اور العلم المطلق کی بحث لکھکر اپنی معقولیت بگھاری ہے اس کو دیکھکر بے اختیار یہ شعر زبان پر آتا ہے۔ ۵

ظہور حشر نہ ہو کیوں کر کلچڑی گبھی حضور بلبل بستاں کرے نواسنجی

معقول کا تو آپ نام ہی نہ لیتے خواہ مخواہ دخل در معقولات دیکر اس بیچارے فن معقول کو کیوں نامعقول کیا مگر آپ نے بھی سمجھا کہ عام لوگ تو ان بھاری بھاری لفظوں سے معقول سمجھ ہی لینگے اور بات کے سمجھنے والے اور کھوٹے کھرے کو پرکھنے والے کچھ بولتے ہی نہیں اس لئے جہالت پر پردہ پڑا رہیگا آپ فرماتے ہیں کہ علم بالحرف والحرفین اور علوم غارجہ عدد واعداد میں فرق نہ کیا ایسے کم فہم سے تو میں کیا مخاطبت کروں اگر کوئی ہو تو مجدد صاحب سے پوچھے کہ آیا علم خلق کے از عدد حد ہو سکتے ہیں یا نہیں کیا متناہی احاطہ غیر متناہی کا کر سکتا ہے یا نہیں احصیٰ کل شئ اور علمنا علما کے کیا معنی ہیں ذرا التفاسیر کا ملاحظہ کریں پھر اس سے بھی قطع نظر کر کے ہم آپ کی خدمت کفر برکت میں عرض کرتے ہیں کہ علوم غارجہ عن الحد والعد تامہ اور استغراق حقیقی سے خارج ہیں یا نہیں اگر خارج نہیں ہیں بلکہ عین احاطہ تامہ اور استغراق حقیقی ہے تب تو بطلان کے دلائل عقلیہ و نقلیہ قائم ہی ہیں اور خود آپ بھی تسلیم کرتے ہیں ورنہ معاذ اللہ مساوات علم خالق و مخلوق ہوتی ہے اور اگر داخل نہیں تو استغراق اضافی اور احاطہ ناقصہ ہوگا اس کے کب مولانا تھانوی منکر ہیں آپ مہربانی فرما کر اسی صفحہ حفظ الایمان کی اٹھارویں سطر کو ملاحظہ کر لیجئے جس سے آپ نے اپنی آنکھوں کو بند کر رکھا ہے وہ فرما رہے ہیں اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا مشکوٰۃ میں دارمی کی روایت سے حضور علیہ السلام کا ارشاد مذکور ہے فعلمت ما فی السمٰوٰت وما فی الارض یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں عموم استغراق حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم و استغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار بعض علوم کے وہ علوم ضرور یہ متعلقہ

بہ نبوت میں عموم فرمایا گیا پس اس کا مقتضیٰ صرف اس قدر ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے پس حضور علیہ السلام کے اس درجہ مغیبات کے علم میں ان کو ہرگز کلام نہیں آپ نے محض دھوکہ دینے کی غرض سے عبارت مولانا کی نقل نہیں کی ہے اب اس کے بعد آپ ہی فرمائیں کہ یہ درجہ علم غیب کا مطلق العلم میں داخل ہے یا العلم المطلق میں اگر ثانی میں ہے بدیہی البطلان ہے اور اگر اول ہی میں ہے تو مولانا نے کیا قصور کیا باقی آپ کا یہ رد ناکہ ان کے نزدیک فضل منحصر انہیں دو قسموں میں ہے یہ محض آپ کی بے عقلی و بے سمجھی ہے وہ یہاں پر فضیلت نبوی اور کمالات علمی سے بحث نہیں کر رہے ہیں اور نہ اس کو بیان کرنا ان کا مقصد ہے جہاں یہ بیان کرنے کا موقع ہوا ہے اس جگہ بیان ہی کر دیا ہے اور خود اگلی عبارت جس کو میں بھی عرض کر آیا ہوں حضور علیہ السلام کے کمال علمی پر صریح دال ہے ان کا مقصد اس بیان سے فقط لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنے کی بحث حضور علیہ السلام پر ہے آیا اس قدر علوم کے احاطہ پر جو کہ فی نفسہا بہت زیادہ اور جملہ خلائق سے اکثر ہیں مگر جملہ جزئیات کو نہ محیط ہیں نہ بالذات حاصل ہوئے ہیں آیا حضور علیہ السلام کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں مگر آپ کا قصور جب آپ کو سمجھ ہی نہ ہو تو آپ کیا کریں اب ہم آپ سے اس کی تشریح کرتے ہیں کہ لفظ عالم الغیب اور عالم غیب میں الف و لام اور اضافت چار احتمال سے خالی نہیں یا برائے عہد خارجی ہوگی یا برائے جنسیت یا استغراق یا عہد ذہنی اگر عہد خارجی ہے تو اس کا بطلان بدیہی ہے کیونکہ خارجاً کوئی تعیین ان مغیبات کی واقع نہیں ہوئی آپ کا یہ فرمانا کہ خارجہ عن العد والحد یہ بالکل لغو ہے نہ فی نفسہ صحیح ہے نہ تعیین پر دال ہے ہاں آپ کوئی حد مقرر کر دیں تو اس وقت میں یہ ارادہ صحیح ہو سکے گا اور اگر استغراق حقیقی مراد ہے تو وہ مرتبہ العلم المطلق کا ہے جس کا البطلان صریح ظاہر ہے اور اگر استغراق اضافی مراد ہے تو اگرچہ آپ کے علم میں وہ مسلم ہے لیکن بوجہ ایہام اس لفظ کا اطلاق ناجائز ہوا اور اگر جنسیت یا عہد ذہنی ہے تو دونوں ارادہ بعض افراد کو مستلزم ہیں جس کو علماء فرد ما سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی شق اول اور مرتبہ مطلق العلم ہے غرض کہ مولانا کی تقریر جملہ وجوہ محتملہ کو حاوی ہے احتمال عہد خارجی کو بوجہ بدیہی البطلان ہونے کے چھوڑ دیا ہے مگر مجدد صاحب کو اتنا فہم کہاں جو اس کو سمجھیں اور اس تقریر کو مجرد علم میں جاری کرنا محض لچر ہے کیونکہ وہاں اطلاق کسی لفظ کا جس میں استغراق وغیرہ موہوم ہوں نہیں ہے علاوہ ازیں لفظ علم کا ممکنات میں باعتبار قوت قریبہ و ملکہ حاضرہ ہوتا ہے جو کہ ایک دو معلوم کے حاضر ہونے سے متحقق نہیں ہوتا اور یہاں پر متحقق نہیں اور آپ کا اس تقریر کو قدرت باری عزوجل میں جاری کرنا نہایت کج فہمی اور

حکم عقلی پر دلالت کرتا ہے اولاً میں کہہ چکا ہوں کہ اطلاق لفظ سے بحث ہے اتفاق معنی سے کوئی تعلق ہی نہیں اور اگر اس سے قطع نظر کیا جاوے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص زید و عمرو بکر میں قدرت کسی خلق کی ثابت کرے آپ کو علم کلام سے مس بھی نہیں معلوم ہوتا کسی طالب علم سے شرح مواقف ہی کی ابحاث پڑھ لی ہوتیں کیا قدرۃ خلق کسی فرد بشر میں یا کسی مخلوق میں متحقق ہے کیا مذہب علمائے سنت یہی ہے ہرگز نہیں ذرا ابحاث علم کلام کا ملاحظہ کیجئے اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو قدرت تامہ کے یہ معنی آپ سے کس نے بیان کئے کہ وہ واجبات ذاتیہ و ممکنات و ممتنعات ذاتیہ سب کے ساتھ متعلق ہو سکے یہ فقط آپ کے اجتہاد فکر کا نتیجہ ہے قدرت تامہ کے یہی معنی ہیں کہ جملہ ممکنات ذاتیہ سے جس کا تعلق تاثیر ہو سکتا ہے یہی شارہ ہم دو تعلق صلوحی و فعلی کے قائل ہیں اور ہماری تردید یہ فقط تعلق صلوحی کے معنی ہیں پس یہ جملہ لکھنا ریا آپ کی محض الٹی ہیں برائے خدا مدرسہ دیوبند یا سہارنپور کے کسی طالب علم سے کوئی کتاب علم کلام میں پڑھ لیجئے تب گفتگو مسائل علمیہ میں کیجئے الحاصل یہ جملہ اعتراضات اس مجدد التضلیل عبد الدینار والدرہم کے عناد و افترا یا کج فہمی و کم عقلی پر مبنی ہیں جن پر اس کو اور اس کے متبعین کو ناز ہے اور اس حالت میں وہ کوس لمن الملک اور نحن ومن دیگرے نیست مثل دجال مار رہا ہے اور سلف صالحین وائمہ معتبرین کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے فسود وجهه فی الدارین واسکنه بحبوحة الدرك الاسفل من النار بحرمة سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آمین یا رب العالمین۔

ختم شد

اس کے بعد ہم کو اس قدر عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیان بالا سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ جو کچھ دجال بریلوی نے ان اکابر کی طرف نسبت کیا ہے محض افترا اور بہتان بندی ہے یہ اکابر بالکل ان امور لا یعنیہ اور مزخرفات خبیثہ سے پاک و صاف ہیں مجدد بریلوی نے محض طلب شہرت و طلب دینار و درہم و اغواء خلق کی وجہ سے یہ مکر و فریب کیا ہے لہذا جتنی تقریظات و تصدیقات علماء حرمین شریفین کی ہیں ہباءً منثورا ہو گئیں کیونکہ ان سب کا ابتناء فقط ان حضرات کے ان اشیاء خبیثہ کے قائل ہونے پر تھا اور جب کہ وہ اس سے پاک ہوئے کوئی دھبہ ان کے دامن تقدس کو نہ لگ سکا اور اسی وجہ سے اکثر علماء نے اپنی اپنی تحریروں میں لکھ دیا ہے کہ اگر یہ اعتقاد اور قول ان لوگوں کا ہو تب ان پر حکم مذکور لگ سکتا ہے ورنہ نہیں البتہ یہ سب تقریظیں

واقوال مجدد بریلوی کے گردن کی ہار ہو جاویں گی اور قیامت کو ان سب کا بوجھ ان کی گردن پر ہوگا کیونکہ وہ حضرات علمائے حرمین ہمارے ناواقف ان اکابر کے احوال سے ہیں مجدد بریلوی نے ان کو دھوکہ دیکر تکفیر کرائی پس وہ سب ان کا دامن پکڑیں گے بلکہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی تک کی تکفیر بقول نبوی علیہ السلام عائد ہوتی ہے کہ نص صریح وحدیث صحیح میں موجود ہے کہ جس نے تکفیر یا لعنت کسی پر کی وہ دونوں میں سے ایک پر ضرور عائد ہوتی ہے اگر مستحق وہ شخص ہو تو اس پر ورنہ قائل پر لوٹ آتی ہے پس چونکہ حضرات اکابر دیوبند وسہارنپور اس سے بری تھے لہٰذا یہ سب تکفیریں اور لعنتیں بریلوی اور اس کے اتباع کی طرف لوٹ کر قبر میں ان کے واسطے عذاب اور بوقت خاتمہ ان کے لئے موجب خروج ایمان وازالہ تصدیق وایقان ہوں گی۔ اور قیامت میں ان کے جملہ متبعین کے واسطے اس کی موجب ہوں گی کہ ملائکہ حضور علیہ السلام سے کہیں گے انک لا تدری ما احدثوا بعدک اور رسول مقبول علیہ السلام دجال بریلوی اور ان کے اتباع کو سحقاً سحقاً فرما کر اپنے حوض مورود وشفاعت محمود سے کتوں سے بدتر کرکے دھتکار دیں گے اور امت مرحومہ کے اجر وثواب ومنازل ونعیم سے محروم کئے جاویں گے۔

سود اللہ وجوھھم فی الدارین وجعل قلوبھم قاسیۃ فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم امین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین وسید المرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

رقمہ ببنانہ وقالہ بلسانہ افقر طلبۃ العلم الی عفو ربہ الصمد عبدہ الملد عو بحسین احمد غفر لہ ولوالدیہ ومشائخہ مولانا الاحقر الحنفی مذھباً والجشتی الصابری الرشیدی مشربا والدیوبندی اقامۃ والحسینی

نقل الانامہ عنبر شمامہ اعلحضرت مرشد العرب والعجم مولٰنا المحترم الحاج الحافظ امداد اللہ شاہ فاروقی مہاجر مکی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ چشتی - بخدمت محبان عموماً - اندنون بعض خطوط ہندوستان سے اس فقیر کے پاس آئے اسمین یہ تحریر تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ بعض لوگ سوء ظن رکھتے ہین کہ ہم مولویصاحب کو کیسا سمجھین لہذا فقیر کیجانب سے مشتہر کرادو اور طبع کرادو کہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی فاضل حقانی ہین سلف صالحین کا نمونہ ہین جامع بین الشریعۃ والطریقۃ ہین شب و روز خدا اور اُسکے رسولؐ کی رضامندی مین مشغول رہتے ہین حدیث پڑھانے کا شغل رکھتے ہین مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب کے بعد مین اس قسم کا فیض علم دین کا مولویصاحب سے جاری ہوا ہے ہندوستان مین مرجع مولویصاحب ایک فرد واحد ہین مسائل مشکلہ کی عقدہ کشائی مولویصاحب سے ہوتی ہے ہر سال مین بیجا س آدمی کے قریب علم حدیث پڑھکر اُن سے سند لیتے ہین اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین محو ہین محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق خداوندی مین مستغرق ہین حق گو ہین لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہین خدا کے اوپر پوری طور سے توکل رکھتے ہین بدعات سے پورے طور سے مجتنب ہین اشاعۃ سنت انکا پیشہ ہے بد عقیدونکو خوش عقیدہ بنانا انکا حرفہ ہے اُنکی صحبت اہل اسلام کیواسطے کیمیا اور اکسیر اعظم ہے اُنکے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہے یہی اللہ والونکی علامت ہے متقی اور تارک الدنیا ہین راغب الی الآخرۃ ہین تصوف اور سلوک مین کامل ہین امیر و غریب اُنکے نزدیک یکسان ہین سبکی طرف توجہ برابر ہے لالچ نہین - فقیر نے جو کچھ اُنکی ثنا مین ضیاء القلوب مین تحریر کیا ہے وہ حق ہے اور اب فقیر کا حسن ظن اور محبت بنسبت پہلے کے اُنکے ساتھ بہت زیادہ ہے فقیر اُنکو اپنے واسطے ذریعہ نجات کا سمجھتا ہے مین صاف کہتا ہون کہ جو شخص مولویصاحب کو برا کہتا ہے وہ میرا دل دکھاتا ہے میرے دو بازو ہین ایک مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم دوسرے مولوی رشید احمد صاحب ایک جو باقی ہے اُسکو بھی نظر لگاتے ہین میرا اور مولویصاحب کا ایک عقیدہ ہے مین بھی بدعات کو برا کہتا ہون جو مولویصاحب کا امور دینیہ مین مخالف ہے وہ میرا مخالف ہے اور خدا و رسول کا مخالف ہے اور بعض جہلا جو کہدیتے ہین کہ شریعت اَور ہے اور طریقت اَور ہے محض اُنکی کم فہمی ہے طریقت بلا شریعت خدا کے گھر مقبول نہین صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہو جاتی ہے قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے آئینہ زنگ آلودہ ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے ولی اللہ کے پہچاننے کے واسطے اتباع سنت کسوٹی ہے جو متبع سنت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بیہودہ ہے خرق عادات تو دجال سے بھی بہت ہونگی خدا فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی جو رسول اللہ کا پیرو نہو وہی اور مروج بدعات ہو وہ خدا کا دوست نہین ہو سکتا اس فقیر سے جو اہل علم محبت رکھتے ہین یہ امر باعث اتباع سنت کے ہے کیسی مخالفت سے مولویصاحب کا نقصان نہین ع آپ ہے بوہے جو معتقد میر نہین - مولوی صاحب وہ شخص ہین کہ خواص کو چاہیے کہ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا

سید حسین احمد مدنی

نور اللہ مرقدہٗ

حسین احمد ہیں ملت کے نگہبان
ہے شاہد اس پہ مکہ اور مدینہ

سکھاتے ہیں رموزِ علم و حکمت
دکھاتے ہیں ترقی کا وہ زینہ

امیر الہند والاسلام ہیں وہ
رواں ہے ان سے ملت کا سفینہ

نہاں ہے ان کے دل میں حب مذہب
پر از سوزِ وطن ہے انکا سینہ

کہاں سے لائیں گے قوال غازی
امیر الہند کا سا صاف سینہ

وہ سینہ جس کے ہر گوشہ کے اندر
نہاں ہے عشق سرکارِ مدینہ

وہ سینہ جس میں ہے عزم و شجاعت
بجائے رنجش و پرخاش و کینہ

وہ سینہ جو ہے حریت کا معدن
وہ سینہ جو ہے جرأت کا خزینہ

وہ سینہ علم و قرآں جس کے اندر
وہ سینہ جو ہے رشک طورِ سینا

میری جانب سے یہ اعدا سے کہہ دو
مجاہد سے نہیں اچھا یہ کینہ

نسیم احمد صاحب فریدی

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ

اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ زمین و آسمان میں کوئی شخص غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

(النمل ۶۵)

احمد رضا خان صاحب کا گمراہ کن عقیدہ علمیہ، علمائے حجاز کی نظر میں۔

غایۃ المأمول

فی تتمۃ

منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول

للشیخ الفاضل الکامل الجامع بین المعقول والمنقول الحاوی للفروع والاصول
علامۃ الزمان فہامۃ الاوان حامل لواء التحقیق مالک ازمۃ التدقیق حضرۃ
مولانا السید احمد آفندی البرزنجی الحسینی المفتی بالمدینۃ المنورہ (رحمہ اللہ تعالیٰ)

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۱۶ بی۔ شاداب کالونی حمید نظامی روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ العلی الکبیر العلیم
اللطیف الخبیر المتعالی عن
الشبیہ والنظیر لیس کمثلہ
شیءٌ وھو السمیع البصیرُ
فھو اللّٰہ الاحد الصمد
الذی لا الٰہ الا ھو وقد
حار العالمون فی کبریائہ
وعظمتہ وتاھوا وعندہ مفاتح
الغیب لا یعلمھا الا ھو التی
منھا المغیبات الخمس فلا
یشارکہ فیھا لا نبی مرسل
ولا ملک مقرب فی حضرۃ
القدس فھو العلیم المحیط
بکل شیءٍ۔ بیدہ ملکوت ما
فی السموٰت وما فی الارض
من کل جماد ومیت وحی
والصلوٰۃ والسلام علی من

تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کیلئے
ہیں جو بہت جاننے والا نہایت مہربان اور
ہر چیز سے باخبر ہے جو شبیہ و نظیر سے
بلند و بالا ہے جس کے مثل کوئی شئی نہیں اور
وہ بہت سننے اور دیکھنے والا ہے۔
صرف وہی اکیلا و بے نیاز خدا ہے اس کے
سوا کوئی معبود نہیں۔ تمام جہان اس کی
عظمت و کبریائی میں حیران و سرگشتہ ہے
اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں
اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ انہیں میں
سے مغیبات خمسہ ہیں۔ جن کے علم میں خدا
کے ساتھ کوئی خدا کا فرستادہ پیغمبر اور خدا
کی بارگاہ مقدس کا کوئی مقرب فرشتہ شریک
نہیں۔ وہی سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز
کو محیط ہے۔ آسمان و زمین کے تمام جمادات
اور زندہ و مردہ صرف اسی کے قبضہ قدرت
میں ہیں۔ درود و سلام ہو اس ذات

لدى الآيات البينات. والمعجزات
الباهرات. سيدنا ومولانا محمد
خير الوسائل. القائل حين سئل
عن الساعة. ما المسئول عنها
باعلم من السائل. وعلى
جميع الانبياء والمرسلين. وعلى
آلهم وصحبهم والتابعين.

اما بعد!

فقد كنت الفت رسالة
مختصرة جوابا عن سوال
ورد الى من الهند مضمونها انه.
وقع تنازع بين علماء
الهند فى علمه صلى الله عليه
وسلم هل هو محيط بجميع
المغيبات حتى الخمس المذكورة
فى قوله تعالى. إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ
عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الخ
او غير محيط بذالك وان
جماعة من العلماء ذهبوا الى
الاول والآخرون الى الثانى
فمع اى الفريقين يكون الحق

پر جسے کھلی ہوئی نشانیاں اور بڑے بڑے
معجزات دیئے گئے جو ہمارے آقا و مولیٰ
ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ
وسلم) ہے۔ جو بہترین وسیلہ ہیں۔ جن سے
قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا
کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ قیامت کے
بارے میں سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا اور
ان کے ساتھ ہی، دیگر تمام انبیاء و مرسلین
اور ان کی آل و اصحاب و اتباع پر بھی۔

امابعد!

ہندوستان سے آنے والے ایک سوال
کے جواب میں۔ میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا
تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

۔ علماء ہند میں جناب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے علم کے بارے میں جھگڑا ہو گیا ہے کہ کیا آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیبیات خمسہ (جن کا
ذکر آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ
میں ہے) سمیت تمام غیبیات کو محیط ہے یا
نہیں۔ علماء کی ایک جماعت پہلی شق کی قائل

له السجدہ ۳۴

نريد منكم بيان ذالك بالادلة الشافية :

فالفت تلك الرسالة وبينت فيها انه صلى الله عليه وسلم اعلم الخلق وانه علمه محيط بجميع مهمات الدين ومحيط ايضا بمهمات الكائنات فى الدنيا والاخرة - ولكن المغيبات الخمس لا تدخل تحت شمول علمه الشريف للادلة الواضحة الدالة على ذالك من الكتاب والسنة وكلام السلف وان ذالك لا يخدش ادنى خدش فى علو مقامه و رفعة درجته فتلقوا رسالتى المذكورة بكمال الرغبة ونهاية القبول -

ثم بعد ذالك ورد الى المدينة المنورة رجل من علماء الهند يدعى احمد رضا خان فلما اجتمع بى اخبرنى اولا بان فى الهند اناسا من اهل الكفر و

ہے - اور دوسری شق کی - ہم چاہتے ہیں کہ آپ شافی دلائل سے یہ بیان فرمائیں کہ حق کس جماعت کے ساتھ ہے ؟ "

پس میں نے وہ سابقہ رسالہ تالیف کیا اور اسمیں بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم ہے - اور آپ کا علم جمیع دینی امور کو محیط ہے - بلکہ دنیا و آخرت کے تمام اہم امور کو محیط ہے - لیکن قرآن وسنت اور کلام سلف کے واضح دلائل کی بنا پر مغیبات خمسہ آپ کے علم شریف میں داخل نہیں ہیں اور یہ بات آپ کے مقام کی برتری اور بلندی مرتبت میں ذرہ بھر قادح نہیں ہے پس انہوں نے میرے اس رسالے کو انتہائی رغبت اور پوری قبولیت کیسا تھ لے لیا -

پھر اس کے بعد علماء ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خان کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا - جب وہ مجھ سے ملا تو اولاً اس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند میں اہل کفر و ضلال میں سے کچھ لوگ ہیں جن میں سے ایک ، غلام احمد قادیانی ہے جو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام

الضلال منهم غلام احمد القادیانی
فانه یدعی مماثلة المسیح والوحی
الیه والنبوة۔ ومنهم الفرقة
المسماة بالامیریة ۔ والفرقة
المسماة بالنذیریة۔ والفرقة
المسماة بالقاسمیة۔ یدعون
انه لو فرض فی زمنه صلی الله
علیه وسلم۔ بل لو حدث بعده
نبی جدید لم یخل ذالک
بخاتمیته۔ ومنهم الفرقة
الوهابیة الکذابیة اتباع
رشید احمد الکنکوهی القائل
بعدم تکفیر من یقول بوقوع
الکذب من الله تعالی بالفعل۔
ومنهم رشید احمد الذی یدعی
ثبوت اتساع العلم لشیطان
وعدم ثبوته للنبی صلی الله علیه
وسلم۔ ومنهم اشرف علی التانوی
القائل ان صح الحکم علی
ذات النبی صلی الله علیه وسلم
بعلم المغیبات کما یقول به

کے مماثل ہونے اور اپنے لئے وحی اور نبوت
کا دعوےٰ کرتا ہے۔ انہیں میں سے ایک فرقہ
امیریہ ہے۔ ایک نذیریہ ہے۔ ایک قاسمیہ
ہے۔ جو دعویٰ کرتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی فرض کر لیا جائے
بلکہ اگر آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو جائے
تب بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں
آتا۔ انہیں میں سے ایک فرقہ وہابیہ کذابیہ
ہے جو رشید احمد گنگوہی کا پیرو ہے۔ جو
اللہ تعالےٰ سے بالفعل کذب کے وقوع کا
قول کرنے والے کو کافر نہیں قرار دیتا انہیں
میں سے ایک شخص رشید احمد ہے جو مدعی
ہے کہ وسعت علم شیطان کے لئے ثابت ہے
لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں۔
انہیں میں سے ایک اشرف علی تھانوی ہے
جو کہتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
پر علم مغیبات کا حکم لگانا بقول زید صحیح ہو تو
سوال یہ ہے کہ اس کی مراد بعض مغیبات
ہیں یا سب ؟ اگر بعض مراد ہیں تو اس
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا
علم غیب تو زید۔ عمرو۔ بکر۔ بلکہ ہر صبی

زید فالمسئول عنه انه ماذا اراد بهذا ؟ البعض الغیوب ام کلها ؟ فان اراد البعض فای خصوصیۃ فیه لحضرۃ الرسالۃ فان مثل هذا العلم بالغیب حاصل لزید وعمرو بل لکل صبی ومجنون بل لجمیع الحیوانات والبهائم۔

وانه الف رسالۃ فی الرد علیهم وابطال اقوالهم سمّاها "المعتمد المستند" ثم اطلعنی علی خلاصۃ من تلک الرسالۃ فیها بیان اقاویلهم المذکورۃ فقط۔ والرد علیهم علی سبیل الاختصار وطلب تقریظا وتصدیقا علی ذالک فکتبنا له التقریظ والتصدیق المطلوب وحاصل ما کتبنا انه ان ثبت عن هؤلاء تلک المقالات الشنیعۃ فهم اهل کفر و ضلال لان جمیع ذالک خارق لاجماع الامۃ۔ واشرنا فی ضمن ذالک الی بعض الادلۃ فی ابطال اقاویلهم۔

ثم بعد ذالک اطلعنی احمد رضا خان المذکور علی رسالۃ له ذهب

حیوانات وبہائم کو حاصل ہے۔

اور اس نے مجھے بتایا کہ اس نے ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کے باطل کرنے کے لئے ایک رسالہ موسومہ "المعتمد المستند" لکھا ہے۔ پھر اس نے مجھے اس رسالہ کے خلاصہ "حسام الحرمین" پر مطلع کیا۔ اس میں صرف ان فرقوں کے اقوال مذکورہ کا بیان اور ان کا مختصر سا رد تھا۔ اور اس رسالہ "حسام الحرمین" پر تصدیق وتقریظ طلب کی۔ ہم نے اس پر تقریظ و تصدیق لکھ دی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہوجائیں تو یہ لوگ کافر وگمراہ ہیں۔ کیوں کہ یہ سب باتیں اجماع امت کے خلاف ہیں۔ اور اپنی تقریظ کے ضمن میں ہم نے ان کے اقوال کے ابطال کے لئے بعض دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا۔

پھر اس کے بعد مجھے احمد رضا خان نے اپنے ایک اور رسالہ پر مطلع کیا۔ جس میں وہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا علم ہر چیز کو

فیها الی انه صلی الله علیه وسلم
علمه محیط بکل شیٔ حتی المغیبات
الخمس وانه لا یستثنی من ذالك الا
العلم المتعلق بذات الله تعالی وصفاته
المقدسة- وانه لا فرق بین علم
الباری سبحانه وتعالی وعلمه
صلی الله علیه وسلم فی الاحاطة
المذکورة الا بالقدم والحدوث .و
ان له علی مدعاه هذا برهانا
قاطعا وهو قوله تعالی وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ
الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ « فلم ال
جهدا فی بیان ان الایة المذکورة
لا تدل علی مدعاه دلالة قطعیة و
ان الاحاطة العلمیة بجمیع
المعلومات التی لا تتناهی مختصة
بالله تعالی ولم یقل بحصولها
لغیره تعالی احد من ائمة الدین
فلم یرجع عن ذالك واصر وعاند ولما
کان زعمه هذا غلطا وجرأة
علی تفسیر کتاب الله بغیر دلیل
احببت الآن ان اجمع کلاما مختصرا

محیط ہے۔ حتیٰ کہ مغیبات خمسہ کو بھی اور
یہ کہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات سے
متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے
علم سے مستثنیٰ نہیں ۔ اور یہ کہ خدا تعالےٰ
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے
علم کے درمیان احاطۂ مذکورہ میں صرف
حدوث وقدم کا فرق ہے اور یہ کہ ان
کے پاس اپنے اس دعویٰ پر دلیل قاطع اللہ
تعالےٰ کا قول وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ
تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ " ہے یعنی
ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان
بنا کر نازل کیا ہے، پس میں نے اس بات
کے بیان میں کوئی کوتاہی نہیں کی کہ آیت
مذکورہ اس کے مدعیٰ پر دلالۃ قطعیہ کے
طور پر دلالت نہیں کرتی ۔ اور یہ کہ تمام
معلومات غیر متناہیہ کا احاطۂ علمیہ
اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور
ائمہ دین میں سے کسی نے بھی غیر اللہ کے
لئے غیر متناہی کے احاطۂ علمیہ کا قول
نہیں کیا ۔ لیکن احمد رضا خان نے اپنے
قول سے رجوع نہیں کیا بلکہ وہ اپنی بات

يكون تتمة لرسالتنا الاولى
فى بيان بطلان استدلاله
على مدعاه بالاية المذكورة -
مشيرا الى بعض مهمات رسالته
المذكورة التى ذكرها تأشيدا
لقوله - مبينا نقضها وعدم
صحتها من وجوه عديدة
لئلا يظن من اطلع على تقريظنا
المذكورة انا وافقنا فى هذا
المطلب فاقول وبالله التوفيق ان
رسالتنا هذه تنقسم الى بابين۔
الباب الاول فى الوجوه الدالة على
عدم صحة دعواه - والباب الثانى
فى ذكر نصوص ائمة الدين الدالة
على صحة ما جرينا عليه فى
هذه الرسالة وفى التى قبلها۔

پر اڑا رہا اور حق سے عناد کیا۔ چونکہ اس کا
یہ گمان غلط اور اس کی قرآن کی یہ تفسیر
بلا دلیل تھی اس لئے میں نے چاہا کہ میں ایک
مختصر کلام جمع کروں جو ہمارے پہلے رسالہ
کا تتمہ بن جائے جس میں اس کے اپنے دعوی
پر آیت مذکورہ سے استدلال کے باطل
ہونے کا بیان کرتے ہوئے اس کے رسالہ
کی بعض اہم باتوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا
ساتھ ہی متعدد وجوہ سے اس رسالہ کے نقض
اور اس کی عدم صحت کو بھی بیان کر دیا جائے
تاکہ جو شخص ہماری مذکورہ تقریظ پر مطلع ہو وہ
یہ گمان نہ کرے کہ ہم نے اس مطلب میں اس
کی موافقت کی ہے۔ پس اللہ کی توفیق سے کہتا
ہوں کہ ہمارا رسالہ دو بابوں پر منقسم ہے۔ پہلا
باب ان دلائل کے بیان میں ہے جو اس کے
دعویٰ کے صحیح نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں
اور دوسرا باب ائمہ دین کی ان تصریحات کے
بیان میں ہے جو ہمارے موجودہ اور سابقہ
رسالہ میں بیان کردہ مسلک کے صحیح ہونے
پر دال ہیں۔

البابُ الاوّل

الباب الاول فى الوجوه الدالة
على عدم صحة دعواه۔

الوجهُ الاوّل :

ماخوذ مما ذكره الحافظ
جلال الدين السيوطى فى الاتقان
فى النوع الثامن والسبعين قال
رحمه الله تعالى " قال العلماء من
اراد تفسير الكتاب العزيز طلبه
اولاً من القران فما اجمل منه
فى مكان فقد فسر فى موضع آخر
وما اختصر فى مكان فقد
بسط فى موضع آخر وقد الف
ابن الجوزى كتابا فيما اجمل
من القران فى موضع وفسر فى
موضع آخر منه واشرت الى
مثله منه فى نوع المجمل فان
اعياه ذالك طلب من السنة
فانها شارحة للقران وموضحة

پہلا باب ان دلائل کے بیان میں ہے
جو اس کے دعوے کے صحیح نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں

پہلی دلیل :

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
کے اس کلام سے ماخوذ ہے جو انہوں نے
اتقان میں اٹھتر ویں نوع میں بیان کیا ہے
آپ نے فرمایا کہ " علماء نے کہا ہے کہ
جو شخص قرآن عزیز کی تفسیر کا ارادہ کرے
وہ اولاً اسے قرآن ہی سے طلب کرے
کیوں کہ قرآن میں جو بات ایک جگہ مجملاً بیان
ہوتی ہے کبھی دوسری جگہ اس کی تفسیر کر
دی جاتی ہے۔ اور جو بات ایک جگہ مختصراً
بیان ہوتی ہے بسا اوقات دوسری جگہ
وہ مفصلاً ذکر کر دی جاتی ہے۔ اور علامہ
جوزی نے ان باتوں کے بارے میں ایک
کتاب لکھی ہے جو ایک جگہ مجملاً بیان ہوئی
ہیں اور دوسری جگہ ان کی تفسیر کر دی گئی ہے
اور ان جیسی آیات کی طرف میں نے بھی مجمل

له وقد قال الشافعي رضي الله عنه
كل ما حكم به رسول الله صلى
الله عليه وسلم فهو مما فهمه
من القرآن قال تعالى «إِنَّا أَنزَلْنَا
إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ
بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ» [1]
في آيات أخر وقال صلى الله عليه
وسلم «الا اني اوتيت القرآن
ومثله معه» يعني السنة فان
لم يجده من السنة رجع الى قول
الصحابة فانهم ادرى بذلك
لما شاهدوه من القرائن
والاحوال عند نزوله ولما اختصوا
به من الفهم التام والعلم
الصحيح والعمل الصالح وقد قال
الحاكم في المستدرك ان تفسير
الصحابي الذي شهد الوحي والتنزيل
له حكم المرفوع . انتهى [2]
فبناء على هذه القاعدة رجعنا

کی نوع میں اشارہ کیا ہے اور اگر وہ قرآن
میں نہ پاسکے تو سنت سے طلب کرے۔
کیونکہ سنت قرآن کی شارح اور اس کی وضاحت
کرنے والی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس
چیز کا بھی حکم دیا ہے وہ قرآن ہی سے مستنبط
ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "بیشک
ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف
کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ"
(دوسری آیات میں) اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ مجھے قرآن
اور اس کی مثل دیا گیا ہے یعنی سنت۔ اور
اگر سنت میں بھی نہ پائے تو صحابۂ کرام (علیہم
الرضوان) کے ارشادات کی طرف رجوع کرے
کیونکہ وہ نزول قرآن کے وقت قرائن و
حالات کے مشاہدہ کے باعث قرآن کو زیادہ
جاننے والے ہیں۔ نیز انہیں خصوصیت کے
ساتھ فہم تام علم صحیح اور عمل صالح حاصل ہے
حاکم مستدرک میں فرماتے ہیں کہ جو صحابی نزول
قرآن کے وقت موجود تھے ان کی تفسیر مرفوع
کے حکم میں ہے انتہیٰ۔

---

[1] النساء : ١٠٥ ـ [2] الاتقان

فی تفسیر الآیۃ المذکورۃ الی
بقیۃ آی القرآن الکریم
کقولہ تعالیٰ یسئلونک عن
الساعۃ ایان مرسٰہا قل انما
علمہا عند ربی لا یجلیہا - الآیۃ
وکقولہ تعالیٰ
فان تولوا فقل آذنتکم علی سواء
وان ادری اقریب ام بعید ما
توعدون :
وکقولہ تعالیٰ
قل ان ادری اقریب ما توعدون
ام یجعل لہ ربی امدا :
وکقولہ سبحانہ
یسئلونک عن الساعۃ ایان
مرسٰہا فیم انت من ذکرٰہا
الی ربک منتہٰہا انما انت منذر
من یخشٰہا :
وکقولہ تعالیٰ
وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا
الا ہو :
وکقولہ

بنا بریں آیت مذکورہ ، ونزلنا علیک
الکتاب تبیانا لکل شیء الآیۃ
کی تفسیر میں ہم نے قرآن کریم کی دوسری
آیات کی طرف رجوع کیا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ
کا فرمان ہے (آیت ۱) اے پیغمبر یہ لوگ
تجھ سے قیامت قائم ہونے کا پوچھتے
ہیں تو کہہ اس کی خبر میرے رب ہی کے
پاس ہے وہی ظاہر کر دے گا اس کو اس
کے وقت پر :
آیت ۲ ، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو ، تو
کہہ دے میں نے خبر کر دی تم کو دونوں طرف
برابر اور میں نہیں جانتا نزدیک ہے یا
دور وہ چیز (قیامت) جس کا تم سے وعدہ
ہوا ہے : ۳
آیت ۳ ، تو کہہ میں نہیں جانتا کہ
نزدیک ہے جس چیز (قیامت) کا تم سے
وعدہ ہوا ہے۔ یا کر دے اس کو میرا رب
ایک مدت کے بعد : ۳

---

۱ الاعراف : ۱۸۷ ۔ ۲ الانبیاء : ۱۰۹
۳ الجن : ۲۵ ۔

ان الله عنده علم الساعة الاية مع ضميمة ما في الصحيح. مفاتيح الغيب خمس لا يعلمهن الا الله وتلا ان الله عنده علم الساعة الاية وما رواه احمد مرفوعا "اوتيت مفاتيح كل شيء الا الخمس ان الله عنده علم الساعة" الاية كما نقله العلامة ابن حجر في شرح الاربعين وقد بيناها فوجدناها تدل دلالة واضحة على تخصيص عموم قوله تعالى "تبيانا لكل شيء" على التفصيل الاتي بيانه اما ما عدا الايتين الاخيرتين فامره واضح. واما الايتان الاخيرتان فدلالتهما على ذلك واضحة ايضا بضميمة ما ذكرناه من السنة لانه صلى الله عليه وسلم

آیت [1]، تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کے بارے میں۔ کب ہوگا قیام اس کا تجھ کو کیا کام اس کے ذکر سے تیرے رب کی طرف ہی پہنچ ہے اس کی۔ تو۔ تو ڈر سنانے کے واسطے ہے اس کو جو اس سے ڈرتا ہے۔

آیت [2]، اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی کہ ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔[2]

آیت [3]، اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم۔[3]

پھر ہم نے سنت کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ، حدیث صحیح میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ آیت تلاوت کی "ان اللہ عندہ علم الساعۃ"۔ امام احمد نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزوں کے

---

[1] النازعات ۴۲ تا ۴۵۔ [2] الانعام ۵۹۔ [3] السجدہ ۳۴۔

اعلم بمعنى ما انزل اليه من
غيره بالاجماع وقد فهم
صلى الله عليه وسلم من
الايتين المذكورتين حصر
الغيبات الخمس فى الله جل
ذكره. فمحاولة المذكور حمل
الايتين المذكورتين على غير
ما فهمه صلى الله عليه وسلم
منهما خطاء عظيم وبما تقرر
اتضح لك بلا ريب بطلان ما ادعاه
من ان قوله تعالى ونزلنا
عليك الكتاب تبيانا لكل شيء
برهان قاطع على الاحاطة التى
ادعاهاوان تهجم على الآية
المذكورة وتفسيره اياها بما
ذكر مصداق قول الامام ابي
منصور الماتريدي: التفسير
القطع على ان المراد من اللفظ
هذا والشهادة على الله انه عنى
باللفظ هذا فاذا قام دليل مقطوع
به فصحيح والا فتفسير بالرأى

علاوہ جن کا ذکر ان اللہ عندہ علم
الساعۃ والی آیت میں ہے تمام
چیزوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ جیسا کہ علامہ
ابن حجر نے اربعین کی شرح میں اس
کو نقل کیا ہے۔ اور ہم نے ان آیات میں
غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ آیات اللہ تعالے
کے قول تبیانا لکل شیء کے عموم
کی تخصیص پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں
جیسا کہ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔
اخیر کی دو آیتوں کے سوا باقی آیات کی
دلالت واضح ہے۔ اور ہماری ذکر کردہ
احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے آخری
دو آیتوں کی دلالت بھی واضح ہے۔
کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے
معنی [illegible] طور پر دوسروں سے زیادہ
جانتے ہیں۔ اور آپ نے مذکورہ بالا
آیتوں سے مغیبات خمس کے علم کو اللہ
تعالے کی ذات ہی میں منحصر سمجھا ہے۔
لہذا۔ احمد رضا خان کا ان آیتوں کو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھے ہوئے معنی
کے علاوہ دوسرے معنی پر محمول کرنا بہت

وهو المنهي عنه " كما نقله الامام السيوطي في الاتقان في النوع سابع والسبعين۔

وانما قلنا انه مصداق ذالك لانه قطع بدلالة الاية الكريمة على مدعاه بلا دليل قطعي بل بضد ما دلت عليه الادلة القطعية۔

بڑی غلطی ہے۔ اور اس نے آیت ...... تبیانا لکل شیء کو جو اپنے دعوی کے لئے دلیل قاطع قرار دیا تھا اس کا حل ہوا اس تقریر سے بلاشک وشبہ واضح ہو گیا۔

اور اس کا یہ سوچے بغیر آیۃ مذکورہ کی وہ تفسیر کرنا جو اس نے (آیت کو عموم پر محمول کر کے) کی ہے۔ امام ابومنصور ماتریدی کے اس قول کا مصداق ہے کہ تفسیر اس بات پر یقین کر لینا ہے کہ لفظ کی یہی مراد ہے اور گواہی دینا کہ اللہ تعالے نے لفظ سے یہی مراد لیا ہے پس اگر اس پر دلیل قطعی قائم ہو تو صحیح ہے ورنہ تفسیر بالرأی ہے جو ممنوع ہے۔ جیسا کہ سیوطی نے اسے اتقان میں نوع ۷۷ میں نقل کیا ہے۔ اور ہم نے جو کہا ہے کہ اس کی تفسیر اس قول کا مصداق ہے وہ اس لئے کہ اس نے بلا کسی دلیل قطعی کے یہ یقین کر لیا ہے کہ آیت مذکورہ اس کے دعوی پر دال ہے۔ بلکہ ادلہ قطعیہ اس کے خلاف ہیں۔

الوجه الثانی

ان ائمة التفسیر اتفق کلامهم فی تفسیر هذه الایة وایة "ومامن دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شیء"

علی ان العموم المفهوم منها من الدلالة علی کل معلوم تفصیلا لیس علی ظاهره وان المراد به العموم علی وجه التفصیل فی بعض والاجمال فی بعض مع اختلافهم فی العلوم التی فیها التعمیم هل هی دینیة وغیرها او دینیة فقط۔

وهاك نصوصهم فی تفسیر قوله تعالی "ومامن دابة فی الارض" الایة

قال الامام ابن جریر الطبری یقول تعالی ذکره لنبیه محمد

دوسری دلیل

آیت مذکورہ بالا اور آیت "ومامن دابة فی الارض" الآیۃ کی تفسیر ائمہ تفسیر کا کلام اس بات پر متفق ہے کہ ان دونوں آیات سے جو عمومیت سمجھی جاتی ہے کہ تمام معلومات تفصیلی ذکر کر دی گئی ہیں ہے وہ اپنے ظاہر پر نہیں۔

اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ بعض میں عموم تفصیلاً مراد ہے اور بعض میں اجمالاً۔ اور جن علوم میں تعمیم ہے ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ علوم دینیہ اور غیر دینیہ دونوں ہیں یا صرف علوم دینیہ۔ چنانچہ آیت "ومامن دابة" الایۃ کی تفسیر میں مفسرین نے جو کچھ کہا ہے ملاحظہ ہو۔

امام جریر طبری رہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ اے نبی اپنے سے اعراض کرنے والوں اور اللہ تعالےٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں سے کہہ دیجئے کہ اے قوم! اللہ تعالےٰ کو اپنے اعمال سے ہرگز غافل نہ سمجھنا اور نہ یہ سمجھنا کہ وہ تمہارے

صلی اللہ علیہ وسلم۔ قل لھؤلاء المعرضین عنک المکذبین بآیات اللہ ایھا القوم! لا تحسبن اللہ غافلا عما تعملون و انہ غیر مجاز یحکم علی ما تکسبون وکیف یغفل عن اعمالکم او یترک مجازاتکم علیھا وھو غیر غافل عن عمل شیٔ دب علی الارض صغیر اوکبیر ولا عمل طائر یطیر بجناحیہ فی الھواء بل جعل ذالک کلہ اجناسا مجنسۃ واصنافا مصنفۃ یعرف کما تعرفون ویتصرف فیما سخرت لہ کما تتصرفون ومحفوظ علیھا ما عملت من عمل لھا وعلیھا و مثبت کل ذالک من اعمالھا فی ام الکتاب ثم انہ تعالی ذکرہ ممیتھا ثم منشرھا و مجازیھا یوم القیامۃ جزاء اعمالھا یقول فالرب الذی لم یضیع حفظ اعمال البھائم والدواب

کئے کا بدلہ نہیں دے گا۔ اور وہ تم سے کیسے غافل ہو سکتا ہے یا کیسے تمہارے کئے کا بدلہ نہیں دے گا حالانکہ وہ تو زمین پر چلنے والی کسی بھی چھوٹی بڑی چیز اور ہوا میں اڑنے والے پرندہ کے عمل سے بھی غافل نہیں۔ بلکہ اس نے سب کو مختلف اجناس و اصناف بنا دیا ہے جو جانتے ہیں جیسا کہ تم جانتے ہو اور اپنے لئے مسخر شدہ چیزوں میں ایسے تصرف کرتے ہیں جیسا کہ تم کرتے ہو۔ اور جو کچھ انہوں نے اچھا یا برا کیا وہ سب لوح محفوظ میں موجود اور محفوظ ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کو مارنے دوبارہ زندہ کرنے۔ اور قیامت میں ان کے اعمال کا بدلہ دینے والے ہیں۔ جس رب نے چوپایوں (دیگر) زمین پر چلنے والے جانوروں اور ہوا میں اڑنے والے پرندوں کے اعمال و حرکات و افعال کو ضائع نہیں کیا بلکہ ان کو بھی لوح محفوظ میں محفوظ کر لیا پھر وہ ان کو قیامت میں دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا انہیں بدلہ دیگا۔

فی الارض و الطیر فی الهواء
حتی حفظ علیها حرکاتها و
افعالها واثبت ذالک منها فی
ام الکتاب وحشرها ثم جازاها
علی ما سلف منها فی دار البلاء
اخبر ان لا یضیع اعمالکم ولا
یفرط فی حفظ افعالکم التی
تجترحونها ایها الناس حتی
یحشرکم فیجازیکم علی
جمیعها ان خیرا فخیرا وان
شرا فشرا۔ اذ کان قد اخصکم
من نعمه وبسط علیکم من
فضله ما لا یعم به غیرکم فی
الدنیا وکنتم بشکره احق وبمعرفة
واجبه علیکم اولی لما اعطاکم
من العقل الذی به بین الاشیاء
تمیزون والفهم الذی لم
یعطه البهائم والطیر الذی به
بین مصالحکم ومضارکم تفرقون۔
ثم نقل معنی ذالک من مجاهد
وقتادہ والسدی وابن جریج

تو اسے بدرجہ زیادہ لائق ہے کہ تمہارے
اعمال کو ضائع نہ کرے اور تمہارے افعال
کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرے وہ تمہیں
قیامت کے دن اکٹھا کر کے تمہارے
تمام اعمال کا بدلہ دے گا۔ اچھے اعمال کا
اچھا بدلہ اور برے کا برا بدلہ۔ کیونکہ اس
نے تم پر خصوصی انعامات کئے ہیں اور تم
پر اتنی مہربانیاں کی ہیں کہ دنیا میں تمہارے
علاوہ کسی پر نہیں کیں۔ تم پر اس کے شکر
کا زیادہ حق ہے۔ اور تم پر اس کے حقوق
کا جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ اس نے تمہیں
عقل دی ہے جس سے تم اچھے برے
میں تمیز کرتے ہو۔ اور تمہیں وہ سمجھ دی
ہے جو چوپایوں اور پرندوں کو نہیں
دی ہے جس سے تم مفید اور مضر میں فرق
کرتے ہو۔ پھر امام جریر نے
مجاہد۔ قتادہ۔ سدی۔ ابن جریج
اور ابن عباس اور ابن زید رحمہم
اللہ سے اس کے معنی نقل کئے ہیں۔
اور "درمنثور" میں بھی انہیں
ائمہ کرام سے اسی کے مانند منقول ہے

وابن عباس وابن زید ونقل فی
الدر المنثور عن هولاء الائمة
ایضا مثل ذالک وهذا الکلام
کله علی ان المراد بالکتاب فی
الایة ام الکتاب وهو اللوح المحفوظ
وعلیه فلا تعلق للایة بما نحن
بصدده فتنبه له۔

وقال الامام فخر الدین الرازیؒ
" وفی المراد بالکتب قولان۔
الاول : المراد منه الکتاب المحفوظ
فی العرش وعالم السموت المشتمل
علی جمیع احوال المخلوقات علی
التفصیل التام کما قال علیه السلام
"جف القلم بما هو کائن الی یوم
القیامة "

والقول الثانی
ان المراد منه القرآن وهذا
اظهر لان الالف واللام اذا دخلا
علی الاسم المفرد انصرف الی
المعهود السابق والمعهود السابق
من الکتاب عند المسلمین هو القرآن

یہ سلسلہ کلام اس بات پر شاہد ہے کہ
آیت میں آنے والے لفظ "کتاب"
سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اس تفسیر
کے مطابق آیت کا زیر بحث مسئلہ
سے کوئی تعلق ہی نہیں، آگاہ رہو۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے
ہیں کہ لفظ "کتاب" کی مراد میں دو قول
ہیں۔ پہلا یہ کہ اس سے مراد وہ کتاب
ہے جو عرش و عالم سمٰوٰت میں محفوظ
ہے جو مخلوق کے پورے تفصیلی حالات
پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ قیامت تک
ہونے والا ہے وہ اسے لکھ کر قلم
خشک ہو چکا ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے۔
کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور
یہی زیادہ ظاہر ہے کیوں کہ الف لام
جب کسی مفرد اسم پر داخل ہو تو اس وقت
اس سے معہود و معلوم چیز مراد ہوتی
ہے اور مسلمانوں کے نزدیک "کتاب"
قرآن پاک ہی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ

فوجب ان يكون المراد من الكتب فى هذه الاية القرآن و اذا ثبت هذا فلقائل ان يقول كيف قال تعالى ما فرطنا فى الكتب من شئ مع انه ليس فيه تفاصيل علم الطب و تفاصيل علم الحساب ولا تفاصيل كثير من المباحث و العلوم وليس فيه ايضا تفاصيل مذاهب الناس و دلائلهم فى علم الاصول و الفروع۔

والجواب ان قوله " ما فرطنا فى الكتاب من شیء " يجب ان يكون مخصوصا ببيان الاشياء التى يجب معرفتها و الاحاطة بها وبيانه من وجهين۔

الاول : ان لفظ التفريط لا يستعمل نفيا واثباتاً الا فيما يجب ان يبين لان احدا لا ينسب الى التفريط والتقصير

اس آیت میں آنے والے لفظ کتاب سے مراد بھی قرآن ہو۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو معترض اعتراض کر سکتا ہے کہ اللہ تعالے نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ہم نے کتاب (قرآن) میں کسی بھی چیز کا ذکر نہیں چھوڑا۔ حالانکہ کتاب (قرآن) میں نہ تو علم طب و حساب کی تفصیلات ہیں اور نہ دیگر بہت سے مباحث و علوم کی تفاصیل ہیں نیز اصول و فروع میں لوگوں کے مذاہب اور ان کے دلائل کی تفصیلات بھی نہیں ہیں ؟

جواب یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ "شیٔ" سے صرف وہی اشیاء مراد ہیں جن کا جاننا اور احاطہ کرنا ضروری ہے اور اس کا بیان دو طرح سے ہے۔

اول یہ کہ لفظ تفریط نفیاً و اثباتاً انہیں چیزوں میں استعمال ہوتا ہے جن کا بیان کرنا ضروری ہے۔ کیوں کہ کسی بھی شخص کو غیر ضروری چیزوں کے ذکر نہ کرنے میں تفریط و تقصیر کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا بلکہ یہ لفظ اسی وقت ذکر کیا جاتا ہے جبکہ

فی انہ لا یفعل مالا حاجۃ الیہ وانما یذکر ھذا اللفظ فیما اذا قصر فیما یحتاج الیہ ،

والثالث ،

ان جمیع آیات القرآن او الکثیر منہا دالۃ بالمطابقۃ او التضمن او الالتزام علی ان المقصود من انزال الکتب بیان الدین ومعرفۃ اللہ و معرفۃ احکام اللہ و اذا کانت ھذا التقیید معلوما من کل القرآن کان المطلق ھنا محمولا علی ذالک المقید۔

اما قولہ ان ھذا الکتاب غیر مشتمل علی جمیع الاصول والفروع فنقول۔

اما علم الاصول فانہ بتمامہ حاصل فیہ لان الدلائل الاصلیۃ مذکورۃ فیہ علی ابلغ الوجوہ فاما روایات المذاھب و تفاصیل الاقاویل فلا حاجۃ

کوئی شخص ضروری کام کے کرنے میں کوتاہی کرے۔

دوم یہ کہ

تمام آیات قرآنیہ یا اکثر آیات مطابقۃً یا تضمنًا یا التزامًا اس بات پر دال ہیں کہ کتابوں کے نازل کرنے کا مقصد دین کا بیان ہے۔ نیز اللہ تعالےٰ اور اس کے احکامات کی معرفت ہے۔ جب یہ تقیید جمیع قرآن سے معلوم ہے تو یہاں پر بھی مطلق اسی مقید پر محمول ہوگا باقی رہا معترض کا اعتراض کہ یہ کتاب (قرآن) جمیع اصول و فروع پر مشتمل نہیں ہے۔ تو جوابًا ہم کہتے ہیں۔ کہ رہا علم الاصول ۔ تو بتمامہ قرآن میں موجود ہے کیوں کہ دلائل اصلیہ قرآن مجید میں انتہائی بلیغ طور پر موجود ہیں۔ باقی مذاہب کی روایات اور اقوال کی تفصیلات تو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور رہا علم الفروع کی تفصیلات ، تو ہم کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں علماء کے دو قول ہیں۔

فيها واما تفاصيل علم الفروع فلقول للعلماء ههنا قولان۔

الاول : انهم قالوا ان القران دل على ان الاجماع و خبر الواحد والقياس حجة فى الشريعة فكل ما دل عليه احد هذه الاصول الثلاثة كان ذالك فى الحقيقة موجودا فى القران ـــــ الى ان قال۔

والقول الثانى : فى تفسير هذه الاية قول من يقول القران واف ببيان جميع الاحكام وتقريره ان الاصل براءة الذمة فى حق جميع التكاليف وشغل الذمة لابد فيه من دليل منفصل۔

والتنصيص على اقسام مالم يرد فيه التكليف ممتنع لان الاقسام التى لم يرد التكليف فيها غير متناهية ۔ والتنصيص على مالانهاية له محال۔ بل التنصيص انما يمكن على المتناهى

پہلا قول

یہ ہے کہ قرآن پاک دلالت کرتا ہے کہ اجماع - خبر واحد - اور قیاس شریعت میں حجت ہیں - لہٰذا ہر وہ فرعی مسئلہ جس پر ان تینوں اصولوں میں سے کوئی اصول دلالت کر رہا ہو وہ درحقیقت قرآن ہی میں موجود ہے۔

اور دوسرا قول

اس آیت کی تفسیر میں اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ قرآن جمیع احکام کے بیان کرنے میں کافی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ تمام تکالیف شرعیہ کی اصل ، بری الذمہ ہونا ہے ۔ لہٰذا مشغولیت ذمہ کے لئے کسی تفصیلی دلیل کی ضرورت ہے

اور جن امور میں تکلیف وارد ہی نہیں ہوئی ان کا تنصیصاً بیان کرنا محال ہے کیونکہ ایسے امور غیر متناہی ہیں ۔ اور غیر متناہی کا تفصیلاً بیان کرنا محال ہے البتہ متناہی امور کا بیان ممکن ہے مثلاً بندوں پر اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار احکام ہیں جن کو قرآن کریم میں ذکر کردیا

مثلاً لله تعالی الف تکلیف علی العباد و ذکرہ فی القرآن و امر محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بتبلیغ ذالک الالف الی العباد ثم قال بعدہ " ما فرطنا فی الکتٰب من شیء " فکان معناہ انه لیس لله علی الخلق بعد ذالک الالف تکلیف آخر ثم اکد ھذہ الایة بقوله " الیوم اکملت لکم دینکم " وبقوله " ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین " فھذا تقریر مذھب ھؤلاء والاستقصاء فیه انما یلیق باصول الفقه اھ ج

وقال الامام النیسابوری رہ بنحو ما قال الامام الرازیؒ

وقال البیضاوی رہ علی قوله " ما فرطنا فی الکتب من شیء " یعنی اللوح المحفوظ فانه مشتمل علی ما یجری فی العالم من الجلیل و الدقیق لم یھمل فیه امر حیوان

ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بندوں تک ان احکام کی تبلیغ کا حکم دے دیا۔ پھر اس کے بعد فرما دیا کہ ہم نے کتاب " قرآن " میں کسی چیز کا ذکر نہیں چھوڑا۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ مخلوق پر ان ہزار احکام تکلیفیہ کے بعد کوئی اور حکم تکلیفی نہیں۔ پھر اس آیت کو اپنے ان فرامین سے مؤکد کر دیا کہ " آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا " اور " تمام رطب و یابس چیزوں کا قرآن میں ذکر ہے " پس اس مذہب والوں کی دلیل کا اجمالی بیان یہ ہے اور تفصیل " اصول فقہ " کے مناسب ہے۔

امام نیشاپوری رہ نے بھی امام رازیؒ کے مثل فرمایا ہے۔

اور قاضی بیضاوی رہ " ما فرطنا فی الکتٰب من شیء " کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے کیوں کہ وہ مشتمل ہے عالم میں ہونے والی ہر چھوٹی بڑی

اوجماد أو القران فانه
قد دوّن فيه ما يحتاج اليه
من امر الدين مفصلا او مجملا
أه -

وقال الشهاب رہ فی حاشية
قوله "مفصلا او مجملا"
يشير الى ان ما ثبت بالادلة الثلاثة
ثابت بالقران لاشارته بنحو
قوله "فاعتبروا يا اولى
الابصار" الى القياس وقوله
"وما اٰتٰكم الرسول فخذوه"
الى السنة بل قيل انه بهذه
الطريقة يمكن استنباط جميع
الاشياء منه كما سأل بعض
الملحدين بعضهم عن طبخ
الحلوى اين ذكر فى
القران فقال فى قوله تعالى
فاسئلوا اهل الذكر اه
وهالك نصوصهم فى تفسير
قوله تعالى
"ونزلنا عليك الكتاب"

چیز پر - اس میں حیوانات وجمادات
کی کوئی بات نہیں چھوڑی گئی - یاکتاب
سے مراد قرآن ہے - کیوں کہ ہر ضروری
دینی امر اس میں اجمالاً یا تفصیلاً
مدوّن ہے -

اور شہاب اپنے حاشیہ میں ناسخی
بیضاوی رہ کے قول مفصلاً او مجملاً کے
بارے میں فرماتے ہیں کہ قاضی بیضاوی رہ
اس تقسیم کے ذریعہ اس طرف اشارہ فرماتے
ہیں کہ جو چیز بھی تینوں دلیلوں (سنت
اجماع - قیاس) سے ثابت ہے - وہ
قرآن میں موجود ہے کیوں کہ انہوں نے
"فاعتبروا یا اولی الابصار"
میں قیاس کی طرف اور "ما اٰتٰکم
الرسول فخذوہ" میں سنت
کی طرف اشارہ بتلایا ہے - بلکہ کہا گیا ہے
کہ اس طرح قرآن سے تمام اشیاء کا
مستنبط کرنا ممکن ہے - جیسا کہ کسی ملحد نے
کسی عالم سے سوال کیا کہ قرآن میں حلوہ
پکانے کا کہاں ذکر ہے ؟
تو عالم نے جواباً فرمایا -

قال ابن جریر فی تفسیر قوله
تعالی ۔ ونزلنا علیك الکتاب
تبیانا لکل شیء ۔ یقول
نزل علیك یا محمد هذا
القرآن بیانا لکل ما بالناس
الیه الحاجة من معرفة
الحلال والحرام والثواب
والعقاب و هدی من الضلالة
ورحمة لمن صدق به وعمل
بما فیه من حدود الله وامره
ونهیه فاحل حلاله و حرّم
حرامه وبشری للمسلمین
یقول وبشارة لمن اطاع الله
وخضع له بالتوحید واذعن له
بالطاعة یبشره بجزیل ثوابه
فی الآخرة وعظیم کرامته
ثم نقل ذالك من مجاهد
وابن جریج ۔ ونقل عن
ابن مسعود رض انه قال انزل
فی هذا القرآن کل علم و
کل شیء قد بین لنا فی هذا

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم
لا تعلمون ۔ میں اور آیت
ونزلنا علیك الکتاب تبیانا
لکل شیء ۔ الآیة کی تفسیر میں مفسرین
کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔
ابن جریر رح نے اس کی تفسیر میں فرمایا
ہے کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ اے محمد
صلی اللہ تعالے علیہ وسلم، آپ پر یہ قرآن
اتارا گیا ہے اس حال میں کہ یہ حلال وحرام
اور ثواب وعقاب لیے تمام امور کو بیان
کرنے والا ہے جن کی لوگوں کو ضرورت
ہے ۔ اور گمراہی سے ہدایت دینے والا
ہے اور ان کے لیے باعث رحمت ہے
جنہوں نے اس کی تصدیق کی ۔ اور اس میں
بیان کردہ اللہ تعالے کے حدود اور اوامر
و نواہی پر عمل کیا۔ چنانچہ اس کے حلال
کو حلال اور حرام کو حرام کہا ۔ اور مسلمانوں
کو خوشخبری دینے والا ہے ۔ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں کہ قرآن بشارت ہے اس شخص
کے لئے جو اللہ کی اطاعت کرے اور
اور اس کی توحید کا اقرار کرے اس کے

ے النحل ۱ ۸۹ ۔

القران ثم تلا هذه الاية انتهى۔ وقول ابن مسعود رض هذا۔ اما ان يحمل على علم الاحكام وهو الاظهر بدليل ما قبله او يحمل على ما يتعلق بالاحكام وغيرها لكن على وجه التفصيل فى بعض والاجمال والاشارة فى بعض لما سياتى توضيحه۔

وفى الدر المنثور عن ابن مسعود رض قال ان الله انزل فى هذا الكتاب تبيانا لكل شئ ولقد علمنا بعضا مما بين لنا فى القران ثم تلا ۔ ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شىء ۔ ومنه ايضا من اراد العلم فليثور القران فان فيه علم الاولين والاخرين۔ وهذا العموم الواقع فى كلامه يجب حمله على الوجه الذى ذكرناه انفا۔

سامنے جھک جائے۔ اور اس کی اطاعت کا اقرار کرکے اس کا فرمانبردار بن جائے قرآن ایسے شخص کو آخرت میں بڑے ثواب اور عظیم اعزاز کی بشارت دیتا ہے۔ پھر ابن جریر نے یہی تفسیر مجاہد اور ابن جریج سے نقل کی ہے

اور ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اس قرآن میں ہر علم اتارا گیا ہے اور اس میں ہر چیز ہمارے لئے بیان کردی گئی ہے۔ پھر (استدلال کے طور پر) اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ انتہی۔ ابن مسعودؓ کا یہ قول یا تو احکام کے علم پر محمول ہے اور بقرینہ قبل یہی زیادہ ظاہر ہے۔ یا اس علم پر محمول ہے جو احکام اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے متعلق ہے۔ لیکن بعض میں تفصیلاً اور بعض میں اجمالاً و اشارۃً جیسا کہ عنقریب اس کی توضیح آئے گی۔ اور درمنثور میں ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ہر چیز کا بیان اتارا ہے

وقال الامام الرازی رحمه الله المسئلة الثانية، من الناس من قال القران تبيان لكل شیء وذالك لان العلوم اما دينية او غير دينية۔

اما العلوم التی ليست دينية فلا تعلق لها بهذه الاية لان من المعلوم بالضرورة ان الله تعالى انما مدح القران بكونه مشتملا على علوم الدين فاما ما لا يكون من علوم الدين فلا التفات اليه۔

واما علوم الدين فاما الاصول واما الفروع اما علم الاصول فهو بتمامه موجود فی القران واما علم الفروع فالاصل براءة الذمة الا ما ورد على سبيل التفصيل فی هذا الكتاب وذالك يدل على انه تكليف من الله تعالى الا ما ورد فی هذا القران۔

اور ہمیں قرآن میں بیان کردہ بعض چیزوں کا علم ہے۔ پھر آپ نے آیت ونزلنا علیك الکتاب الآیۃ تلاوت کی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص تحصیل علم کا ارادہ کرے وہ قرآن ہی میں غور وخوض کرے کیونکہ اس میں اولین وآخرین کا علم ہے انتہی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام میں واقع ہونے والے عموم کو اسی پر محمول کرنا واجب ہے جو ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔

اور امام رازی رحمہ نے فرمایا۔ دوسرا مسئلہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن ہر چیز کا بیان ہے۔ اس لئے کہ علوم یا دینیہ ہیں یا غیر دینیہ۔ غیر دینی علوم کا تو اس آیت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ کیونکہ یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کی تعریف اس کے علوم دینیہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کی ہے۔ رہے وہ علوم جو علوم دینیہ میں سے نہیں ہیں تو ان کی طرف کوئی التفات ہی نہیں۔ اور علوم دینیہ بعض اصول ہیں بعض فروع۔ علم الاصول

واذا كان كذالك كان القول بالقياس باطلا و كان القران وافيا ببيان كل الاحكام واما الفقهاء فانهم قالوا القران انما كان تبيانا لكل شيء لانه يدل على ان الاجماع وخبر الواحد و القياس حجة .

فاذا ثبت حكم من الاحكام باحد هذه الاصول كان ذالك الحكم ثابتا بالقران اه

وذكر النيسابوري نظير ما ذكره الرازي - وقال البيضاوي تبيانا بيانا بليغا لكل شيء من امور الدين على التفصيل او الاجمال بالاحالة الى السنة او القياس .

قال الشهاب قوله " على التفصيل او الاجمال " اختاره لبقاء كل على معناه الحقيقي

تو قرآن میں تمام موجود ہے . اور علم اصول میں اصل انسان کا بری الذمہ ہونا ہے بجائے ان احکام کے جو اس کتاب میں تفصیلاً ذکر ہوئے ہیں ۔ اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے انہی احکام کا انسان مکلف ہے جو قرآن میں مذکور ہیں لہذا قیاس کو حجت ماننا باطل ہوگا اور قرآن ہی تمام احکام کے بیان میں کافی ہوگا۔

فقہاء کہتے ہیں کہ قرآن ہر چیز کا بیان اس لئے ہے کہ وہ اجماع ۔ قیاس ۔ اور خبر واحد کے حجت ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ پس جو حکم بھی ان اصول میں سے کسی اصل کے ذریعہ ثابت ہوگا وہ گویا ، قرآن ہی سے ثابت ہے

امام نیشاپوری رحمہ نے بھی امام رازیؒ کے مثل ہی ذکر کیا ہے ۔ قاضی بیضاوی رحمہ نے فرمایا ہے کہ " تبیانا " کے معنی ہیں کہ قرآن بیان بلیغ ہے تمام امور دینیہ کا تفصیلاً یا اجمالاً سنت و قیاس پر حوالہ کرتے ہوئے ۔

شہاب فرماتے ہیں کہ قاضی بیضاویؒ نے " علی التفصیل او الاجمال " کی تعبیر اس

لکنه خص عموم شیء بقیه
او وصف مقدر بقرینة المقام
وان بعثة الانبیاء علیهم الصلوٰة
والسلام انما هی لبیان الدین
ولذا قال علیه الصلوٰة والسلام
" انتم اعلم باموردنیاکم "
ولذا اجیبوا من سوال الاهلة
بما اجیبوا وقیل کل للتکثیر
والتفخیم کما فی قوله تعالی
تدمر کل شیء بامر ربها۔
اذ ما فی الاحاطة والتعمیم
ما فی التبیان من المبالغة
فی البیان وان قوله من امور
الدین تخصیص لا یقتضیه المقام
وقد علمت رد الثانی ۔ واما الاول
فقد رد بان ذالک بحسب
الکمیة لا الکیفیة ۔ فلکل وجهة
والمرجح للاول ابقاء کل علی
حقیقتها فی الجملة قوله
" بالاحالة الی السنة او القیاس "
فلا مرعلی یدل الی لکنه

لفظ کل کو اس کے حقیقی معنی پر باقی رکھنے
کی بنا پر اختیار کی ہے۔ لیکن لفظ شیء
کے عموم کو بقرینہ مقام قید مقدر یا وصف
مقدر کے ساتھ خاص کر دیا۔ اور اس لئے
کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت
صرف دین بیان کرنے کے لئے ہوئی ہے
اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ
کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ تم اپنے
دنیاوی امور کا زیادہ علم رکھتے ہو۔ اسی کے
لئے انہیں چاند کے بارے میں وہ جواب
دیا گیا وہ ظاہر ہے، اور کہا گیا ہے کہ
لفظ کل تکثیر و تفخیم کے لئے ہے جیسا کہ آیۃ
" تدمر کل شیء بامر ربها۔
میں تکثیر و تفخیم کے لئے ہے۔ اس لئے کہ
احاطہ اور تعمیم میں وہ " مبالغہ فی البیان "
نہیں ہے جو " تبیان " میں ہے۔
اور بیضاوی کا قول " من امور الدین "
ایسی تخصیص ہے کہ مقام جس کا مقتضی نہیں
ہے۔ ثانی (اعتراض) کا رد تو جان چکا
ہے۔ رہا پہلا اعتراض تو اس کو یوں طور
رد کیا گیا ہے کہ یہ احاطہ و تعمیم کمیت کے اعتبار

تسمح فيه او ضمنه معنى
الصرف وهو دفع لان الاجمال
ينافى البيان البليغ بانه لما
بيّنته السنة او علم بالقياس
كان معلوما منه مبينا به۔
واختير فى بعضه ذالك
للايجاز وابتلاء الراسخين
وتمييز العالمين وترك الاجماع
اكتفاء بذكرهما فان قلت من
امور الدين ما ثبت بالسنة ابتداء
فان دفع بانه قليل بالنسبة لغيره
رجع الامر بالاخرة للتكثير
قلت المراد بالاحالة على السنة
كما فى الكشاف انه امر باتباع
رسول الله صلى الله عليه وسلم
وطاعته وقيل وما ينطق عن
الهوى وحث على الاجماع
فى قوله ويتبع غير سبيل المؤمنين
وقد رضى رسول الله صلى
الله عليه وسلم لامته اتباع
اصحابه والاقتداء بأثارهم

کے لحاظ سے ہے کیفیت کے اعتبار سے
نہیں۔ فلکل وجهة۔ پہلی بات
کا مرجع یہ ہے کہ اس میں لفظ کل فی الجملہ
اپنی حقیقت پر باقی رہتا ہے۔ بیضاویؒ
کے قول " بالاحالة الی السنة او
القیاس " میں ظاہر یہ ہے کہ لفظ "الیٰ"
کے بدلہ لفظ "علیٰ" ہونا چاہیئے۔ لیکن
مصنف نے اس میں تسامح سے کام لیا ہے
یا " احالہ " کے معنی میں " صرف "
کے معنی کا لحاظ کر کے لفظ " الیٰ " استعمال
کر لیا ہے۔ یہ بات رد کر دی گئی ہے۔
کیونکہ اجمال بیان بلیغ کے منافی ہے بایں
طور کہ جب کوئی مسئلہ سنت نے بیان کیا یا
قیاس سے معلوم ہوا تو گویا وہ قرآن ہی سے
معلوم ہوا۔ اور اسی کے ذریعہ بیان کیا گیا
ہے۔ راسخین فی العلم کی آزمائش اور
عالموں کو غیر عالموں سے ممتاز کرنے کے
لئے بعض مسائل میں یہ صورت اختیار کی گئی
ہے۔ اور سنت و قیاس کے ذکر پر اکتفاء
کرتے ہوئے اجماع کا ذکر اس مقام پر
چھوڑ دیا۔

فی قوله اصحابی کالنجوم
بایهم اقتدیتم اهتدیتم
وقد اجتهدوا وقاسوا و
وطؤوا طریق القیاس و
الاجتهاد فکانت السنة و
القیاس مستندة الی تبیان
الکتب وفیه تامل اھ

وکلام ابی السعود فی
تفسیره هو بعض ما اشتمل علیه
کلام البیضاوی والشہاب
ولما کان فی عبارة الشہاب
علی الآیة الاخیرة غموض
احببت ان اذکر ما یوضحها
فاقول هذه الآیة الکریمة
اشتملت علی ثلثة الفاظ۔

الاول: التبیان ومعناه البیان
الواضح الجلی البلیغ
والثانی: کل ومعناه الاحاطة
والشمول بحیث لا یخرج فرد عن
مدلوله
والثالث: شیء وهو کنایة

اگر تو اعتراض کرے کہ امور دینیہ میں سے
وہ امور بھی ہیں جو ثابت از سنت سے
ثابت ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے
امور کی بہ نسبت ایسے امور کم ہیں تو انجام کار
معاملہ اسی طرف لوٹ جائے گا کہ لفظ کل
تکثیر کے لئے ہے۔

تو جواب یہ ہے کہ سنت کی طرف حوالہ
کر دینے سے مراد جیسا کہ کشاف میں ہے
یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی اتباع اور اطاعت کا حکم دیا گیا اور کہا گیا کہ
آپ خواہش نفس سے نہیں بولتے۔ اور آیت
ویتبع غیر سبیل المؤمنین
میں اجماع پر ابھارا گیا ہے۔ اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے صحابہ کرام
کی اتباع اور ان کے آثار کی اقتداء کرنے پر
اپنے اس ارشاد میں رضامندی ظاہر فرمائی
ہے کہ ۔ میرے صحابہ ستاروں کے مانند
ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ
گے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے
اجتہاد اور قیاس کیا۔ اور قیاس و اجتہاد
کے راستہ پر چلے۔ پس سنت اور قیاس کتاب

عن العلم هنا و بحسب اطلاقه يشمل العلم الدينی و غیرالدینی.

ولما کان اجتماع هذه الالفاظ الثلثة یقتضی بحسب ظواهرها ان یکون الکتب العزیز فیه بیان کل علم دینی وغیره علی وجه التفصیل و البیان الجلی مع انه لیس فیه تفصیل کل قضیة جزئیة من العلوم الدینیة وغیرها. وکان حمل ما فی الکتاب العزیز علی وجه الصواب والحق و اجبا شرعا وعقلا. ذهب المفسرون فی توجیه ذالک الی طریقتین

الطریقة الاولی ان یجعل لفظ شیء خاصا بالعلوم الدینیة وان یبقی لفظ کل علی الاحاطة والشمول لقضایا العلوم الدینیة لکن فی بعضها علی وجه التفصیل و فی بعضها علی وجه الاجمال.

سے بیان ہی کی طرف منسوب ہوں گے۔

دفیہ تامل" انتہی۔

بیضاوی رہ اور شہاب رہ نے اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ فرمایا ہے اسی کا کچھ حصہ ابوالسعود رہ نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور چونکہ دوسری آیت کی تفسیر میں شہاب رہ کی عبارت مغلق ہے اس لئے میں نے چاہا کہ اس کی وضاحت کر دوں چنانچہ میں کہتا ہوں کہ یہ آیت تین الفاظ پر مشتمل ہے

پہلا لفظ " تبیان " ہے جس کے معنے واضح۔ ظاہر اور بلیغ بیان کے ہیں۔

دوسرا لفظ " کل " ہے جس کے معنے احاطہ اور شمول کے ہیں۔ اس طرح سے کہ کوئی فرد اس کے مدلول سے خارج نہ ہو۔

اور تیسرا لفظ " شیء " ہے جو یہاں پر علم سے کنایہ ہے اور یہ اپنے اطلاق کے اعتبار سے علم دینی اور غیر دینی دونوں کو شامل ہے۔

اور چونکہ ان تینوں الفاظ کا اکٹھا ہونا ظاہرا اس بات کا مقتضی ہے کہ قرآن پاک میں ہر علم دینی اور غیر دینی کا تفصیلاً واضح بیان

والطريقة الثانية ان يبقى شيء على اطلاقه شاملا للعلوم الدينية وغيرها وان يجعل لفظ كل للتكثير و التفخيم كما في قوله تعالى " تدمر كل شيء بامر ربها "

واختار البيضاوي الطريقة الاولى لان فيها ابقاء على كل حقيقته في الجملة لانه من اقوى صيغ العموم فاورد عليه اعتراض من وجهين .

الاول : ان تقييد شيء بالعلوم الدينية لايقتضيه المقام ولا قرينة تدل عليه .

والثاني : انه يلزم من جعل الاحاطة والشمول في كل تارة على وجه التفصيل وتارة على وجه الاجمال ان لايكون التبيان واضحا جليا مبينا لان الاجمال فيه

ہو ۔ حالانکہ اس میں علوم دینیہ وغیر دینیہ میں سے ہر ہر جزی بات کی تفصیل نہیں ہے اور چونکہ کتاب عزیز کے معنی کو درست اور صحیح معنے پر محمول کرنا شرعا وعقلا واجب ہے اس لئے مفسرین اس آیت کی توجیہ میں دو طریقوں کی طرف گئے ہیں ۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ لفظ " شیء " کو علوم دینیہ کے ساتھ خاص کیا جائے اور لفظ " کل " کو مسائل علوم دینیہ کے احاطہ اور شمول پر باقی رکھا جائے ۔ لیکن بعض میں تفصیلا اور بعض میں اجمالا ۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ " شیء " کو اپنے اطلاق پر رکھتے ہوئے علوم دینیہ اور غیر دینیہ دونوں کو شامل رکھا جائے اور لفظ " کل " کو تکثیر و تفخیم کے لئے لیا جائے جیسا کہ آیت " تدمر کل شیء " میں ہے ۔

قاضی بیضاوی نے پہلا طریقہ اختیار کیا ہے ۔ کیوں کہ اس طریقہ میں لفظ " کل " کو فی الجملہ اپنی حقیقت پر باقی رکھا جاتا ہے کیوں کہ وہ عموم کے صیغوں میں سے سب سے

خفاء فاجيب عن الاول۔ بان
قولكم ان تخصيص شئ
لا يقتضيه المقام و لا تدل عليه
قرينة ۔ مدفوع بان الاحكام
الدينية هى التى ينبغي الاعتناء
ببيانها وهى المقصود بالذات
من بعثة الانبياء عليهم
الصلوة والسلام و انزال
الكتب وهذا كاف فى
اقتضاء المقام تخصيص شئ
بذالك وقرينة واضحة
تدل عليه ۔

ومن الثانى ، بانه لا
يلزم من كون الاحاطة على
وجه التفصيل تارة والاجمال
اخرى عدم البيان الواضح
البليغ لان المراد بالبيان
الواضح البليغ كثرة القضايا
المبينة فيه فالمبالغة باعتبار
الحكم لا باعتبار الكيف ونظير
هذا قولهم فلان ظالم لعبده

قوی صیغہ ہے۔ پھر قاضی بیضاوی رح پر
دو طرح سے اعتراض ہوتا ہے۔

اول یہ کہ لفظ "شیء" کو علوم دینیہ
کے ساتھ خاص کرنے کا مقام مقتضی ہے
نہ کوئی قرینہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

دوم یہ کہ لفظ "کل" میں احاطہ و
شمول کو کبھی تفصیلاً اور کبھی اجمالاً لینے سے
لازم آتا ہے کہ واضح، ظاہر اور بلیغ طور پر
بیان نہ ہو۔ کیوں کہ اجمال میں خفاء ہوتا ہے
(جو کہ لفظ تبیان کے خلاف ہے)۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تمہارا
یہ کہنا کہ لفظ "شیء" کی تخصیص کا مقام مقتضی
ہے نہ اس پر کوئی قرینہ دلالت کر رہا ہے۔
مدفوع ہے۔ کیوں کہ احکام دینیہ کا بیان
ہی توجہ کے لائق ہے۔ اور انبیاء علیہم
الصلوۃ والسلام کی بعثت اور کتابوں کے
نازل کرنے کا بالذات مقصد بھی یہی ہے۔
اور اس جگہ لفظ "شیء" کو علوم دینیہ
کے ساتھ خاص کرنے میں یہ ایک واضح قرینہ
ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ مقام
کے مقتضی تخصیص ہونے کے لئے کافی ہے

وظلام لعبيده وعلى ذالمعنى
اينما حمل بعضهم قوله تعالى
« وما ربك بظلام للعبيد »
هذا آخر توضيح العبارة المذكورة
ونقول لاتمام الكلام فى هذا
الوجه الثانى ان الذى
يتلخص من كلام هؤلاء
الائمة الاعلام فى تفسير
الآيتين الكريمتين ان الناس
فى معناهما مع حمل الكتب
فى الاية الاولى على القران
العظيم على ثلثة اقوال۔
القول الاول : ان المراد
بهما العلوم الدينية وغيرها
والقول الثانى : ان المراد
العلوم الدينية فقط وارباب
القولين متفقون على انه
ليس فى الكتب العزيز التنصيص
على كل قضية جزئية من
قضايا تلك العلوم على وجه
التفصيل بل على وجه التفصيل

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ
افادے کے کبھی اجمالاً اور کبھی تفصیلاً ہونے سے
بیان واضح وبلیغ کا نہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ
واضح اور بلیغ بیان سے مراد ان قضایا کی کثرت
ہے جو قرآن میں بیان کئے گئے۔ پس مبالغہ
کمیت ہے کیفیت نہیں۔ اور اس کی نظیر ان کا یہ
قول ہے فلانٌ ظالمٌ لعبده وظلامٌ
لعبیده ۔ کہ فلاں شخص اپنے غلام کے لئے
ظالم اور غلاموں کے لئے ظلام ہے۔ اور بعض
علماء نے اسی معنی پر آیت کریمہ « وماربك
بظلام للعبید » کو محمول کیا ہے۔
عبارت مذکورہ کی توضیح میں یہ آخری بات ہے
ہم دوسرے طریقہ میں کلام کو پورا کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ
دونوں آیات کریمہ کی تفسیر میں ائمہ کرام کے
کلام سے جو بات خلاصۃً نکلتی ہے وہ یہ ہے
کہ پہلی آیت میں کتاب کو قرآن عظیم پر محمول
کرتے ہوئے مفسرین کے ان دونوں آیتوں
کے معنی میں تین قول ہیں۔
پہلا قول یہ ہے کہ دونوں آیتوں سے
علوم دینیہ اور غیر دینیہ دونوں مراد ہیں۔
دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں سے صرف

فی بعضها والاجمال والاشارة والرمز فی بعضها۔

القول الثالث: ان المراد بهما ان الکتٰب العزیز مشتمل علی جمیع الاحکام الدینیة لا غیر وان فیه تفصیل کل تکلیف دینی ذهابا الی ان کل تکلیف لیس فی القراٰن التنصیص علیه لیس تکلیفا شرعیا۔ وبنی علی ذالک ابطال القیاس وبهذا اتضح لدیک وضوحا لاریب معه انه لیس فی الاٰیتین الکریمتین دلالة قطعیة علی علمه صلی الله علیه وسلم بالمغیبات الخمس لانه انما یلزم ذالک لوکان معنی الاٰیتین عندهم ان الکتاب العزیز مشتمل علی التنصیص علی کل قضیة جزئیة من العلوم الدینیة وغیرها ماکان متناهیا

علوم دینیہ مراد ہیں۔

اور دونوں قول والے اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب عزیز میں ان علوم کے قضایا میں سے ہر جزئی قضیہ کی تفصیلاً صراحت نہیں ہے بلکہ بعض میں تفصیلاً صراحت ہے اور بعض میں اجمالاً واشارۃً۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں سے مراد یہ ہے کہ کتاب عزیز جمیع احکام دینیہ ہی پر مشتمل ہے۔ اور یہ کتاب عزیز میں ہر مسئلہ دینیہ کی تفصیل ہے۔

اور یہ اس لئے کہ ہر وہ مسئلہ دینیہ جس کی صراحت قرآن میں نہ ہو وہ تکلیف شرعی نہیں ہے اور اسی پر ابطال قیاس کو مبنی کیا گیا ہے۔ اور اس تفصیل سے آمیزش شک وشبہ کے بغیر یہ بات تیرے سامنے بالکل واضح ہوگئی کہ دونوں آیتوں میں اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مغیبات خمسہ کو جانتے تھے یہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ دونوں آیتوں کے معنے مفسرین کے نزدیک یہ ہوتے کہ کتاب عزیز علوم دینیہ وغیر دینیہ کے ہر جزئی قضیہ پر

منها و ما كان غير متناه منها حتى يدخل فى ذالك على وجه اليقين المغيبات الخمس

وقد علمت ان الامر ليس كذالك عند الجميع لان القولين الاولين متفقان على وجود الاجمال و الاشارة و الرمز فيه والاجمال وما بعده لا يلزم فيه تعيين وتفصيل لشىء من المغيبات الخمس واما القول الثالث فقد قصر العموم فى ذالك على الاحكام الشرعية كما علمته فبطل دعوى المذكور الدلالة القطعية على مدعاه - وبالله التوفيق -

خواہ وہ متناہی ہو یا غیر متناہی صراحۃً مشتمل ہے۔ حتیٰ کہ اس میں یقینی طور پر مغیبات خمسہ بھی داخل ہو جاتے۔

اور تو جان چکا ہے کہ تمام مفسرین کرام کے نزدیک معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ پہلے دونوں قول اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن پاک میں "اجمال" "اشارۃ" "رمز" پائے جاتے ہیں۔ اور اجمال و مابعد الاجمال (اشارہ و رمز) سے مغیبات خمس میں سے کسی کی بھی تعیین و تفصیل لازم نہیں آتی۔ اور تیسرے قول نے عموم کو احکام شرعیہ میں منحصر کر دیا ہے جیسا کہ تو جان چکا ہے۔

پس احمد رضا خان کا، مذکورہ آیتوں کے ذریعہ، اپنے دعوے پر دلالت قطعیہ کا دعوے کرنا باطل ہو گیا۔ اور حق کی توفیق اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

الوجہ الثالث

ان لارباب العقول السلیمۃ قاعدۃ
صحیحۃ مسلمۃ وھی ان کل
ما ابرزہ الفاعل المختار سبحانہ
وتعالیٰ الی الوجود لابد ان
یکون محصورا متناھیا فبناء
علی ھذہ القاعدۃ یلزم ان
یکون القرآن العظیم باعتبار تراکیبہ
والفاظہ المنزلۃ محصورا متناھیا و
یشھد بذالک الحس ایضا ومعنی
ذالک ان کل موجود بالفعل محصور
وان کانت مقدورات اللہ تعالیٰ
التی تبرز الی الوجود فی المستقبل
غیر متناھیۃ لان التسلسل فی
المستقبل جائز فاذا تقرر ھذا
نقول بعدہ انہ من المعلوم
ان العلم الالٰھی محیط بثلاثۃ
اشیاء الواجب والممکن و
المستحیل وان الواجب ھو ذات
اللہ المقدسۃ وصفاتہ العالیۃ
وان الممکن سواء کان سبق فی

تیسری دلیل

یہ ہے کہ عقل سلیم والوں کا ایک تسلیم شدہ
اور صحیح قاعدہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالےٰ
عدم سے وجود میں لاتے ہیں وہ بالضرور
محدود و متناہی ہوگی۔ لہٰذا اس قاعدہ
کی بناء پر قرآن عظیم بھی اپنی ترکیبوں اور
الفاظ منزلہ کے اعتبار سے لازما محصور
و متناہی ہوگا اور حس بھی اسی کی شہادت
دیتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر
موجود بالفعل محصور ہوتا ہے۔ اگرچہ
اللہ تعالےٰ کے وہ مقدورات جن کو وہ
مستقبل میں عدم سے وجود میں لائے
گا غیر متناہی ہیں۔ کیوں کہ مستقبل میں
تسلسل جائز ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا
تو اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ یہ بات معلوم
ہے کہ اللہ تعالےٰ کا علم واجب۔ ممکن
اور محال تینوں کو محیط ہے۔ اور یہ بھی کہ
واجب۔ اللہ تعالےٰ کی ذات مقدسہ
اور اس کی صفات عالیہ ہیں۔ اور یہ بھی کہ
ممکن۔ خواہ ازل میں اس کی ایجاد کا
ارادہ ہو چکا ہو۔ یا نہ ہوا ہو وہ اپنے

فی الازل ارادة ایجاده او لم
تسبق ایجاده باعتبار افراده
غیر متناه وان الاحوال التی تجوز
ان تعرض للقسمین منه من کونها
فی مکان کذا وفی زمان کذا وفی
جهة کذا وبهیئة کذا وبمقدار
کذا وبعدد کذا الی غیر ذالک
غیر متناهیة ومن المعلوم المقرر
ایضا انه لا یجوز ان یحیط المتناهی
بغیر المتناهی فلا یجوز ان یحیط
القران العظیم بحسب تراکیبه
المتناهیة بجمیع معلومات الله
التی لا تتناهی علی وجه التفصیل لان
ذالک یتوقف علی ان یکون فی
القران العظیم جمل غیر متناهیة تدل
علی تلک المعلومات الغیر المتناهیة
فردا فردا وقد علمت ان تراکیب
القران متناهیة فتعین ووجب
ان لا یکون فی القران العظیم تنصیص
علی جمیع افراد المعلومات الغیر المتناهیة
علی وجه التفصیل وان کان فیه

افراد کے اعتبار سے غیر متناہی ہے۔
اور یہ بھی کہ جن احوال کا ممکن کی دونوں
قسموں کو عارض ہونا جائز ہے، جیسے کسی
مکان میں ہونا، کسی زمانے میں ہونا،
کسی جہت میں ہونا، کسی مخصوص ہیئت
کے ساتھ ہونا، کسی مخصوص مقدار، یا
مخصوص تعداد میں ہونا وہ سب غیر متناہی
ہیں۔ اور یہ بات بھی معلوم اور ثابت
ہے کہ متناہی کا غیر متناہی کو محیط ہونا جائز
نہیں۔ لہذا قرآن کریم کا اپنی متناہی ترکیبوں
کے اعتبار سے اللہ تعالے کی تمام غیر متناہی
معلومات کو تفصیلاً محیط ہونا بھی ممکن
نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ تو اس پر موقوف
ہے کہ قرآن عظیم میں غیر متناہی جملے ہوں
جو ان معلومات غیر متناہیہ کے ہر ہر
فرد پر دلالت کر رہے ہوں۔ حالانکہ تو
جان چکا ہے کہ قرآن کریم کی ترکیبیں
متناہی ہیں۔ پس یہ بات متعین اور ثابت
ہوگئی کہ قرآن عظیم میں معلومات غیر متناہیہ
کے تمام افراد کی تفصیلاً صراحت نہیں
ہے۔ گو بعض کی اجمالاً اور بعض کی تفصیلاً

ذلک علی وجہ الاجمال فی البعض
والتفصیل فی البعض وقد علمت
انہ لا یلزم مع الاجمال ونحوہ تعیین
وتفصیل المغیبات الخمس وسائر
المغیبات الغیر المتناھیۃ ویؤید ھذہ
القاعدۃ الحدیث الذی ذکرہ الامام
الرازی رح فی تفسیر الایۃ الاولی.
"جف القلم بما ھو کائن الی یوم القیامۃ"
حیث دل ھذا الحدیث علی ان ما فی
اللوح المحفوظ محصور ومنتہ بانتھاء
الدنیا وفی معناہ احادیث اخر ایضا
فقد ذکر جدنا العلامۃ السید محمد
بن رسول البرزنجی رح فی کتابہ" الصافی
عن الکدر " روی خشیش عن علیؓ
قالؓ اول ما خلق اللہ القلم ثم خلق
النون ثم خلق اللوح فکتب الدنیا وما
یکون فیھا حتی تفنی من خلق مخلوق
او عمل معمول " الحدیث - وروی
الطبرانی رح عن ابن عباسؓ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لما خلق اللہ القلم قال لہ اکتب

اور تو جان چکا ہے کہ اجمال وغیرہ (رمز
واشارہ) سے مغیبات خمسہ اور دیگر تمام
مغیبات کی تعیین وتفصیل لازم نہیں آتی
اور اس قاعدہ کی تائید وہ حدیث بھی کرتی
ہے جو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی
آیت کی تفسیر میں ذکر کی ہے کہ.
" قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے آسے
لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے "
کیونکہ یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ جو
کچھ لوح محفوظ میں ہے وہ محصور ہے اور
دنیا کے اختتام پر ختم ہو جانے والا ہے.
اس کے ہم معنی اور احادیث بھی ہیں۔
ہمارے دادا علامہ سید محمد بن
رسول برزنجی رح نے اپنی کتاب " الصافی
عن الکدر " میں ذکر کیا ہے کہ حضرت
خشیش نے حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ
سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ
تعالے نے سب سے پہلے قلم - پھر نون
پھر لوح محفوظ کو پیدا کیا - پھر اس میں
دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہوگا - مخلوق اور اسکے
اعمال کے فنا ہونے تک سب کچھ لکھ دیا

نجری بما هو کائن فی قیام
الساعة ۔ وفی روایة اخری له
مرفوعًا " ان اول ما خلق القلم
والحوت فقال له اکتب فقال ما
اکتب فقال کل شیء کائن الی
یوم القیامة ثم قرأ " نٓ
والقلم وما یسطرون " الی غیر ذالك
من الاحادیث ویؤیدها ایضا ما
ذکره الامام الرازی رح فی تفسیر الاٰیة
الاولی من ان التنصیص علی اقسام
مالم یرد فیه التکلیف ممتنع لان
الاقسام التی لم یرد التکلیف فیها غیر
متناهیة والتنصیص علی ما لا نهایة
له محال بل التنصیص انما یمکن علی
المتناهی اه ۔ فاذا علمت ذالك علمت
ان القرآن العظیم وان کان فیه علم
لا تحصی ولا تحصر لا یلزم من ذالك
ان یکون فیه تفصیل المغیبات
الخمس وتعیین وقت الساعة فبطل
ما ادعاه المذکور من الدلالة القطعیة
فی الاٰیة المذکورة علی مدعاه ۔

الحدیث ۔
طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ
تعالٰی عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا
کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی نے جب قلم کو پیدا
کیا تو کہا کہ لکھ ۔ اس نے قیامت تک ہونے
والی سب چیزیں لکھ دیں ۔
ان ہی کی دوسری روایت میں مرفوعاً یہ بات
بھی ہے کہ اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے قلم
اور مچھلی کو پیدا کیا ۔ قلم سے کہا کہ لکھ ۔ قلم نے
کہا کیا لکھوں ! اللہ تعالٰی نے فرمایا قیامت
تک جو کچھ ہونے والا ہے ۔ پھر حضرت ابن
عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آیت "
نٓ والقلم وما یسطرون "
پڑھی ۔ اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں ۔
اور اس قاعدہ کی تائید وہ بات بھی کر رہی
ہے جو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی آیت
کی تفسیر میں بیان فرمائی ہے کہ جن امور میں
تکلیف شرعی وارد نہیں ہوئی ان کی صراحت
محال ہے ۔ اس لئے کہ جن امور میں تکلیف
شرعی وارد نہیں ہوئی وہ غیر متناہی ہیں اھ

فان قلت فی الجامع الصغیر عن الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضـ باسناد حسنٍ انزل القران علی سبعة احرف لکل حرف منها ظهر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع ۔

فلم لا یجوز ان یکون علم المغیبات الخمس الذی منه تعیین وقت قیام الساعة مندرجا فیما یستفاد من بطون الاحرف السبعة المذکورة فان المذکور یدعی ذالک ۔

قلت دعوی ذالک علی وجه الیقین ممنوعة لانه لاشك ان الفاظ القرانُ محصورة ودلالة المحصور علی غیر المحصور تفصیلا محال کما علمت ۔

فالقران العظیم وان کان مشتملا علی اصول جمیع العلوم التی هی من علم الغیب والشهادة لکن اشتماله علیها علی وجه التفصیل لی بعض

غیر متناہی کی تصریح کرنا محال ۔ البتہ متناہی کی تصریح ممکن ہے۔

جب تو نے یہ جان لیا تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قرآن عظیم میں اگرچہ بے شمار علوم ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں علیبات خمسہ کی تفصیل اور قیامت کے وقت کی تعیین بھی ہو۔ لہٰذا احمد رضا خان کا یہ دعوے کرنا باطل ہوگیا کہ آیت مذکورہ میں اس کے دعوے پر دلالت قطعیہ پائی جاتی ہے

اگر تو اعتراض کرے کہ جامع صغیر میں طبرانی کی معجم کبیر سے بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سند حسن کے ساتھ مروی ہے کہ " قرآن مجید سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ ہر حرف کا ایک ظہر اور ایک بطن ہے اور ہر حرف کی ایک حد ہے اور ہر حد کا ایک مطلع ہے :

تو کیوں جائز نہیں ہے کہ مغیبات خمسہ کا علم جن میں سے قیامت کے وقت کی تعیین بھی ہے ان چیزوں میں مندرج ہو جو مذکورہ سات حرفوں کے بطون سے مستفاد ہوتی ہیں۔ کیونکہ احمد رضا خان اسی کا مدعی ہے؟

والاجمال فی بعض کما ذکر۔ ولا تصح دعواه الا اذا کان اشتماله علی جمیعها علی وجہ التفصیل حتی یستلزم التصریح بجمیع جزئیات المغیبات الخمس و غیرها وقد علمت امتناعه ولان الحدیث المذکور قد ورد من طرق عدیدة فی الصحیحین و غیرهما بالفاظ مختلفة وقد اختلف العلماء فی المراد من الاحرف المذکورة علی اقوال بلغت اربعین قولا کما ذکرها جلال الدین السیوطی وفی نوع کیفیة انزال القران فی الاتقان ومن جملة تلک الاقوال القول بان الحدیث المذکور من المشکل الذی لا یدری معناه لان الحرف یصدق لغة علی حرف الهجاء و علی الکلمة وعلی المعنی وعلی الجهة قاله ابن سعدان النحوی۔

میں جواباً کہتا ہوں کہ یقینی طور پر اس کا دعوے کرنا ممنوع ہے۔ کیوں کہ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ قرآن کریم کے الفاظ محصور ہیں اور محصور کا غیر محصور پر تفصیلاً دلالت کرنا محال ہے جیسا کہ تو جان چکا ہے پس قرآن عظیم اگرچہ ان تمام علوم کے اصول پر مشتمل ہے جو عالم غیب و شہادة سے ہیں لیکن قرآن کریم کا ان علوم پر مشتمل ہونا بعض میں تفصیلاً ہے اور بعض میں اجمالاً جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اور احمد رضا خان کا دعوے درست نہیں ہو سکتا۔ مگر جب کہ قرآن کریم کا ان تمام علوم پر مشتمل ہونا تفصیلاً ہو۔ تاکہ یہ تفصیل مغیبات خمسہ وغیرہ کی تمام جزئیات کی صراحت کو مستلزم ہو۔ حالانکہ اس کا محال تو جان چکا ہے۔

اور احمد رضا خان کا یقینی طور پر اس کا دعوے کرنا اس لئے بھی ممنوع ہے کہ حدیث مذکور صحیحین وغیرہ میں چند مختلف طریقوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اور حدیث میں آنے والے لفظ "احرف"

فمع هذا الاختلاف كيف يتم الاستدلال بالحديث المذكور على ان الاحرف المذكورة مشتملة على بيان المغيبات الخمس على الوجه التفصيلي۔

ولانا لو قلنا بان بطون الاحرف المذكورة فيها بيان مغيبات الخمس ولو بطريق الرمز والاشارة وانه صلى الله عليه وسلم اطلع على ذالك لكفى القائلين بثبوت التناقض والاختلاف بين ذالك وبين الآيات التى تلونا ها الدالة دلالة صريحة على حصر علم المغيبات الخمس فى ذات الله تعالى والاختلاف والتناقض فى كلام الله تعالى محال لقوله تعالى " ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا " وبالبراهين العقلية الصحيحة فتلخص من ذالك انا لو سلمنا

کی مراد کے سلسلہ میں علماء کرام کے چالیس مختلف اقوال ہیں۔ جیسا کہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے اتقان کی "کیفیت انزال قرآن" کی نوع میں بیان ہے مجملہ ان اقوال کے ایک یہ بھی ہے کہ حدیث مذکور "مشکل" جس کے معنی معلوم نہیں کیوں کہ حرف لغۃً حرف ہجاء۔ کلمہ معنی اور جہت پر بھی صادق آتا ہے۔ جیسا کہ ابن سعدان نحوی رہ نے فرمایا ہے۔

پس اس اختلاف کے ہوتے ہوئے حدیث مذکور سے یہ استدلال کیسے تام ہو سکتا ہے۔ کہ۔ حروف مذکورہ مغیبات خمسہ کے تفصیلی بیان پر مشتمل ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ اگر ہم یہ کہیں کہ حروف مذکورہ کے بطون میں مغیبات خمسہ کا بیان ہے۔ اگرچہ بطور رمز و اشارہ ہی سہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مطلع ہیں تو یہ بات ان لوگوں کے لئے کافی ہوتی جو اس حدیث اور ان آیات کے درمیان جنہیں ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور جو مغیبات خمسہ کے علم کے اللہ تعالے کی ذات میں منحصر ہونے پر صراحۃً

ان فی القرآن العظیم دلالۃ علی
الغیبات الخمس بحسب الرمز
والاشارۃ اوفی المعانی التی
اشتملت علیہا بطون الاحرف
السبعۃ علی بعض الاقوال فیہا
لا یلزم من ذالک اعلام اللہ تعالی
نبیہ علیہ الصلوۃ والسلام
بذالک لما قدمناہ۔ ولان کلام
الائمۃ الاعلام صریح فی ان
القرآن فیہ من العلوم مالایعلمہ
الا اللہ۔ قال السیوطی رحمہ
اللہ تعالی فی الاتقان فی کلامہ
علی المحکم والمتشابہ اختلف
ہل المتشابہ مما یمکن الاطلاع
علی علمہ اولا یعلمہ الا اللہ
علی قولین منشاؤھما الاختلاف
فی قولہ تعالی " والراسخون فی
العلم " ھل ھو معطوف
ویقولون حال او مبتدا خبرہ
یقولون والواو للاستیناف
وعلی الاول طائفۃ یسیرۃ

دلالت کر رہی ہیں۔ اختلاف وتناقض کے
ثبوت کے قائل ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالے
کے کلام میں اختلاف وتناقض محال ہے۔
کیوں کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ "اگر
قرآن پاک اللہ تعالے کے علاوہ کسی اور کے
پاس سے نازل ہوتا تو لوگ اس میں بڑا
اختلاف پاتے"

اور حدیث مذکور سے احمد رضا خاں
کا استدلال، براہین عقلیہ صحیحہ کی بنار پر بھی
ممنوع ہے۔ اس سے خلاصۃً یہ بات نکلتی
ہے کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ قرآن عظیم میں بطور
رمز واشارہ مغیبات خمسہ پر دلالت ہے یا
مغیبات خمسہ کا ذکر ان معانی میں ہے جن
پر ساتوں حروفوں کے بطون مشتمل ہیں بعض
اقوال کی بنار پر۔ تو اس سے اللہ تعالے
کا اپنے نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو ان
کا بتلا دینا لازم نہیں آتا بوجہ ان دلائل کے
جو ہم پہلے بیان چکے ہیں۔ اور اس لئے
کہ ائمہ کرام کا کلام صریح ہے اس بات
میں کہ قرآن پاک میں وہ علوم بھی ہیں جنہیں
خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ علامہ سیوطی

منهم مجاهد وهو رواية
عن ابن عباس رض اى ضعيفة
لما يأتي ثم قال واما الاكثرون
من الصحابة والتابعين واتباعهم
ومن بعدهم خصوصاً اهل
السنة فذهبوا الى الثاني وهو
اصح الروايات عن ابن عباس
رضی الله تعالی عنهما۔

قال ابن السمعانی لم یذهب
الی القول الاول الا شرذمة قليلة
واختاره العتبی قال وقد كان
يعتقد مذهب اهل السنة لكنه
سهى فى هذه المسألة قال
ولا غرو فان لكل جواد كبوة
ولكل عالم هفوة قلت ويدل
لصحة مذهب الاكثرين ما
اخرجه عبد الرزاق فى تفسيره
والحاكم فى مستدركه عن
ابن عباس رض انه كان يقرأ
۔ وما يعلم تأويله الا الله و
يقول الراسخون فى العلم امنا به ۔

رحمہ اللہ تعالے نے اتقان میں محکم و متشابہ
پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اختلاف
کیا گیا ہے کہ ۔ متشابہ ۔ کے علم پر اطلاع
ممکن ہے یا اس کا علم خدا کے علاوہ کسی کو
نہیں ۔ دونوں قول ہیں جن کا منشأ آیت
۔ والراسخون فی العلم یقولون
آمنا بہ ۔ میں اختلاف ہے کہ آیا ۔
والراسخون فی العلم کا عطف
اللہ پر ہے اور یقولون حال ہے
یا والراسخون فی العلم مبتدا اور
یقولون اس کی خبر ہے ۔ اور واؤ مستانفہ
ہے ۔ پہلی شق کا قائل ایک قلیل گروہ ہے
جن میں سے مجاہد بھی ہیں ۔ اور یہ حضرت ابن
عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے بھی ایک
ضعیف روایت میں ہے ۔ جیسا کہ آگے
آئے گا ۔ پھر فرمایا کہ اکثر صحابۂ کرام تابعین
تبع تابعین اور ان کے بعد کے حضرات خصوصاً
اہل سنت شق ثانی کی طرف گئے ہیں اور یہی
صحیح ترین روایت ہے ابن عباس سے ۔
ابن سمعانی رحمہ اللہ تعالے فرماتے
ہیں کہ پہلی شق کی طرف ایک چھوٹا سا گروہ

فهذا يدل على ان الواؤ للاستيناف لان هذه الرواية وان لم تثبت بها القراءة فاقل درجتها ان تكون خبرا باسناد صحيح الى ترجمان القران فيقدم كلام فى ذالك على من دونه ويؤيد ذالك ان الاية دلت على ذم متبع المتشابه ووصفهم بالزيغ وابتغاء الفتنة وعلى مدح الذين فوضوا العلم الى الله وسلموا اليه كما مدح المؤمنين بالغيب وحكى الفراء ان فى قراءة ابى بن كعب ؓ ايضا " ويقول الراسخون "

واخرج ابن ابى داؤد فى المصاحف من طريق الاعمش قال فى قراءة ابن مسعود رضؓ " وان تأويله الا عند الله والراسخون فى العلم يقولون امنا به "

گیا ہے اور اسی کو عتبی نے اختیار کیا ہے اور فرمایا کہ وہ اہلسنت کا عقیدہ رکھتے تھے لیکن اس مسئلہ میں ان سے سہو ہو گیا ہے اور فرمایا کہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ہر سخی کے لئے کبھی کبھی، لرزش روئی بھی، ہے ۔ اور ہر عالم کے لئے کبھی کبھی لغزش بھی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر کے مذہب کی صحت پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ پڑھتے تھے " وما یعلم تأویله الا الله ویقول الراسخون فی العلم امنا به " یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ واؤ استیناف کے لئے ہے کیوں کہ اس روایت سے اگرچہ " قراءۃ " ثابت نہیں ہوتی لیکن کم از کم اس کا اتنا درجہ تو ہے کہ ترجمان قرآن حضرت ابن عباس رضؓ تک سند صحیح کے ساتھ پہنچی ہوئی حدیث ہے ۔ پس ان کا کلام ان سے کم درجہ والوں پر مقدم ہوگا ۔ اور یہ بات بھی اس کی تائید

الى ان قال. وعن ابن عباسؓ مرفوعًا
« انزل القرآن على اربعة
احرف حلال و حرام لا يعذر
احد بجهالته و تفسير تفسره
العلماء و متشابه لا يعلمه
الا الله ومن ادعى علمه سوى
الله فهو كاذب الى ان قال
فهذه الاحاديث و الآثار
تدل على ان المتشابه مما
لا يعلمه الا الله و ان
الخوض فيه مذموم » اه
باختصار۔

ونقل السيوطىؒ ايضًا فى
مبحث العلوم المستنبطة من
القرآن عن ابى الفضل
المرسى انه قال فى تفسيره
جمع القرآن علوم الاولين و
الآخرين بحيث لم يحط بها
على الحقيقة الا المتكلم
به ثم رسول الله صلى الله
عليه وسلم خلا ما استأثر به

کرتی ہے کہ یہ آیت « متشابہات » کی
اتباع کرنے والوں کی مذمت اور ان کی
کجی اور ابتغاء فتنہ کے ساتھ موصوف ہونے
پر دلالت کر رہی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس
کے علم کو اللہ تعالےٰ کے حوالے کر دیا اور اسی
کو سونپ دیا ان کی تعریف پر دلالت کر رہی
ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے مؤمنین بالغیب
کی تعریف کی ہے۔

فراء نے نقل کیا ہے کہ ابی بن کعبؓ
کی قراءۃ بھی « ویقول الراسخون » ہے۔
ابن داؤد نے « مصاحف » میں اعمش
کے طریق سے روایت کی ہے کہ انہوں نے
فرمایا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءۃ یہ ہے
« وان تاویلہ الا عند اللہ والراسخون
فى العلم يقولون امنا به » اھ
فرمایا کہ ابن عباسؓ سے مرفوعًا روایت
ہے کہ قرآن چار حرفوں پر نازل کیا گیا ہے
۱ ؛ حلال۔ ۲ ؛ حرام۔ جن سے جہالت کا
کا عذر ناقابل قبول ہے۔ ۳ ؛ وہ تفسیر جو
علماء نے کی ہے۔ ۴ ؛ اور وہ متشابہ جسے
خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور خدا کے سوا

سبحانه وتعالی فمن
ونقل عن القاضی ابی بکر
ابن العربی انه قال فی قانون
التأویل علوم القرآن خمسون
علما واربعما ئة علم و
سبعة آلاف علم وسبعون
الف علم علی عدد کلم القرآن
مضروبة فی اربعة اذ لکل
کلمة ظهر وبطن وحد و
مطلع وهذا مطلق دون
اعتبار ترکیب وما بینهما
من روابط وهذا مالا
یحصی ولا یعلمه الا الله۔
فعلم من ذالك ان فی
القرآن بعضا من العلوم
استأثر الله تعالی به ولم
یطلع علیه احدا ویؤید
ماذکرنا ایضا من کون
القرآن الکریم مشتملا
علی علوم لا تحصی ولا
تحصر وان ذالك علی وجه

جو بھی اس کے علم کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا
ہے۔ فرمایا کہ یہ احادیث و آثار دلالت
کر رہے ہیں کہ متشابہ ان چیزوں میں سے
ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں اور
اس میں غور و خوض مذموم ہے۔ انتہیٰ مختصراً۔
اور سیوطی نے بھی اتقان میں "قرآن
سے مستنبط علوم" کے مبحث میں ابن ابی
الفضل المرسی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے
اپنی تفسیر میں فرمایا کہ قرآن نے اولین و
آخرین کے علوم کو اس طرح سے جمع کر لیا ہے
کہ ان کا احاطہ حقیقت میں اس کے متکلم
(خدا تعالے) کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔
سوائے ان علوم کے جن کو اللہ تعالے نے
اپنی ذات کے لئے منتخب کر لیا ہے۔
اور قاضی ابوبکر بن عربی سے منقول ہے
کہ انہوں نے "قانون التأویل" میں فرمایا
ہے کہ علوم قرآنی ستتر ہزار چار سو پچاس
(۷۷۴۵۰) علم ہیں۔ کلمات قرآنیہ کے مطابق
اس حال میں کہ ان کو چار (۴) میں ضرب
دے دی جائے (یعنی ۳۰۹۸۰۰)

التفصيل فی البعض والاجمال
فی البعض ان السیوطی رحمه
الله تعالی فی هذا المبحث
ایضا لما نقل عن ابن مسعودؓ
انه قال من اراد العلم فعلیه
بالقران فان فیه خبر الاولین
والاخرین نقل عقبه ان
البیهقی قال یعنی اصول العلم
وانه لما ذکر اشتماله علی
علوم اخر من علوم الاوائل
مثل الطب والجدل والهیئة
والهندسة والجبر والمقابلة
والنجامة وغیر ذالک ذکر
انه اشار الی الطب بقوله
تعالی " وکان بین ذالک قواماه
وبقوله تعالی
شراب مختلف الوانه فیه
شفاء للناس "
والی الجدل بما احتوی علیه
من البراهین والمقدمات و
النتائج والقول بالموجب و

کیوں کہ ہر کلمہ کے لئے ایک " ظہر " ہے
ایک " بطن " ۔ ایک " حد " ہے اور
ایک " مطلع " ۔ یہ تو مطلق ہیں ترکیب اور
اس کے درمیانی روابط کے اعتبار کے بغیر
اور یہ بے شمار ہیں ۔ ان کا علم خدا کے سوا کسی
کو نہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں
بعض علوم ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے صرف
اپنے لئے منتخب کر رکھا ہے اور ان پر کسی کو
مطلع نہیں کیا ۔ اور ہمارے مذکورہ بیان
(کہ قرآن کریم بے شمار علوم پر مشتمل ہے جن
میں سے بعض کا بیان تفصیلاً ہے اور بعض
کا اجمالاً) کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ
سیوطی رح نے اسی مبحث میں جب ابن مسعودؓ
سے یہ نقل کیا کہ آپ نے فرمایا جو شخص علم کا
ارادہ کرے اس پر قرآن (کا مطالعہ) لازم
ہے ۔ کیوں کہ اس میں اولین و آخرین کی خبر
ہے ۔ تو اس کے بعد یہ نقل فرمایا کہ بیہقی رح
نے فرمایا ہے کہ اصول علم مراد ہیں ۔ اور یہ
بات بھی (ہمارے مذکورہ بیان کی تائید
کرتی ہے) کہ سیوطی رح نے جب متقدمین
کے دوسرے علوم مثلاً طب ، جدل ، ہیئت

المعارضة وغير ذالك ومناظرة
ابراهيم نمرود ومحاجته
قومه والى الهيئة بمافيه
من ذكر السموت والارض
والى الهندسة بقوله
" انطلقوا الى ظل ذى
ثلث شعب "
والى النجامة بقوله
" او اثارة من علم "
والى الخياطة بقوله
" وطفقا يخصفان "
والى الحدادة بقوله
" اتونى زبر الحديد "
والى النجارة بقوله
" واصنع الفلك باعيننا "
والى الغزل بقوله
" نقضت غزلها " ۔
والى النسج بقوله
" كمثل العنكبوت اتخذت بيتا "
والى الفلاحة بقوله
" افرأيتم ما تحرثون "

ہندسہ، جبر و مقابلہ، نجامت وغیرہ پر
قرآن کے مشتمل ہونے کا ذکر کیا تو یہ بھی ذکر
کیا کہ قرآن پاک نے آیت " وکان
بین ذالک قواما " اور آیۃ " شراب
مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس "
سے علم طب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور
اس براہین و مقدمات اور نتیجوں اور قول
بالموجب اور معارضہ وغیرہ سے جن پر قرآن
پاک مشتمل ہے علم جدل کی طرف اشارہ کیا ہے
نیز حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے
نمرود سے مناظرہ اور اپنی قوم سے محاجہ کے
ذریعہ بھی علم جدل کی طرف اشارہ کیا ہے۔
اور آسمانوں اور زمین کے ذکر سے علم ہیئت
کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور آیت۔
" انطلقوا الی ظل ذی ثلث
شعب " سے ہندسہ کی طرف۔ اور
آیت " او اثارۃ من علم " سے
نجامت کی طرف۔ اور آیت " وطفقا
یخصفان " سے خیاطت و درزی کے
پیشہ کی طرف۔ اور آیت " اتونی
زبر الحدید " سے حدادۃ، لوہاروں کے

والی الغوص بقوله
« كل بناء وغواص » و
تستخرجون منه حلية »
والی الصياغة بقوله
« واتخذ قوم موسی من
بعده من حليهم عجلاً جسداً »
وهكذا فانه لا يخفی ان
الجمل المذكورة ليس فيها
تفاصيل تلك العلوم

فان قلت انه نقل فی هذا
المبحث ايضا عن ابن عباس رض
انه قال لو ضاع لی عقال بعير
لوجدته فی كتب الله تعالی فان
ظاهر هذا يقتضی ان
القرآن العظيم فيه تنصيص
علی جميع الجزئيات۔ و انه
نقل ايضا عند ذكر اشتمال
القرآن العظيم علی الجبر و
المقابلة عن بعضهم ان اوائل
السور فيها ذكر مدد واعوام
وايام لتواريخ امم سالفة

پیشہ) کی طرف۔ اور آیت « واصنع
الفلك » سے نجارۃ (ترکھانوں کے پیشہ)
کی طرف۔ اور آیت « نقضت غزلها »
سے غزل (کاتنے کے پیشہ) کی طرف۔
اور آیت « كمثل العنكبوت اتخذت
بيتا » نسج (بننے کے پیشہ) کی طرف۔ اور
آیت « افرءيتم ما تحرثون »
سے فلاحت (کھیتی باڑی کے پیشہ) کی طرف
اور آیت « كل بناء و غواص »
« و تستخرجون منه حلية »
سے غوص (غوطہ خوری) کی طرف۔ اور
آیت « واتخذ قوم موسی من
بعده من حليهم عجلاً جسداً »
سے صیاغۃ (زرگری کے پیشہ) کی طرف
اشارہ کیا ہے۔ وغیر ذالک۔ کیونکہ مخفی
نہیں ہے کہ مذکورہ جملوں میں ان علوم کی
تفصیلات نہیں ہیں۔

اگر تو اعتراض کرے کہ سیوطی رح نے
اسی بحث میں ابن عباس رض سے یہ بھی نقل
کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میری اونٹ
کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اسے قرآن میں

وان فيها تاريخ بقاء هذه الامة وتاريخ مدة ايام الدنيا وما مضى وما بقى مضروب بعضها في بعض وهذا يقتضى ان في القران العظيم تعيين وقت الساعة ايضا فما الجواب عن ذالك۔

قلت ، اما الجواب

عن قول ابن عباس رض فهو انه من قبيل ما ذكره الشهاب ان بعض الملحدين سأل بعضهم عن طبخ الحلوى اين ذكر في القران فقال في قوله تعالى "فاسئلوا اهل الذكر"

فمعنى قول ابن عباس رض المذكور انه لو ضاع له عقال بعير لوجد في القران ما يرشده الى طريق وجد انه لا انه يجد في القران النص على مكان عقاله كما لا يخفى۔

واما الجواب عن الثانى،

پالوں گا۔ کیوں کہ ظاہرًا یہ بات اس کی مقتضی ہے کہ قرآن میں جمیع جزئیات کی صراحت ہے۔ اور سیلی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کے جبرو مقابلہ پر مشتمل ہونے کے بیان کے وقت بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اوائل السور (سورتوں کے شروع میں آنے والے الفاظ) میں پہلی امتوں کی تاریخ کی مدتوں، سالوں اور دنوں کا ذکر ہے۔ اور ان میں اس امت کی بقاء کی تاریخ اور ایام دنیا کی مدت کی تاریخ اور جتنا زمانہ گزر گیا اور جتنا باقی ہے۔

بعض کو بعض میں ضرب دیتے ہوئے ان سب کا ذکر ہے۔ اور یہ مقتضی ہے کہ قرآن پاک میں قیامت کے وقت کی تعیین بھی ہو۔ تو اس کا کیا جواب ہے؟

جوابًا میں کہتا ہوں کہ ابن عباس رض کے قول کا جواب تو یہ ہے کہ یہ قول اسی قبیل سے ہے جسے شہاب نے ذکر کیا۔ کہ کسی ملحد نے کسی عالم سے سوال کیا کہ قرآن میں حلوہ پکانے کا ذکر کہاں ہے؟ تو عالم نے جواب دیا کہ آیت فاسئلوا اهل الذكر میں۔

فهو انه قول مبنی علی مجرد
التخمین والحدس بدون
دلیل من کتاب او سنة علیه
فلا تقوم به حجة فی هذا
المطلب المهم کیف وقد
قال السیوطی ایضا فی بحث
المحکم والمتشابه ومن
المتشابه اوائل السور والمختار
فیها ایضا انها من الاسرار
التی لا یعلمها الا الله تعالی
اخرج ابن المنذر وغیره
عن الشعبی. انه سئل عن
فواتح السور فقال ان لکل
کتاب سرا وان سر
هذا القرآن فواتح السور
و ذکر بعد ذلک اقوال من
خاضوا فیها وان بعضهم
ذهب الی انها حروف ماخوذة
من کلمات و بعضهم الی
انها حروف من اسماء الله
تعالی وبعضهم الی انها

پس ابن عباس رض کے مذکورہ قول
معنی یہ ہیں کہ اگر ان کے اونٹ کی رسی
ہو گئی تو وہ قرآن میں ایسی چیز پائیں
جو اس کے پانے کی طرف رہنمائی کرے
معنی نہیں ہیں کہ وہ قرآن میں رسی کی جگہ کی
صراحت پائیں گے جیسا کہ مخفی نہیں۔

دوسرے کا جواب یہ ہے کہ
بعض علماء کا یہ قول کتاب وسنت کی کسی
دلیل کے بغیر محض قیاس و خیال پر مبنی ہے
لہٰذا وہ اس اہم مطلب میں حجت نہیں ہو سکتا
اور یہ بھی کیسے سکتا ہے حالانکہ محکم و
متشابہ کے بحث میں سیوطی نے یہ بھی
فرمایا ہے کہ متشابہات میں سے اوائل
السور بھی ہیں اور ان کے بارے میں مختار
یہی ہے کہ یہ ان اسرار میں سے ہیں
جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
ابن منذر وغیرہ نے شعبی سے روایت
کیا ہے کہ آپ سے فواتح السور کے بارے
میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ہر کتاب کے
ایک راز ہوتا ہے اور اس قرآن کا راز فواتح
السور ہیں۔ اور اس کے بعد سیوطی نے

اقسام الی غیر ذالک فمع ھذا کیف یعول علی القیل المذکور وبفرض تسلیمہ لا یلزم اطلاع احد سوی اللہ تعالیٰ علی وجہ دلالتہا علی ما ادعاہ صاحب القیل المذکور۔

ان لوگوں کے اقوال نقل کئے ہیں جنھوں نے ان میں غور وخوض کیا ہے۔ اور ذکر کیا ہے کہ ان میں سے بعض اس طرف گئے ہیں کہ فواتح السور ایسے حروف ہیں جو کلمات سے ماخوذ ہیں۔ اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کے اسماء کے حروف ہیں۔ اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ قسمیں ہیں وغیر ذالک۔

پس اس کے ہوتے ہوئے قول مذکور پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے یہ بالکل لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو بھی اس بات کا علم ہو کہ حروف مقطعات کس طرح ان امور پر دلالت کرتے ہیں جن کا صاحب قول مذکور نے دعوے کیا ہے۔

الوجہ الرابع

قد ذکرنا فی اوائل رسالتنا ھذہ ان العالم الھندی المذکور یذھب الی احاطۃ علمہ صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع المغیبات التی منھا الخمس

چوتھی دلیل

ہم نے اپنے اس رسالہ کے شروع میں ذکر کیا ہے کہ ہندی عالم ، احمد رضا خان ، اس طرف گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم جمیع مغیبات (جن میں مغیبات خمسہ وغیرہ بھی شامل ہیں) کو محیط ہے۔ اور

وغيرها وانه لا فرق بين علمه صلى الله عليه وسلم وعلمه تعالى شانه الا بالقدم والحدوث۔ وانه لا يستثنى من ذالك الا العلم المتعلق بذات الله تعالى وصفاته فانه صلى الله عليه وسلم لا يعلم ذالك عنده.

وحاصل مراده انه صلى الله عليه وسلم علم بجميع ما فى علم الغيب والشهادة على وجه التفصيل الا ما استثنى وانه استند فى ذالك الى الآية السابقة والى ما ذكرناه عنه من الشبه الضعيفة وقد اجبنا عن جميع ذالك بالوجه الكافى

ونذكر الآن هنا بعض الاحاديث الصحيحة التى تدل على بطلان دعواه المذكورة

فنقول قال الامام الحافظ المجتهد تقى الدين السبكى رحمه الله تعالى فى كتابه "شفاء السقام" روى عن عبد الله بن مسعودؓ

یہ کہ خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم درمیان صرف حدوث و قدم کا فرق ہے۔ اور یہ کہ احمد رضا خان اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات سے متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے علم سے مستثنیٰ نہیں لیتا۔ کیوں کہ اس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں جانتے۔

اور احمد رضا خان کی مراد کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام اشیاء کو تفصیلاً جانتے ہیں جو عالم غیب و شہادۃ میں ہیں۔ سوائے ان اشیاء کے جنہیں اس نے مستثنیٰ کیا ہے۔

اور یہ کہ اس نے اپنے موقف پر سابقہ آیت اور ان ضعیف شبہات سے استدلال کیا ہے جنہیں ہم پہلے ذکر کر کے کافی و شافی جواب دے چکے ہیں۔ اب ہم یہاں کچھ صحیح حدیثیں ذکر کرتے ہیں جو اس کے مذکورہ بالا دعوے کے باطل ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔

چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ امام، حافظ، مجتہد تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

من النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال ان للہ ملئکۃ سیاحین فی
الارض یبلغونی من امتی
السلام رواہ النسائی واسمعیل
القاضی وغیرھما من طرق
مختلفۃ باسانید صحیحۃ
لاریب فیھا الی سفیان الثوری
عن عبد اللہ بن السائب عن
زاذان عن عبد اللہ وصرح
الثوری بالسماع فقال حدثنی
عبد اللہ بن السائب ھکذا فی کتاب القاضی
اسمعیل وعبد اللہ بن السائب وزاذان روی
لھما مسلم ووثقھما ابن معین فالاسناد اذا صحیح
ورواہ ابو جعفر محمد بن
الحسن الاسدی عن سفیان
الثوری عن عبد اللہ بن
السائب عن زاذان عن علی
رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال ان
للہ ملئکۃ یسبحون فی
الارض یبلغونی صلوۃ من صلی

نے اپنی کتاب "شفاء السقام" میں فرمایا
ہے کہ بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
تعالی عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی
ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالی کے کچھ
فرشتے زمین میں سیر و سیاحت کرنے والے
ہیں وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے
ہیں۔ اس حدیث کو نسائی اور قاضی اسمٰعیل
وغیرہ نے مختلف طرق اور ایسی غیر مشکوک
سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے جو کہ
سفیان ثوری رح تک پہنچتی ہیں۔ اور سفیان
ثوری رح نے عبد اللہ بن سائب اور انہوں
نے زاذان سے اور انہوں نے عبد اللہ
بن مسعود رض سے روایت کیا ہے۔ اور سفیان
ثوری رح نے خود سننے کی تصریح کی ہے۔
چنانچہ فرمایا "حدثنی عبد اللہ
بن السائب"۔ قاضی اسمٰعیل کی کتاب
میں اسی طرح ہے۔ اور عبد اللہ بن سائب
اور زاذان سے مسلم نے بھی روایت کیا ہے
اور ابن معین رح نے ان دونوں کو ثقہ قرار
دیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ سند بالکل
صحیح ہے۔ اور اسی حدیث کو ابو جعفر محمد

علیّ من امتی۔

قال الدارقطنی المحفوظ عن زاذان عن ابن مسعود یبلغونی عن امتی السلام و

قال بکر بن عبد اللہ المزنی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم حیاتی خیر لکم تحدثون و یحدث لکم فاذ امت کانت وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت غیر ذالک استغفرت اللہ لکم ثم ذکر احادیث اخر کلها تدل علی عرض الملئکۃ صلوۃ امتہ وسلامہم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال بعد ذالک و کان مقصودنا بجمیع ہذہ الاحادیث۔ بیان العرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ان المراد بہ التبلیغ من الملئکۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم (الٰی ما قال)

بن اسدی سے سفیان ثوری سے انہوں نے عبد اللہ بن سائب سے اور انہوں نے زاذان سے اور انہوں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں میری امت کا جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ لے مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

دار قطنی فرماتے ہیں کہ زاذان سے بروایت ابن مسعود رض جو الفاظ محفوظ ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ فرشتے مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

بکر بن عبد اللہ المزنی؂ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم باتیں کرتے ہو تم سے باتیں کی جاتی ہیں۔ جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جائیں گے اگر میں انہیں اچھا دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور اگر بہتر نہیں دیکھوں

فهذه الاحاديث التي ذكرها
الامام المشار اليه ناطقة بانه
صلى الله عليه وسلم لا يطلع
على صلوة وسلام من كان
بعيدا من قبره الشريف ولا
على اعمال امته الا بعد تبليغ
الملئكة الموكلين بذلك
اليه صلى الله عليه وسلم فلو
كان الامر كما زعم المذكور
من احاطة علمه صلى الله
عليه وسلم بجميع ما كان
ويكون تفصيلا من
الجزئيات والكليات لما
توقف اطلاعه على ذلك على
تبليغ الملئكة اليه لانه من
لوازم الاحاطة المذكورة ان يكون
عالما بان فلانا وفلانا
مثلا يصلي ويسلم عليه
في وقت كذا وان فلانا
وفلانا يعمل كذا خيرا وشرا
في وقت كذا فحينئذ

گا تو پھر تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار
کروں گا۔ پھر انہوں نے اور احادیث بھی
ذکر فرمائیں جو سب کی سب اس بات پر دلالت
کرتی ہیں کہ فرشتے آپ کی امت کے صلوۃ
وسلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتے
ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا ان سب احادیث
سے ہمارا مقصد یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ
فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے
اعمال پیش کرتے ہیں اور یہ کہ فرشتے آپ
تک صلوۃ وسلام پہنچاتے ہیں۔

پس یہ احادیث جنہیں امام مذکور رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے ناطق ہیں۔ کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے صلوۃ
وسلام پر جو آپ کی قبر شریف سے دور ہو۔
اور اپنی امت کے اعمال پر فرشتوں کے
آپ تک پہنچانے کے بعد ہی مطلع ہوتے ہیں
پس اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ احمد رضا
خان نے گمان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کا علم جمیع ما کان وما یکون کی جزئیات
وکلیات کو تفصیلاً محیط ہے تو آپ کا امت
کے صلوۃ وسلام اور امت کے اعمال پر

ماالحاجة الى تبليغ الملٰئكة المذكورين المصرح به فى الاحاديث المذكورة۔

لا يقال قد ثبت بالدليل القطعى كتابة الملٰئكة اعمال العبد۔ و ورد فى احاديث سوال الله الملٰئكة عن احوال عباده وعرض الملٰئكة اعمال العباد على الله تعالى كما اول ذالك لئلا يلزم عدم اطلاع الله تعالى على الاعمال المذكورة تؤول هذه الاحاديث على الوجه المذكور فلا يلزم عدم اطلاع رسول الله صلى الله عليه وسلم على ما تعرضه الملٰئكة عليه لانا نقول تاويل ذالك فى حق الله تعالى واجب لاستحالة عدم العلم بشئ فى حقه اجماعا واما تاويل ما يتعلق برسول الله صلى الله عليه وسلم فلا يصار اليه

مطلع ہونا فرشتوں کے آپ تک پہنچانے پر موقوف نہ ہوتا۔ کیوں کہ احاطہ مذکورہ کے لوازم میں سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہوں کہ فلاں فلاں شخص فلاں فلاں وقت میں آپ پر درود وسلام بھیج رہا ہے۔ اور فلاں فلاں شخص فلاں فلاں وقت میں اچھا یا برا کام کر رہا ہے۔ اس وقت ان فرشتوں کے آپ تک پہنچانے کی کیا ضرورت ہے جن کی احادیث مذکورہ میں تصریح کی گئی ہے۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ فرشتوں کا بندوں کے اعمال کا لکھنا دلیل قطعی سے ثابت ہے اور احادیث میں اللہ تعالٰے کا فرشتوں سے اپنے بندوں کے حالات کے بارے میں سوال کرنا اور فرشتوں کا اللہ تعالٰے پر بندوں کے اعمال کا پیش کرنا آتا ہے۔ لہٰذا جس طرح اس کی تاویل کی جائے گی تاکہ اللہ تعالٰے کا اعمال مذکورہ پر مطلع نہ ہونا لازم نہ آئے اسی طرح ان احادیث کی بھی تاویل کر لی جائے گی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان اعمال پر جو فرشتے آپ پر پیش کرتے ہیں مطلع نہ ہونا لازم نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ :

بعدم الاستحالة المذكورة في
حقه بل يجب ابقاؤه على
ظاهره لعدم ضرورة داعية
الى التاويل كما هي القاعدة
المقررة في نصوص الشرع.

وقد ذكرنا ايضا في رسالتنا
الاولى.

انه صلى الله عليه وسلم
قال في حديث الشفاعة فياتوني
فاستاذن على ربي في داره
فيؤذن لي عليه فاذا رأيته
وقعت ساجدا فيدعني ما شاء
الله ان يدعني فيقول ارفع
محمد وقل يسمع واشفع
تشفع وسل تعطه قال فارفع
رأسي فاثني على ربي
بثناء وتحميد يعلمنيه فهذا
الحديث الصحيح ناطق ايضا
بان الله يعلمه حينئذ
مالم يعلمه قبل والثناء من
الثناء والتحميد وهذا ايضا

تاویل اللہ تعالے کے حق میں تو ضروری ہے
کیوں کہ اللہ تعالے کو کسی چیز کا علم نہ ہونا
اجماعاً محال ہے۔ اور جو احادیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ہیں انکی
تاویل کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا کیونکہ
آپ کو کسی چیز کا علم نہ ہونا محال نہیں ہے۔
بلکہ ان احادیث کو اپنے ظاہر پر رکھنا ضروری
ہے۔ کیوں کہ کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے
جو تاویل کی داعی ہو۔ جیسا کہ یہ قاعدہ نصوص
شرعیہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ بلا ضرورت
داعیہ کلام کو اپنے ظاہر سے نہیں پھیرا جائیگا

اور ہم نے اپنے پہلے رسالہ میں بھی یہ
ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث
شفاعت میں فرمایا کہ میدان حشر میں
لوگ میرے پاس آئیں گے پس میں اپنے رب
سے اس کے گھر میں شفاعت کی اجازت
چاہوں گا۔ مجھے شفاعت کی اجازت دے
دی جائے گی۔ جب میں اللہ تعالے کو دیکھوں
گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جب
تک چاہیں گے مجھے سجدہ میں پڑا رہنے دیں
گے۔ پھر فرمائیں گے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

يبطل دعوى الاحاطة المذكورة كما لا يخفى۔

فان قال المذكور ان الثناء والتحميد الذى يلهمه صلى الله عليه وسلم فى ذالك الوقت هو مما يتعلق بذات الله تعالى وصفاته المقدسة وقد استثنينا العلم المتعلق بذالك فلا تنافى الاحاطة التى ذكرناها۔

فالجواب منه بانه ان كان مرادك بانه مما يتعلق بذات الله تعالى وصفاته انه صلى الله عليه وسلم ينطق حينئذ بكلام يدل على كنه كنه ذات الله تعالى وبيان حقيقته وحقيقة صفاته فهذا لا يصح لان الحق عند علماء الظاهر وارباب الكشف الصحيح انه لا سبيل للعقول الى معرفة حقيقته تعالى وحقيقة صفاته

اٹھیے اور فرمائیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی وہ حمد وثناء کروں گا جو اللہ تعالےٰ مجھے اس وقت، سکھلائیں گے۔ پس یہ حدیث صحیح بھی ناطق ہے کہ اس وقت اللہ تعالےٰ آپ کو وہ حمد وثناء بتلائیں گے جو اس سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے اور یہ بھی احاطۂ مذکورہ کے دعوے کو باطل کر دیتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔

اگر احمد رضا خان یہ اعتراض کرے کہ جو حمد وثناء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت الہام کی جائے گی وہ ان چیزوں میں سے ہے جو اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کے ساتھ متعلق ہیں۔ اور ہم ذات وصفات سے متعلق علم کا پہلے استثناء کر چکے ہیں لہٰذا یہ ہمارے ذکر کردہ احاطہ کے منافی نہیں۔

تو جواب یہ ہے کہ اس حمد وثناء کا اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات سے متعلق ہونے

وفی الدنیا ولا فی الاٰخرة
فاذا کان الامر کذالک فلا
یمکن لاحد ایضا ان ینطق
بکلام یکشف من حقیقته تعالٰی
وحقیقة صفاته وحقق ھذہ
المسئلة العلامة محمد بن قاسم
جسوس فی شرحه علی
رسالة ابن ابی زید فذکر
ان الاصح انه لا یدرک
احد حقیقة ذاته تعالٰی ولا
حقیقة صفاته ونقل ذالک من
القاضی وامام الحرمین و
حجة الاسلام والامام الفخر
فی اکثر کتبه وان الاصح
ان ذالک عام فی الدنیا والاٰخرة
وانه یدل له قوله تعالٰی ولا
یحیطون به علما و قوله
تعالٰی لا تدرکه الابصار
ونقل عن الواسطی انه قال امور
التوحید کلها خرجت من ھذہ
الاٰیة لیس کمثله شیئ لانه ما

سے اگر تیری مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم اس وقت ایسا کلام فرمائیں گے جو اللہ
تعالےٰ کی کنہ اور حقیقت اور اس کی صفات
کی حقیقت کے بیان پر دلالت کرے گا تو
یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ علما ظاہر اور
ارباب کشف صحیح کے نزدیک حق یہ ہے کہ
دنیا و آخرت میں اللہ تعالےٰ کی حقیقت
اور اس کی صفات کی حقیقت کی معرفت کی
طرف عقول کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں ہے
پس جب حقیقت حال یہ ہے تو کسی شخص
کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسا کلام کرے
جو اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کی حقیقت
کھول دے۔

ابن ابی زید کے رسالہ کی شرح میں
علامہ محمد بن قاسم جسوس نے اس مسئلہ کی تحقیق کی
ہے اور ذکر کیا ہے کہ صحیح ترین بات یہی ہے کہ
کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کی
حقیقت نہیں پا سکتا۔ اور انہوں نے اس
کو اپنی اکثر کتابوں میں قاضی و غالباً بیضاوی
امام الحرمین، حجۃ الاسلام اور امام فخر الدین
رازی رہ سے نقل کیا ہے۔ اور یہ بھی ذکر کیا ہے

عبر من الحقيقة بشیء الا والعلة مصاحبة والعبارة ناقصة لان الحق تعالى لا ينعت على مقداره لان كل نا عت مشرف على المنعوت وجل ربنا ان يشرف عليه مخلوق اه كلام الواسطی۔

ثم قال وبالجملة فعجز العقول عن الاحاطة بعظيم كبريائه وباهر جماله وعلى جلاله بل عجزها عن عجائب صنعه فی مخلوقاته يكاد ان يكون معلوما من الدين ضرورة فاذا لا يعرف الله الا الله كما قاله سفيان وقاله الجنيد ومضى عليه محققوا الامة ثم نقل ما يؤيد ذالك عن السنوسی فی شرح الكبری والصغری وعن الامام ابن عرفه انه قال ؎

کہ زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ دنیا وآخرت دونوں میں عام ہے۔ اور یہ کہ اس پر آیت "ولا یحیطون به علما" اور آیت "لا تدركه الابصار" دلالت کرتی ہے۔ اور واسطی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تمام امور توحید آیت "لیس کمثله شیء" سے نکل گئے ہیں۔ اس لئے کہ جس چیز سے حقیقت کی تعبیر کی جائے علت اس کے مصاحب ہو اور اس کی تعبیر ناقص۔ کیوں کہ اللہ تعالےٰ کی مقدار بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے کہ بیان کرنے والا منعوت پر مطلع ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے بلند و برتر ہیں کہ ان پر مخلوق مطلع ہو۔ ختم ہوا کلام واسطی۔

پھر فرمایا کہ خلاصہ یہ ہے کہ عقلیں اس کی عظیم کبریائی اور بڑے جمال وجلال کے احاطہ سے عاجز ہوگئی ہیں بلکہ اس کی مخلوقات میں اس کی صنعت کے عجائبات کے ادراک سے عقلوں کا عاجز ہونا تو قریب قریب دین کی بدیہی باتوں سے ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو ان کے سوا کوئی

الا ان ادراك الحقيقة معجز
وادراك نفس العجز عين الحقيقة
كما قاله الصديق اول قائل
بفكر صحيح او بحسن بديهة
قال اشار الى قول الصديق
رضى الله تعالى عنه
العجز عن الادراك ادراكٌ
وقال الجنيد سبحان من لم
يجعل للخلق سبيلا الى
معرفته الا بالعجز عن معرفته
وقال سهيل بن عبد الله
للمعرفة غايتها شيئان الدهش
والحيرة
وقال ذو النون المصرى
اعرف الناس بالله اشدهم
تحيرا فيه
وقال سيد العارفين صلى الله
عليه وسلم لا احصى ثناءً
عليك انت كما اثنيت على
نفسك او باختصار وفى معنى
ذالك احاديث اخر لو استقصينا

نہیں جانتا جیسا کہ سفیان ثوری رہ، اور
جنید بغدادی رہ نے فرمایا ہے اور محققین بہت
اسی مذہب پر رہے ہیں۔ پھر رسالہ کبریٰ و
صغریٰ کی شرح میں سنوسی سے وہ چیز نقل
کی ہے جو اس کی مؤید ہے اور امام ابن
عرفہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔
(ترجمہ شعر) آگاہ ہو جاؤ کہ حقیقت کا
ادراک عاجز کر دینے والا ہے اور نفس عجز
کا ادراک کر لینا عین حقیقت ہے۔ جیسا کہ
(ابوبکر) صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے
فرمایا ہے۔ جو فکر صحیح کے ساتھ فی البدیہہ
پہلے فرمانے والے ہیں۔
شارح نے فرمایا کہ اس میں حضرت
ابوبکر صدیق رض کے اس فرمان کی طرف اشارہ
ہے کہ "ادراک سے عاجز ہو جانا ہی ادراک
ہے"۔ حضرت جنید رہ نے فرمایا پاک ہے
وہ ذات جس نے مخلوق کے لئے اپنی معرفت
سے عاجز ہو جانے کے علاوہ اپنی معرفت
کا کوئی راستہ نہیں بنایا۔
حضرت سہل بن عبداللہ رہ فرماتے ہیں
کہ معرفت کی غایت دو چیزیں ہیں۔

ذکرها لطال الکلام وان کان مرادك غیر ذالك ثبت المطلوب من بطلان دعواك الاحاطة المذکورة۔

فان قلت انه فی رسالته المذکورة قد قسم العلم الی قسمین علم ذاتی استقلالی احاطی وهذا مختص بذات الله تعالی۔

وعلم حادث وهبی احاطی الا بما استثناء وهو علم رسول الله صلی الله علیه وسلم وبناء علی ذالك ادعی ان کل اٰیة او حدیث فیه نفی علم رسول الله صلی الله علیه وسلم بشیٔ من الغیبات الخمس او غیرها فالمراد من ذالك نفی العلم الذاتی الاستقلالی الذی هو القسم الاول لا نفی العلم الحادث الوهبی فاذا قیل له قال الله تعالی ۔ وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا

۱ ۔ وحشت ۔ ۲ ۔ حیرت ۔

حضرت ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کی معرفت رکھنے والا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ متحیر ہو۔

اور سید العارفین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ میں آپ کی تعریف کا احصاء نہیں کر سکتا آپ ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے (مختصراً)۔

اس بارے میں اور احادیث بھی ہیں جن کے ذکر کا ہم اگر استقصاء کریں تو کلام طویل ہو جائے گا اور اگر تیری مراد اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو ہمارا مطلوب ثابت ہو گیا کہ تیرا احاطۂ مذکورہ کا دعوے کرنا باطل ہے

اگر تو اعتراض کرے کہ احمد رضا نے اپنے مذکورہ رسالہ میں علم کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک علم ذاتی استقلالی محیط۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔

اور دوسری علم حادث عطائی محیط۔ مستثنیات کے علاوہ، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہے اور اسی پر اس نے اپنے

هو " مثلا وانه صلى الله عليه وسلم قال لما سئل عن الساعة قبل وفاته بشهر انما علمها عند ربي كما في صحيح مسلم مثلا قال في جواب ذالك النفي انما هو القسم الاول من العلم لا الثاني فلا يلزم من ذالك عدم علمه صلى الله عليه وسلم بشيء من ذالك بطريق اطلاع الله تعالى اياه عليه وهكذا قوله في نظائر ذالك فما الجواب عن هذا.

قلت الجواب الصحيح عن ذالك ان تقسيم العلم الى ما ذكره في معنى تقسيمات العلم المذكورة في كتب الفلسفة وعلم الكلام المخلوط بها فهي وان كانت صحيحة في نفسها لكنها من التدقيقات الفلسفية التي لا يعتبر بها علماء الشرع وارباب العقول السليمة في فهم

اس دعوے کو مبنی کیا ہے کہ جس آیت یا حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغیبات خمسہ وغیرہ میں سے کسی کی بھی نفی کی گئی ہے تو اس سے علم ذاتی استقلالی کی نفی مراد ہے جو کہ پہلی قسم ہے نہ کہ علم حادث عطائی کی نفی۔ جب اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا " وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو " اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے ایک مہینہ پہلے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا " اس کا علم میرے رب کے پاس ہے " جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ علم منفی علم کی پہلی قسم ہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطائی طور پر جانتے کی نفی لازم نہیں آتی اور اس جیسے دیگر اعتراضات میں بھی اس کا یہی جواب ہے۔ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

میں کہتا ہوں کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس کی ذکر کردہ علم کی تقسیم۔ علم کی ان تقسیمات کے معنی میں ہے جو فلسفہ اور اس کے ساتھ

معانی الکتب والسنة لان
اعتبارها یؤدی الی اخراج
معانی الکتب والسنة عن
ظواهرهما الواضحة فی
مواضع کثیرة بلا ضرورة
داعیة الی ذالك ولان
فتح هذا الباب یقتضی عدم
الوثوق بکثیر من النصوص
الظاهرة الواضحة الدلالة و
فی ذالك ایقاع للمسلین فی
حیرة عظیمة وحل لعُرَی
الدین الوثیقة ولا یخفی مافی
ذلك من الفساد العظیم وکل
ما ادی الی ذلك باطل ممنوع
شرعا و برهانا۔ فجوابه عما
ذکرنا لوجه المذکور باطل ولانه
قال الله تعالی الله اعلم حیث
یجعل رسالته وقال هو اعلم
بکم اذ انشاکم من الارض واذ انتم
اجنة فی بطون امهاتکم فلا
تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی ۔

نحو وعلم کلام میں مذکور ہیں ۔ یہ تقسیمات گو
چہ فی ذاتہ صحیح ہیں مگر فلسفی تدقیقات ہیں
ہیں جن کا علماء شرع اور معقول سلیم والے
کتاب وسنت کے معانی سمجھنے میں کوئی اعتبار
نہیں کرتے ۔کیوں کہ ان کا اعتبار کرنا بہت
سے مقامات میں ان کے اس ظاہری اور واضح
معانی سے بلا کسی ضرورت داعیہ کے نکلنے
پر منتج ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ اس دروازہ
کا کھولنا ان بہت سی نصوص کے ناقابلِ اعتبار
ہونے کو مستلزم ہے جو کہ بالکل ظاہر اپنے
معنی پر واضح دلالت کرنے والی ہیں۔ اور
اس میں تو مسلمانوں کو بڑی حیرت اور شکوک
و شبہات میں ڈالنا، اور دین کے مضبوط حلقہ
کو کھول دینا ہے اور اس میں جو بڑا فساد ہے
وہ مخفی نہیں ہے۔ اور جو چیز اس تک پہنچائے
وہ باطل ہے اور شرعاً و عقلاً ممنوع ہے۔

پس احمد رضا خان نے ہماری بات کا جو
جواب ذکر کیا ہے وہ مذکورہ وجہ کی بنا پر
باطل ہے۔ اور اس بنا پر بھی کہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے کہ وہ زیادہ جانتے ہیں کہ کس کو
اپنا رسول بنائیں ۔ نیز ارشاد ہے کہ۔

وقال ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين ٥ ولانه قد ثبت في واقعات لا تحصى ان الصحابة رضى الله تعالى عنهم اذا سئلوا عن بعض الامور بحضرته صلى الله عليه وسلم قالوا الله ورسوله اعلم اى منا ومن المقرر في علم العربية ان معنى افعل التفضيل ان المفضل يشارك المفضل عليه مع اختصاص بزيادة في المعنى الذى اشتق من مصدره افعل التفضيل فحصل من ذلك ان معنى اعلم في الآيات الكريمة وقول الصحابة ان الله سبحانه وتعالى يعلم العلم القليل الذى اوتوه و يزيد عليهم بالعلم المحيط بجميع المعلومات وان رسوله صلى الله عليه وسلم يشاركهم

" وہ تم کو زیادہ جانتا ہے اور جب کہ تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں . لہذا مت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ زیادہ جانتا ہے اس کو جس نے تقوے اختیار کیا "

اور فرمایا کہ تیرا رب ہی زیادہ جانتا ہے ان کو جو اس کا راستہ بھول گئے اور وہی زیادہ جانتا ہے ان کو جو ہدایت یافتہ ہیں "

اور بے شمار واقعات میں ثابت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم سے سوال کیا جاتا تو فرماتے کہ اللہ تعالے اور رسول ہم سے زیادہ جانتے ہیں - اور علم عربیہ میں یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے کہ افعل التفضیل کے معنی یہ ہیں کہ مفضل ، مفضل علیہ کے ساتھ نفس معنی مصدری میں شریک ہونے کے ساتھ ساتھ یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ اس میں اس مصدر کے معنی زیادتی کے ساتھ پائے جاتے ہیں جس سے افعل التفضیل مشتق ہے - اس سے یہ بات حاصل ہوئی کہ آیات کریمہ اور قول صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم میں " اعلم " کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالے اس

في العلم الذي اوتوه ويزيد عليهم بالعلم العظيم الذي اوحي اليه من عند الله وقد اقرهم صلى الله عليه وسلم على ذالك فهو صحيح قطعا ولا تتم صحته الا اذا قلنا ان العلم المذكور في ذالك وفي نظائره من النصوص الشرعية انما يراد به مطلق الادراك الذي ينكشف به المعلوم على ما هو عليه بقطع النظر عن تقسيمات العلم الفلسفية التي منها التقسيم الذي ذهب اليه المذكور ۔

قلیل علم کو بھی جانتے ہیں جو انہیں دیا گیا اور اللہ تعالٰی نے ان پر بڑھے ہوئے بڑے علم کے ساتھ جو جمیع معلومات کو محیط ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ اس علم میں شریک ہیں جو انہیں دیا گیا ہے اور اس عظیم علم کے ساتھ بڑھے ہوئے ہیں جس کی ان کی طرف اللہ تعالٰی کی جانب سے وحی کی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس پر ثابت رکھا اور انکار نہ فرمایا، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ یقیناً صحیح ہے اور اس کی صحت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی مگر جب کہ ہم یہ کہیں کہ اس میں اور اس کے مثل دیگر نصوص شرعیہ میں جو علم مذکور ہے اس سے مراد مطلق ادراک ہے جس سے معلوم اپنی اصلی حالت پر منکشف ہو جاتا ہے ۔ قطع نظر علم کی فلسفی تقسیمات سے جن میں سے وہ تقسیم بھی ہے جس کی طرف احمد رضا خاں گیا ہے ۔

الوجہ الخامس

حاصله انه كما اتضح من الوجه الاول ان تفسير قوله

پانچویں دلیل

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جیسا کہ پہلی دلیل سے واضح ہو چکا ہے کہ آیت

جل ذکرہ

"ونزلنا علیك الکتاب تبیانا

لکل شیء" بالمعنی العام

ذی ادعاہ من التفسیر

منهی عنه نبین لك ههنا ان

قسیرہ المذکور من التفسیر

لمردود لما نذکرہ وهو

ن ائمة الدین قد شرطوا

ن المفسر لکتب الله ان

یکون جامعا لعلوم خمسة عشرا

احدها : اللغة لان بها یعرف

شرح مفردات الالفاظ و

مدلولاتها بحسب الوضع قال

مجاهد لا یحل لاحد یؤمن

بالله و الیوم الآخر ان یتکلم

فی کتب الله اذا لم یکن

عالما بلغات العرب۔

الثانی : النحو لان المعنی

یتغیر و یختلف باختلاف

الاعراب فلا بد من اعتبارہ۔

الثالث : التصریف لان به

"ونزلنا علیك الکتاب تبیانا

لکل شیء" کی تفسیر اس معنی عام کے

ساتھ جس کا احمد رضا خان نے دعوے کیا

ہے وہ تفسیر ہے جس سے روکا گیا ہے۔

یہاں ہم یہ بیان کریں گے کہ احمد رضا خان

کی مذکورہ تفسیر ان دلائل کی بنا پر جو ہم ابھی

ذکر کر رہے ہیں مردود تفسیر ہے۔ اور وہ یہ

ہے کہ ائمہ دین نے قرآن پاک کی تفسیر کرنے

والے کے لئے شرط لگائی ہے کہ وہ پندرہ

علوم کا جامع ہو۔

۱ : لغت : اس لئے کہ مفرد الفاظ

کی شرح اور وضع کے اعتبار سے ان کے

مدلولات کا علم اسی سے ہوتا ہے۔ حضرت

مجاہد رح نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اللہ اور

قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے

اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ قرآن پاک

میں کلام کرے جب تک کہ وہ لغات عرب

کو نہ جانتا ہو۔

۲ : نحو : اس لئے کہ اعراب کے اختلاف

سے معنی بدل جاتے ہیں لہٰذا نحو کا اعتبار

کرنا ضروری ہے۔

تصریف الابنیۃ والصیغ۔

٣ : تصریف : اس لئے کہ اس سے بنائیں اور صیغے معلوم ہوتے ہیں۔

الرابع : الاشتقاق : لان الاسم اذا کان اشتقاقہ من مادتین مختلفتین اختلف باختلافھما

٤ : اشتقاق : اس لئے کہ ایک اسم کا اشتقاق جب دو مختلف مادوں سے ہو گا تو مادہ کے اختلاف سے خود مختلف ہو جائے گا۔

الخامس ، والسادس ، والسابع : المعانی ۔ والبیان ۔ والبدیع : لانہ یعرف بالاول خواص تراکیب الکلام من جھۃ افادتھا المعنی۔

٥ ، ٦ ، ٧ ، معانی ، بیان ، بدیع اس لئے کہ علم معانی کے ذریعہ افادہ معنی کی حیثیت سے کلام کی ترکیبوں کے خواص معلوم ہوتے ہیں۔

وبالثانی خواصھا من حیث اختلافھا بحسب وضوح الدلالۃ وخفائھا۔

اور علم بیان کے ذریعہ معنی پر دلالت کے ظاہر اور مخفی ہونے کے اعتبار سے کلام کی مختلف ترکیبوں کے خواص معلوم ہوتے ہیں

وبالثالث : وجوہ تحسین الکلام وھذہ العلوم الثلاثۃ ھی علوم البلاغۃ وھی من اعظم ارکان المفسر لانہ لابد لہ من مراعاۃ ما یقتضیہ الاعجاز وانما یدرک بھذہ العلوم۔ قال السکاکی رہ اعلم ان شان الاعجاز عجیب یدرک ولا یمکن وصفہ کاستقامۃ

اور علم بدیع کے ذریعہ کلام کی تحسین کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ تینوں علوم بلاغت کے علوم ہیں اور علوم بلاغت سے مفسر کی آگاہی بہت اہم ہے اس لئے کہ مفسر کے لئے اعجاز قرآن کے تقاضوں کی رعایت کرنا ضروری ہے اور یہ تقاضے انہیں علوم سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ سکاکی رہ نے فرمایا۔ جان لے کہ اعجاز کی شان عجیب ہے

وزن تدركه ولا يمكن وصفها
كالملاحة ولا طريق الى
تحصيله لغير ذوى الفطرة
السليمة الا التمرن على علمى
المعانى والبيان۔

الثامن : علم القراءة :
ان به يعرف كيفية النطق
بالقران وبالقراءت يترجح
بعض الوجوه المحتملة على بعض۔

التاسع : اصول الدين :
لان فى القران من الأيات الدالة
بظاهرها على ما لا يجوز على
الله تعالى فالاصولى يؤول ذالك و
يستدل على ما يستحيل وما يجب
وما يجوز۔

العاشر : اصول الفقه :
اذ به يعرف وجه الاستدلال على
الاحكام والاستنباط۔

الحادى عشر : اسباب النزول
والقصص : اذ بسبب النزول
يعرف معنى الأية المنزلة فيه

اس کا ادراک تو ہو سکتا ہے لیکن اس کا بیان
ممکن نہیں جیسا استقامت وزن کہ اس کا ادراک
تو ہو سکتا ہے مگر اسے بیان کرنا ممکن نہیں،
اور جیسے ملاحت فطرت سلیمہ رکھنے والوں کے
علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے علم معانی و
بیان پر مشق کرنے کے علاوہ اس کے حاصل
کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں۔

٨ : علم قراءۃ : اس لئے کہ علم قراءۃ
کے ذریعہ قرآن کے نطق کی کیفیت معلوم
ہوتی ہے۔ اور قراءۃ کے ذریعہ بعض وجوہ
محتملہ کو بعض پر ترجیح حاصل ہو جاتی ہے۔

٩ : اصول دین : کیوں کہ قرآن میں
ایسی آیات بھی ہیں جو بظاہر ایسے معنی پر دلالت
کرتی ہیں جن کا اطلاق اللہ تعالےٰ پر جائز
نہیں۔ پس اصولی اس کی تاویل کرے گا اور
دلیل پیش کرے گا ان امور پر جو اللہ تعالےٰ
کے لئے محال ہیں اور ان امور پر بھی جو اللہ
تعالےٰ کے لئے واجب (ضروری) یا ممکن ہیں۔

١٠ : اصول فقہ : کیونکہ اس کے
ذریعہ احکام پر استدلال اور استنباط کا طریقہ
معلوم ہوتا ہے۔

التی استأثر الله بعلمها فلا
یعلمها احد الا بعد اعلامه
تعالٰی بها فعلم وقت الساعة
لا یعلمه نبی مرسل ولا ملک
مقرب لا یجلیها لوقتها الا هو
وکذالک انزال الغیث لا یعلمه
الا الله ولکن اذا امر به
علمته الملئکة الموکلون
بذالک ومن یشاء الله من
خلقه۔ وکذالک لا یعلم ما
فی الارحام مما یرید ان
یخلقه تعالٰی سواه ولکن اذ
امر بکونه ذکرا او انثٰی
شقیا او سعیدا علم الملئکة
الموکلون بذالک ومن
شاء الله من خلقه۔ وکذالک
لاتدری نفس ماذا تکسب
غدا فی دنیاها واخرتها
وماتدری نفس بای ارض
تموت فی بلدها او غیره من
ای بلاد الله کان لا علم

کی تصریحات نقل کرتے ہیں۔
چنانچہ ہم کہتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ
آیت ۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔
کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ غیب کی وہ
کنجیاں ہیں جن کے علم کو اللہ تعالٰے نے
اپنے لئے منتخب کر لیا ہے اور کوئی بھی نہیں
خدا تعالٰے کے بتلائے بغیر نہیں جانتا پس
قیامت کے وقت کا علم نہ کسی فرستادہ پیغمبر
کو ہے اور نہ کسی مقرب فرشتے کو اللہ تعالیٰ
ہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر فرمائیں گے۔
ایسے ہی بارش برسانے کے وقت
کا علم سوائے خدا تعالٰے کے کسی کو نہیں۔
لیکن جب وہ بارش برسانے کا حکم دیتے ہیں
تو جو ملائکہ بارش پر مقرر ہیں جان لیتے ہیں۔
اور دوسری مخلوق میں سے جسے اللہ تعالٰے
چاہے اسے اس کا علم ہو جاتا ہے۔
اور ایسے ہی ارحام میں جو اللہ تعالٰے
پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کا علم بھی سوائے
ان کے کسی کو نہیں۔ لیکن جب وہ اس کے
مذکر یا مؤنث نیک یا بد ہونے کا حکم دیتے
ہیں تو اس پر مامور فرشتے اور دوسری مخلوق

لاحد بذالك وهذه شبيهة بقوله تعالى وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو الاية .

وقد وردت السنة بتسمية هذه الخمس مفاتح الغيب ثم نقل عن الامام احمد حديثا عن ابي بريدة رضى الله تعالى عنه يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول خمس لا يعلمهن الا الله عز وجل " ان الله عنده علم الساعة " الحديث .

وقال صحيح الاسناد وعنه عن ابن عمر رض قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم مفاتيح الغيب خمس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الحديث قال انفرد باخراجه البخارى فى صحيحه قال ورواه من وجه آخر عن ابن عمر

میں سے جسے خدا تعالے چاہیں وہ جان لیتے ہیں۔ اور ایسے ہی کوئی نہیں جانتا کہ وہ دنیا و آخرت میں کل کیا کمائے گا۔

اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا اپنے شہر میں یا کسی اور شہر میں بس کا کسی کو علم نہیں اور یہ آیت اللہ تعالے کے اس قول " وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو " کے مشابہ ہے۔ اور حدیث میں ان پانچوں کا نام "مفاتح الغیب" رکھا گیا ہے۔ پھر امام احمد رہ سے ایک حدیث انہوں نے نقل فرمائی ہے جو حضرت ابو بریدہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ عز وجل کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی ان الله عنده علم الساعة. الحديث .

اور حافظ ابن کثیرہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے بروایت امام احمد مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مفاتیح الغیب"

قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مفاتیح الغیب خمس ثم قرأ ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ ۔ قال انفرد بہ ایضاً۔

وعن احمد عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اوتیت مفاتیح کل شیء الا الخمس ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ الحدیث ۔

وعنہ من طریق اخر عن ابن عمر الحدیث المذکور وزاد فی اخرہ قال قلت لہ انت سمعتہ من عبد اللّٰہ قال نعم اکثر من خمسین مرۃ ثم قال حدیث ابی ھریرۃ رض و ذکر ان البخاری اخرجہ فی تفسیر الآیۃ المذکورۃ وساق الحدیث الی قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما المسئول عنھا باعلم من السائل وقال

پانچ چیزیں ہیں ۔جنہیں خدا تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔یعنی ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ ۔ الحدیث ۔

حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کو صرف امام بخاری رہ اپنی ۔۔صحیح ۔۔ میں لائے ہیں ۔ اور حافظ ابن کثیر رہ نے فرمایا کہ امام بخاری رہ نے ایک اور طریق سے ابن عمر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہا سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ۔۔ مفاتح الغیب ۔۔ پانچ ہیں ۔ پھر آپ نے آیت ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ پڑھی ۔

حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں ۔

ابن عمر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہا سے بروایت امام احمدؒ مروی ہے کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ہر چیز کی چابیاں دی گئی ہیں ۔سوائے پانچ چیزوں کے ۔یعنی ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ الحدیث

امام احمد رہ نے بطریق آخر ابن عمر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہا سے حدیث مذکور روایت کی

ساحدثك من اشراطها
الحديث الى قوله صلى الله عليه
وسلم فى خمس لا يعلمهن
الا الله ان الله عنده علم
الساعة وينزل الغيث ويعلم
ما فى الارحام الاية الحديث
وقال ورواه البخارى
ايضا فى كتاب الايمان
ومسلم من طرق ثم ذكر
ان الامام احمد اخرجه عن
ابن عباس وساق الحديث
الى ان قال يا رسول الله فحدثنى
متى الساعة قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم فى سبحن
الله فى خمس لا يعلمهن الا الله ان
الله عنده علم الساعة وينزل
الغيث الحديث. قلت قوله صلى
الله عليه وسلم فى سبحن
الله فى خمس لا يعلمهن الا الله رد
صريح على من يزعم
من الغلاة ان معنى قوله صلى الله

بعد اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ لوگ
نے مروی عنہ سے کہا کہ آپ نے خود یہ حدیث
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
سنی ہے ؟ انہوں نے کہا ہاں بلکہ اس
دفعہ سے زیادہ۔ پھر حافظ ابن کثیر رح نے
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل
کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ امام بخاری رح نے
آیت مذکور کی تفسیر میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔
اسی حدیث میں ہے کہ قیامت کے وقت
کی تعیین کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے
اس کا سوال کیا جا رہا ہے وہ خود سائل
سے زیادہ نہیں جانتا۔ اور فرمایا کہ البتہ قیامت
کی چند نشانیاں بتلائے دیتا ہوں۔ پھر آپ نے
فرمایا کہ وقت قیامت کی تعیین کا علم
تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ
تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جن کا ذکر
آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ
میں ہے۔ حافظ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ
امام بخاری رح نے اس حدیث کو "کتاب
الایمان" میں بھی نقل فرمایا ہے۔ اھ

علیہ وسلم فی الروایۃ الاخریٰ ما المسئول عنہا باعلم من السائل انہ وجبریل علیہما السلام متساویان فی العلم بہا ثم ذکر عن الامام احمد حدیثا من رجل من بنی عامر فی ھذا المعنی وفی آخرہ ان الرجل المذکور قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہل بقی من العلم شیء لا تعلمہ قال قد علمنی اللہ عز وجل خیرا وان من العلم ما لا یعلمہ الا اللہ عز وجل الخمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام الآیۃ قال وھذا اسناد صحیح قال وقال ابن ابی نجیح عن مجاھد جاء رجل من اھل البادیۃ فقال ان امرأتی حبلی فاخبرنی ما تلد ومتی تلد وبلادنا مجدبۃ فاخبرنی متی ینزل الغیث

امام مسلم رح نے متعدد طرق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ پھر حافظ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ امام احمد نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور اس میں ہے کہ سائل نے کہا یا رسول اللہ مجھے بتلائیے قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ جن کا ذکر آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ ۔ میں ہے۔

(صاحب غایت المامول فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان غالی لوگوں پر صریح رد ہے جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام دونوں وقت قیامت جاننے میں برابر ہیں وقت قیامت کو جانتے ہیں پھر حافظ ابن کثیر رح نے اسی کے ہم معنی ایک اور حدیث قبیلہ بنو عامر کے ایک آدمی سے بروایت امام احمد نقل کی ہے جس کے آخر میں ہے کہ شخص مذکور نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا کوئی ایسا علم بھی ہے جو آپ

وقد علمت متى ولدت فاخبرني متى اموت فانزل الله عز وجل « ان الله عنده علم الساعة الى قوله عليم خبير »

قال مجاهد وهي مفاتيح الغيب التي قال الله تعالى وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو رواه ابن ابي حاتم وابن جرير۔ ثم ذكر عن عائشة وقتادة مايؤيد ذلك اه باختصار۔

وتكلم العلامة الخطيب الشربيني على الاية المذكورة في تفسيره بكلام قريب من كلام الحافظ ابن كثير۔

ومن جملة ما ذكر عن قتادة قال خمس من الغيب استأثر الله بهن فلم يطلع عليهن ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا ان الله عنده علم الساعة فلا يدري احد من الناس متى

نہ جانتے ہوں ؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خیر اور بھلائی کی باتیں سکھائی ہیں اور یقیناً ایسا بھی علم ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مثلاً وہ پانچ چیزیں جن کا ذکر آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ ۔ میں ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ابن ابی نجیح حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ بدویوں میں سے ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میری بیوی حاملہ ہے آپ مجھے بتائیں کہ وہ کیا جنے گی ؟ اور ہمارے علاقے بارش نہ ہونے کے باعث خشک ہو چکے ہیں آپ مطلع فرمائیں کہ کب بارش ہو گی ؟ اور میں جانتا ہوں کہ میں کب پیدا ہوا تھا۔ آپ مجھے بتائیں کہ میں کب مروں گا ؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ ؕ علیم خبیر۔ نازل فرمائی۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہی مفاتیح الغیب

تقوم الساعة فی ای سنة
ولا فی ای شہر أليلا ام نهارا
و ينزل الغيث فلا يعلم احد
متى ينزل أليلا ام نهارا
و يعلم ما فی الارحام فلا
يعلم احد ما فی الارحام
أ ذكرا ام انثى احمر ام
اسود ولا تدری نفس ما
ذا تكسب غدا أخيرا ام شرا
و ما تدری نفس بای ارض
تموت ليس احد من الناس
يدری اين مضجعه من
الارض افی بحر ام فی بر ام
سهل ام جبل ۔

وعن ابی امامة رضی
الله تعالی عنه ان اعرابيا
وقف علی النبی صلی الله عليه
وسلم يوم بدر علی ناقة له
عشراء فقال يا محمد ما فی
بطن ناقتی هذه فقال له
رجل من الانصار دع عنك

ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو" اس روایت کو ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ پھر حافظ ابن کثیر نے حضرت عائشہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو روایات نقل کی ہیں جو اسی کی تائید کرتی ہیں۔ انتہیٰ ملخصاً۔

علامہ خطیب شربینی نے بھی آیت مذکورہ کی تفسیر میں قریب قریب وہی باتیں کہی ہیں جو حافظ ابن کثیرؒ نے کہی ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ پانچ غیب ایسے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ لہٰذا کسی مقرب فرشتے کو اس پر مطلع کیا اور نہ کسی پیغمبر کو۔ بلاشبہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ قیامت کب یعنی کس سال اور کس مہینے میں واقع ہوگی؟ رات میں آئے گی یا دن؟ اور اللہ تعالیٰ ہی بارش برساتے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں جانتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وھلم الی حتی اخبرک
وقعت انت علیھا وفی بطنھا
ولد منک فاعرض عنہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ثم قال ان اللہ یحب کل
حی کریم و یبغض کل
قاس لئیم متفحش ثم اقبل
علی الاعرابی فقال خمس
لا یعلمھن الا اللہ ان اللہ
عندہ علم الساعۃ الآیۃ
وعن سلمۃ بن الاکوع
قال کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی قبۃ حمرا
اذ جاءہ رجل علی فرس
فقال لہ من انت قال انا
رسول اللہ قال متی الساعۃ قال
غیب وما یعلم الغیب الا اللہ
قال ما فی بطن فرسی قال
غیب و ما یعلم الغیب الا اللہ
قال فمتی لمطر قال غیب وما

کہ بارش کب برسے گی۔ رات میں برسے گی یا
دن میں۔ اور وہی جانتے ہیں جو کچھ رحموں
میں ہے۔ لیں کوئی نہیں جانتا کہ رحموں میں
کیا ہے؟ مذکر ہے یا مؤنث، سرخ ہے
یا سیاہ؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا
کمائے گا خیر یا شر؟ اور کوئی نہیں جانتا
کہ کس زمین میں مرے گا یعنی کوئی نہیں جانتا
کہ زمین کے کس حصے میں اس کی قبر ہوگی خشکی
میں ہوگی یا تری میں؟ کسی نرم زمین میں ہو
گی یا پہاڑ پر؟

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالے عنہ
سے مروی ہے کہ ایک بدوی جنگ بدر میں
اپنی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی پر سوار ہو کر نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟
اس پر ایک انصاری نے اس سے کہا کہ رسول
اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے ہٹ کر
میرے پاس آ میں تجھے بتاتا ہوں۔ تو نے
اس اونٹنی سے جماع کیا ہے اور اس کے
پیٹ میں تیرا ایک بچہ ہے۔ رسول اللہ صلی

يعلم الغيب الا الله -
وعن بنت معوذ قالت
دخل علي رسول الله صلى
الله عليه وسلم صبيحة عرسي
وعندي جاريتان تغنيان
وتقولان وفينا نبي يعلم
ما في غد فقال اما هذا
فلا تقولاه ما يعلم ما في
غد الا الله -
قال العلامة القسطلاني
في شرح البخاري في تفسير
سورة الانعام في معنى قوله
تعالى وينزل الغيث فلا
يعلم وقت انزاله من غير
تقديم ولا تاخير وفي
بلد لا يجاوز به الا هو لكن
اذا امر به علمته ملائكته
الموكلون به ومن شاء
الله من خلقه - ويعلم ما في
الارحام مما يريد ان يخلقه
اذكر ام انثى اتام ام ناقص

اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری سے رخ پھیر
لیا اور فرمایا کہ اللہ تعالے ہر حیا کرنے والے
نیک آدمی سے محبت فرماتے ہیں اور ہر سخت
دل کینہ بدزبان و بے حیا سے بغض رکھتے
ہیں - پھر آپ بدوی کی طرف متوجہ ہوئے
اور فرمایا پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں خدا
تعالے کے سوا کوئی نہیں جانتا (پھر آپ
نے) آیت ان اللہ عندہ
علم الساعۃ ۔ (پڑھی) -
حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالے
عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ قبہ میں تشریف
فرما تھے کہ گھوڑی پر سوار ایک شخص آیا۔ اور
دریافت کیا کہ آپ کون ہیں ؟ آپ نے
فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں - کہنے
لگا قیامت کب آئے گی ؟ آپ نے فرمایا
یہ غیب (کی بات) ہے اور غیب (کی باتیں)
اللہ تعالے کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ
کہنے لگا میری گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے ؟
آپ نے فرمایا کہ یہ غیب (کی بات) ہے اور
غیب (کی باتیں) خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں

لا احد سواه لكن اذا امر بكونه ذكرا او انثى او شقيا او سعيدا علمه الملئكة الموكلون بذالك ومن شاء الله من خلقه اه۔

وقال العلامة اسمعيل حقی فی روح البیان مایوافق ذالك ثم قال فعلم ان الغیب مختص بالله تعالى و ما روی من الانبياء و الاولياء من الاخبار عن الغيوب فبتعليم الله تعالى اما بطريق الوحی او بطريق الالهام و الكشف فلا ينافی ذالك الاختصاص علم الغيب مما لا يطلع عليه الا الانبياء و الاولياء و الملئكة كما اشار اليه بقوله عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔

ومنه ما استأثر لنفسه لا يطلع

جانتا۔ وہ بدوی پھر بولا کہ بارش کب برسے گی؟ آپ نے فرمایا یہ غیب کی بات ہے اور غیب کی باتیں، خدا تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بنت معوذ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ولیمہ کے دن کی صبح میرے پاس تشریف لائے۔ میرے پاس دو لڑکیاں گا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو جانتا ہے کہ کل کیا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں یہ بات مت کہو۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔

علامہ قسطلانی ؒ بخاری کی شرح میں سورۂ انعام کی تفسیر میں اللہ تعالےٰ کے فرمان " وینزل الغیث " کے معنی ذیل میں فرماتے ہیں کہ " اس لئے کوئی نہیں جانتا کہ بارش برسنے کا صحیح صحیح وقت بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے۔ اور خاص کس شہر میں برسے گی۔ مگر جب اللہ بارش برسانے کا حکم دیتے ہیں تو جو ملائکہ اس پر مقرر ہیں

على ملك مقرب ولا نبي
مرسل كما اشار اليه
بقوله - وعنده مفاتح
الغيب لا يعلمها الا هو»
ومنه علم الساعة فقد
اخفى الله علم الساعة
لكن امارا تها بانت من
لسان صاحب الشرع لا
ماقال وفي تفسير الامام
ابن جرير الطبري و
الامام فخر الدين الرازي
والامام ناصر الدين البيضاوي
والجلالين وحواشيهما
موافقة ذلك ايضا فراجع
تفاسيرهم ان شئت
فان قلت قال الله تعالى
فيها يفرق كل امر حكيم
قال العلماء في تفسيرها ان
الله سبحانه وتعالى يقضي
في تلك الليلة التي هي ليلة
القدر على الاصح امر السنة

انہیں اور مخلوق میں سے جسے اللہ تعالیٰ
چاہیں اسے اس کا علم حاصل ہو جاتا ہے
اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رحموں میں پیدا کرنا چاہا
ہیں وہی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا
کوئی نہیں جانتا کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث،
مکمل ہے یا ناقص؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ
اس کے مذکر یا مؤنث اور نیک یا بد ہونے
کا حکم دیتے ہیں تو اس پر مامور فرشتے اور
دوسری مخلوق میں سے جسے اللہ تعالیٰ
چاہیں وہ جان لیتے ہیں۔ انتہیٰ۔
تفسیر روح البیان میں علامہ اسمٰعیل
حقی نے اسی کے موافق بات کہی ہے پھر
فرمایا۔ معلوم ہوا کہ غیب اللہ تعالیٰ کیساتھ
خاص ہے۔ اور انبیاء و اولیاء سے جو غیب
کی خبریں دینا مروی وہ اس بناء پر ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ وحی یا الہام یا کشف
کے ذریعہ بتلا دی ہیں۔ اس لئے علم غیب کے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کے منافی نہیں
ہے جس پر انبیاء و اولیاء اور فرشتے اللہ
تعالیٰ کے بتلانے کی وجہ سے ہوتے ہیں
جیسا کہ اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے

لے مثلها و يبين فيما من يموت ومن يولد و رزق كل واحد ما يحصل في تلك السنة من مصيبة وشدة ورخاء الى حين ذالك وهذا يقتضي اطلاع ملك الموت على ملة من يموت في تلك السنة والملك الموكل بالامطار على ما يحصل في تلك السنة من الامطار و الملك الموكل بالارحام على ما في ارحام النساء في تلك السنة فما الجواب عن ذالك۔

قلت الجواب عن ذالك ان تعلم ان معنى اختصاص الله تعالى بالمغيبات الخمس و بكل غيب ان علمه تعالى محيط من الازل الى الابد بالمعلومات كلها ماكان

اس فرمان میں اشارہ کیا ہے ہر غیب کا جاننے والا وہی ہے پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اپنے برگزیدہ پیغمبر کے۔ اور اسی میں سے وہ علم غیب بھی ہے جسے اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ اس پر وہ کسی مقرب فرشتے کو مطلع کرتا ہے اور نہ پیغمبر کو۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف آیت ۔ وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو ۔ میں اشارہ فرمایا ہے۔ اور اسی میں سے قیامت کا علم بھی ہے جسے اللہ تعالےٰ نے مخفی رکھا ہے۔ البتہ اس کی کچھ نشانیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم ہو گئی ہیں۔

امام ابن جریر طبری۔ امام فخرالدین رازی۔ امام ناصرالدین البیضاوی (رحمۃ اللہ علیہم) کی تفسیروں اور جلالین اور اس کے حواشی میں اسی کے موافق موجود ہے۔ اگر تم چاہو تو ان کی تفاسیر میں ملاحظہ کر لو۔

اگر تو اعتراض کرے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فيها يفرق كل امر حكيم ۔ کہ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ طے کیا جاتا

متناهيا وما كان منها
غير متناه وبافراد ماجيها
وبما يمكن لها من الصفات
والاحوال كلية وجزئية
على وجه التفصيل التام
بحيث انه تعالى لايزداد
علما بشئ منها بعد وجودها
وبروزها الى علم الشهادة
عن علمه به قبل ذالك ولذالك
قال العلماء ان انقسام
المعلومات الى ماهو من
علم الغيب وماهو من عالم
الشهادة انما هو بالنسبة الى
المخلوق الحادث لا بالنسبة
اليه تعالى فالمعلومات كلها
بالنسبة اليه تعالى من عالم
الشهادة ازلاً وابداً مثلاً
اراد الله تعالى خلق زيد
فى وقت كذا وفى مكان
كذا بصفة كذا الخ
العوارض الجائزه

ہے۔ علماء نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا
ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ اس رات میں جو کہ
اصح روایت کے مطابق لیلۃ القدر ہے، آئندہ
سال اسی رات تک کے معاملات کا فیصلہ
فرماتے ہیں۔ اور اس رات میں بتلا دیتے ہیں کہ
کون مرے گا کون پیدا ہوگا۔ اور ہر ایک کے
رزق اور اس سال میں جو مصیبت اور نرمی و
سختی آنے والی ہوتی ہے سب کے بارے میں
بتلا دیتے ہیں۔ اور یہ مقتضی ہے کہ کمالات
اس سال میں مرنے والے کی مدت پر۔ اور
بارش برسانے والا فرشتہ اس سال میں ہونے
والی بارشوں پر۔ اور ارحام پر مقرر فرشتہ جو
کچھ اس سال عورتوں کے رحموں میں ہے اس
پر مطلع ہو۔ پس کیا جواب ہے اس کا؟
میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ
اللہ تعالےٰ کے مغیبات خمسہ بلکہ جمیع مغیبات
کے ساتھ مختص ہونے کے معنے تجھے معلوم ہونے
چاہئیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازل
سے لے کر ابد تک تمام معلومات کو تفصیلی طور
پر محیط ہے خواہ وہ معلومات متناہی ہوں یا
غیر متناہی۔ نیز معلومات کے تمام افراد اور

لعلمه سبحانه وتعالى
بزيه في الازل كعلمه
تعالى بعد خلقه وايجاده
واما علم المخلوق
الحادث بشيء يوجد في
المستقبل بتعليم الله
تعالى اياه فليس بكذالك
سواء كان ملكا او نبيا
او وليا فانه لا بد ان يزداد
علما برؤيته لذالك الشيء
بعد وجوده بمشاهدته
لمشخصاته وايضا المخلوق
الحادث ممن ذكر انما
يعلم مما يكون في
المستقبل شيئا قليلا بالنسبة
الى معلومات الله تعالى
وان كان كثيرا في
نفسه اذا تقرر هذا فنقول
في الجواب عن قوله تعالى
" فيما يفرق كل امر حكيم"
وما ذكره العلماء في

ان کی تمام صفات ممکنہ وحالات سے خواہ
کلی ہوں یا جزئی۔ سب کو تفصیل تام محیط
ہے اس طرح سے کہ معلومات کے موجود
ہونے اور عالم شہادت میں آجانے کے
بعد اللہ تعالیٰ کے اس علم میں قطعاً کوئی
اضافہ نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کو ان معلومات
کے موجود ہونے سے پہلے ان کے بارے
میں حاصل تھا۔ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا
ہے کہ معلومات کی تقسیم غیب اور شہادت
کی طرف مخلوق کے اعتبار سے ہے جو کہ
حادث ہے خالق کے اعتبار سے نہیں۔
پس تمام معلومات اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے
ازل سے لے کر ابد تک عالم شہادت ہی
سے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے زید کو کسی
خاص وقت اور مخصوص جگہ میں اوصاف ممکنہ
کے ساتھ پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ پس
اللہ تعالیٰ کو زید کا علم ازل میں ایسا ہی ہے
جیسا کہ اس کی خلقت وایجاد کے بعد لیکن
اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے مستقبل میں پائی
جانے والی کسی چیز کے بارے میں حادث
مخلوق کا علم ایسا نہیں ہے۔ خواہ وہ مخلوق

تفسیرہ ان اطلاع ملک الموت
على من يموت فى تلك
السنة و اطلاع ملك الغيث
على جملة الغيث الذى
يكون فيها و ملك الارحام
على من يولد فيها انما هو
اطلاع على وجه الاجمال
لا على وجه التفصيل التام وكذا
اطلاع النبى والولى
على شى من ذالك او على بعض
ما يصدر منه غدا مثلا على
وجه الاجمال لا على وجه
التفصيل التام فليس ذالك
مناقضا لما دلت عليه الآيات
السابقة وما ذكره الائمة
الاعلام وما تقدم نقله فى
كلامهم من الاحاديث
الصحيحة من اختصاصه
تعالى بالاحاطة بالمعلومات
و بالمغيبات الخمس من
وجهين -

فرشتہ ہو - یا نبی - یا ولی - کیوں کہ ضروری ہے کہ مخلوق کا علم کسی شئ کو اس کے موجود ہونے کے بعد دیکھنے سے اس کے عوارض شخصیہ کے مشاہدہ کے باعث بڑھ جائے گا - نیز حادث مخلوق میں سے فرشتے - انبیاء اور اولیاء ، اللہ تعالے کی معلومات کی بہ نسبت بہت کم مستقبل میں ہونے والی چیزوں کو جانتے ہیں گو وہ اپنے مقام پر کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں - جب یہ ثابت ہو گیا تو آیت " فیما یفرق کل امر حکیم " اور علماء نے جو اس کی تفسیر میں ذکر کیا ہے اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ملک الموت کا (شب برأت میں) اس سال کے اندر مرنے والوں پر مطلع ہونا - اور بارش کے فرشتے کا اس سال ہونے والی تمام بارشوں پر مطلع ہونا - اور ارحام کے فرشتے کا اس سال پیدا ہونے والوں پر مطلع ہونا اجمالاً ہے تفصیلاً نہیں ایسے ہی نبی یا ولی کا ان میں سے کسی چیز پر مطلع ہونا یا کل کو بعض صادر ہونے والی کسی چیز پر مطلع ہونا اجمالاً ہے تفصیلاً نہیں - لہٰذا یہ دو وجہوں سے اس بات کے منافی

الاوّل : ان اطلاع من ذکر انما هو على بعض جزئيات ذالك لا على وجه الاحاطة۔

الثانى : ان اطلاعهم عليه ايضا ليس على وجه التفصيل التام۔

و سندنا فى هذا التوجيه والجمع بين الادلة ما ذكره العلامة ابن حجر فى شرح الاربعين فى حديث ابن مسعود الذى رواه الشيخان۔ عنه انه قال حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق ان احدكم يجمع خلقه فى بطن امه اربعين يوما نطفة ثم يكون علقة مثل ذالك ثم يكون مضغة مثل ذالك ثم يرسل الله الملك فينفخ فيه الروح و

نہیں ہے جس پر سابقہ آیات، ائمہ کرام کا ذکر کردہ کلام۔ اور ان کے کلام میں نقل کی جانے والی احادیث صحیحہ دلالت کر رہی ہیں کہ تمام معلومات کا احاطہ اور مغیبات خمسہ کا علم اللہ تعالے ہی کے ساتھ خاص ہے۔

اول : یہ کہ مذکورہ لوگوں کا مطلع ہونا مغیبات کی بعض جزئیات سے ہے نہ کہ پورے احاطے کے طور پر۔

دوم : یہ کہ ان کا اس پر مطلع ہونا بھی تفصیلاً نہیں ہے۔

اس توجیہ اور جمع بین الادلۃ کے لئے ہماری دلیل وہ ہے جسے علامہ ابن حجر نے اربعین کی شرح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ کی اس حدیث کے ذیل میں ذکر کیا ہے جسے شیخین نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ صادق و مصدوق ہیں بیان کیا کہ تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن بطور نطفہ رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت جما ہوا خون بن کر۔ پھر اتنا ہی عرصہ گوشت کا لوتھڑا ہو کر۔ پھر

يومر باربع كلمات يكتب رزقه واجله وعمله وشقى او سعيد الحديث- فانه اشار الى احاديث صحيحة تتعلق بذالك-

ثم قال فمن تلك الاحاديث يعلم ان النطفة اذا استقرت فى الرحم اخذها الملك بكفه فقال اى رب اذكر ام انثى شقى او سعيد ما الاجل ما الاثر باى ارض تموت فيقال له انطلق الى ام الكتاب اى اللوح المحفوظ فانك تجد قصة هذه النطفة فينطلق فيجد قصتها فى ام الكتاب و ذالك انه لوكان اطلاع ملك الارحام على كل جنين يولد فى تلك السنة على وجه التفصيل التام لما احتاج ان يسأل عن حال النطفة

اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونکتا ہے- اور جسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے وہ لکھتا ہے اس کا رزق اس کی اجل اور اس کا عمل اور اس کا سعید و شقی ہونا- الحدیث- ابن حجرؒ نے ان دیگر صحیح احادیث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو اس سے متعلق ہیں-

اور پھر فرمایا کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نطفہ جب رحم میں ٹھہرتا ہے تو فرشتہ اسے اپنی ہتھیلی میں لے لیتا ہے پھر وہ کہتا ہے اے میرے رب یہ مذکر ہے یا مؤنث ؟ بدبخت ہے یا نیک بخت ؟ اس کا وقت موعود کیا ہے ؟ اس کا عمل کیا ہے ؟ کس سرزمین میں مرے گا ؟ پس اسے کہا جاتا ہے کہ لوح محفوظ کی طرف جا کیونکہ تو اس نطفہ کا قصہ (وہاں لکھا ہوا) پائے گا- پس وہ جاتا ہے اور لوح محفوظ میں اس کا قصہ پالیتا ہے- اور یہ استدلال اس لئے ہے کہ اگر ارحام کے فرشتے کو اس سال پیدا ہونے والے ہر جنین پر تفصیلاً اطلاع ہوتی تو وہ اس بات کا محتاج نہ ہوتا کہ نطفہ

وما تكون عليه عند استقرارها في الرحم ومثل هذا الحال ملك الموت وملك الامطار وبهذا ايضا يتضح الجواب عن حديث لاعطين الراية غدا وامثاله۔

واما اطلاعهم على شيء من ذالك على وجه التعيين في الجملة قبيل الوقوع كاطلاع اسرافيل عليه السلام على وقت قيام الساعة عند امر الله تعالى اياه بالنفخ في الصور فهو ايضا غير وارد لان ذالك عند انفاذ الله تعالى اياه فهو في حكم اطلاعنا عليه بعد وقوعه لان ما قرب من الشيء يعطى حكمه۔

کے حال اور رحم میں نطفہ کے ٹھہرنے کے وقت اس پر گزرنے والے حالات کے بارے میں سوال کرے۔ اور اسی کے مثل ملک الموت اور بارش پر مقرر فرشتے کا حال ہے۔ اور اسی سے اس حدیث کا جواب جس میں فرمایا ہے "لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا" کہ کل میں ضرور جھنڈا عطا کروں گا۔ اور اسی کے مثل دوسری احادیث کا جواب بھی واضح ہو گیا۔ رہا ان کا ان اشیاء میں سے کسی چیز پر اس کے وقوع سے تھوڑی دیر پہلے علی وجہ التعیین مطلع ہو جانا جیسا حضرت اسرافیل علیہ السلام کا قیامت کے وقت پر مطلع ہو جانا جس وقت کہ اللہ تعالے انہیں صور پھونکنے کا حکم دیں گے۔ تو اس سے بھی کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ یہ اطلاع اللہ تعالے کے اس کو نافذ کر دینے کے وقت ہے۔ لہٰذا یہ اطلاع بعد الوقوع کے حکم میں ہوگا۔ اس لئے کہ جو چیز کسی شئی کے قریب ہو اس کو اسی شئی کا حکم دے دیا جاتا ہے۔

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

الباب الثانی

الباب الثانی فی ذکر نصوص ائمة الدین الدالة علی صحتہ ماجرینا علیه فی ھذہ الرسالة وفی التی قبلها سوی ماتقدم نقله۔ فنقول قال الامام المجتهد محمد بن جریر الطبری فی تفسیر قوله تعالی وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا ھو یعنی بقوله وعندہ مفاتیح الغیب خزائن الغیب کالذی حدثنی محمد بن الحسین قال ثنا احمد بن المفضل قال ثنا اسباط عن سدی وعندہ مفاتح الغیب قال یقول خزائن الغیب حدثنا ابن وکیع حدثنا ابی عن مسعر

دوسرا باب ائمہ دین کی ان تصریحات کے بیان میں ہے جو ہمارے موجودہ اور سابقہ رسالہ میں بیان کردہ مسئلہ کے صحیح ہونے پر دال ہیں۔ سوائے ان کے جنہیں پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں امام مجتہد محمد بن جریر طبری "آیت" وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا ھو" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وعندہ مفاتح الغیب" سے اللہ تعالے کی مراد خزائن الغیب ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے جو مجھے محمد بن حسین نے بیان کی وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں احمد بن المفضل نے بیان کی وہ فرماتے ہیں ہمیں اسباط نے بیان کیا کہ وعندہ مفاتح الغیب" کے بارے میں، تفسیر کے ایک بڑے امام سدی نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد خزائن الغیب ہیں۔ اسی طرح، ابن وکیع نے وکیع سے، حدیث میں بیان کی جو انہیں

عن عمرو بن المرة عن
عبد الله ابن سلمة عن
ابن مسعود قال اعطى
نبيكم كل شيء الا مفتاح
الغيب حدثنا القاسم قال
حدثنا الحسين قال حدثني
حجاج عن ابن جريج
عن عطاء الخراساني عن
ابن عباس و عنده مفاتح
الغيب قال هن خمس ان
الله عنده علم الساعة و
ينزل الغيث الى ان الله
عليم خبير۔

وقال الامام غزالی فی
الاحیاء فی کتاب المحبة والشوق
فاین علم الاولین و
الاخرین من علم الله تعالی
الذی یحیط بالکل احاطة
خارجة عن النهایة حتی
لا یعزب عنه مثقال ذرة
فی السموت ولا فی الارض

ان کے والد وکیع نے بیان کی تھی۔ وکیع نے
اس حدیث کو مسعر سے روایت کیا۔ انہوں
نے عمرو بن المرہ سے۔ انہوں نے عبداللہ
بن سلمہ سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا۔ آپ نے
فرمایا کہ تمہارے نبی کو ہر چیز دی گئی ہے سوائے
مفاتح الغیب کے۔ (اسی طرح) قاسم نے
(ایک اور) حدیث ہمیں بیان کی وہ فرماتے
ہیں ہمیں حسین نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ
فرماتے ہیں مجھے حجاج نے حدیث بیان کی
حجاج نے اس حدیث کو ابن جریج سے نقل
کیا۔ انہوں نے عطا خراسانی سے۔ اور
انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی ہے کہ آپ نے و عنده
مفاتح الغیب (کے بارے میں) فرمایا
یہ پانچ چیزیں ہیں جو آیت ان الله
عنده علم الساعة تا علیم
خبیر میں ذکر ہیں۔

امام غزالی " احیاء العلوم " کی
" کتاب المحبة والشوق " میں فرماتے ہیں پس
کہاں ہے اولین و آخرین کا علم اللہ تعالے

وقد خاطب الخلق كلهم فقال عز وجل وما اوتيتم من العلم الا قليلا بل لو اجتمع اهل الارض والسماء علی ان یحیطوا بعلمه و حکمته فی تفصیل خلق نملة او بعوضة لم یطلعوا علی عشر عشیر ذالک ولا یحیطون بشیء من علمه الا بما شاء والقدر الیسیر الذی علمه الخلائق کلهم فبتعلیمه علموه کما قال تعالی خلق الانسان علمه البیان۔

ثم قال وفضل علم الله تعالی علی علوم الخلائق خارج عن النهایة اذ معلوماته لا نهایة لها ومعلومات الخلق متناهیة۔

قال الشارح والحاصل ان للعبد حظا من وصف العلم لا

کے علم سے جو کہ ہر چیز کو محیط ہے ایسا علم جس کی کوئی انتہا نہیں۔ حتی کہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر چیز بھی اس سے غائب نہیں ہے۔ اور اس نے تمام مخلوق کو مخاطب کر کے فرمایا کہ علم میں سے تمہیں نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا۔ بلکہ اگر زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس پر اکٹھی ہو جائے کہ وہ ایک چیونٹی یا مچھر کی پیدائش کی تفصیل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کا احاطہ کرے تو وہ اس کے عشر عشیر پر مطلع نہیں ہو سکتی اور وہ اللہ تعالیٰ کے اتنے ہی علم کا احاطہ کر سکتے ہیں جتنا وہ چاہے۔ اور وہ تھوڑا سا علم جو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو دیا ہے وہ اسے بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہی سے مخلوق نے جانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان سکھایا۔

پھر امام غزالی نے فرمایا کہ مخلوق کے علوم پر اللہ تعالیٰ کے علم کی فضیلت کی کوئی انتہا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معلومات غیر متناہی ہیں اور مخلوق کی معلومات متناہی ہیں۔

يكاد يخفى ولكن يفارق علمه علم الله تعالى فى خواص ثلاث۔

احدها ما اشار اليه المصنف وهو كثرتها فان معلومات العبد وان اتسعت فهى محصورة فى قلبه فاى تناسب مالا نهاية له۔

والثانيه ان كشفت فلا يبلغ الغاية التى لا يمكن وراءها بل تكون مشاهدته الاشياء كانه يراها من وراء ستر رقيق و درجات الكشف متفاوتة و فرق بين ما يتضح وقت الاسفار وبين ما يتضح اول ضحوة النهار۔

والثالثة ان علم الله تعالى بالاشياء غير مستفاد من الاشياء بل الاشيا مستفاد منه وعلم العبد بالعبد

شارح فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ بندے کو وصف علم کا کچھ تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو قریب نہیں ہے کہ مخفی ہو۔ لیکن بندے کا علم اللہ تعالٰے کے علم سے تین خواص میں جدا ہو جاتا ہے۔

پہلا خاصہ : تو وہ ہے جس کی طرف مصنف رح نے اشارہ کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالٰے کی معلومات کا کثیر ہونا۔ کیوں کہ بندے کی معلومات خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں وہ اس کے دل میں محصور ہیں۔ لہذا متناہی کی غیر متناہی کے ساتھ کیا نسبت ؟

دوم : یہ کہ اگر اشیاء منکشف ہو جائیں تو ان کا انکشاف اس حد تک نہیں پہنچے گا کہ جس سے آگے انکشاف ممکن نہ ہو بلکہ بندے کا مشاہدۂ اشیاء ایسا ہوتا ہے جیسا کہ وہ انہیں باریک پردے کے پیچھے سے دیکھ رہا ہے اور کشف کے درجات مختلف ہوتے ہیں (جیسا کہ طلوع شمس سے پہلے) اسفار کے وقت کے انکشاف اور (طلوع شمس کے بعد) چاشت کے وقت کے انکشاف کے درمیان فرق ہے۔

سوم : یہ کہ اللہ تعالٰے کا علم اشیاء

تابع للاشياء وحاصل بها و
ان اعتاص عليك فهم
هذا الفرق فانسب علم
متعلم الشطرنج الى علم
واضعه فان علم الواضع
هو سبب وجود الشطرنج و
وجود الشطرنج هو سبب
علم المتعلم و علم الواضع
سابق على الشطرنج وعلم
المتعلم مسبوق ومتاخر
عن الشطرنج. فكذالك علم
الله تعالى بالاشياء سابق
عليها و سبب لها و علمنا
بخلاف ذالك و لله المثل
الاعلى۔

وقال العلامة ابن حجر
فى فتاواه الحديثية بعد
كلام ولا ينافى ما تقرر
من اطلاع الاولياء على
بعض الغيوب الايتان يعنى
قوله تعالى قل لا يعلم من

سے مستفاد نہیں ہے بلکہ اشیاء اس کے علم
سے مستفاد ہیں۔ اور بندے کا علم اشیاء کے
تابع اور ان سے حاصل ہے۔ اگر تجھ پر یہ
فرق سمجھنا مشکل ہو تو شطرنج سیکھنے والے
کے علم کو شطرنج ایجاد کرنے والے کے علم سے
نسبت دے کر دیکھ لے، کہ واضع کا علم
وجود شطرنج کا سبب ہے۔ اور وجود شطرنج
علم متعلم کا سبب ہے۔ اور واضع کا علم وجود
شطرنج سے پہلے ہے۔ اور متعلم کا علم وجود
شطرنج کے بعد اور مؤخر ہے۔ پس ایسے
ہی اللہ تعالےٰ کا علم اشیاء سے پہلے اور
ان کے وجود کا سبب ہے اور ہمارا علم اس
کے برعکس ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کی شان
اعلیٰ ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ
"فتاوےٰ حدیثیہ" میں، فراست کے
بارے میں کچھ، کلام کرنے کے بعد فرماتے
ہیں کہ اولیائے کرام کے بعض غیوب پر مطلع
ہونے کے منافی نہیں ہیں یہ دو آیتیں
یعنی قل لا یعلم من فی
السموت و الارض الغیب

فی السموت و الارض
الغیب الا اللہ وقولہ عالم
الغیب فلا یظہر علی غیبہ
احدا الا من ارتضی
بناء علی ان الاستثناء فی
الثانیۃ منقطع وھو ماذھب
الیہ المعتزلۃ واستدلوا
بہ علی نفی کرامات الاولیاء
جملا منھم ان لا یدل
علیھا او علی خصوص علمھم
بجزئیات من الغیب الا
ھذہ الآیۃ ان جعلنا
الاستثناء فیہ منقطعا صح عدم
المنافات ان علم الانبیاء
والاولیاء انما ھو باعلام
من اللہ تعالیٰ لھم
وعلمنا بذالک انما ھو باعلامھم
لنا وھذا غیر علم اللہ تعالیٰ
الذی تفرد بہ وھو صفۃ
من صفاتہ القدیمۃ
الازلیۃ الدائمۃ الابدیۃ

الا اللہ " اور " عالم الغیب
فلا یظہر علی غیبہ احدا
الا من ارتضی الآیۃ
مذہب معتزلہ کے مطابق دوسری آیت میں
استثناء منقطع ہونے کی صورت میں معتزلہ
نے اس سے کرامات اولیاء کی نفی پر استدلال
کیا ہے بوجہ جاہل ہونے انکے اس بات سے
کہ مطلق کرامات اولیاء پر یا خاص طور پر
غیب کی بعض جزئیات کے جاننے پر یہی
آیت دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ ہم کو اس
آیت میں استثناء کو منقطع مانیں ، اور
دونوں آیتوں میں منافات اس لئے نہیں
کہ انبیاء و اولیاء کو اللہ تعالےٰ کے بتلانے
سے علم حاصل ہوا ہے۔ اور ہمیں انبیاء و
اولیاء کے بتلانے سے ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ
کے اس علم کے غیر جس کے ساتھ اللہ
تعالےٰ منفرد ہیں۔ اور وہ ان کی ان ازلی
ابدی ، قدیمی اور دائمی صفات میں سے
ایک صفت ہے جو تغیر اور حدوث و
نقصان نیز شرکت و انقسام کی علامات
سے پاک و صاف ہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا

المنزهة عن التغير وسمات الحدث والنقص والمشاركة والانقسام بل هو علم واحد علم به جميع المعلومات كليا تها وجزئياتها ما كان منها وما يكون او يجوز ان يكون ليس بضروری ولا كسبی ولا حادث بخلاف علم سائر الخلق۔

اذ تقرر هذا فالله علم الله المذكور هو الذی تمدح به واخبر فی الآیتين المذكورتين بانه لا يشاركه فيه احد فلا يعلم الغيب الا هو ومن سواه ان علموا جزئيات منه فهو باعلامه واطلاعه لهم وحينئذ لا يطلق انهم يعلمون الغيب اذ لا صفة لهم يقتدرون بها على الاستقلال بعلمه وايضا هم ما علموا وانما

علم ہے جس کے ذریعہ وہ تمام معلومات کو جانتا ہے خواہ وہ کلی ہوں یا جزئی۔ اور خواہ ماضی میں ہو چکی ہوں یا آئندہ ہونے والی ہوں۔ یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالےٰ کا علم نہ بدیہی ہو نہ نظری وحادث بخلاف تمام مخلوق کے علم کے، اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اللہ تعالےٰ کا ذکر وہ علم وہ ہوگا جس کے ذریعہ اس نے اپنی تعریف کی ہے۔ اور مذکورہ آیتوں میں خبر دی ہے کہ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ پس غیب کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالےٰ کے سوا جو لوگ غیب کی جزئیات جانتے ہیں وہ تو اللہ تعالےٰ کے بتلانے اور مطلع کر دینے کی بنا پر جانتے ہیں۔ اور اس وقت غیر اللہ پر یہ اطلاق نہیں کیا جا سکتا کہ وہ غیب جانتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی کوئی صفت ایسی نہیں ہے جس کی بنا پر وہ مستقلاً غیب جاننے پر قادر ہوں۔ نیز انہوں نے خود غیب کو نہیں جانا ہے بلکہ انہیں بتلایا گیا ہے۔ نیز جو بتلایا گیا ہے وہ بھی مطلق

علموا وايضا هم ما علموا غيبا مطلقا لان من اعلم بشيء منه يشاركه فيه الملئكة ونظراؤه ممن اطلع ـ

ثم اعلام الله تعالى للانبياء و الاولياء ببعض الغيوب ممكن لا يستلزم محالا بوجه فانكار وقوعه عناد ومن البداهة انه لا يودي الى مشاركتهم له تعالى فيما تفرد به من العلم الذي تمدح به واتصف به في الازل و مالا يزال ـ

وماذكرناه في الاية صرح به النووي رحمه الله تعالى في فتاواه فقال معناها لا يعلم ذالك استقلالا و علم احاطة بكل المعلومات الا الله واما المعجزات و الكرامات فباعلام الله تعالى

علم غیب نہیں ہے۔ کیوں کہ جس کو کچھ غیب کی جزئیات کا علم دیا گیا ہے (نفس بعض غیب کے جاننے میں) اس کے ساتھ ملائکہ اور دوسرے جاننے والے بھی شریک ہیں۔

پھر اللہ تعالے کا انبیاء و اولیاء کو بعض مغیبات کا بتلا دینا ممکن ہے اور کسی طرح بھی محال کو مستلزم نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے وقوع کا انکار کرنا عناد ہے۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ مطلق بعض غیوب کے علم سے انبیاء و اولیاء کی اللہ تعالے کے ساتھ اس وصف علم میں مشارکت لازم نہیں آتی جس کے ساتھ اللہ تعالے نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ اور جس کے ساتھ اللہ تعالے ازلاً و ابداً متصف ہے۔

اور آیت کریمہ کی تفسیر میں جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے امام نووی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے بھی اپنے فتاوے میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آیت کے معنے یہ ہیں کہ غیب کو مستقلاً اور تمام معلومات کے احاطہ کے طور پر اللہ تعالے کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہے معجزات و کرامات

لهم علمت وهكذا ما علم
باجراء العادة انتهى كلامه۔

وقد نقل علامة ملا
علي قاري في موضوعاته
والعجلوني وابن غرس
عن الحافظ جلال الدين
السيوطي ما نصه والعبارة
لملا علي قال۔

قلت تحقيق هذا
الحديث قد تصدى
جلال الدين السيوطي في
رسالته سماها ۔ الكشف عن
مجاوزة هذا الامة الالف "
وحاصله انه يستفاد من
الحديث اثبات قرب القيامة
ومن الآيات نفي تعيين
تلك الساعة فلا منافات ونبذه
انه لا يتجاوز عن الخمسمائة
بعد الالف - قال وقد جاهر
بالكذب بعض من يدعي في زماننا
العلم وهو متشبع بما لم يعط

تو وہ اللہ تعالیٰ کے بتلا دینے سے واقع
ہوتے ہیں۔ ایسے ہی وہ امور جو عادت
جاریہ کی بنا پر معلوم ہوں۔ انتہیٰ۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنی "موضوعات" میں۔ اور عجلونی و
ابن غرس نے حافظ جلال الدین سیوطیؒ
سے نقل کیا ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے
(یہ عبارت ملا علی قاریؒ کی ہے)۔

میں کہتا ہوں کہ جلال الدین سیوطیؒ
اپنے رسالہ موسومہ "الکشف عن
مجاوزۃ ھذا الامۃ الالف"
میں اس حدیث کی تحقیق کے درپے ہوئے
ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ حدیث سے
قرب قیامت کا اثبات ہوتا ہے اور آیات
سے قیامت کی تعیین کی نفی ہوتی ہے لہذا
کوئی منافات نہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے
کہ امت محمد (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)
ڈیڑھ ہزار سال سے متجاوز نہیں ہوگی آپ
فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بعض مدعیان
علم نے یہ کھلم کھلا جھوٹ بولا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ قیامت کب

ان رسول الله كان يعلم
متى تقوم الساعة قيل له
فقد قال في حديث جبريل
ما المسئول عنها باعلم من
السائل فحرفه عن موضعه
وقال معناه انا وانت نعلمها
وهذا من اعظم الجهل
واقبح التحريف والنبي اعلم
بالله من ان يقول لمن
كان يظنه اعرابيا انا وانت
نعلم الساعة الا ان
يقول هذا الجاهل انه
كان يعرف انه جبريل
فرسول الله عليه السلام
هو الصادق في قوله والذي
نفسي بيده ما جاءني في
صورة الا عرفته غير هذه
الصورة وفي اللفظ الاخر
ما شبه علي غير هذه
المرة وفي اللفظ الاخر
ردوا علي الاعرابي

قائم ہوگی ؟ جب اس سے کہا گیا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث جبریل میں
فرماتے ہیں کہ جس سے سوال کیا گیا ہے ،
(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) وہ قیامت
کے بارے میں سائل (حضرت جبریل علیہ السلام)
سے زیادہ علم نہیں رکھتا تو اس نے اس
حدیث کے معنی میں تحریف کردی اور کہا ہے
کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میں اور تو دونوں
قیامت کو جانتے ہیں ۔ اور یہ انتہائی بڑی
جہالت اور قبیح ترین تحریف ہے ۔ بخدا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بلند و برتر ہیں
کہ جس شخص کو ایک بدوی سمجھ رہے ہیں آپ
یہ فرمائیں کہ میں اور تو قیامت کو جانتے
ہیں مگر یہ کہ یہ جاہل کہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم جانتے تھے کہ سائل حضرت جبریل
علیہ السلام ہیں (لیکن یہ غلط ہے) کیوں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس
قول میں سچے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی
جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جبریل
جس صورت میں بھی آئے میں نے انہیں
پہچان لیا ۔ سوائے اس صورت کے ۔

فذهبوا فالتمسوا فلم يجدوا
شيئا وانما علم النبی صلی
الله علیہ وسلم بعد مدۃ؛
کما قال عمر فلبثت ملیا
فقال علیہ السلام یا عمر رض؛
اتدری من السائل والمحرف
یقول انہ علم وقت السوال
انہ جبریل ولم یخبر الصحابۃ
بذالک الا بعد مدۃ ثم
قولہ فی الحدیث ما المسئول
عنہا باعلم من السائل
یعم کل سائل و مسئول
فکل سائل و مسئول عن
الساعۃ ھذا شانہما و
لکن ھؤلاء الغلاۃ عندھم
ان علم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم منطبق
علی علم اللہ سواء بسواء
فکل مایعلمہ اللہ یعلمہ
رسولہ۔
واللہ تعالی یقول ومن

اور دوسری روایت میں ہے کہ جبرل ء
مجھ پاس ہر مرتبہ کے علاوہ کبھی مشتبہ نہیں
ہوئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ۔
(آپ نے صحابہ کرام رض سے فرمایا کہ) اس اعرابی
کو میرے پاس دوبارہ بلا لاؤ۔ صحابہ کرام رض
گئے اور انہوں نے ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ یا
البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مدت کے
بعد جان لیا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہا تو حضور
علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اے عمر!
جانتے ہو کہ یہ سائل کون تھا؟ اور محرف
کہتا ہے کہ بوقت سوال ہی حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کو پتہ چل گیا تھا کہ یہ جبریل ہیں
لیکن صحابہ کرام کو آپ نے ایک مدت کے بعد
بتلایا۔ پھر حدیث میں حضور علیہ السلام کا
فرمان " ما المسئول عنہا باعلم
من السائل " ہر سائل و مسئول
کو عام ہے پس قیامت کے بارے میں ہر
سائل و مسئول کی یہی حالت ہے۔ لیکن ان
غالی لوگوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم پر برابر سرابر

حولكم من الاعراب منافقون
ومن اهل المدينة مردوا
على النفاق لا تعلمهم -
وهذه في براءة وهي
من اواخر ما انزل من
القرآن هذا والمنافقون
جيرانه في المدينة انتهى
ومن اعتقد تسوية
علم الله ورسوله يكفر اجماعا
كما لا يخفى -

قال ومن هذا حديث عقد
عائشة رضي الله تعالى
عنها لما ارسل في طلبه
فاثاروا الجمل اي ومما
يويد ما تقدم ويبطل قول
القائل حديث عائشة -

لقد ذكر العماد بن كثير في
تفسيره وهو من اكابر
المحدثين -

قال البخاري حدثنا
عبد الله بن يوسف اخبرنا

منطبق ہے - پس ان کے نزدیک، جو کچھ
اللہ تعالے جانتے ہیں وہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بھی جانتے ہیں - حالانکہ اللہ
تعالے فرماتے ہیں کہ " آپ کے گردو پیش
والوں میں سے کچھ اعرابی منافق ہیں - اور
مدینہ والوں میں کچھ ایسے ہیں کہ نفاق کی
حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں - آپ انہیں
نہیں جانتے " یہ آیت سورۃ براءت کی
ہے جو سب سے آخری نازل ہونے والی
سورۃ ہے - حالانکہ منافقین مدینہ میں
آپ کے پڑوسی تھے - انتہیٰ - اور جو شخص
خدا اور اس کے رسول کے علم کے برابر ہونے
کا عقیدہ رکھتا ہے اس کی بالاجماع تکفیر
کی جائے گی جیسا کہ مخفی نہیں -

فرماتے ہیں کہ اسی قبیل سے حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کے ہار والی حدیث
ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
صحابہ کرام کو اس کی تلاش میں بھیجا اور انہوں
نے اونٹ کو اٹھایا - یعنی ان دلائل میں سے
جو گزشتہ کلام کی تائید اور قائل کے قول
کو باطل کرتے ہیں - ایک حضرت عائشہ

مالک عن عبد الرحمٰن بن
القاسم عن ابیہ عن عائشۃ
قالت خرجنا مع رسول اللہ علیہ
السلام فی بعض اسفارہ
حتی اذا کنا بالبیداء او
بذات الجیش انقطع عقد لی
فاقام رسول اللہ علیہ السلام
علی التماسہ واقام الناس
معہ ولیسوا علی ماء ولیس
معھم ماء فاتی الناس الی
ابی بکر فقالوا الا تری ما
صنعت عائشۃ اقامت برسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
بالناس ولیسوا علی ماء ولیس
معھم ماء فجاء ابوبکر و
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واضع رأسہ علی فخذی
قد نام فقال حبست رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم والناس
ولیسوا علی ماء ولیس
معھم ماء قالت فعاتبنی

صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کی حدیث بھی
ہے۔ حافظ عماد الدین بن کثیرؒ جو کہ محدثین
میں سے ایک بڑے محدث ہیں اپنی تفسیر
میں ذکر کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ نے کہا
کہ ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان
کی (وہ فرماتے ہیں کہ) ہمیں مالکؒ نے
حدیث بیان کی اور انہوں نے یہ عبد الرحمٰن
بن قاسم سے نقل کی اور انہوں نے اپنے والد
سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالے عنہا سے روایت کیا ہے۔
آپ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے۔ جب ہم
بیدار یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار
ٹوٹ کر گر گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ ہار تلاش
کرنے کے لئے وہیں ٹھہر گئے۔ اور وہ کسی
پانی والے مقام پر نہ تھے اور نہ ہی ان کے
پاس پانی تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے کیا آپ کو علم
نہیں ہے کہ عائشہ (رضی اللہ تعالے عنہا)
نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو بکر و قال ماشاء الله
ان یقول وجعل یطعن
بیده فی خاصرتی ولا
یمنعنی من التحرک الا مکان
رسول الله صلی الله علیہ
وسلم علی فخذی فنام
رسول الله صلی الله علیہ وسلم
حین اصبح علی غیر ماء
فانزل الله آیة التیمم فقال
اسید بن حضیر ما ھی
باول برکتکم یا آل ابی بکر
قالت فبعثنا البعیر الذی
کنت علیہ فوجدنا العقد
تحتہ۔

قال ومن ھذا ای
ومن ھذا القبیل حدیث تلقیح
التمر وقال ماارٰی لو ترکتموہ
لا یضرہ شیئا فترکوہ فجاء شیصا
فقال انتم اعلم بامور دنیاکم
رواہ مسلم عن عائشة رض۔
وقد قال تعالٰی قل لا

اور لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے حالانکہ نہ وہ کسی پانی
والے مقام پر ہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے
پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ آئے
جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر
سر رکھ کر سو رہے تھے اور فرمانے لگے کہ
عائشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) تو نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روک لیا۔
حالانکہ وہ کسی پانی والے مقام پر نہیں ہیں اور
نہ ان کے پاس پانی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر
مجھ پر غصہ ہوئے اور جو اللہ کو منظور تھا کہا اور
اپنا ہاتھ میری کوکھ میں چبھونے لگے اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے میری
ران پر ہونے نے مجھے ہلنے سے باز رکھا۔ جب
صبح ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھے لیکن
پانی نہیں تھا پس اللہ تعالٰی نے آیت تیمم نازل
فرمائی۔ اس پر اسید بن حضیر رض کہنے لگے اے
آل ابی بکر (رضی اللہ تعالٰی عنہم) یہ تمہاری
کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے
اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہم نے اس

اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغيب۔ وقال «ولو كنت اعلم الغيب لا ستكثرت من الخير»۔

ولما جرى لام المؤمنين عائشة ما جرى ورماها اهل الافك لم يكن يعلم حقيقة الامر حتى جاءه الوحي من الله تعالى ببراءتها۔

وعند هؤلاء الغلاة انه عليه السلام كان يعلم الحال وانه غيرها بلا ريب واستشار الناس في فراقها ودعا بريرة فسألها وهو يعلم الحال وقال لها ان كنت الممت بذنب فاستغفري الله وهو يعلم علما يقينيا انها لم تلم بذنب۔

ولا ريب ان الحامل لهؤلاء على هذا الغلو اعتقادهم انه يكفر عنهم سيئاتهم

کے نیچے سے ہار پالیا۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اسی قبیل سے تلقیح التمر (کھجوروں کو پیوند لگانے) والی حدیث ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم پیوند کاری چھوڑ دو تو کھجوروں کے لئے باعث ضرر نہیں ہوگا۔ صحابہ کرام نے پیوند کاری چھوڑ دی تو پھل خراب آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے دنیاوی امور کو زیادہ جانتے ہو۔ اس حدیث کو امام مسلمؒ نے بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا روایت کیا ہے۔

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالےٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ نیز فرمایا (کہہ دیجئے کہ) اگر میں غیب جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا۔

اور جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ساتھ واقعہ افک پیش آیا اور اہل افک نے آپ پر تہمت لگائی تو حضور کریم

ويدخلهم الجنة وكلما غلوا كانوا اقرب اليه واخص به فهم اعصى الناس لامره واشدهم مخالفة لسنته وهؤلاء فيهم شبه ظاهر من النصارى غلوا في المسيح اعظم الغلو وخالفوا شرعه ودينه اعظم المخالفة۔ والمقصود ان هؤلاء يصدقون بالاحاديث المكذوبة الصريحة ويحرفون الاحاديث الصحيحة والله ولي دينه فيقيم من يقوم له بحق النصيحة اھ

وحاصل ما اشتملت عليه رسالتنا اولا واخر مسئلتان الاولى، متعلقة بالقرآن العظيم وتخلاصتها ان القرآن العظيم مشتمل يقينا على علوم كثيرة لا تحصى ولا تحصر ويجوز ان يكون

صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حال سے واقف نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت میں وحی نازل ہوئی۔ ان غالی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حال سے واقف تھے اور بلا کسی شک وشبہ کے آپ ان کی براءت کو جانتے تھے اور لوگوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علیحدگی کے بارے میں مشورہ کیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا کر پوچھا حالانکہ آپ حقیقت حال سے خود واقف تھے اور فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تجھ سے گناہ ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر حالانکہ آپ یقیناً جانتے تھے کہ انہوں نے گناہ نہیں کیا بلاشبہ ان غالی لوگوں کو اس غلو پر ابھارنے والی چیز ان کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گناہ دور کر دیں گے اور انہیں جنت میں داخل کر دیں گے۔ اور جس قدر یہ غلو کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین اور خواص میں شامل ہو جائیں گے۔ پس یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سب سے

فيه من الرموز والاشارات الخفية مايكون دالا على جميع معلوماته تعالى لكن على وجه الاجمال لا على وجه التفصيل ولا يلزم من ذالك اطلاعه صلى الله عليه وسلم على جميع ما ذكر لما نقلناه وبطلان ان قوله تعالى۔

« ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شئ »

ليس فيها الدلالة على علم النبي صلى الله عليه وسلم على جميع المغيبات الخمس التي ملها تعيين وقت قيام الساعة ولا على احاطة علمه صلى الله عليه وسلم بجميع المعلومات الالهية۔

والثانية : متعلقة بعلمه صلى الله عليه وسلم و خلاصتها انه صلى الله عليه

زیادہ نافرمان اور آپ کی سنت کے سب سے زیادہ مخالف ہیں اور ان لوگوں میں نصاریٰ کے ساتھ کھلی مشابہت پائی جاتی ہے۔ انہوں نے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں انتہائی غلو کیا اور ان کے دین و شریعت کی خوب مخالفت کی۔ مقصد یہ کہ یہ لوگ واضح جھوٹی احادیث کی تو تصدیق کرتے ہیں اور صحیح احادیث میں تحریف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے دین کے والی و مددگار ہیں وہی کسی ایسے شخص کو کھڑا کردیں گے جو اس کے دین کے لئے پوری خیر خواہی کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا۔ اور جن مضامین پر پہلا رسالہ اولاً و ثانیاً مشتمل ہے ان کا خلاصہ صرف دو مسئلے ہیں۔

پہلا مسئلہ : قرآن کے ساتھ متعلق ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن عظیم یقیناً کثیر و بیشمار علوم پر مشتمل ہے اور جائز ہے کہ اس میں ایسے رموز و مخفی اشارے ہوں جو اللہ تعالیٰ کی جمیع معلومات پر دال ہوں۔ لیکن اجمالاً نہ تفصیلاً۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دلائل کے جو ہم نے نقل کئے اور جو بطلان کے ساتھ بیان کئے گئے

وسلم اعلم الخلق اجمعين بالله تعالى وبتفاصيل علوم الدين وانه صلى الله عليه وسلم قد اوتى علوم الاولين والآخرين وعلم مهمات الدنيا والآخرة ومصالح الدين والدنيا ولا يلزم من ذالك ان يكون علمه الشريف مساويا لعلم الله تعالى فى الاحاطة بجميع المعلومات بل لا يجوز اعتقاد ذالك كما يؤخذ من صريح كلام الائمة الذين عليهم التعويل فى هذا الباب فكل علم وان بلغ الغاية القصوى فى الاتساع والاحاطة بالنسبة الى علم الله قليل۔

قال الله تعالى۔

"ولا يحيطون بشئ من علمه الا بما شاء"

بجمیع معلومات الہیہ پر مطلع ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شئ" میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات خمسہ کا علم تھا۔ جن میں سے قیامت کے وقت کی تعیین بھی ہے۔ اور نہ اس بات پر کہ آپ کا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے متعلق ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اور دینی علوم کی تفاصیل کے بارے میں تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اولین و آخرین دنیوی و اخروی اہم امور اور دین و دنیا کی مصالح کا علم دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کا علم شریف جمیع معلومات الٰہیہ کے احاطہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہو جائے۔ بلکہ اس کا تو اعتقاد بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ ان ائمہ کے صریح کلام سے ماخوذ ہے۔ جن پر اس بات میں اعتماد ہے پس ہر علم وسعت و احاطہ میں اگرچہ اپنی آخری

وقال تعالٰی
" وفوق کل ذی علم
علیم " وقال تعالٰی
" وما اوتیتم من العلم
الا قلیلا "

ولم یثبت ایضا اطلاعه
صلی الله علیه وسلم علی
شیٔ من المغیبات الخمس
کعلم الله تعالٰی بها و ان
الحق الصحیح الماخوذ من
ادلة الکتاب و السنة و
اقوال الصحابة و غیرهم
من جمهور السلف والخلف
کما رأیته انه صلی الله
علیه وسلم لم یطلع علی
وقت قیام الساعة ولا علی
المغیبات الخمس علی الوجه
الذی ذکرناه ولا یلزم
من ذالک نقص فی علو
مرتبته صلی الله علیه وسلم
لان المقصود بالذات من

انتہا کو پہنچ جائے۔ اللہ تعالےٰ کے علم کے
مقابلہ میں بہت کم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا
ہے یہ لوگ اس کے علم میں سے کسی حصہ کا احاطہ
نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے۔ نیز
فرمایا۔ ہر ذی علم کے اوپر ایک علم والا ہے۔
اور فرمایا تمہیں بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مغیبات خمسہ
میں سے کسی پر بھی مطلع ہونا اسی طور پر ثابت
نہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ کو ان کا علم ہے۔ اور
وہ حق اور صحیح بات جو کتاب و سنت اور صحابۂ
کرام اور ان کے علاوہ جمہور سلف و خلف
کے اقوال سے ماخوذ ہے۔ جیسا کہ تو دیکھ چکا
ہے وہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
قیامت کے وقت اور مغیبات خمسہ پر بطریق
مذکور مطلع نہیں ہوئے۔ اور اس سے آپ
کے مرتبۂ بلند میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا
کیونکہ مقصود بالذات انبیاء کرام بعثت اور
آسمانی کتابوں کے نازل کرنے سے احکام
دینیہ اور تکالیف شرعیہ کو بیان کرنا ہے
پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے جو
ضروری ہے وہ یہ ہے کہ انہیں ان احکام

بعثة الانبياء و انزال الكتب
السماوية بيان الاحكام
الدينية و التكاليف الشرعية
فالذي يجب للانبياء ان
يكون علمهم بتلك الاحكام
على اكمل الوجوه۔

وقد ذهب شرذمة
قليلة من المتاخرين
الى انه صلى الله عليه و
سلم اطلع على المغيبات
الخمس ايضا ولكن لم يذكروا
لذلك دليلا واضحا من
الكتاب والسنة عليه مع
كونهم لم يصرحوا بان
علمه صلى الله عليه وسلم
محيط بجميع المعلومات كعلم
الله تعالى وذكروا نظيره ذلك
من بعض الصوفية ايضا۔

والجواب عن هذا الاخير
هو ما قاله الشيخ عبد الوهاب
الشعراني في خطبة كتابه

کا علم پورے طور پر ہو۔ اور متاخرین میں سے
ایک چھوٹا سا گروہ اس طرف گیا ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم مغیبات خمسہ پر بھی مطلع تھے
لیکن انہوں نے اس (عقیدہ) پر کتاب و سنت
کی کوئی واضح دلیل ذکر نہیں کی۔ باوجودیکہ
انہوں نے یہ تصریح بھی نہیں کی کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا علم جمیع معلومات کو ایسے ہی
محیط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا علم۔ اور انہوں
نے اس (عقیدہ) کی نظیر بعض صوفیہ سے
بھی ذکر کی ہے۔

اور اس آخری بات کا جواب وہی
ہے جو حضرت شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمہ
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب « الیواقیت
والجواهر » کے خطبہ میں فرمایا ہے۔
(فرماتے ہیں) اس بات سے اللہ کی پناہ
کہ میں جمہور متکلمین کی مخالفت کروں اور ان کے
مخالف بعض غیر معصوم اہل کشف کے کلام
کے صحیح ہونے کا عقیدہ رکھوں۔ انتہی۔
اور مذکورہ دونوں آیتوں کا حال اور جو کچھ
ان کے بارے میں کہا گیا ہے (سب) جان چکا
ہے اور جو جواب ان دونوں آیتوں کا دیا

«اليواقيت». معاذ الله ان اخالف جمهور المتكلمين واعتقد صحة كلام من خالفهم من بعض اهل الكشف الغير المعصوم.

وقد علمت حال الآيتين المذكورتين وما قيل فيهما وبمثل ما اجيب عنهما يجاب عن كل حديث يقتضي احاطة علمه صلى الله عليه وسلم على الوجه الذي ادعاه المذكور جمعا بين الادلة.

واخترنا في هذه الرسالة وفي الاولى القول الاول لما وضحناه من البراهين لانه الحق والصواب الذي ليس فيه شك ولا ارتياب.

ولكن هذا آخر كلامنا والله سبحانه وتعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

گیا ہے اسی کے مثل جمع بین الادلہ کے لئے ہر اس حدیث کا جواب دیا جاتا ہے جو کہ (احمد رضا خان کے دعوے کے مطابق) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے محیط ہونے کی مقتضی ہے۔ اور ہم نے اس رسالہ اور پہلے رسالہ میں قول اول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ ہم اس کو دلائل و براہین سے واضح کر چکے ہیں۔ کیوں کہ یہی حق و صواب ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور چاہئے کہ ہو یہ ہمارا آخری کلام۔ اور درست بات اللہ سبحانہ وتعالے ہی زیادہ جانتے ہیں اور انہی کی طرف (ہر شخص نے) لوٹ کر جانا ہے۔

اور صلوٰۃ وسلام ہو ہمارے سردار پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ہے۔ جو مغلق (باتوں) کو کھولنے والے اور انبیائے سابقین کے خاتم ہیں۔ اور حق کے ساتھ (دین) حق کی نصرت کرنے والے ہیں۔ اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔ ان کی قدر و منزلت اور شان عظیم کے مطابق (ان پر

وصلى الله على سيدنا محمد
الفاتح لما اغلق والخاتم لما
سبق ناصر الحق بالحق والهادى
الى صراط الله المستقيم حق قدره
ومقداره العظيم وسلم صلوة و
سلاما دائمين الى يوم الدين وعلى
اله وصحبه اجمعين والحمد لله
رب العلمين۔

هذا اخر ما جمعه الفقير
الى عفو ربه المنجى السيد احمد
بن سيد اسمعيل البرزنجى مفتى
الشافعية بالمدينة المنورة والحمد
لله رب العلمين۔

صلوٰۃ اور سلام ہو قیامت تک، اور
انکی آل اور تمام صحابہ پر۔ اور تمام تعریفیں
اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں
کا پالنے والا ہے۔ یہ وہ آخری کلام ہے
جسے مدینہ منورہ کے مفتی سید احمد بن
اسماعیل برزنجی نے جمع کیا ہے۔ جو اپنے
رب کے اس عفو و درگزر کا محتاج
ہے جو دوزخ کے عذاب سے نجات
دینے والا ہے۔ اور تمام تعریفوں
کا سزاوار اللہ رب العالمین ہے۔

تقریظ

حضرت علامہ عبدالقادر شلبی (رحمۃ اللہ علیہ)
مدرس مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)

الحمد لله والصلوٰة والسلام
على خير رسول ارسله مولاه
وبعد فهذا تقريظ لفارس
لعلوم حاوى للمنطوق منها
والمفهوم وحائز قصبات
السبق في التحقيق والتحرير
والفائز بالقدح المعلى في
ميدان البلاغة وحسن
التعبير وخادم علم الشريعة
بالرحاب المصطفوية وناشر
العلوم بين طلابها ذوى
الاحوذية حضرة العلامة
الشيخ عبد القادر الشلبى
الطرابلسى ادام الله النفع
أمين ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں اور
صلوٰۃ وسلام افضل الرسل پر جسے اس کے
مولیٰ تبارک وتعالےٰ نے رسول بنایا۔
امابعد! یہ اس شخص کی تقریظ ہے جو
علوم کا شہسوار اور ان کے منطوق ومفہوم
پر حاوی ہے۔ اور تحقیق وتحریر کی
جولان گاہ میں گوئے سبقت لے جانے
والا ہے۔ حسن تعبیر اور بلاغت کے میدان
میں قدح معلیٰ وقمار میں کامیابی کا ایک
تیر حاصل کرکے کامیاب ہونے والا ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب مقامات
مقدسہ میں علم شریعت کی خدمت کرنے والا
اور ماہر طالب علموں کے درمیان علوم کی نشر و
اشاعت کرنیوالا یعنی حضرت شیخ عبدالقادر شلبی
طرابلسی اللہ تعالیٰ انکی نفع رسانی قائم دائم رکھے آمین۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الطرز مجرد فواتح الاملاء. نبدأ بجواهر الحمد والثناء على من تقدس في ذاته وصفاته عن النظائر والاشباه. وتعالى في جلال عظمته عن ان تصل ثواقب الافهام الى كنه علاه. لا اله الا هو اله احاط بكل شيء علما. فلا يعزب عن علمه مثقال ذرة في الارض ولا في السماء. يعلم خائنة الاعين وما تخفي الصدور. وبيده مقاليد الغيب وتصرفات الامور. فلا يجري في ملكه وملكوته شيء الا وامضيه به سابقة حكمته فيه باهرة وبوحدانيته ناطقة. واعطر الاصقاع والاكام. بشذا اعبير الصلوة والسلام. على انسان عين الوجود. ومسك ختام المرسلين

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز کتاب سنگی چادروں کو میں منقش و مزین کرتا ہوں اس ذات کی حمد و ثنا کے نگینوں سے جو اپنی ذات و صفات میں نظائر و اشباہ سے پاک ہے۔ اور اپنی جلال عظمت میں اس بات سے بلند و برتر ہے کہ افہام ثاقبہ اس کی بلندی و برتری کی حقیقت تک پہنچ سکیں کوئی معبود نہیں سوائے اس کے۔ ایسا معبود کہ جس نے از روئے علم ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے۔ پس زمین و آسمان میں کوئی چیز ذرہ بھر اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے مخفی امور کو جانتا ہے اسی کے ہاتھ میں تمام امور کے تصرفات اور غیب کی کنجیاں ہیں۔ پس اس کی حکومت اور بادشاہت میں کوئی چیز جاری نہیں ہوتی مگر اس کے فیصلے اس چیز کے بارے میں پہلے سے ہو چکے ہیں۔ اور اس کی حکمت اس چیز میں غالب اور اس کی وحدانیت پر ناطق ہے۔ اور میں معطر کرتا ہوں زمین کے مختلف اطراف و جوانب اور ٹیلوں کو اس ذات پر صلوۃ و سلام کی خوشبو کی مہک سے جو چشم وجود

ومظهر التجلى والشهود۔ وواسطة عقد النبيين سيدنا محمد كنز السر المطلسم۔ القائل لا تطرونى كما اطرت النصارى ابن مريم وعلى آله واصحابه الذين عرفوا الحق فاتبعوه۔ ونبذوا الباطل ودحضوه۔ ورفعوا معالم الدين وكسروا شوكة المبطلين۔

اما بعد! فان الله عز شانه۔ وجل سلطانه۔ قد اقتضت حكمته الباهرة۔ ان يقيض لنصرة شريعته المطهرة۔ من صناديد الزمان۔ وكماة الفضل والعرفان۔ من يجدد معالمها ويشيد دعائمها۔ ويذب عنها غوائل الزور والبهتان۔ وترهات الغى والطغيان۔ بقواطع البراهين الساطعة۔ ولوامع الادلة الصادعة۔ لتكون كلمة الله هى العليا۔ ومنهل الحق عذبا صافيا۔ هذا و

کی تجلی ہے اور ختام رسل کی مشک۔ اور تجلی وشہود کا مظہر۔ اور قلادۂ انبیاء کا موتی یعنی ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو پوشیدہ راز کا خزانہ ہیں۔ اور جنہوں نے فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسی ابن مریم علیہ الصلوۃ والسلام کی تعریف میں مبالغہ کیا ہے۔ (چنانچہ ان کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا) اور (صلوۃ وسلام) ان کے آل واصحاب پر جنہوں نے حق کو پہچانا پھر اس کی اتباع کی اور باطل کو پھینک دیا۔ اور اس کو باطل کر دکھایا۔ اور شعائر دین کو بلند کیا اور باطل پسندوں کی شوکت کو توڑ دیا۔

اما بعد! پس اللہ عزوجل کی حکمت باہرہ نے تقاضا کیا کہ وہ اپنی شریعت مطہرہ کی نصرت واعانت کے لئے زمانہ کے سرخیلوں اور علم وفضل سے مسلح لوگوں میں سے ان لوگوں کو مقرر کر دے جو معالم دین کی تجدید کریں۔ اور اس کے ستونوں کو مضبوط کریں اور (باطل کو) کاٹ دینے واضح براہین اور روشن چمکدار دلائل کے ذریعہ کذب وبہتان کے مصائب اور گمراہی وسرکشی کی باطل باتوں کو اس سے دور

لما كان الشيخ الفاضل الالمعي
احمد رضا خان البريلوي
قد امتطى هامة المناضلة و
لبس في رهان المباحثة لامة
المجادلة - في اثبات دعاويه
الواضحة البطلان - وخرافاته
اقاويله السافلة البرهان -
جرّد صمصام العزم - بكمال
الجد والحزم - لحسم مادة
شبهاته - واستيصال شافة اباطيله
وترهاته - فارس ميدان
المباحثة - وامام الصناعة - الحاوي
لاشتات الفضائل - والمشار الى
رفيع قدره بالانامل - واحد
العلماء الاعلام بلا مدافع - واوحد
الفضلاء الكرام بلا ممانع - القائم
عبير فضله في الآفاق - والواقع
على جلالة قدره الاتفاق -
الجامع بين الفتوة والفتوى - و
الحائز من كمال المجد الغاية
القصوى - مولانا السيد احمد

کردیں اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند ہو۔ اور
حق کا چشمۂ شیریں اور صاف جو جائے۔ اور
جب چالاک شیخ فاضل احمد رضا خان بریلوی
اپنے واضح بطلان والے دعووں اور بے کار دلائل
والی خرافات (اور واہیات) باتوں کو ثابت
کرنے کے لئے (باطل کی) حماقت بے جا کے سر
پر سوار ہوا اور میدان مباحثہ میں جھگڑے اور
- میں نہ مانوں - کی زرہ پہن لی۔ تو میدان
تفوق و برتری کے شہسوار اور امام فن فضائل
متنوعہ کے جامع جس کی بلندئ مرتبت کی
طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے بلا کسی
مقابل کے یکے از علماء کبار۔ اور بلا کسی
مخالف کے یکے از فضلائے کرام جس کی
فضیلت کی خوشبو تمام اطراف عالم میں
مہک رہی ہے۔ جس کی جلالت قدر پر اتفاق
ہے۔ جو جوانمردی اور فتوے کا جامع ہے جو
مجد و بزرگی کے کمال کی آخری انتہا کو لے لینے
والا ہے - یعنی ہمارے مولا و آقا، عالی
ہمت سخی سید احمد آفندی برزنجی۔ اللہ
تعالیٰ ان کے وجود مسعود کے ذریعہ مخلوق کو
نفع پہنچائے - (انہوں نے) اس (احمد رضا خان

أفندي البرزنجي الهمام۔
نفع الله بوجوده الأنام۔ فالف
هذه الرسالة المزدانة برقائق
التدقيق ودقائق التحقيق۔
فزيف فيها أقاويله۔ ودحض
أباطيله۔ بسواطع آيات باهرة۔
ولوامع بينات قاهرة۔ فما أخطاء
المرمى۔ وما ضل وما غوى
بل أوضح محجة الصواب۔ و
محا آية ليل اللبس والارتياب
فالفاضل كل الفاضل من أحلها من
منازل القبول ارفعها قدرا۔ والجاهل
كل الجاهل من نبذها وراءه ظهريا
فجاء شيئا نكرا۔ وصلى الله وسلم
على سيد ولد آدم وعلى آله وصحبه۔
وأشياعه وحزبه۔
الفقير اليه عز شانه عبد القادر توفيق
الشلبي الطرابلسي الحنفي المدرس
بالحرم الشريف النبوي۔

کے شبہات کے مادہ کو نیست و نابود کردینے
اور اس کی لغو و باطل باتوں کے زخموں کو جڑ سے
اکھیڑ دینے کے لئے عزم و ہمت کی شمشیر براں کو
پوری کوشش و احتیاط کے ساتھ نیام سے
نکالا۔ پس انہوں نے تالیف کیا یہ رسالہ جو
تدقیق و تحقیق کی باریکیوں کے ساتھ تولا گیا ہے
اس رسالہ میں انہوں نے چمکدار دلائل واضحہ اور
روشن براہین قاطعہ کے ساتھ اس راہ حق سے غافل
کی باتوں کا کھوٹا ہونا واضح کر دیا اور اسکی باطل
باتوں کو باطل کر دکھایا۔ پس انکا نشانہ خطا نہ
گیا اور نہ وہ گمراہ ہوئے اور نہ راہ حق سے ہٹے
بلکہ راہ صواب کو واضح کر دیا اور التباس اور
شک و شبہ کی رات کی نشانی مٹا دی۔ پس پورا
پورا فاضل وہ شخص ہے جو اس رسالہ کو منازل
قبول میں سب سے اعلیٰ و ارفع منزل میں جگہ
دے اور پورا پورا جاہل وہ شخص ہے جو اسکو پس
پشت ڈالدے جس سے یہ رسالہ اس کیلئے ایک
اوپری شی بنکر رہ جائے۔ اولاد آدم کے سردار حضرت
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اور انکی آل و اصحاب اور انکے
تبعین اور انکے گروہ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

اللہ عز شانہ کا محتاج عبد القادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی مدرس حرم نبوی شریف

تقریظ

حضرت علامہ شیخ فالح بن محمد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده، وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وآله.

ما أحسن الحق حين يبدو
رغما على من بغى خلافه

اللهم انا نسألك الحفظ من الدخول في أمور يعرق لها الوجه حياءً۔ ولا يسلم السائل عنها من أن يقال له إنما قصدت تعنتا أو أردت سمعة ورياءً۔ كما وقع لمالك مع ذي الهوى السائل عن الاستواء۔ وان هذه المسألة المؤلف فيها هذه الرسالة البارعة۔ لا يزيد فيها بحسب أصل العقيدة علم الخاصة على علم العامة۔ والتسوية بين الجانب النبوي

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں خدائے یکتا و واحد کے لئے ہیں ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر صلوٰۃ وسلام ہو۔ کیا ہی خوبصورت ہے حق جب کہ ظاہر ہو خلافِ حق کو ذلیل کرنے کے لئے۔ اے اللہ ہم تجھ سے حفاظت چاہتے ہیں ان امور میں داخل ہونے سے جن کی وجہ سے چہرہ شرم کے باعث عرق آلود ہو جائے۔ اور جن امور کے بارے میں سوال کرنے والا اس بات سے بے خوف نہیں کہ اسے کہا جائے کہ تو نے بطور تلبیس سوال کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یا پھر شہرت وریاکاری کا۔ جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پیش آیا۔ خدا تعالیٰ کے استواء علی العرش کے بارے میں سوال کرنے والے کے ساتھ جو خواہش نفس کا پیروکار تھا۔ اور اس مسئلہ میں جس کے بارے میں یہ رسالہ تالیف کیا گیا ہے اصل عقیدہ

لا طهر. والجانب الاولى الاكبر
فى صفة من الصفات لاتسله
العامة - المشتغلون بحرفهم
فى اسواقهم فضلا عن
الخاصة. وانما المحتاج اليه
فى هذه المسئلة حسن الالقاء
والتعبير وايضاحهما وقد
قام بذالك سيدنا الشيخ العلامه
الفاضل الشهاب ابو العباس
البرزنجى اتم قيام فى هذه
الرسالة المفيدة لما يجب ان
تكون عليه العقيدة اجزل
الله مكافاته وادام عافيته
ومعافاته.

ولانى لمجروح القلب
جدا من هذه المشاغبات
النفاقية التى لم نجد لها
فى موضوعها ندا. فان اكثر
من يسئل عن هذه المسائل
وان اجيب بالحق الدامغ
لكل رأى فائل لا ينفك

کے لحاظ سے خواص کا علم عوام کے علم سے
قطعاً زائد نہیں ہے۔ اور کسی بھی صفت میں
خدا اور رسول کی برابری کو خواص تو درکنار
عوام بھی تسلیم نہیں کرتے جو بازاروں میں اپنے
کام کاج میں مشغول رہیں۔ اس مسئلہ میں ضرورت
صرف اس امر کی تھی کہ حسن تعبیر اور اچھے انداز
بیان کے ساتھ اس کی وضاحت ہو جائے۔
ہمارے سردار شیخ علامہ فاضل الشہاب
ابو العباس برزنجی، اس رسالہ میں اس ضرورت
سے مکمل طور پر عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ یہ رسالہ
اس عقیدہ کو بیان کرتا ہے جس پر از روئے
شریعت مطہرہ عقیدہ ہونا ضروری ہے۔
اللہ تعالیٰ موصوف کو اس کا عظیم بدلہ عطا
فرمائیں۔ اور ان کی صحت اور مصائب سے
حفاظت کو باقی و دائم رکھیں۔

میں ان منافقانہ جھگڑوں سے جن کی
نظیر شریعت میں نہیں ہے بہت کبیدہ خاطر
ہوں۔ کیونکہ ان مسائل کا سوال کرنے
والے اکثر لوگوں کو اگرچہ ایسا حق (اور واضح)
جواب دے دیا جائے جو ہر ضعیف رائے کا
سر پھوڑ ڈالے (پھر بھی) وہ اپنے ہی دو سو سوں

متبعا وساوسه جازما بما
القاه اليه شيخه ابليس
للابالسة مع ان معلمه الشيخ
ابا مرة لم يجزم بعقيدة من
العقائد ولا بحقيقة شيء
مدة عمره ولا مرة. فقد نص
العلماء على انه مرتبك في
الشكوك دائما بدليل ان الله
تعالى خاطبه في جمع عظيم
بقوله «اسجدوا» فلم يسجد
اللعين وذلك لشكه في كونه
مامورا كما افصح منه بقوله
«انا خير منه» ثم لما نبهه
الله تعالى على كونه مرادا لم
يحسن الادب فيقول «اخطأت
فاغفر لي» بل قال تلك المقالة
شكا في كونه مامورا اليه اولا
ثم لشكه لم يمتثل الامر ولم
يحسن الادب الذي يمتثل وهكذا
لا تزال الشكوك له متعاورة الى
ان تدخله سقر في امم متعادية

کی اتباع کرتے رہتے ہیں اور اسی بات پر یقین
کر سکتے ہیں جو ان کے شیخ شیطانوں کے
شیطان نے ان پر القاء کی ہے۔ باوجودیکہ
ان استاذ شیخ ابو مرہ شیطان نے عقیدوں
میں سے کسی عقیدہ کا۔ نیز کسی چیز کی حقیقت
کا کبھی عمر بھر میں ایک بار بھی یقین نہیں کیا
علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ شیطان ہمیشہ
شکوک میں مبتلا رہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے فرشتوں کی، ایک عظیم جماعت میں اپنے
قول «اسجدوا» سجدہ کرو کے ساتھ اس کو خطاب
فرمایا لیکن اس لعین نے سجدہ نہ کیا کیونکہ اسے
اپنے مامور ہونے میں شک تھا۔ جیسا کہ پھر اس
نے اس کو اپنے قول «انا خیر منہ» (میں حضرت
آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہتر ہوں) سے
ظاہر کر دیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو تنبیہ
فرمائی کہ وہ بھی بحکم سجدہ کا مامور ہے تو حسن ادب
سے کام نہ لیا کہ عرض کرتا کہ اے میرے رب میں
نے غلطی کر دی ہے لہذا مجھے معاف فرما دیجئے
بلکہ وہ بات کہی (انا خیر منہ) اس کے مسجود ہونے
میں شک کرتے ہوئے کہ اس کا مسجود اللہ تعالیٰ
ہیں پس اس نے اپنے شکوک کی بناء پر امر

متناورة ۔ و من اغرب ما
طَنَّ علی اذنی فی العام الماضی
من بعض ھؤلاء ھذہ المقالة
ان محمدا النبی العربی
قد ترقت فیہ الطبیعة و
توفرت فیہ خصائصھا الی
الغایة بحیث صارت تکلمہ
بلسان منہ فیہ یقال لہ جبریل
بکلام محکم یقال لہ قران
معجز وبنی برھانہ علی
ذالک من حدسیات تکررت
علی تمادی الدھور وتطاول
الازمنة والعصور ومثلھا بما
وقع لبقراط وجالینوس و
ذی مقراط و دیقوس
او دیوس وجزم بان ھذا
ھو الحق الحقیق بالقبول و
الناس کلھم اخوان و
بسبب ما یاکرہ التنازعون
نزع بینھم الشیطان فاعترتنی
لتخلیطہ اوجاع قبلھا اوجاع

خداوندی کی اتباع نہ کی۔ اور حسن ادب کو بھی
ملحوظ نہ رکھا کیونکہ اتباع نہیں کی بلکہ حجت
شروع کردی، اور اسی طرح شیطان کو پہلے وہ
پہلے شکوک لاحق ہوتے رہیں گے یہاں تک
کہ یہ شکوک اس کو ان امتوں کے ساتھ جہنم
میں پہنچا دیں گے حق سے عداوت اور دشمنی
رکھنے والی ہیں۔ سب سے انوکھی بات جو
ان لوگوں میں سے بعض کی جانب سے گزشتہ
سال میرے کان میں پڑی، یہ بات ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت نے ترقی
کی اور اس کے تمام خصائص آپ میں اپنی
انتہائی مقدار میں کثرت سے ظاہر ہوئے اس
طرح کہ وہی طبیعت آپ سے اپنی زبان کے
ذریعہ محکم کلام کرنے لگی اسی کو "جبریل" کہا
جانے لگا۔ اور اس کے کلام محکم کو دوسروں
کو اپنے مقابلہ سے، عاجز کر دینے والا قرآن
کہا جانے لگا ہے اور اس نے اپنی دلیل کو کچھ
ایسے امور ظنیہ سے ترتیب دے کر بنایا
جو ہمیشہ ہمیشہ مکرر ہوتے رہتے ہیں اور
اس نے اس کی مثال ان حالات کے ساتھ
جو بقراط۔ جالینوس۔ ذی مقراط۔ دیقوس

وندمت على خروجي
من وطني الى وطن ترکنی
اهله بجعجاع۔

فهؤلاء قوم حكموا العقل
فقط ولا شك ان تحكيم
العقل ضلال لان مقتضياته
تنازعها احكام الوهم غالبة
لها مستعلية عليها۔ مثاله
الداخل وحده على ميت
مسجى في موضع خال فان
العقل يحكم بان هذا
الميت خشبة مطروحة لا
يمكن منها فعل والوهم
يقول هذا جسم خرجت
منه روحه فهو موحش
وكل موحش لا يؤمن
ان ينبعث منه عفريت
مارد۔ فيمتلئ الداخل
رعبا لغلبة حكم الوهم
وربما خرج راكضا يكفي
اليها قيب او الغزالة ابصرها

اور ادریس وغیرہ دیکھا، یونہی اکیلے بیٹھے
کرتے تھے۔ اور اس نے پورا یقین کر لیا کہ یہ
بات حق اور لائق قبول ہے۔ اور لوگ سب
ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اہل شریعت
کے ایسی باتوں کو اختیار کر لینے کے باعث
شیطان نے ان کے درمیان فساد ڈال دیا
ہے۔ اس شخص کی بکواس سے مجھے پہلے
بہت شدید تکلیف لاحق ہوئی اور میں اپنے
وطن سے ایسے وطن کی طرف نکل کھڑے پر نادم
ہوا جس کے اہل نے مجھے ایک سخت مصیبت
میں مبتلا کر دیا۔ پس اس قوم نے صرف
عقل کو اپنا حکم بنا رکھا ہے اور یقیناً محض
عقل کو حکم بنانا گمراہی ہے۔ اس لئے کہ
مقتضیات عقل سے احکام وہم منازعت
کرتے اور اس پر غالب ہوتے ہیں۔ اس عقل
و وہم کے احکام میں منازعت کی مثال وہ
تنہا شخص ہے جو کسی خالی اور تنہا مقام پر پڑی
ہوئی لاش کے پاس جائے تو عقل کا فیصلہ
تو یہ ہے کہ پڑی ہوئی لکڑی کی طرح اس
میت سے کوئی فعل ممکن نہیں لیکن وہم کہتا
ہے کہ یہ ایسا جسم ہے جس سے روح نکل گئی

ذیب۔

والحاصل ان الفلاسفة ومن نحا نحوهم ارباب عقول تنزلت عليها معرفة احوال الامور الفانية من طريق الحواس الخمس لا كما ينبغي۔ واهل الشريعة المطهرة ارباب القلوب تنزلت عليها السمعيات الالهية المعصومة من الخطاء قال تعالى

« نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ »

« اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ »

« اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ »

والحمد لله الذی هدانا لهذا۔ وصلی الله وسلم علی سیدنا محمد النبی الاکمل معلم خیر امة و حکیمها وطبیبها الموصوف بانه کان یکرم السائل و

ہے۔ لہٰذا یہ وحشت ناک ہے اور کسی بھی وحشت ناک چیز سے ممکن ہے کہ کوئی سرکش دیو اور بھوت نکل آئے لہٰذا حکم وہم کے غالب ہونے کے باعث وہ شخص مرعوب اور خوفزدہ ہو جائے گا۔ اور بسا اوقات وہ چکور کی مانند یا اس ہرن کی مانند بھاگے گا جسے بھیڑیا دیکھ لے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ فلاسفہ اور جو ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں ایسی عقول والے ہیں جن پر امور فانیہ کے حالات، حواس خمسہ کے راستے سے نازل ہوتے ہیں وہ بھی کما حقہ نہیں اور ان کے برعکس، شریعت مطہرہ والے ایسے دل والے ہیں جن پر احکام الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے جو خطا سے پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

« اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آپ کے قلب پر اتارا ہے۔ » [1]

« اس میں نصیحت ہے ہر اس شخص کے لئے جو دل والا ہو » [2]

« قرآن پاک سے صرف دل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں » [3]

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

يمنيهما وعلى آله الاكرمين.
كتبه خادم العلم واهله
فالح بن محمد الظاهري
اذاقه الله تعالى وجميع
المسلمين برد عفوه و
رحمته. آمين.

تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے جس نے ہمیں
اس (راہ حق) کی ہدایت فرمائی۔ اور صلوٰۃ وسلام
ہو ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم پر جو سب سے زیادہ کامل نبی ہیں جو
بہترین امت کے معلم اور اس کے حکیم وطبیب
ہیں اور ان کی مکرم آل پر (بھی صلوٰۃ وسلام ہو)
علم اور اہل علم کے خادم فالح بن محمد ظاہری
نے اسے لکھا ہے۔ اللہ تعالے اس کو اور تمام
مسلمانوں کو عفو و رحمت کی ٹھنڈک مرحمت
فرمائے۔ آمین۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

۱؎ البقرہ : ۵۰ ۲؎ ق : ۳۰ ۳؎ الرعد : ۱۹

تقریظ

حضرت علامہ تاج الدین الیاس مفتی مدینہ منورہ

(زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی جعل العلماء مصابیح الهدى واعلام الدين۔ وايدهم بسواطع براهين الحق المبين۔ فاقتحموا حلبة السبق الى قطع دابر كل غبي مناضل۔ واستيصال شافة كل غوي و باطل۔ ففازوا بنيل التمنى فعظمت المنة۔ واتضحت سبل الهدى وانحسمت الفتنة۔ وصلوة وسلاما على من ارسله الله رحمة للعلمين وكشف بنور حجته البالغة ترهات المبطلين۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں جس نے علماء کو چراغ ہدایت اور علامت دین بنایا اور جلی و واضح حق کے دلائل واضحہ کے ساتھ ان کی تائید فرمائی۔ پس ہر غبی و باطل کے حمایتی کی جڑ کاٹ دینے اور ہر باطل و گمراہ کے زعموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے مسابقت کے میدان میں داخل ہوئے۔ پس وہ اپنی تمناؤں کو حاصل کر کے کامیاب ہو گئے۔ اور اللہ تعالےٰ کا احسان عظیم ہو گیا اور ہدایت کے راستے واضح ہو گئے اور دین نیز علماء دین پر سے تہمتیں جڑ سے کٹ گئیں۔ اور صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات اقدس پر جسے اللہ تعالےٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ اور جس کی حجت بالغہ کے نور سے باطل پسند علماء کی

سیدنا محمد صفوۃ الانبیاء۔ وخلاصۃ الاصفیاء۔ وعلی آلہ الاطہار۔ واصحابہ البررۃ الاخیار۔

وبعد فالحق احق ان یقال۔ ان ہذہ الرسالۃ لبدیعۃ المثال۔ رقت مبانیہا فادہشت الابصار۔ ودقت معانیہا فحیرت الافکار۔ وتجلت عرائس نتائج قضایاہا الحسان۔ مشرقۃ بانوار الحق فوجب لہا الاذعان وانحسر بدر بیانہا فکشف حنادس الشک والارتیاب۔ واسفر فلق برہانہا فاوضح محجۃ الصواب۔ فیالہا من رسالۃ جدیرۃ بان ترمقہا الافاضل بعین العنایۃ۔ وتحلہا من القبول النہایۃ۔ وتعتصم بحبلہا المتین۔ وتتخذہا الآیۃ الکبری علی المخالفین۔

باطل وطمع باتوں (کی حقیقت) کو کھول دیا یعنی ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام انبیائے کرام (علیہم الصلوۃ والسلام) میں برگزیدہ اور تمام اصفیاء کا خلاصہ ہیں اور ان کی مطہر آل اور نیک صالح اصحاب پر۔

امابعد! پس حق یہ ہے کہ کہا جائے کہ اس مثالی رسالہ کے الفاظ (و تراکیب) اس قدر خوب صورت ہیں کہ جنہیں دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اور اس کے معانی اس قدر دقیق ہیں کہ جنہوں نے افکار کو متحیر کر دیا ہے۔ اور اس کے قضایا (و مقدمات) کے نتائج کی حسین دلہنیں ظاہر ہو گئیں۔ اس حال میں کہ حق کے انوار کو (بھی) ظاہر کرنے والی ہیں جن پر یقین کرنا واجب ہے اور اس کے بیان کے ماہ کامل نے ملاشی کر دیا۔ پس ریب و شک کی تاریکیاں کھول دیں۔ اور اس کے دلائل کی صبح روشن ہو گئی۔ بس راہ صواب واضح کر دی۔ پس اے رسالہ! تجھ پر تعجب ہے۔ (یہ رسالہ) اس بات کے لائق ہے کہ افاضل اس کو

وتدعوا بخير الدعاء. لناسبم
بردها امام العلماء وقدوة
الفضلاء. مالك ازمة للعقول و
المنقول. و محرز الفروع و
الاصول. الجامع لاشتات
الفضائل. وسليل الائمة الاماثل
شمس سماء التحقيق. وبدر
فلك التدقيق. صاحب الفضل
والمقام العلى. مولانا السيد
احمد أفندی برزنجی الحسینی
مفتی السادة الشافعية. فی
الرحاب النبوية. اطال الله
بقاءه. وادام ارتقاءه.
الفقير اليه عزشانه.
محمد تاج الدين
ابن المرحوم مصطفى الياس
الحنفى المفتى بالمدينة المنورة
غفرله.

بچشم توجہ ملاحظہ فرمائیں اور اس کو انتہائی قبولیت
کے مقام پہ اتاریں۔ اور اس کی مضبوط رسی کو تھام
لیں اور مخالفین (کے گمراہ ہونے) پر دلیل و شہادت
اس کو ایک علامت کبریٰ بنالیں۔ اور اس کے
مصنف امام العلماء، قدوۃ الفضلاء، علوم
نقلیہ و عقلیہ کی لگاموں کے مالک اور فروع
و اصول نیز دیگر متنوع فضائل کے جامع۔ اور
(جو) ائمہ کرام کی اولاد سے ہیں۔ اور آسمان
تحقیق کے آفتاب۔ اور فلک تدقیق کے ماہ کامل
ہیں۔ مقام بلند اور فضیلت والے ہیں۔ یعنی
مقامات مقدسہ نبویہ میں سادات شافعیہ کے
مفتی مولانا سید احمد آفندی برزنجی حسینی
(اس کے مصنف) ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی
عمر دراز فرمائے اور ان کی ترقی دائم و باقی
رکھے۔

اللہ عزشانہ (کی رحمت) کا محتاج
محمد تاج الدین ابن المرحوم مصطفیٰ الیاس حنفی
مفتی مدینہ منورہ۔

الفقير الى ربه محمد سعيد
بن السيد محمد خادم دلائل الخيرات

اپنے رب (کی رحمت) کا محتاج
محمد سعید بن سید محمد خادم دلائل الخیرات۔

مهر

مہر

الفقير السيد محمد امين بن
المرحوم السيد احمد رضوان
عفا الله عنه. آمين.

الفقیر سید محمد امین
بن مرحوم سید احمد رضوان عفا اللہ عنہ
آمین۔

مهر

مہر

السيد عبد الله اسعد عفا الله عنه

سید عبداللہ اسعد عفا اللہ عنہ۔

مهر

مہر

اسير العصيان عباس ابن
المرحوم السيد محمد رضوان.

اسیر عصیاں
عباس ابن مرحوم سید محمد رضوان۔

مهر

مہر

المرتجي من ربه العفو والغفران
عمر بن المرحوم حمدان المالكي
المدرس بالمسجد النبوي.

اپنے رب سے عفو و درگزر کا امیدوار
عمر بن مرحوم حمدان مالکی
مدرس مسجد نبوی۔

مهر

مہر

الراجي عفو ربه القدير
احمد بن محمد خير العباسي المكي

اپنے رب قدیر کی بخشش کا امیدوار
احمد بن محمد خیر عباسی کا دستخط ۔

مہر

مہر

فقير ربه القدير عبده
العزيز الوزير التونسي عفي عنه
بمنه وفضله۔

اپنے رب قدیر کا محتاج اس کا بندہ
محمد عزیز وزیر تونسی عفی عنہ بمنہ الطول

مہر

مہر

الراجي عفو الكريم المولى
موسى علي الشامي الازهري

کریم کارساز کے عفو کا امیدوار
موسیٰ علی الشامی الازہری

مہر

مہر

قد اطلعت على خلاصة الرسالة
التي الفها مولانا السيد احمد
البرزنجي فوجدتها سالكة مسلك
الصواب واسلمها۔
وانا الفقير الى ربه
محمد بن احمد العمري كان الله له

میں اس رسالہ کے خلاصہ پر مطلع ہوا جسے
مولانا سید احمد برزنجی نے تالیف کیا ہے
پس میں نے اس کو سب سے بہتر اور محفوظ
راستہ پر چلنے والا پایا۔
اور میں ہوں اپنے رب کا محتاج
محمد بن احمد عمری کان اللہ لہ

مہر

مہر

قد اطلعت على رسالة شيخنا المحرر. وانا الفقير الى الله عز شانه محمد مهدي بن احمد عفي عنه۔

میں اپنے شیخ کے تحریر کردہ رسالہ پر مطلع ہوا۔ اور میں بھی اللہ عز شانہ کا محتاج محمد مہدی بن احمد عفی عنہ۔

مہر | مہر

الفقير الى عز شانه السيد احمد الجزائري عفي عنه

اللہ عز شانہ کا محتاج سید احمد جزائری عفی عنہ

مہر | مہر

خادم العلم الشريف خليل بن ابراهيم خربوتي۔

خادم العلم شریف خلیل بن ابراہیم خربوتی

مہر | مہر

کتبہ

عبدہ المذنب سیف اللہ خالد بخشی غفرلہ

أُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

یہ شیطان کا گروہ ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان کا گروہ ہی خسارہ میں ہے۔

(المجادلۃ ۱۹)

ترغیم حزب الشیطان

بتصویب حفظ الایمان

تصنیف

علامہ ابوالرضا محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بہاری

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۶ ای بی شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور

ترغیم حزب الشیطان

بتصویب حفظ الایمان

تقدیم :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——————— حامداً ومصلیاً ومسلماً

ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ میں "بمقام سلانوالی" ضلع سرگودھا، اہل سنت اور اہل بدعت کے مابین "مسئلہ علم غیب" پر مباحثہ ہوا تھا۔ خاکسار بھی اس میں شریک تھا۔ اہلسنت کی طرف سے حامی سنت ماحی بدعت حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر "الفرقان" دامت فیوضہم مناظر تھے اور اہل بدعت کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب، جن سے اور جن کی خصوصیات سے ہمارے ناظرین کچھ نہ کچھ واقف ضرور ہوں گے ——— اس مناظرے کے آخری وقت میں مولوی حشمت علی صاحب نے اصل موضوع مسئلہ غیب سے گریز کر کے خلط مبحث کرنے اور اس طور پر اپنی فاحش شکست پر پردہ ڈالنے کے لیے حفظ الایمان و براہین قاطعہ کی عبارت پر مولوی احمد رضا خان صاحب والے پرانے اور فرسودہ اعتراضات کو دہرانا شروع کر دیا۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ:

"اول تو خارج از مبحث چیزوں کا یہاں پیش کرنا ہی اصول مناظرہ کے خلاف بلکہ اصل موضوع میں عاجزی کی دلیل ہے۔ پھر بالخصوص عبارات حفظ الایمان و

براہین قاطعہ کے ذکر سے تو آپ کو خود شرم بھی آنی چاہیئے۔ کیونکہ ان عبارات پر آپ کی جماعت کے جو اعتراضات ہیں میں اُن کا نہایت مفصل اور کافی شافی رد لکھ کر اب سے تین سال پہلے "معرکۃ القلم" کے عنوان سے اپنے رسالہ "الفرقان" میں شائع کر چکا ہوں، اور آپ کی جماعت کے تمام ذمہ دار حضرات کو نام بنام مخاطب کر کے اس کے جواب کی دعوت دے چکا ہوں مگر آج تک آپ کی جماعت اس کے جواب سے عاجز ہے، خود آپ نے جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ ہجری میں اُس کا جواب لکھنے کا اعلان کیا تھا اور معرکۃ القلم جواب ہی کے وعدہ پر مجھ سے منگوایا تھا جو میں نے بلا قیمت بصیغہ رجسٹری اسی وقت آپ کو بھیج دیا جس کی رسید بھی آپ نے مجھ کو لکھ دی تھی۔ لیکن آج ڈیڑھ سال گذر گیا اور آپ اس کے ایک لفظ کا بھی جواب نہیں دے سکے پس جب تک کہ آپ اس کے جواب سے سبکدوش نہ ہو لیں اُس وقت تک آپ کو ان اعتراضات کے زبان پر لانے کا حق نہیں، بلکہ میں کہہ چکا ہوں کہ آپ کو اس سے شرمانا چاہیئے۔"

جس وقت حضرت مولانا محمد منظور صاحب یہ تقریر فرما رہے تھے۔ مولوی حشمت علی صاحب ایک نیا سا رسالہ ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوئے اور کہا کہ لیجئے! آپ کے "معرکۃ القلم" کا جواب یہ موجود ہے، تمام حاضرین اور خود حضرت مولانا ممدوح نے بھی یہی سمجھا کہ جس رسالہ کو مولوی حشمت علی صاحب پیش کر رہے ہیں وہ واقعی "معرکۃ القلم" کا جواب ہوگا، کیونکہ دن دہاڑے اور علی رؤس الاشہاد ایسی دھوکہ دہی کی جرأت تو کسی ذلیل سے ذلیل آدمی کو بھی نہیں ہو سکتی، بہرحال اُس وقت سب نے یہی سمجھا کہ مولوی حشمت علی صاحب کے پاس

معرکۃ القلم" کا جواب لکھا لکھایا، بلکہ چھپا چھپایا موجود تھا جس کو انہوں نے بروقت پیش کر کے اپنے آپ کو ذلت سے بچا لیا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کو یہ جواب سب سے پہلے میرے پاس بھیجنا چاہیئے تھا اور خیر اگر اب تک نہیں بھیجا تو اب دیجئے اور ہاتھ کے ہاتھ نقد جواب الجواب لیجئے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے کہا کہ میں بھیجتا ہوں۔ یہاں تک یہ ضمنی گفتگو ختم ہو گئی، اور پھر اصل موضوع (علم غیب) پر بحث شروع ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد جب کہ مناظرہ قریب الختم تھا، مولوی حشمت علی صاحب سے اس رسالہ کا پھر مطالبہ کیا گیا انہوں نے کہا کہ ابھی بھیجا جاتا ہے، اور پھر معلوم ہوا کہ انہوں نے ہمارے کسی آدمی کو دے دیا ہے۔
چنانچہ اختتام مناظرہ کے بعد قیام گاہ پر پہنچ کر وہ مولانا محمد منظور صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس رسالہ کا کوئی تعلق معرکۃ القلم سے نہیں ہے، اور نہ وہ مولوی حشمت علی صاحب کا تصنیف کردہ ہے بلکہ مولوی سردار احمد گورداسپوری مدرس مدرسہ رضا خانیہ بریلی کے نام سے شائع ہوا ہے جس میں حفظ الایمان کی مشہور متنازع فیہ عبارت کے متعلق خامہ فرسائی کر کے بریلی کے اس معرکۃ مناظرہ کی خفت مٹانے کی کوشش کی گئی ہے جس نے نہ صرف بیچارے مولوی سردار احمد بلکہ ان کے بریلوی آقایان نعمت قبلہ گان رضا خانیت کے بھی وقار کو خاک میں ملا دیا ہے۔

بہرحال یہ معلوم کر کے مولوی حشمت علی صاحب کی جسارت، اور دھوکہ دہی کے فن میں ان کی حذاقت و مہارت پر سب ہی کو حیرت ہوئی۔ مولانا نے پھر وہ رسالہ اس ناچیز کے حوالہ کر دیا۔ میں نے اسی وقت اس کا جواب لکھ دیا تھا۔ لیکن اشاعت

کی نوبت ابھی تک نہ آسکی، اب کچھ ترمیم و اضافہ کے بعد اس کو پیش کر رہا ہوں۔

ابوالرضا محمد عطاء اللہ قاسمی عفا اللہ عنہ
شوال ۱۴۱۵ھ

ذریتِ شیطان کے کارنامے

از جناب رہبر اعظمی مبارکپوری

شرک و بدعت میں ہر اک عیش پنہاں دیکھ کر / رکھ دیا سر قبر پر راحت کا ساماں دیکھ کر
عرس کی رنگینیاں اور حسن کی تابانیاں / رنگ لاتی ہیں نگاہ لطف جاناں دیکھ کر
عالم صبر و سکوں میں حشر ہو کیسے بپا / سجدہ گاہ قبر پر زلف پریشاں دیکھ کر
اضطراب آگیں نگاہِ شوق کی بے تابیاں / ڈھونڈتی ہیں لطف خلوت بزم امکاں دیکھ کر
وجد مصنوعی فریب سینہ آتا ہے انہیں / طبلہ و زنجیر پر دست غزل خواں دیکھ کر
اک شکم کے واسطے اتنے مکائد! الاماں / میں تڑپ اٹھتا ہوں ان پیروں کے ارماں دیکھ کر
کیوں نہ کھولیں قبر میں بھی پیٹ ہی کی فکر ہے / ہاں! وصیت نامۂ احمد رضا خاں دیکھ کر
ان سیہ بختوں کی بدبختی کا منظر دیکھنا / کفر کے فتوے لگاتے ہیں مسلماں دیکھ کر
پردۂ ظلمت پڑا ہے چشم باطل کوش پر / خیرہ ہو جاتی ہیں آنکھیں نور ایماں دیکھ کر

دیکھنا وہ بزم باطل میں قیامت آگئی
نظم رہبر دیکھ کر، تنویر فرقاں دیکھ کر

بشکریہ الفرقان بریلی، جمادی الاولیٰ

تمہید

"پیغام موت کے جواب میں جہنم کی بشارت"

گورداسپوری صاحب کے جس رسالہ کا اس وقت ہم جواب دے رہے ہیں اس کا مہذب اور متین "نام ہے۔"

"موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام"

اب لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ کے قانون کے مطابق ہم کو حق ہے کہ اپنے اس جواب کا لقب رکھیں۔

"پاپائے رضاخانیت کو جہنم کی بشارت"

آغاز جواب سے پہلے یہ بتلا دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ قبلہ گان رضاخانیت کو اس رسالہ کی اشاعت کی کیا ضرورت محسوس ہوئی؟ اور کیوں بیٹھے بٹھائے اُن کی باسی کڑھی میں یہ اُبال آیا؟

واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو ہمیشہ سے یہ غلط فہمی تھی کہ "حفظ الایمان" کی عبارت میں ہم عام مسلمانوں کو زیادہ دھوکہ دے سکتے ہیں اور اُس میں ہمارے لیے مغالطہ دہی کی زیادہ گنجائش ہے لیکن بریلی کے مناظرہ نے اس امید کو بھی ہمیشہ کے لیے تحت الثریٰ میں دفن کر دیا۔ اور انہی "گورداسپوری" سے گویا اقرار کرا لیا کہ "حفظ الایمان" کی وہ عبارت بالکل بے غبار

حاشیہ برصفحہ آئندہ

ہے واقعہ یوں ہوا کہ گورداسپوری صاحب نے اسی مناظرہ میں تیسرے دن اپنی ایک تقریر کے دوران میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب سے کہا کہ:

"اب میں ایک فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ ہمارا اور آپ کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں توہین نہیں ہے تو لیجئے آپ ایسی ہی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے۔"

مولانا ممدوح نے گورداسپوری صاحب کے اس فیصلہ کن تجویز کو منظور فرمالیا، اور حفظ الایمان کی وہ عبارت لفظ بہ لفظ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دی اور دستخط ثبت فرما کر وہ تحریر بران مرگورداسپوری، صاحب کے حوالہ کردی ہم ناظرین کی واقفیت کے لیے روئیداد مناظرہ بریلی ص ۹۲ سے یہاں بھی اس کی نقل درج کرتے ہیں۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذیعنی مولانا اشرف علی صاحبؒ کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو ہر زید و عمر، بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ

لہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ منظوم کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کا حق ہے ۱۲ منہ

سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔"

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

مولانا محمد منظور صاحب کے اس طرح برجستہ اور بے تکلف طور پر یہ تحریر لکھ دینے سے حاضرین پر بڑا اثر پڑا اور اس کارروائی کو متفقہ فیصلہ سمجھا گیا۔ گورداسپوری صاحب نے اگرچہ اس اثر کے زائل کرنے کے لیے اس کے بعد بھی بہت کچھ کج بحثی کی لیکن عام پبلک سے وہ اثر کسی طرح زائل نہ ہو سکا۔

پھر مناظرہ کے بعد ان گورداسپوری صاحب اور دوسرے رضاخانی مولویوں نے اپنی نجی مجلسوں اور خصوصی مجلسوں میں اپنے جاہلوں کو یہ کہہ کر سمجھایا کہ:

"مولوی منظور صاحب نے مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں حفظ الایمان کی جو عبارت لکھی ہے درحقیقت اس سے مولوی اشرف علی صاحب کی سخت توہین ہوتی ہے مگر چونکہ مولوی محمد منظور صاحب کو یہ اطمینان ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب اُن پر ہتک عزت کا دعویٰ نہیں کریں گے اس لیے انہوں نے دیدہ دانستہ وہ عبارت لکھ دی ہے۔ ورنہ کسی دوسرے معزز شخص کے متعلق ایسی توہین آمیز عبارت وہ ہرگز نہیں لکھ سکتے۔"

حضرت مولانا محمد منظور صاحب کو جب اس پُرفریب پروپیگنڈے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فوراً (ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ کے الفرقان میں) بعینہٖ وہی عبارت قبلہ رضاخانیت مولوی حامد رضا خان صاحب کے حق میں لکھ کر شائع کر دی، اور اُن کو، اور اُن کے متبعین و

انو ناب کو چیلنج کیا کہ اگر وہ اس میں اپنی توہین سمجھتے ہوں تو ہم پر "ازالۂ حیثیت عرفی" کا دعوے کر کے عدالت سے فیصلہ کرالیں"۔

الفرقان کا یہ پرچہ جس میں یہ مضمون شائع ہوا تھا۔ ۱۰ر جولائی ۱۹۳۵ء کو مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا اور پھر "انجمن اشاعت اسلام" بریلی نے ایک پوسٹر میں بھی یہ چیلنج شائع کر دیا۔ اور ۱۰ر اگست ۱۹۳۵ء تک یعنی ایک ماہ کی مدت اس کے جواب کے واسطے مولوی حامد رضا خان صاحب کے لیے مقرر کر دی، لیکن ادھر سے اس وقت (بلکہ آج تک بھی) نہ کوئی جواب دیا گیا اور نہ مولانا محمد منظور صاحب کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی گئی۔ در حقیقت مولانا کی اس آخری تدبیر نے رضاخانیت کے تابوت میں آخری میخ کا کام دیا اور رضاخانی فریب کاروں کے سارے مکر و حیلے خاک میں مل گئے۔ اور بہت سے دام افتادگان رضاخانیت کو بھی اب یقین ہو گیا کہ حفظ الایمان کی عبارت ناقابل اعتراض ہے ورنہ اگر فی الحقیقت اس میں توہین ہوتی تو ہمارے قبلہ و کعبہ "حجۃ الاسلام" مولوی محمد منظور صاحب پر ضرور ہتک عزت کا دعویٰ کر دیتے۔ رضاخانی صیادوں نے جب دیکھا کہ برس ہا برس کی پھنسی پھنسائی اور آبا جان کی شکار کی ہوئی چڑیاں بھی اڑنے لگیں تو کامل غور، اور کافی مشوروں کے بعد۔ ایک اور کاغذی جال تیار کیا گیا اس سے ہماری مراد زیر جواب "رسالہ موت کا پیغام" ہی ہے۔

الغرض رضاخانی مصنفوں کی زبان میں، کمیٹی کے مشوروں اور رضاخانی قبلوں کی متفقہ کوششوں سے یہ رسالہ تیار ہوا۔ لیکن "گورداسپوری" صاحب کی مناظرہ کی ذلت و رسوائی کی تلافی اور ان کی اشک شوئی کے لیے انہی کے نام سے اس کو شائع کیا گیا۔ اس وقت اسی رسالہ کا جواب، ہم اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مبلغان رضاخانیت

بھی اپنی کوششوں کا انجام، اور اپنے منصوبوں کی بربادی کا منظر بغور دیکھیں اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ۔ پر ایمان لائیں۔

آغاز جواب ———

اس رسالہ "پیغام موت" میں جس بحث کو فضول طول دے کر تقریباً ایک جز (۱۶ صفحے) پر پھیلایا گیا ہے اُس کا خلاصہ صرف یہ ہے۔

۱۔ ابن شیر خدا حضرت مولانا مولوی سید محمد مرتضٰے حسن صاحب نے حفظ الایمان کی مشہور متنازع فیہا عبارت میں لفظ "ایسا" کو "اس قدر" اور "اتنا" کے معنے میں تسلیم کیا ہے (توضیح البیان ص ۸) اور (حضرت مولانا) مولوی محمد منظور صاحب نے بھی مناظرہ بریلی میں تسلیم کیا تھا کہ یہ لفظ (ایسا) یہاں بلا تشبیہ کے اتنا کے معنے میں مستعمل ہے" (روئیداد مناظرہ بریلی ص ۴۸) اور (حضرت) مولانا حسین احمد صاحب۔ نے الشہاب الثاقب۔ ص ۱۱۱ میں ارشاد فرمایا ہے کہ "(یہاں) اگر لفظ "اتنا" ہوتا تو اُس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذاللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کردیا" نتیجہ یہ نکلا کہ ابن شیر خدا اور مولانا محمد منظور صاحب، نے عبارت "حفظ الایمان" کا جو مطلب بیان کیا اُس میں بقول (حضرت) مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ کفر کا احتمال ہے۔ اسی سوال کو دوسرے پیرایہ میں اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ (حضرت) مولانا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے "توضیح البیان" میں اور مولانا محمد منظور صاحب نے مناظرہ بریلی میں اس لفظ "ایسا" کو "اتنا" کے معنے میں لے کر دعویٰ کیا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت صاف اور بے غبار ہے" اور (حضرت) مولانا حسین احمد صاحب، کی تصریح سے

معلوم ہوا کہ اگر اُس عبارت میں "ایسا" کی جگہ "اتنا" ہوتا تو عبارت بے غبار اور صاف نہ ہوتی بلکہ اُس میں معنی کفر کا احتمال ہوتا اور یہ کھلا تناقض ہے۔

۲۔ (حضرت) ابو شیر خدا نے توضیح البیان میں اور مولانا محمد منظور صاحب نے مناظرہ بریلی میں اسی لفظ "ایسا" کے تشبیہ کے لیے ہونے سے انکار کیا ہے اور اُس کو خلاف سیاق و سباق بتلایا ہے۔ اور "الشہاب الثاقب" میں اُس کو کلمۂ تشبیہ مانا گیا ہے یہ بھی کھلا اختلاف ہے۔

۳۔ روئیداد مباحثہ مونگیر (نصرت آسمانی) میں (حضرت) مولانا محمد عبدالشکور صاحب کی جو تقریر اسی عبارت "حفظ الایمان" کے متعلق درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب تسلیم نہیں کرتے اور اقرار کرتے ہیں کہ اگر حضور کے لیے علم غیب تسلیم کرتے ہوئے "حفظ الایمان" کی عبارت لکھی جاتی تو ضرور اس میں توہین ہوتی۔"

اور (حضرت) مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب و (حضرت) مولانا محمد منظور صاحب کے بیانات (مندرجہ توضیح البیان و روئیداد مناظرہ بریلی) سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے۔ اور خود "حفظ الایمان" کی متنازعہ فیہا عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ الغرض یہ بھی صریح تناقض ہے۔

۴۔ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے تشبیہ سے بچنے کے لیے لفظ ایسا کو "اتنا" کے معنی میں لیا اور روئیداد مناظرہ بریلی ص ۴۳ کے ایک حاشیہ میں تسلیم کر لیا کہ "استعمال تشبیہ کے لیے بھی آتا ہے۔ اور اُس کے لیے جو مثال دی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبارت "حفظ الایمان" میں تشبیہ والی صورت ہی ہے۔

بس یہ خلاصہ ہے گورداسپوری صاحب کی ساری بحث کا۔ تحریر جواب سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "حفظ الایمان" کی اصل متنازع فیہا عبارت سے اپنے ناظرین کرام کو شناسا کرا دیا جائے تاکہ فہم جواب میں سہولت ہو۔

"حفظ الایمان" کی آخری بحث میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا تھانوی مدظلہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب کہنا یعنی آپ کی ذات مقدسہ پر اس لفظ کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس کی دو دلیلیں بیان فرمائی ہیں پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلاواسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں اور یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے) لہٰذا اگر کسی دوسرے کو "عالم الغیب" کہا جائے گا تو اس شرعی عرفِ عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلاواسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس حق جلّ مجدہ کے سوا کسی دوسرے کو "عالم الغیب" کہنا بغیر کسی ایسے قرینے کے جس سے صاف معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم بلاواسطہ نہیں ہے اس لیے نادرست ہوگا کہ اس سے ایک مشرکانہ خیال کی طرف ذہن جاتا ہے۔ اور قرآن و حدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے جن سے اس قسم کی غلط فہمیوں کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم میں لفظ "راعنا" سے حضور کو خطاب کرنے کی ممانعت، اور حدیث شریف میں اپنے غلاموں اور باندیوں کو "عبدی" و "اَمَتی" کہنے سے نہی اسی بنا پر کی گئی ہے"

حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے اس کے بعد حضرت ممدوح نے جو دوسری دلیل پیش کی ہے تو اس میں مسئلہ کی دو شقیں کر کے ان میں سے ہر ایک کا ابطال کیا ہے اور اس دوسری دلیل کا حاصل یہ ہے کہ:

• جو شخص حضورؐ کو عالم الغیب کہتا ہے، اور آپؐ کی ذات مقدسہ پر اس لفظ کا اطلاق کرتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ اس کے نزدیک حضورؐ کو بعض غیب کا علم ہے اور یا اس وجہ سے کہ آپؐ کو کل غیب کا علم ہے سو یہ دوسری شق تو اس لیے باطل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کی وجہ سے حضورؐ کو "عالم الغیب" کہنا اس لیے غلط ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو "عالم الغیب" کہا جائے (معاذ اللہ منہ) کیونکہ مطلق بعض غیب کی کچھ خبر تو سب ہی کو ہوتی ہے اس لیے کہ ہر انسان بلکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے، جو دوسرے سے مخفی ہو پس اس شق کی بنا پر چونکہ سب کو "عالم الغیب" کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً نقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے لہٰذا ملزوم (یعنی زید کا بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہوگا۔"

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی اس پوری بحث کا خلاصہ جو حضرت ممدوح نے اس موقعہ پر "حفظ الایمان" میں فرمائی ہے، چونکہ قبلگان رضاخانیت کی کفری بحث اور ان کی ان جدید موشگافیوں کا تعلق بھی (جو گوردا سپوری" صاحب کے نام سے کی گئی ہیں) "حفظ الایمان" کی صرف دوسری دلیل سے ہے اس لیے ہم اس کی صرف اسی قدر عبارت یہاں

نقل کرتے ہیں، جس میں یہ دوسری دلیل بیان کی گئی ہے ملاحظہ ہو۔ پہلی دلیل کی تحریر سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ فرماتے ہیں۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔"

مجدد المکفرین فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے مشہور کفری فتوے "حسام الحرمین" میں اس عبارت کا حرف ابتدائی اور آخری خط کشیدہ حصّہ نقل کیا ہے اور اس کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ:

"اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے۔"

(حسام الحرمین ص ۲۱)

پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے:

"میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چنیں و چناں میں۔"

اور حفظ الایمان کی اسی عبارت پر ریمارک کرتے ہوئے "تمہید" ص ۱۱ پر لکھتے ہیں،

"کیا اُس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح گالی نہ دی، کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چارپائے کو حاصل ہے؟"

پھر اسی کے اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں،

"کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جانوروں، پاگلوں میں فرق نہ جاننے والا حضور کو گالی نہیں دیتا؟"

پھر صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں؛

"مسلمانو! جس کی جرأت یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے ملا دے، اور ایمان و اسلام و انسانیت سب سے آنکھیں بند کر کے صاف کہہ دے کہ "نبی اور جانوروں میں کیا فرق ہے" اُس سے کیا تعجب کہ خدا کے کلاموں کو رد کرے الخ"

"حفظ الایمان" کی مسطورۂ بالا عبارت کے متعلق یہ ہیں خان صاحب بریلوی کے اتہامات اور دعاوی جن کا خلاصہ یہ ہے کہ،

"معاذ اللہ اس عبارت میں حضور کے علم غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے اور اُس کے مصنف (حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی) کے نزدیک نبی علیہ السلام اور جانوروں میں فرق نہیں"

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ثم معاذ اللہ عدد کل ذرۃ الف الف مرۃ

الشہاب الثاقب اور توضیح البیان میں خان صاحب کے اسی افترا اور بہتان کی تردید

کی گئی ہے اور یہ دونوں حوالے خان صاحب کی انہی لغویات کی ردیں ہیں۔

گورداسپوری صاحب نے بھی مناظرہ بریلی میں اس عبارت، کے متعلق مختلف عنوانوں سے اپنے مورثِ اعلیٰ کے انہی دعاوی کو دُھرایا تھا اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے بھی وہاں انہی اکاذیب وافترآات، کا رد فرمایا تھا۔

عبارتِ "حفظ الایمان" کے متعلق تکفیری" طائفہ" اور اُس کے "امام ہمام" خان صاحب بریلوی کا دعویٰ اگر آپ ذہن نشین کر چکے ہیں تو اب سمجھیئے کہ

اس دعوے کی بنیاد مندرجہ ذیل مقدمات پر ہے۔

۱۔ اس عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لیے ہو۔

۲۔ مشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف، اور مشبہ بہ زید و عمر صبی و مجنون، حیوانات و بہائم کا علم ہو۔

۳۔ تشبیہ مقدار میں ہو، اور اُس سے دونوں علموں کی مساوات، و برابری بیان کی گئی ہو، اگر ان مقدمات میں سے کوئی ایک بھی ثابت نہ ہو تو خان صاحب بریلوی کا دعوے ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر "ایسا" اس عبارت میں تشبیہ کے لیے نہ ہو، یا مشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف نہ ہو تو اس عبارت میں خان صاحب کے دعوے کی بو بھی نہیں رہتی، علیٰ ہذا اگر محض حادث اور مخلوق ہونے میں، یا صرف عطائی اور غیر محیط ہونے میں تشبیہ ہو جب بھی خان صاحب کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کہ:

"اس عبارت میں (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چناں وچنیں میں برابری کی گئی ہے"

اور مصنفؒ حفظ الایمان ؒ کے نزدیک ؛

" نبی اور جانوروں و پاگلوں میں فرق نہیں (نعوذ باللہ منہ)"

بہرکیف ان مقدمات ثلاثہ میں سے کسی ایک کا البطلان خان صاحب بریلوی کے دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہے۔

جب اس کو بھی آپ ذہن نشین کر چکے تو اب معلوم کیجئے کہ ؛

" توضیح البیان میں ابن شیر خدا حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب نے، اور مناظرۂ بریلی میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے خان صاحب کے پہلے ہی مقدمہ کا انکار کیا ہے اور اس کو تسلیم نہیں کیا کہ " ایسا " یہاں تشبیہ کے لیے ہو بلکہ اُس کو بلا تشبیہ کے اتنا کے معنے میں لیا ہے اور اس سے مراد ان دونوں حضرات کے نزدیک " مطلق بعض علوم غیبیہ " ہیں جو ایک شق کی بنار پر زید کے نزدیک اطلاق " عالم الغیب " کی علت ہیں " (ملاحظہ ہو توضیح البیان ص ۷ و ص ۱۱ و ص ۱۳ ، اور روئیداد مناظرہ بریلی ص ۲۷ و ص ۳۴ و ص ۴۰ و ص ۴۹)

نیز مناظرہ بریلی ہی میں ایک دوسری توجیہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے یہ بھی بیان فرمائی تھی کہ " ایسا " اس عبارت میں " یہ " کے معنے میں ہو اور اس سے اشارہ انہی " مطلق " بعض علوم غیبیہ کی طرف ہو جو ایک تقدیر پر زید کے نزدیک اطلاق " عالم الغیب " کی علت ہیں، اور اُردو محاورات سے ان دونوں دعووں (یعنی لفظ " ایسا " کے بلا تشبیہ " اتنا " کے معنی میں، اور علیٰ ہذا " یہ " کے معنے میں مستعمل ہونے) کو ثابت فرما کر پوری وضاحت کے ساتھ تبلایا تھا کہ " حفظ الایمان " کی اس عبارت میں " ایسا " خواہ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہو یا " یہ " کے معنے میں بہرصورت اُس سے " مطلق بعض علوم غیبیہ " مراد ہیں اور اُنہی

کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ زید عمرو، صبی و مجنون، بہائم و حیوانات، کے لیے حاصل ہیں اور یہ وہ بات ہے جس کو خود خان صاحب بریلوی بھی تسلیم کرتے ہیں۔

(ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو روئیداد مناظرہ بریلی ص ۶۰، ۶۱، ۶۴، ۶۵)

جس میں خود مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مطلق بعض غیوب کا علم ہر مومن بلکہ ہر انسان بلکہ عام حیوانات بلکہ تمام جمادات اینٹوں، پتھروں کنکروں کو بھی ہے۔

الغرض حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب و حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے (توضیح البیان اور مناظرہ بریلی میں) اس لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لیے نہیں مانا اور اس لیے عبارت تکفیر کی خشتِ اوّل ہی کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور الشہاب الثاقب میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ نے "ایسا" کو تشبیہ کے لیے تو مان لیا لیکن علم نبوی نفس الامری کے مشبہ ہونے کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ الشہاب ص ۱۱۹ پر صاف فرماتے ہیں:

"ایسا" سے اشارہ بعض مذکور کی طرف ہے جو کہ چند کلمہ کے پہلے مذکور ہوا وہ بعض ہرگز مراد نہیں جو رسول مقبول علیہ السلام کو حاصل ہے کہ اس کا تو کہیں ذکر بھی نہیں "

پھر فرماتے ہیں:

"جس شخص کو ادنیٰ درجہ کا بھی سلیقہ عبارت دانی کا ہوگا وہ صاف طور سے یہی کہے گا کہ "ایسا" سے اشارہ نفس بعض کی طرف ہے اور اسی میں گفتگو ہے "

بہرحال حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ نے "ایسا" کو کلمہ تشبیہ تسلیم کر کے بھی

اُس سے وہی مطلق بعض علوم غیب مراد لیے جو حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے "اتنا" یا "یہ" کے معنی میں کر کے مراد لیے تھے۔ پس ان تینوں حضرات کے نزدیک "حفظ الایمان" کی متنازع فیہا عبارت کا مطلب ایک ہی رہا فرق صرف توجیہ میں ہوا۔

ناظرین کی مزید بصیرت اور طمانیت کے لیے ہم تینوں حضرات کی وہ عبارات پیش کرتے ہیں جن میں اس عبارت کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ "الشہاب الثاقب" ص ۱۲۱ پر "حفظ الایمان" کی اس عبارت کا حاصل اور خلاصہ اس طرح ارقام فرماتے ہیں:

"کہ لفظ عالم الغیب جس کا اطلاق ذاتِ مقدسہ نبویہ پر ہوا ہے کس معنے کے اعتبار سے کرتے ہو؟ یعنی اگر عالم الغیب کے یہ معنے ہیں کہ تمام مغیبات کا جاننے والا ہو تو یہ معنی آپ میں موجود نہیں جملہ مغیبات کا علم سوائے خداوند اکرم کسی کو نہیں اور اگر اس لفظ کے معنے یہ ہیں کہ بعض مغیبات کا جاننے والا ہو تو بعض کا علم تو سب کو ہے کیونکہ کروڑ دہ کروڑ بھی بعض ہے، اور ایک بھی بعض ہے۔ غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنے میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں۔ یہ نہیں کہہ رہے ہے کہ جو علم غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے" الشہاب ص ۱۲۱

اور حضرت مولانا سید محمد مرتضےٰ حسن صاحب مدظلہ توضیح البیان ص ۶ پر عبارت متنازع فیہا کا مطلب اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"یعنی زید اگر "عالم الغیب" کے اطلاق کی وجہ مطلق بعض کو قرار دیتا ہے کو

وہ ایک ہی کیوں نہ ہو، تو اس بعض میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا اور اس قدر علم جو ابھی مذکور ہوا، اور جو ایک کو بھی شامل ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جملہ افرادِ انسانی میں متحقق ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی غائب چیز کا علم تو ہوتا ہی ہے جو دوسروں سے مخفی ہوتی ہے۔ تو چاہیئے کہ زید اپنے مقولہ کی بنا پر سب کو عالم الغیب کہے اور یہ باطل ہے کیونکہ اس صورت میں "عالم الغیب" ہونا صفتِ کمال نہ رہا اور یہ بالکل خلاف مدعا ہے۔
غرض گفتگو اُس مطلق بعض میں ہو رہی ہے جس کو زید نے اطلاق لفظ "عالم الغیب" کی علت قرار دیا ہے اور وہ مفہوم کا رتبہ سب جگہ موجود ہے۔ یہ کس ملعون نے کہا ہے کہ جس قدر غیب حضورِ اقدس کی ذاتِ مقدسہ کے لیے واقع میں ثابت ہیں اُسی قدر غیب زید، عمر، و بکر وغیرہ سب کے لیے حاصل ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بعض علومِ غیبیہ حاصل ہیں اُس سے تو یہاں بحث ہی نہیں۔"

(توضیح البیان ص ۶)

دیکھیے اس عبارت میں حضرت مولانا محمد مرتضیٰ حسن صاحب نے عبارتِ متنازع فیہا کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو "الشہاب الثاقب" کی منقولہ بالا عبارت میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ نے بیان فرمایا ہے کوئی بھی فرق نہیں اور علیٰ ہذا مناظرہ بریلی میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے بھی یہی مطلب بیان فرمایا تھا چنانچہ روئیداد مناظرہ بریلی ص ۹۰ پر مولانا ممدوح کی ایک تقریر کے ذیل میں ہے کہ:

"عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضور کو عالم الغیب کہنے والے مطلق بعض علومِ غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں، اور اگر ان کا یہی اصول

ہے کہ جس کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہوں گی اُسی کو عالم الغیب کہا جائے گا تو لازم آئے گا کہ ہر زید و عمر، بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے کیونکہ ایسا علم غیب (یعنی اتنا علم غیب جو ان لوگوں کے نزدیک کسی کو عالم الغیب کہنے کے لیے کافی ہے یعنی مطلق بعض غیوب کا علم) تو ہر ایک کو حاصل ہے۔

بہر حال اس عبارت میں لفظ "ایسا" اتنا کے معنے میں ہے اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف"

اس کے بعد حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی انہی گوردا سپوری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر اب بھی اس عبارت کا مطلب آپ نہ سمجھے ہوں تو دوسرے طور پر یوں سمجھئے کہ یہاں لفظ "ایسا" "یہ" کے معنی میں ہے اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ کی طرف اشارہ مقصود ہے اور "ایسا" کا استعمال "یہ" کے معنے میں شائع ذائع ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ میں زید کو ماروں گا، دوسرا کہے، ایسا کام ہرگز نہ کرنا، تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ کام ہرگز نہ کرنا۔ پس یوں سمجھئے کہ "حفظ الایمان" کی زیر بحث عبارت میں بھی "ایسا" بلفظ "یہ" کی جگہ مستعمل ہے اور اس صورت میں عبارت کی شرح یوں ہوگی۔ پھر یہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی حضور کو عالم الغیب کہنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اس زید سے جو حضور کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس اطلاق کو جائز سمجھتا ہے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیوب کے علم میں) حضور کی کیا تخصیص ہے

ایسا علم غیب یعنی یہ علم غیب جو اُوپر مذکور ہوا یعنی مطلق بعض غیب کا علم) تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو (زید کے اس اصول پر) چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"

(روئیداد مناظرہ بریلی ص۴۹)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقریر کے اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک بھی لفظ "ایسا" خواہ بلا تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں ہو یا "یہ" کے معنی میں بہر صورت اس سے وہی مطلق بعض علوم غیب مراد ہیں جو ایک تقدیر پر زید کے نزدیک اطلاقِ عالم الغیب کی علت ہیں، اور اُنہی کا حصول زید و عمر و غیرہ کے لیے مانا گیا ہے۔

الغرض "الشہاب الثاقب" "توضیح البیان" "روئیداد مناظرہ بریلی" کی ان منقولہ صدر عبارات سے یہ چیز بالکل واضح ہے کہ ان تینوں حضرات کے نزدیک "حفظ الایمان" کی اُس عبارت کا مطلب ایک ہی ہے، اور کسی کے نزدیک بھی اس میں حضور اقدس علیہ السلام کے واقعی اور نفس الامری علم شریف کو زید و عمر و غیرہ کے لیے حاصل نہیں مانا گیا ہے نہ کسی کے نزدیک ان سے تشبیہ ہی دی گئی ہے، بلکہ تینوں حضرات کی عبارات اس پر متفق ہیں کہ حضور اقدس علیہ السلام کے واقعی علم مقدس کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں ہے اور زید و عمر و غیرہ کے لیے جو علم حاصل مانا گیا ہے وہ وہی مطلق بعض غیوب کا علم ہے جو ایک تقدیر پر زید کے نزدیک اطلاق عالم الغیب کی علت ہے اور وہی لفظ "ایسا علم غیب" سے یہاں مراد ہے۔

بہر کیف ان تینوں حضرات کے نزدیک لفظ "ایسا علم غیب" کے مطلب اور مصداق میں کوئی اختلاف نہیں فرق صرف توجیہ میں ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ کے نزدیک لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے ہو کر یہ معنی ادا کر رہا ہے کیونکہ اس سے اسی مطلق بعض علوم غیبیہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور مولانا محمد مرتضٰے حسن صاحب کے نزدیک وہ بلا تشبیہ کے "اتنا" کے معنے میں ہو کر اسی معنی کو ظاہر کر رہا ہے اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے فرمانے کے بموجب خواہ وہ بلا تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں ہو یا "یہ" کے معنے میں بہر صورت اس سے وہی مطلق بعض علوم غیب مراد ہیں۔

الحمد للہ اس تمام تفصیل سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ "حفظ الایمان" کی متنازع فیہا عبارت کے مطلب میں ان تینوں بزرگوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے صرف توجیہ اور عنوان بیان کا فرق ہے اور یہ ایسا فرق ہے کہ ایک کلام کے شارحین میں عام طور پر ہو جاتا ہے جس کے نظائر دینی لٹریچر میں بکثرت مل سکتے ہیں۔

مثلاً آیت کریمہ "لو کان فیہما اٰلِهَةٌ الا اللہ لفسدتا" کی توجیہ اور برہان کی تقریر میں علماء اسلام کا اختلاف ہے لیکن آیت کے اصل مضمون اور مقصد پر سب متفق ہیں۔ علیٰ ہذا آیت شریفہ "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" کی توجیہ اور تفسیر میں مفسرین اور علماء کلام کے بہت سے اقوال ہیں لیکن آیت کی اصل روح پر سب کا اتفاق ہے۔ اسی طرح "قال بل فعلہ کبیرھم ھذا" الآیہ کی توجیہ میں حضرات مفسرین کرام کے کلمات مختلف ہیں لیکن معہذا اس نقطہ پر سب کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام داخل کذب نہیں۔

احادیث کریمہ میں بھی اس کے نظائر بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً ذوالیدین کی مشہور

حدیث میں حضور کے ارشاد لو انس و لو تقصر" اور ایک روایت میں ما قصرت وما نیت اور ایک تیسری روایت میں کل ذالك لم یکن کی توجیہ میں شارحین حدیث کا کلام مختلف ہے، لیکن اس چیز میں سب کا اتفاق ہے کہ حضور کا یہ ارشاد حد کذب میں داخل نہیں اور نہ اس سے عصمت پر کوئی دھبہ آتا ہے

بہرحال جس طرح اس قسم کی آیات واحادیث کی توجیہات میں شارحین کا اختلاف اصل مقصد پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اسی طرح عبارت "حفظ الایمان" کی توجیہ میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب، حضرت مولانا محمد مرتضٰے حسن صاحب، اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا یہ اختلاف اس مشترک مقصد کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا کہ "حفظ الایمان" کی عبارت میں اس لعنتی مضمون کا شائبہ بھی نہیں جس کا ادعا مولوی احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" اور "تمہید ایمان" میں کیا ہے۔ اور وہ عبارت، اس ناپاک مضمون سے اتنی ہی دور ہے جتنے کہ خان صاحب موصوف، اور ان کے متبعین صداقت و دیانت سے۔

اس موقعہ پر پہنچ کر گورداسپوری صاحب کی ایک ابلہ فریبی کا پردہ چاک کر دینا نہایت ضروری ہے اور درحقیقت وہی فریب انکی اس تکفیری عمارت کا سنگ بنیاد ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ نے "حفظ الایمان" کی متنازعہ فیہا عبارت کے متعلق ارقام فرمایا تھا کہ:

"اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کی برابر کر دیا"

جس شخص کو اللہ نے کچھ بھی عقل دی ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ کا یہ کلام اُس صورت کے متعلق ہے کہ عبارت میں لفظ "اتنا" تشبیہ فی المقدار کے لیے ہوتا، اور حضور علیہ السلام کے علم شریف کو اُس کے ذریعہ سے اور چیزوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہوتی (جیسا کہ مدعیانِ تکفیر کا خیال ہے) تو اُس صورت میں بے شک حضور علیہ السلام اور دوسری چیزوں کے علم کے برابر کر دینے کا شبہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر لفظ ایسا کے بجائے عبارت میں "اتنا" بلا تشبیہ کے ہو اور اُس سے مراد مطلق بعض علوم غیب ہوں جیسا کہ حضرت مولانا مرتضےٰ حسن صاحب و حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے بیانات کا مفاد ہے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں ہرگز اُس برابری کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا بلکہ بعینہٖ وہی مطلب ہوتا ہے جو خود حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ نے بیان فرمایا ہے۔ جیسے کہ ہم بہ تفصیل پہلے لکھ چکے ہیں۔ بہرکیف یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ "الشہاب الثاقب" کی منقولہ بالا عبارت میں اُس تقدیر پر برابری کا احتمال مانا گیا ہے کہ عبارت میں ایسا کی بجائے "اتنا" تشبیہ فی المقدار کے لیے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مشبہ ہو۔

لیکن خان صاحب کے ان گوردا سپوری سپوت نے بکمال حیاداری اُس کو مولانا محمد مرتضےٰ حسن صاحب و مولانا محمد منظور صاحب کی تجویز کردہ صورت پر چسپاں کر دیا، اور نتیجہ یہ نکالا کہ عبارت "حفظ الایمان" کا جو مطلب ان دونوں حضرات نے بیان کیا ہے اُس میں بقول (حضرت) مولانا حسین احمد صاحب علم نبوی اور علم زید و عمر وغیرہ کی مساوات کا احتمال ہے، معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

پھر یہاں کمالِ بے حیائی یہ ہے کہ اگر اس سے بھی بڑھ کر آگے ناصر سفید جھوٹ یہ بولا ہے کہ مولانا محمد مرتضےٰ حسن صاحب و مولانا محمد منظور صاحب کا اتفاقی بیان ہے کہ عبارت

"حفظ الایمان" میں:

"اگر "ایسا" تشبیہ کے لیے ہو تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہوتی ہے"

اور پھر اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ مولانا حسین احمد صاحب چونکہ عبارت "حفظ الایمان" میں لفظ ایسا کو کلمہ تشبیہ تسلیم کر رہے ہیں، لہٰذا اُن کی شرح کی بنا پر مولانا مرتضیٰ حسن صاحب اور مولانا محمد منظور صاحب کے اقرار کی رُو سے "حفظ الایمان" میں توہین ہے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹ اور خالص دجالانہ فریب ہے کہ ان دونوں حضرات نے کہیں یہ لکھا ہے کہ اس عبارت میں اگر لفظ "ایسا" تشبیہ کے لیے ہو تو اس میں حضور کی توہین ہوگی۔ بے شک ان دونوں حضرات نے اس سے انکار کیا ہے، کہ اس عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لیے ہو اور اس سے علم نبوی کو علم زید وعمر وغیرہ سے تشبیہ دی گئی ہو (جیسا کہ مدعیان تکفیر کا دعویٰ ہے) لیکن ان حضرات نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ اگر "ایسا" کو کلمہ تشبیہ مانا جائے اور اُس سے خواہ مطلق بعض علوم غیب ہی کی طرف اشارہ ہو (جیسا کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ کا خیال ہے) جب بھی اُس میں توہین ہوگی۔

بہرحال یہ گورداسپوری کا (بلکہ فی الحقیقت رضاخانی برادری کے اُن قبلوں کعبوں کا) محض دجل وفریب ہے جو بے چارے گورداسپوری کے کندھوں پر رکھ کر کذب و مکر کی یہ بندوق چلا رہے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو شرم وحیا ہو تو حضرت مولانا محمد مرتضیٰ حسن صاحب اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہما کی ایک ہی عبارت پیش کرے۔ جن میں یہ تصریح ہو کہ اگر عبارت "حفظ الایمان" میں "ایسا" تشبیہ کے لیے ہو (خواہ مشبہ علم نبوی نہ بھی ہو) تو عبارت کفری ہے اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی شان اقدس میں توہین ہے کیا ہے رضاخانی کنبے میں کوئی آدم زاد جو اس کذب و افترا کا ثبوت دینے پر آمادہ ہو؟ ہل من مجیب

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے گورداسپوری صاحب کے پہلے دو مغالطوں کا کافی شافی جواب ہو گیا، اور جو ابلہ فریبیاں و کذب آفرینیاں انہوں نے اس سلسلہ میں کی تھیں ان کی قلعی بھی اچھی طرح کھل گئی۔ وللہ الحمد

گورداسپوری صاحب کے تیسرے اشکال کا خلاصہ یہ تھا کہ:

"رو ئیداد مباحثہ مونگیر (نصرت آسمانی) میں (حضرت مولانا) محمد عبدالشکور صاحب کی جو تقریر عبارت "حفظ الایمان" کے متعلق درج ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اور اُن کے نزدیک (حضرت مولانا) اشرف علی صاحب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب تسلیم نہیں کرتے بلکہ اقرار کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب تسلیم کرتے ہوئے اگر "حفظ الایمان" کی یہ عبارت لکھی جاتی تو ضرور اس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی۔ اور (مولانا) سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب اور مولٰینا مولوی محمد منظور صاحب کے بیانات (مندرجہ توضیح البیان و روئیداد مناظرہ بریلی) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے۔ اور خود "حفظ الایمان" کی متنازع فیہا عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ تو نتیجہ اس اختلاف اور تناقض کا یہ نکلے گا کہ چونکہ مصنف حفظ الایمان نے حضور اقدس علیہ السلام کیلئے علم غیب مانتے ہوئے یہ عبارت لکھی ہے۔ اسلئے (مولانا) عبدالشکور صاحب کی تصریح کے مطابق اس میں ضرور توہین

ہے (ملخصاً)"

اس جگہ بھی گورداسپوری صاحب نے نہایت شرمناک مغالطہ آفرینی سے کام لیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علماء اہل سنت کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ:

"وحی الٰہی اور تعلیم خداوندی سے آپ کو عالم غیب کی بہت سی (ہزاروں لاکھوں) باتیں معلوم تھیں"

اور جس طرح "حفظ الایمان" "توضیح البیان" اور روئیداد مناظرہ بریلی میں اس کا اقرار موجود ہے اسی طرح روئیداد مباحثہ مونگیر میں حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب مدظلہ کی دوسری ہی تقریر میں یہ تصریح موجود ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی بہت سی باتوں پر اطلاع دی اور اتنی بہت کہ اُن کا شمار ہم نہیں کر سکتے"

(نصرت آسمانی ص ۱۱)

اور اسی مناظرہ میں مولانا ممدوح نے عبارت "حفظ الایمان" کی جو شرح فرمائی ہے (جس کو ہم عنقریب نقل کریں گے) اس سے یہ بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ممدوح کے نزدیک حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کا عقیدہ بھی یہی ہے، بہرحال یہ خالص افتراء ہے کہ مولینا محمد عبدالشکور صاحب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مطلقاً علم غیب کے منکر ہیں، یا وہ مولانا تھانوی کے متعلق ایسا خیال رکھتے ہیں۔ فی الحقیقت اس بارہ میں اُن کا اور دیگر علماء اہل سنت کا کوئی اختلاف نہیں، اسی طرح اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ غیوب کی اس اطلاع کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا درست نہیں۔ اور حفظ الایمان کی متنازع فیہا عبارت میں اسی کا بیان ہے؛ جیسا کہ ہم پہلے بتفصیل تمام لکھ چکے ہیں اور حضرت مولانا عبدالشکور

صاحب کے نزدیک بھی اُس عبارت کا وہی مطلب ہے جو حضرت مولانا محمد مرتضےٰ حسن صاحب وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ مباحثہ مونگیر کی پہلی ہی تقریر میں مولانا ممدوح نے "حفظ الایمان" کی عبارت کی توضیح اس طرح فرمائی ہے کہ:

"مولانا اشرف علی صاحب سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا کیسا ہے؟ مولانا اس کا جواب دے رہے ہیں کہ عالم الغیب کہنا ناجائز ہے کیونکہ عالم الغیب کے دو ہی معنے ہیں۔ اوّل کل غیبوں کا جاننے والا، تو یہ معنے نصوص کے خلاف ہیں۔ دوسرے بعض غیبوں کا جاننے والا، تو یہ بات بہائم وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے"

(نصرت آسمانی ص ۱۷)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا لکھنوی مدظلہ کے نزدیک بھی عبارت "حفظ الایمان" کا بالکل وہی مطلب ہے جو توضیح البیان وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ اس عبارت میں "اطلاق عالم الغیب" ہی کی بحث ہے نہ کہ حضور اقدس کے مقدار علم کی۔ مولینا ممدوح کے فریق مقابل مولوی ناخر صاحب الٰہ آبادی نے عبارت "حفظ الایمان" میں توہین ثابت کرنے کے لیے اُس کے دو فوٹو پیش کیے تھے جو انہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں۔

"پہلا فوٹو یہ ہے کہ ہم یوں کہیں کہ مولوی محمد علی صاحب (مونگیری) کو عالم کہا جائے تو اس کے دو معنی ہیں کل علوم کا عالم کہو تو یہ معنی غلط ہیں، اور بعض علوم کا عالم کہو تو ہر پاگل و چوپایہ بعض علوم کا عالم ہوتا ہے"

"دوسرا فوٹو یہ ہے کہ اللہ تعالٰے کو اگر معبود کہو تو اس کے کیا معنے کل کا معبود

کہو تو غلط اور اگر بعض کا معبود کہو تو اس میں خدا کی کیا تخصیص، پتھر و درخت بھی بعض کے معبود ہیں ۔

(تقریر مولوی فاخر الہ آبادی مندرجہ نصرت آسمانی ص ۱۱)

حضرت مولانا لکھنوی مدظلہ نے عبارت "حفظ الایمان" کی مندرجہ بالا توضیح فرمانے کے بعد مولوی فاخر صاحب کے ان فوٹوؤں کے جواب میں فرمایا تھا:

" دو مثالیں جو آپ نے پیش کی ہیں۔ وہ یہاں منطبق نہیں ہوتیں کیونکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کو ہم عالم مانتے ہیں اور خدا کو معبود جانتے ہیں لہذا عالم ہونے اور معبود ہونے کی کسی شق کو اگر ہم رذیل اشیاء سے تشبیہ دیں تو یقیناً توہین ہو جائے گی۔ بخلاف اس کے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مولانا اشرف علی صاحب بلکہ اہل سنت و جماعت میں سے کوئی شخص بھی عالم الغیب نہیں مانتا لہذا عالم الغیب ہونے کی کسی شق کو اگر رذائل سے تشبیہ ہو تو کوئی توہین نہیں، اگر حضور کو عالم الغیب جانتے اور پھر علم غیب کی کسی صورت کو رذیل اشیاء کے ساتھ تشبیہ دیتے تو بے شک توہین ہوتی ۔"

(نصرتِ آسمانی ص ۱۵)

حضرت مولانا لکھنوی مدظلہ کے اس جوابِ باصواب کا صاف مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضور اقدس علیہ السلام کو مسلمان عالم الغیب نہیں کہتے بلکہ آپ کے حق میں یہ کلمہ بولنا خلافِ شریعت سمجھتے ہیں، اس لیے اگر اس کی کسی فرضی شق کو حقیر چیزوں کے لیے ثابت مانا جائے اور اسی فرضی تقدیر پر تشبیہ دکھلائی جائے تو آپ کی اس سے کوئی توہین نہیں ہوتی۔ بخلاف عالم، اور معبود کی مثالوں کے کیونکہ علوم دینیہ کے جاننے والوں کو مسلمان

- عالم" کہتے ہیں، اور علی ہذا حق تعالیٰ کو معبود کہا جاتا ہے (اور یہ دونوں اطلاق بلا کسی اختلاف کے امت میں جاری ہیں۔ اور کسی دلیل شرعی کے خلاف بھی نہیں، بلکہ ان کو دلائل شرعیہ کی تائید حاصل ہے) لہٰذا اگر ان کی کسی شق کو حقیر چیزوں کے لیے ثابت کیا جائے تو بے شک توہین ہوگی۔"

ناظرین کرام حضرت مولانا لکھنوی کی تقریر کے مندرجہ بالا اقتباس کو ہماری تشریح کی روشنی میں بغور ملاحظہ فرمائیں اس میں کہیں یہ نہیں ہے کہ اگر حضور کے لیے بعض غیوب کا علم بھی (بہ تعلیم خداوندی) تسلیم کیا جائے تو اس عبارت، یا تشبیہ میں توہین ہوگی بلکہ مولانا کا منشا صرف یہ ہے کہ چونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "عالم الغیب" نہیں کہا جاتا، اور آپ پر اس وصف کا اطلاق نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر اس کی کسی فرضی شق کو حقیر چیزوں میں ثابت کر کے تشبیہ دکھلائی جائے تو اس سے توہین نہ ہوگی۔ ہاں اگر حضور کو عالم الغیب کہنا جائز ہوتا اور عرف اسلام میں کہا جاتا اور پھر اس کی کسی شق کو حقیر اور ذلیل چیزوں میں ثابت کر کے تشبیہ دی جاتی تو بے شک توہین ثابت ہوتی۔

(اور یہ ایسی واضح بات ہے جس کو ہر زبان دان بآسانی سمجھ سکتا ہے ان پنجابی لوگوں کا ذکر نہیں ہے جو بچھڑے کو بچھا اور کتڑے کو کتا کہا کرتے ہیں[1])

حضرت مولانا ممدوح کے اس جواب کے بعد بھی جب مولوی ناخر صاحب بار بار یہی کہے گئے کہ میرے اعتراض کا جواب نہیں ہوا تو چھٹی تقریر میں حضرت مولانا نے پھر اپنے

---

[1] مناظرہ بریلی میں گوردا سپوری صاحب بار بار بچھا اور کتا کہہ کر مجمع کے لیے اچھا خاصا سامان تفریح مہیا کر دیتے تھے ملاحظہ ہو روئیداد مناظرہ بریلی ص ۱۶

اس جواب کا اس طرح اعادہ فرمایا کہ:

"حفظ الایمان کی عبارت کا تو میں ایسا شافی جواب دے چکا کہ سارا مجمع جانتا ہے، اور آپ کا دل بھی جانتا ہے اور وجہ فرق بھی بتا چکا ہوں، پھر سُن لیجئے۔ مولانا محمد علی صاحب کو ہم عالم مانتے ہیں اور حق تعالےٰ کو معبود جانتے ہیں لہٰذا جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ لہٰذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیزوں میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی۔"

(نصرتِ آسمانی ص ۲۷)

اس کے بعد بھی جب مولوی قاخر صاحب یہی کہتے رہے کہ میرے سوال کا جواب نہیں دیا تو مناظرے کے دوسرے دن کی ایک تقریر میں پھر حضرت مولانا نے اس کا اعادہ اس طرح فرمایا کہ:

"مولانا محمد علی صاحب کی مثال میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بڑا فرق ہے، مولانا محمد علی صاحب کو عالم مانا جاتا ہے اس لیے عالم کے کسی معنے کو پاگل وغیرہ کے لیے ثابت کرنا توہین ہے، اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں مانا جاتا اس لیے علم غیب کی کسی قسم کو دوسری اشیاء کے لیے ثابت کرنا ہرگز توہین نہیں ہے۔ یہ کھلا ہوا فرق کل ہی بیان کر چکا ہوں۔"

واضح رہے کہ ص ۲۷ والی مذکورۃ الصدر عبارت میں جو صفت "علم غیب" کے ماننے

کا ذکر ہے اس سے مراد وہی "عالم الغیب" کہنا اور اس وصف کا اطلاق کرنا ہے کیوں کہ "حفظ الایمان" میں اصل بحث اُسی کی ہے اور یہاں اُسی کی مثال میں کلام ہے۔

علاوہ ازیں یہاں یہ تصریح بھی ہے کہ یہ اُسی سابق الذکر جواب کا اعادہ ہے کوئی نیا جواب نہیں ہے اور پہلی مرتبہ ص ۱۵ پر جہاں یہ جواب مذکور ہے وہاں "عالم الغیب" ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

الغرض ان قرائن سے جو تصریح کا حکم رکھتے ہیں۔ یہ چیز بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ص ۱۷ کی اس عبارت کا مفاد بھی بالکل وہی ہے جو ص ۱۵ والی عبارت کا تھا بلکہ کسی قدر اختصار کے ساتھ یہ اُسی کا اعادہ ہے پس اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ:

"اگر مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب مانتے تو یقیناً عبارت "حفظ الایمان" میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہوتی۔"

اور پھر اُس کے ساتھ یہ ایزاد کرنا کہ مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب مانتے ہیں۔ اور اُن دونوں مغالطوں کی بنیاد پر یہ تعمیر اٹھانا کہ "عبارت "حفظ الایمان میں یقیناً توہین ہے" محض بے ایمانی ہے جو چودھویں صدی کی مجددیت کے ایک مدعی (خاں صاحب بریلوی) کے اُمتیوں اور اُسی کے دوسرے زور دار مدعی (غلام احمد قادیانی) کے پڑوسیوں سے کچھ زیادہ بعید نہیں۔

حاصل اس ساری بحث کا یہ ہے کہ توضیح البیان، الشہاب الثاقب، روئیداد مناظرہ بریلی، اور خود حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے صرف بعض غیوب کا علم (اگرچہ وہ بعض لاکھوں سے بھی زیادہ ہوں) باطلاع خداوندی تسلیم کیا گیا ہے۔ اور وہ خود حضرت مولانا

عبدالشکور صاحب کو بھی مسلم ہے بلکہ جمیع اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

اور نصرتِ آسمانی ص ۱۵، ۲۷، ۳۲ کی عبارات مذکورہ کا مفاد صرف یہ ہے کہ اگر ہم حضور کو عالم الغیب کہتے اور اس وصف کا اطلاق آپ پر شرعًا ہوتا، اور پھر اُس کی کسی شق کو حقیر چیزوں کے لیے ثابت کر کے تشبیہ دی جاتی تو توہین ہوتی لیکن چونکہ حضور کو مسلمان "عالم الغیب" نہیں کہتے اور نہ شرعًا یہ جائز ہے پس اگر اُس کی کسی فرضی شق کو حقیر و ذلیل چیزوں میں مانا جائے تو کوئی توہین نہیں۔

اور ان دونوں مضمونوں میں نہ کوئی تناقض ہے نہ کفر، لیکن چشم کفر بین، کا کوئی علاج نہیں۔ اُس کا علاج تو بس جہنم کی سُرخ سلائیاں ہی کریں گی جب کہا جائے گا لقد کنت فی غفلۃٍ من ھذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔

چوتھا اشکال گورداسپوری صاحب کا یہ ہے کہ:

"مولوی محمد منظور صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں "ایسا" کو "اتنا" کے معنے میں بتایا۔ اور یہ اس لیے کہ مولوی محمد منظور صاحب کے نزدیک اگر عبارت حفظ الایمان میں "ایسا" تشبیہ کے لیے ہو تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے اور یہ عبارت موجب کفر ہے۔ اور روئیداد مناظرۂ بریلی ص ۴۴ پر جو حاشیہ ہے (جس میں مذکور ہے کہ لفظ "ایسا" کی طرح اتنا بھی تشبیہ کے لیے آتا ہے" اور پھر اس کے لیے یہ مثال دی گئی ہے کہ "زید اتنا مالدار ہے جتنا کہ عمرو" اور اتنا بلا تشبیہ کے لیے مثال دی گئی ہے کہ زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں") غرضیکہ اس حاشیہ سے ظاہر ہے کہ مولوی محمد منظور صاحب نے اپنے گمان میں تشبیہ سے بچنے کے لیے اگرچہ

ایساکے معنے اتنا بیان کیے ہیں۔ مگر پھر بھی حفظ الایمان میں تشبیہ کے معنے مولوی محمد منظور صاحب کے نزدیک برقرار ہیں۔ اس لیے کہ اتنا کے معنے بھی تشبیہ کے آتے ہیں۔ اور عبارت حفظ الایمان میں اتنا کے استعمال کی وہی صورت ہے جس میں اتنا تشبیہ کے لیے ہوتا ہے" لہذا عبارت حفظ الایمان میں بھی تشبیہ موجود ہے دیکھئے مولوی محمد منظور صاحب نے جس بات کا انکار کیا اس کا اقرار انہی کی زبانی ثابت کردیا" (ملخصاً)

اس کے جواب میں پہلے تو ہم کو یہ کہنا ہے کہ گورداسپوری صاحب کی اس تقریر کا ابتدائی خط کشیدہ حصہ افتراء محض اور کذب خالص ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریرات مندرجہ روئیداد مناظرہ بریلی اور نیز اُن کی کسی تصنیف میں بھی یہ مضمون نہیں مل سکتا کہ:

"اگر عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا تشبیہ کے لیے ہو تو اس عبارت سے حضور اقدس علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے۔ بہرحال یہ گورداسپوری صاحب کا سفید جھوٹ اور جیتا جاگتا افتراء ہے جس کے جواب میں ہم صرف "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" پڑھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔"

دوسری بات یہ کہ روئیداد مناظرہ بریلی ص ۴۴ کے جس حاشیہ کا یہاں گورداسپوری صاحب نے حوالہ دیا ہے اور جس پران کے اس اشکال کا دارومدار ہے وہ خود حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کی تقریر کا جزء نہیں بلکہ مولانا ممدوح کی تقریر پر روئیداد کے مرتب نے لکھا ہے جیسا کہ اُس میں صراحۃً لکھا ہوا ہے پس جو نتیجہ اُس سے گورداسپوری صاحب نے نکالا ہے بالفرض اگر وہ اس سے نکل بھی سکتا ہو تو متکلم کے کلام کے کسی محشی کی تحریر (بلکہ اس کی بھی شان) سے خود اصل متکلم کے خلاف حجت قائم کرنا انہی لوگوں کا کام ہو سکتا

ہے۔ جو بریلی کے پاگل خانہ میں زیر علاج ہوں۔

اگر ان تمام چیزوں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو اس ساری کاوش سے زیادہ سے زیادہ یہی تو ثابت ہوگا کہ "عبارت حفظ الایمان" میں ایسا اگر بعینہٖ اتنا بھی ہو تو جب بھی اس میں تشبیہ باقی رہتی ہے۔ لیکن گورداسپوری صاحب اور اُن کے قبلوں کعبوں کو صرف اتنی بات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا عبارت حفظ الایمان کے متعلق اُن کا دعویٰ تو جب ثابت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے ساتھ یہ بھی ثابت ہو جائے کہ اس عبارت میں مشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعی اور نفس الامری علم ہے۔ اور اسی کو زید و عمر وغیرہ کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور تشبیہ بھی کیت اور مقدار میں ہے۔

پس جب تک یہ سب مقدمات ثابت نہ ہوں صرف ایسا کے تشبیہ کے واسطے ہونے سے کچھ کام نہیں چلتا جیسا کہ پہلے اور دوسرے اشکال کے جواب میں بھی ہم تفصیل لکھ چکے ہیں۔ بہرحال یہ چوتھا اشکال بھی محض مہمل اور لغو ہے۔ اور الحمد للہ حفظ الایمان کی عبارت اُسی طرح صاف اور بے غبار ہے۔ جس طرح کہ مناظرہ بریلی میں ثابت کی گئی تھی۔

بالجملہ گورداسپوری صاحب، بلکہ فی الحقیقت اُن کے پردہ نشین قبلوں کعبوں کا یہ آخری کید بھی ہباءً منثورا ہو گیا۔ اور مغالطات و افتراآت کی کڑیوں سے کفر کا جو گورکھ دھندا انہوں نے تیار کیا تھا اس کی ایک ایک کڑی کھل گئی۔

وللہ الحمد

رضاخانیت کے تابوت میں آخری میخ

گورداسپوری صاحب یا ان کے قبلوں کعبوں کے جس رسالہ کا اس وقت ہم کو جواب دینا تھا۔ اس کا تحقیقی جواب ہم بعونہ تعالیٰ پورا کر چکے۔ آخر میں بطور تذکیر کے ہم پھر کہتے ہیں، کہ حفظ الایمان کی بحث فی الحقیقت مناظرہ بریلی میں اسی وقت ختم ہو چکی تھی جب گورداسپوری صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب سے مطالبہ کیا کہ؛

"اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں توہین نہیں ہے تو ایسی ہی عبارت آپ مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے۔"

اور اسی پر انہوں نے فیصلہ رکھ دیا۔ اور مولانا محمد منظور صاحب نے فوراً بلا کسی پس و پیش کے حفظ الایمان کی وہی عبارت لفظ بہ لفظ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کے حق میں لکھ دی اور دستخط فرما کر گورداسپوری صاحب کے حوالہ کردی اس متفقہ فیصلہ کے بعد کسی رضاخانی کو حفظ الایمان کی عبارت پر کلام کرنے کا کوئی حق نہیں رہا۔

ہم اپنے ناظرین کو یہ بھی بتلا دیں کہ گورداسپوری صاحب نے جو یہ فیصلہ کن تجویز پیش کی تھی تو یہ خود ان کی تجویز ایجاد نہ تھی بلکہ ان کے قبلہ و کعبہ نے بھی اپنے متعدد رسائل میں علماء اہل سنت سے یہ مطالبہ کیا ہے چنانچہ "وقعات السنان" ص ۱۸ پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

"کیا جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھ کر چھاپ دیا، اور اب اس پر اڑے ہو، جھوٹے بہانوں سے اسے بنانے کے پیچھے پڑے

جو یوں ہی لکھ کر اپنے مہر و دستخط سے یہی الفاظ گنگوہی و تھانوی وغیرہ دہلوی کی

نسبت چھاپ دو گے؟

پھر اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

"ہاں ہاں وہ تو محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے جن کو منہ بھر کر کہا اور چھاپ

دیا۔ اپنے بڑوں کی طرف ایسا خیال کرتے کلیجہ چار چار ہاتھ اچھلے گا یہ ہے

تمہارا اسلام، یہ ہے تمہارا ایمان، الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ مسلمانو! اس سے

زیادہ اور بھی وضوح حق کا ذریعہ ہے؟

قبلہ رضاخانیت کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حق ظاہر ہونے کا آخری اور اعلیٰ

درجہ یہی ہے کہ وہ حفظ الایمان کی جیسی عبارت بزرگان جماعت دیوبند کے حق میں لکھ دی جائے

بس گورداسپوری صاحب کا یہ مطالبہ فی الحقیقت ان کے قبلہ و کعبہ کا مطالبہ تھا، جس کو

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے پورا کر کے اور حفظ الایمان کی عبارت

لفظ بہ لفظ حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کے حق میں لکھ کر اور پھر اس کو اپنے رسالہ "الفرقان"

میں چھاپ کر پایۂ رضاخانیت کی تجویز کے مطابق بھی حق واضح فرما دیا اور اس طرح گویا بحث

"حفظ الایمان" کا متفقہ فیصلہ ہو گیا۔

اور پھر وہی عبارت بلفظہا مولوی حامد رضا خان صاحب کے حق میں چھاپ کر، اور ان

کو کھلا ہوا چیلنج دے کر کر:

"اگر اس عبارت میں اپنی توہین سمجھتے ہو تو ہم پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعوے

کر کے باضابطہ مقدمہ چلا دو"

اتمام حجت کو بالکل آخری حد تک پہنچا دیا اور رضاخانیوں کے لیے کبھی کر دو حیلے کی

کچھ باقی نہ چھوڑی۔

سُنتا ہے کہ بعض چالاک رضاخانی اپنے جاہلوں کے بہکانے کے لیے صاحب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ:

"یہ کیا ضروری ہے کہ جس بات سے حضور اقدس کی توہین ہوتی ہو اُس سے جاہ و اعتبار ملنی حامد رضا خاں صاحب جیسوں کی بھی توہین ہو، پس اگر حفظ الایمان کے الفاظ سے مولانا حامد رضا خان صاحب کی توہین نہیں ہوتی اسی واسطے وہ مولانا محمد منظور صاحب کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کر سکتے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے حضور اقدس کی توہین بھی نہیں ہوتی۔"

ہم چاہتے ہیں کہ آج اس بلا فریبی کا پردہ بھی چاک کر دیں۔

ہم حسام الحرمین اور تمہید ایمان سے مولوی احمد رضا خان صاحب کی وہ عبارات پہلے نقل کر چکے ہیں جن میں انہوں نے "حفظ الایمان" کی اس عبارت کے متعلق ذیل کے دعوے کیے ہیں۔

۱۔ اس میں تصریح کی گئی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور چارپائے کو حاصل ہے۔

۲۔ اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چوپائے و مجنوں بچے جانوروں و پاگلوں میں برابری کی گئی ہے۔

۳۔ اس عبارت میں گویا کہا گیا ہے کہ:

"نبی اور جانوروں میں کیا فرق ہے" (معاذ اللہ)

پس جب کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے نزدیک عبارت "حفظ الایمان"

کا مطلب یہ ہے، اور اُس میں صراحۃً یہ سب کچھ کہا گیا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اس سے ہر معمولی سے معمولی انسان کی بھی توہین ہوگی۔ دیکھئے اگر کوئی شخص کہے کہ،

" غیب کی باتوں کا جیسا علم مولوی حامد رضا خان صاحب کو ہے ایسا تو ہر جانور (اور اُن کے ابا جان کی زبان میں) ہر گدھے، کتے، الو، سُور کو حاصل ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے ضرور اُن کی توہین ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا اگر کوئی بد تمیز یوں بکے کہ۔ ہر گدھا جناب مولوی حامد رضا خان کے برابر ہے، اور مولوی حامد رضا خان صاحب اور جانوروں (لنگوروں، بندروں وغیرہ) میں کیا فرق ہے؟ تو یقیناً اس سے مولوی حامد رضا خان صاحب کی سخت توہین ہوگی جس سے خود ہمارا دل بھی دُکھے گا۔ پس جب کہ بڑے خان صاحب کے دعوے کے مطابق حفظ الایمان کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے اور اس میں بھی یہی گالیاں ہیں، تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس عبارت سے مولوی حامد رضا خان صاحب کی توہین نہ ہوتی ہو۔"

پھر اُن کی طرف سے مولانا محمد منظور صاحب کے خلاف، کسی قانونی کارروائی کے نہ ہونے کے معنے صرف یہی ہو سکتے ہیں کہ اس عبارت میں فی الحقیقت توہین کا شائبہ بھی نہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے سارے مذکورۂ بالا دعوے محض غلط، باطل اور بے بنیاد ہیں۔

اس کے بعد آج ہم حضرت مولانا نعمانی صاحب مدظلہ کے اس باطل شکن چیلنج کو پھر دُہراتے ہیں اور پھر اعلان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب عبارت حفظ الایمان کو لفظ بلفظ مولوی حامد رضا خان صاحب کے حق میں لکھ کر شائع کر چکے۔

پس جس رضاخانی کو اس میں توہین کا شائبہ بھی معلوم ہوتا ہو تو وہ مولانا ممدوح پر ہتک عزت کا دعویٰ کرا کے فیصلہ کرالے۔

لیکن ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مولوی حامد رضا خان صاحب ہرگز اس کے لیے آمادہ نہ ہوں گے کیونکہ ان کو کامل یقین ہے کہ وہ عبارت بالکل صاف اور بے غبار ہے اور اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں ہے، اور اس کے متعلق ان کے آبا جان کے وہ تمام دعوے جو "حسام الحرمین" اور "تمہید ایمان" وغیرہ میں کئے گئے ہیں، کذب خالص اور افتراء محض ہیں، لہذا اب رضاخانیوں کے لیے عافیت اسی میں ہے کہ وہ "حفظ الایمان" کی عبارت کا فکر ہی چھوڑ دیں!

کیا ہے رضاخانیت کا کوئی حیادار اور غیرت مند فرزند جو اپنے قبلہ و کعبہ مولوی حامد رضا خان صاحب سے حضرت مولینا نعمانی کے خلاف دعویٰ دائر کرا کر ہمارے اس خیال کو غلط ثابت کر دے اور پھر عدالت سے اس نزاع کے آخری فیصلہ کی صورت نکل آئے! ہل من مجیب؟

"جو صاحب اس کام کو کرا دیں وہ ہم سے ایک سو روپیہ نقد بطور انعام حاصل کرنے کے مستحق ہوں گے۔"

اس پر بھی اگر کوئی آمادہ نہ ہو تو بشرط حیا "حفظ الایمان" کے متعلق کسی رضاخانی کو آئندہ کچھ کہنے اور لکھنے کا حق نہیں، بس اسی پر "حفظ الایمان" کا مناظرہ ختم ہے۔

فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العلمین۔

یہاں تک گورداسپوری صاحب کے "پیغام موت" کا جواب مع زیادات مکمل ہو گیا اور ساتھ ہی بحمداللہ "حفظ الایمان" کا مناظرہ بھی ختم ہو گیا، اب ہم "معارضہ بالمثل" کے طور پر اُن سے عرض کرتے ہیں کہ آپ تو حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کا کفر دوسروں کے مسلمات کی بنا پر ثابت کرنا چاہتے تھے، اور انتہائی مغالطہ آفرینیوں کے باوجود کچھ بھی ثابت نہ کر سکے، آیئے اب ہم آپ کو خود آپ کے گھر میں ایک ایسا اقراری کافر بتلائیں جو دوسروں کے نہیں بلکہ خود اپنے ہی مسلمات اور اپنے ہی اقرار سے کافر ٹھہرتا ہے۔ اگر آپ کو ایسے اقراری کافروں کی تلاش ہے تو دیوبند، تھانہ بھون، یا لکھنؤ کی خاک چھاننے کی ضرورت نہیں خود بریلی بلکہ آپ کے گھر میں ہی آپ کا یہ مطلوب و مقصود مل جائے گا، بشرطیکہ آپ دیدۂ بصیرت سے دیکھیں۔ پتہ، نشان بلکہ مکمل ثبوت بھی ہم سے لیجئے اور اس اقراری کافر کو پکڑ لیجئے۔

مکفر المسلمین، مجدد المبتدعین خانصاحب بریلوی کا اقراری کفر!

"ہر کہ شک آرد کافر گردد"

خوش نوایانِ چمن کو غیب سے مژدہ ملا
دام میں صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

خان صاحب کے تمام معتقدین و متوسلین کو معلوم ہو گا کہ موصوف نے حضرت مولانا

شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق اپنی متعدد تصانیف "الکوکبۃ الشہابیہ"، "سل السیوف الہندیہ"، "سبحان السبوح" وغیرہا میں سینکڑوں جگہ یہ دعوے کئے ہیں کہ:

"انہوں نے خدا کو جھوٹا کہا، اس کی تنقیص کی، اس کو عیب لگائے، اس کے رسولوں کی توہین کی، بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت ناپاک گالیاں دیں، ملائکہ، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ تمام ضروریاتِ دین کا انکار کیا، وغیرہ وغیرہ"

شاہ شہید رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق بریلوی خان صاحب کے یہ وہ دعوے ہیں جن سے ان کی کتابیں لبریز ہیں، ہم محض نمونے کے طور پر صرف "الکوکبۃ الشہابیۃ" سے چند عبارات اس کے متعلق نقل کرتے ہیں۔

الکوکبۃ الشہابیۃ ص۱۵ پر حضرت مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ کی ایک عبارت نقل فرما کر لکھتے ہیں:

"اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لیے کر سکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جس میں کھانا، پینا، سونا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، چلنا، ڈوبنا، مرنا سب کچھ داخل ہے"

پھر اسی کتاب کے اسی صفحہ پر حضرت شہید رح کی اور عبارت نقل کرکے لکھتے ہیں:

"اس میں صاف اقرار ہے کہ اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا ممتنع بالغیر بلکہ محال عادی بھی نہیں"

پھر اسی کتاب کے اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

"اسی قول میں صراحۃً مان لیا کہ اللہ تعالیٰ میں عیب و آلائش کا آنا جائز ہے۔" (الکوکبۃ ص ۱۴)

پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

"اسی قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کے لیے ہو سکتی ہیں وہ تعریفیں نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے لیے سونا، اونگھنا، بہکنا، بھولنا، بحوادیثاء بندوں سے ڈرنا، کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کر لینا، ذلت و خواری کے باعث دوسرے کو اپنا یار و مددگار بنانا وغیرہ وغیرہ سب کچھ روا ٹھہرا۔"

ان عبارات میں حق جل جلالہ کی جس قدر توہین و تنقیص اور اس کی شان عزیز ورفیع میں جیسی ناپاک اور گندی گستاخیاں ہیں وہ ظاہر ہے کہ ان کے تصور سے بھی ہر مومن کا دل لرزنے لگا۔ لیکن خان صاحب کے نزدیک حضرت شاہ شہیدؒ نے بارگاہِ خداوندی اور حضرت صمدی میں یہ سب گستاخیاں کی ہیں۔

اسی طرح ان کے نزدیک شاہ شہیدؒ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بھی سخت گستاخیاں کی ہیں، چنانچہ اسی کتاب "الکوکبۃ الشہابیۃ" ص ۱۴ پر شاہ شہیدؒ کی ایک عبارت کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

"یہ حضرات اولیاء و انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کو کتنا کمتر لوگ کہنا کیا ان کی جناب میں کوئی گستاخی نہیں، کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کفر خالص نہیں ہے؟"

نیز اسی کتاب کے ص ۱۹ پر حضرت شہیدؒ کی ایک عبارت کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

"یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہا تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا۔"

پھر اسی کتاب میں صراطِ مستقیم کی ایک عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں:

"مسلمانو! مسلمانو! خدارا ان ناپاک ملعون شیطانی کلموں کو غور کرو......... پادریوں اور پنڈتوں ذمیرہم کھلے کافروں اور مشرکوں کی کتابیں دیکھو......... ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے......... مگر اس مدعی اسلام بلکہ......... مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس بے جگری سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے... مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذا نہ پہنچی، ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی، واللہ واللہ انہیں ایذا پہنچی...... اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔"

(ملتقطا بلفظہ از الکوکبۃ الشہابیۃ ص ۳۰، ۳۱، ۳۲)

ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ خاں صاحب کے نزدیک حضرت شہید نے حق تعالیٰ کی شانِ پاک میں نہایت سخت گستاخیاں کیں، اس کو بدترین عیب لگائے، ہر عیب و آلائش کا اس میں آنا جائز مانا۔

علیٰ ہذا حضرات انبیاء و مرسلین کی جناب میں کھلی گستاخیاں کیں، ان کے اور نہ صرف ان کے بلکہ تمام ایمانیات (ملائکہ، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ) کے بھی ماننے سے انکار کیا۔

پھر بالخصوص سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رفیع میں نہایت ناپاک اور لعنتی کلمے لکھے، ایسی صریح گالیاں دیں، اور ایسی کھلی گستاخیاں کیں کہ جن میں تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔

لیکن ان تمام سنگین جرائم کے باوجود جن میں سے ایک بھی قطعی تکفیر کے لیے کافی ہے اور جن کے مرتکب کو کافر نہ جاننے کی وجہ سے آدمی خود کافر ہو جاتا ہے) مولوی احمد رضا خان صاحب حضرت شہید رہ کو کافر نہیں کہتے۔

چنانچہ اسی کتاب "الکوکبۃ الشہابیہ" میں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اس قسم کے ستر بلکہ ستر ہزار بلکہ بے حد و بے شمار کفریات ثابت کرنے کے بعد آخری صفحہ پر لکھتے ہیں:

"بالجملہ ماہ نیم ماہ نیم روز کی طرح ظاہر و زاہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم۔ اور بلا شبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد، کافر، باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ و رجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض و واجب، اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب۔"

اس عبارت کا حاصل صاف یہی ہے کہ اسمٰعیل شہید رہ پر اگرچہ وجوہ کثیرہ سے (یعنی ستر بلکہ ستر ہزار بلکہ بے حد و بے شمار وجوہ سے کوکبہ ص ۵۹) جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً کفر لازم ہے اور اگرچہ جماہیر فقہائے کرام اور اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات کی رو سے وہ اور ان کے متوسلین و معتقدین کافر و مرتد ہیں اور اگرچہ باجماع ائمہ از سر نو مسلمان ہونا

پر فرض ہے۔

لیکن ہمارے دیوبندی جناب خان صاحب بریلوی کے نزدیک ان کو کافر نہ کہنا اور ان کی تکفیر سے زبان روکنا ہی ماخوذ و مختار و پسندیدہ اور مناسب ہے۔

اسی طرح "سبحان السبوح" میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم عقیدہ مسلمانوں پر بچھتر وجوہ سے لزوم کفر ثابت کر کے صفحہ ۹۰ پر آخیر حکم یہی لکھا کہ:

"علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وہو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتویٰ وہو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوے ہو۔ اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت۔"

اور نیز اسی "سبحان السبوح" ص ۸۰ پر لکھا:

"اور امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ"

(تمہید ایمان مصنفہ خان صاحب بریلوی ص ۴۲)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان خان صاحب نے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ تسلیم کرتے ہوئے بلکہ اپنے نزدیک بزعم خود دلائل سے ثابت کرتے ہوئے کہ:

"انہوں نے معاذ اللہ تعالیٰ کی شان میں صریح گستاخیاں کیں اس کو نالایق عیب لگائے، انبیاء کرام کی صریح توہین کی ان کا بلکہ تمام ایمانیات کا صاف

انکار کیا۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں شدید گستاخیاں کیں
آپ کی نسبت صریح سب و دشنام کے لفظ لکھے اور ایسی گندی گالیاں دیں کہ
پادری پنڈت بھی نہیں دیتے اور جن میں کوئی تاویل بھی نہیں چل سکتی اور حضور اقدس
کو اس سے سخت ایذا بھی پہنچی۔ غرض ان تمام عیب کفریات کے باوجود بھی اور
پھر اس اقرار کے باوجود بھی کہ ان پر جزماً، یقیناً، اجماعاً کفر ثابت ہے اور جماہیر
فقہا اور ارباب فتوے کے نزدیک وہ مرتد کافر مرتد ہیں:

اپنا فیصلہ یہ دیا کہ:

"میں ان کے کفر پر حکم نہیں کرتا اور علمائے محتاطین بھی انہیں کافر نہ کہیں یہی
مذہب مفتیٰ بہ ہے اور اسی میں استقامت ہے"

اب یہی خان صاحب سے پوچھئے کہ ایسے زبردست مجرم کو کہ جس نے خدا کی شان
میں گستاخیاں کی ہوں اس کے رسول کی نسبت صریح سب و دشنام کے لفظ لکھے ہوں
اور ایسی گندی گالیاں دی ہوں کہ جن میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہ ہو غرض ایسے مہاپاپی کو جو شخص
کافر نہ مانے وہ خود کیا ہوتا ہے۔

تمہید ایمان ص ۲۸ پر لکھتے ہیں:

"شفا شریف و بزازیہ و درر و غرر و فتاوی خیریہ وغیرہ میں ہے:

اجمع المسلمون ان شاتمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر"

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے:

پھر لکھتے ہیں:

"مجمع الانہر و در مختار میں ہے: (والللفظ لہ)

الکافر بسب نبی من الانبیاء لا تقبل توبتہ مطلقا و من شک فی کفرہ وعذابہ کفر"

جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اس کے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے" (تمہید ایمان ص ۲۸)

پھر اسی کے ص ۵۲ پر لکھتے ہیں:

"نہ کہ ایک کلام تکذیب خدا یا تنقیص شان سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثنا میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔"

خان صاحب کی ان تمام عبارات کو جوڑ کر نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جزم و یقین کے ساتھ عقائد کفریہ مذکورہ منسوب کرنے کے باوجود ان کو کافر نہ کہنے بلکہ ان کی تکفیر کو خلاف احتیاط اور بعید از صواب بتلانے کی وجہ سے وہ خود ہی بقول خود کافر اور بقلم خود ڈبل کافر ہیں۔ اور اب جو انہیں کافر نہ کہے یا ان کے کفر میں شک کرے احتیاط برتے وہ بھی انہی کے اسی فتوے سے قطعی کافر ہے۔

"ہر کہ شک آرد کافر گردد"

دوسروں کو موت کا پیغام" سنانے والے گوردا سپوری، اور ان کے پردہ میں بولنے والے ان کے قبلے کعبے دیکھیں! کہ اقراری کفر اس طرح ثابت کیا جاتا ہے، اقراری مجرم یوں گرفتار

ہوتے ہیں، اصلی چور ایسے پکڑے جاتے ہیں۔ سچے مقدموں کا ثبوت اس طرح دیا جاتا ہے کہ نہ کوئی ہیر پھیر ہے نہ فریب، صغریٰ بھی خان صاحب کا، کبریٰ بھی خان صاحب کا، شکل اول کی ترتیب کی بنا پر نتیجہ یہ کہ :

"خان صاحب بریلوی اپنے اقرار اور اپنے فتوے سے قطعی کافر ہیں۔" ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی اپنے چراغ سے

ضروری انتباہ

ناظرین کرام کو ملحوظ رہے کہ خان صاحب کو ہم نے کافر نہیں کہا ہے۔ نہ ہم ان کو کافر کہتے ہیں۔ ہم تو صرف ان کے فتوے کے ناقل ہیں۔ ہماری کیا مجال کہ ایسا جرنیلی فتویٰ دے سکیں، اس قسم کے احکام تو کفر کے ہائیکورٹ ہی سے صادر ہو سکتے ہیں۔

اقراری کفر کی دستاویز پر آخری رجسٹری

خان صاحب کو اس اقراری کفر سے بچانے کے لیے ان کی ذریت کی طرف سے جو عذر پیش کیے گئے ہیں جی چاہتا ہے کہ اس جگہ ان کی حقیقت بھی واضح کر دی جائے۔

مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے تو اس کا جواب یہ دیا ہے کہ :

"چونکہ اسماعیل کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے ان تمام اقوال سے توبہ کر لی تھی اس لیے علماء محتاطین نے اس کو کافر کہنے سے احتیاطاً زبان روکی اور اقوال کو کفر و ضلال بتایا ہے۔ (الطیب البیان ص ۳۳)

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ مولانا شہید (رحمۃ اللہ علیہ) کی عبارات تو واقعی موجب کفر ہیں لیکن چونکہ ان کے متعلق توبہ کی شہرت ہے۔ اس لیے تکفیر سے کف لسان کیا گیا۔

اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ خالص جھوٹ ہے جو محض خان صاحب کو التزامی کفر کی زد سے بچانے کے لیے بعد میں تراشا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ جس شخص کا کفر قطع و یقین کے ساتھ ثابت ہو۔ جس طرح کہ اہل بدعت کے نزدیک معاذ اللہ حضرت شہید رحمہ کا ثابت ہے اس کے متعلق محض بے ثبوت بلکہ بے سرو پا توبہ کی افواہ ہرگز ان کے نزدیک قابل التفات و اعتبار نہیں۔

الموت الاحمر ص ۳۰ کے حاشیہ پر بظاہر و برائے نام مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب اور فی الحقیقت ان کے ابا جان خود بڑے خان صاحب ہی اسی احتمال توبہ کے متعلق صاف لکھتے ہیں کہ:

"اگر نری افواہ بے سرو پا یا کسی نیکوں کے بعد اس کے بعض ہوا خواہوں کا مکابرانہ ادعا ہو تو اس پر التفات نہ ہو گا۔"

پھر یہ کہ ہماری گفتگو خان صاحب بریلوی کے متعلق ہے اور انہوں نے حضرت شاہ شہید رحمہ کے متعلق کہیں توبہ کا احتمال نہیں لکھا بلکہ ان کی گذشتہ تصریحات ہی شاہد ہیں کہ ان کے پیش نظر یہ احتمال تھا ہی نہیں۔ پس ان کی طرف سے یہ عذر کرنا کہ انہوں نے توبہ

کہ احتمال کی وجہ سے شہید موصوف کو کافر نہیں کہا محض جہالت اور

”توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ“

کا مضحکہ خیز مظاہرہ ہے جو صرف مولوی نعیم الدین صاحب جیسے ذی ہوش ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ اگر بے چارے خان صاحب کو اپنے ان خلیفہ صاحب کی اس تاویل کا علم اس عالم میں ہوا تو وہ ضرور کہیں گے:

”من چہ میگویم و طنبورہ من چہ می سراید“

خان صاحب کے اس اقراری کفر کا ایک جواب خود ان کے صاحبزادے بلند اقبال مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب نے بھی دیا ہے جس کے متعلق ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ جواب خود خان صاحب بالقابہم ہی کا اختراع ہے مگر چونکہ اس کو اپنے نام سے شائع کرتے تو اپنے منہ اپنے دعووں کی تکذیب کرنی پڑتی تھی اس لیے اس کو صاحبزادے کے نام سے شائع کیا ہوگا۔

بہرحال خواہ وہ جواب باپ کا ہو یا بیٹے کا ہم کو اس پر بھی نظر ڈالنی ہے۔ اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ شہید رہ کی عبارات میں چونکہ تاویل کی گنجائش ہے اور ان کے ایسے مطالب بھی ہو سکتے ہیں جو موجب کفر نہیں۔ بالفاظ دیگر:

”ان کی عبارات چونکہ معانی کفریہ میں متعین نہیں ہیں اس لیے ان کو کافر کہنا خلاف احتیاط سمجھا گیا اور ان کی تکفیر سے کف لسان کیا گیا“

الموت الاحمر میں ص ۱۸ سے ص ۲۰ تک اس اقراری کفر کے اٹھانے کے لیے جو خامہ فرسائی کی گئی ہے اس کا حاصل یہی ہے۔

"اور ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۱۱ کے حاشیہ میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ اکابر علماء دیوبند (حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ وغیرہ) کو تو خان صاحب نے توہین شان رسالت کا مجرم قرار دے کر یہ لکھا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔"

اور شاہ اسمٰعیل شہید رح پر وہی فرد جرم لگانے کے باوجود خود ان کی تکفیر بھی پسند نہ کی بلکہ اس کو خلاف احتیاط لکھا وجہ فرق کیا ہے؟

(اس سوال کے جواب میں) یہی صاحبزادہ مولوی مصطفےٰ رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اصل یہ ہے کہ اسمٰعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے ہم اہلسنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی، ممکن ہے کہ اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لیے ہوں"

شرح فقہ اکبر میں فرمایا:

"ہاں جب قول ایسا ہو کہ اس میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہ ہو تو تکفیر کی جائے گی"

تو اس قول کے قائل کو جس میں تاویل کی گنجائش ہے اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کرتے کہ وہ معنی ظاہر کے اعتبار سے ٹھیک کہہ رہا ہے اور اس کی خود تکفیر نہیں کرتے کہ احتیاط اس میں ہے۔

اور اس دوسری صورت کے قائل کی تکفیر ضرور ہے کہ اس میں جب اصلاً تاویل نہیں تو تکفیر سے زبان روکنے کا حاصل خود کفر اور طغیان ہے" (ملفوظات حصہ اول ص ۱۱۱)

اس جواب کا حاصل بھی وہی ہے کہ حضرت شہید رح کی عبارات "حفظ الایمان" "براہین قاطعہ" وغیرہ کی عبارات کی طرح معانی کفریہ میں صریح نہیں ہیں بلکہ ان میں تاویل کی گنجائش ہے اس واسطے ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے۔

لیکن فی الحقیقت یہ جواب نہیں بلکہ اپنے روحانی و جسمانی، علمی و نسبی باپ کی صریح تکذیب ہے، خان صاحب نے جس زور کے ساتھ "حفظ الایمان" "براہین قاطعہ" وغیرہ کے متعلق صریحی تنقیص شانِ رسالت یا انکار ختم نبوت، یا تکذیب حضرت عزت کا دعویٰ کیا ہے۔ بالکل اسی زور اور اسی دم خم کے ساتھ اور اسی نہج پر بلکہ انہی الفاظ میں حضرت شہید رح کی عبارات کے متعلق بھی وہی دعوے کیا ہے۔

ثبوت کے لیے ذیل میں دونوں قسم کی عبارات ملاحظہ ہوں

اکابر علماء دیوبند حضرت مولانا تھانوی مدظلہ وغیرہ کے متعلق خان صاحب بریلوی کے دعاوئ کفر

۱۔ تمہید ایمان ص ۱۴ پر "حفظ الایمان" کی عبارت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان بدگویوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسی صریح شدید گالی دی۔"

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق انہی خان صاحب بریلوی کے دعاوئ کفر

الکوکبۃ الشہابیہ ص ۲۱ پر حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس نے کس جگری سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے۔"

۲۔ تمہید ص ۱۳ پر حضرت مولانا تھانوی مدظلہ
کے متعلق لکھتے ہیں،

"رب جل وعلا کے کلاموں کو بھی باطل و
مردود کر دیا۔"

۳۔ تمہید ص ۱۰ پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب
کے متعلق لکھتے ہیں،

"کیا اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
شان میں گستاخی نہ کی؟"

۴۔ تمہید ص ۱۱ پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو
معاذ اللہ خداوند تعالیٰ کا مکذب قرار دے
کر لکھا کہ،

"جب صراحۃً خدا کو کاذب کہہ کر بھی
ایمان باقی رہے تو خدا جانے ایمان
کس جانور کا نام ہے۔"

۵۔ "تحذیر الناس" ص ۲ پر حضرت مولانا
محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے
متعلق کہا کہ،

"اور مانا کہ بالفرض حضور کے بعد بھی کسی کو نبوت
مل جائے تو ختم نبوت کے اصلاً منافی نہیں۔"

کوکبۃ الشہابیہ ص ۴۰ پر حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ
کے متعلق لکھتے ہیں،

"جابجا قرآن عظیم ایک بات فرمائے اور یہ صاف
اسے غلط و باطل کہہ جائے۔"

کوکبہ ص ۲۸ پر حضرت شہیدؒ کے متعلق لکھتے
ہیں،

"وہابی صاحبو تمہارے پیشوا نے یہ ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی۔"

الکوکبۃ الشہابیہ ص ۱۴ پر حضرت شہیدؒ کے
متعلق کہا،

"یہاں صاف صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات
واقع میں جھوٹ ہو جانے میں تو حرج نہیں اللہ
عزوجل کا کذب جائز ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر
مرتد نہ ہوگا۔ کوکبہ ص ۱۵۔"

"سل السیوف الہندیہ ص ۱۴ پر حضرت شہید
رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا،

"یہ صراحۃً غیر نبی کو نبی بنایا" نیز اسی کے ص ۱۶
پر لکھا "یہ صراحۃً اپنے پیر وغیرہ کو نبی جاننا
ہے۔"

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ خان صاحب بریلوی کے نزدیک جس طرح اکابر علماء دیوبند حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ، اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ کی عبارات (معاذ اللہ) توہین سرکار رسالت، تکذیب حضرت عزت، اور انکار ختم نبوت میں صریح ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رہ کی عبارات بھی ان مضامین کفریہ میں صریح ہیں۔ (دروغ برگردن خان صاحب)

پس صاحبزادہ بلند اقبال کا یہ کہنا کہ ان حضرات کی عبارات میں اس لحاظ سے کوئی فرق ہے اپنے پدر بزرگوار کی کھلی تکذیب اور سخت ناخلفی ہے۔

علاوہ ازیں حضرت شہید رہ کے متعلق خان صاحب کی بہت سی عبارات میں "صراحت" کی تصریح اور "احتمال تاویل" کی صریح نفی بھی موجود ہے۔

چنانچہ الکوکبۃ الشہابیہ، اور سل السیوف الہندیہ، کی اکثر مذکورہ بالا عبارات میں "صراحت" کا صاف ادعا موجود ہے۔ ان کے علاوہ ذیل کی چند عبارتیں بھی ملاحظہ ہوں:

۱۔ "یہاں صراحۃً اللہ تعالیٰ کی طرف جہل نسبت کیا اور اس کے علم قدیم کو ازلی نہ مانا، اور اس کی صفت کو اختیاری جانا، یہ تینوں باتیں صریح کلمۂ کفر ہیں۔"
(سل السیوف الہندیہ ص ۹)

۲۔ "یہاں صاف بے پردہ اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔" (ایضاً ص ۱۰)

۳۔ "یہ صراحۃً حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فحش گالی دینا ہے۔" (ایضاً ص ۱۵)

۴۔ اس میں صاف تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان و جہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلا کیف ماننا بدعت و ضلالت ہے ۔ (کوکبہ ص ۱۳)

۵۔ اس میں صاف اقرار ہے کہ اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا ممتنع بالغیر بلکہ محال عادی بھی نہیں ۔ (کوکبہ ص ۱۵)

۶۔ اس دشنام صریح سے قطع نظر الخ ۔ (کوکبہ ص ۲۹)

ان تمام عبارات میں بھی "صراحت" کا صاف ادعا موجود ہے جس کے بعد کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خان صاحب کے نزدیک حضرت شہید رح کی عبارات معانی کفر میں صریح نہیں بلکہ ان میں تاویل کی گنجائش ہے ۔

اور الکوکبۃ الشہابیہ ص ۳۲ سے جو عبارت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اس میں تو صاف یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ:

"اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ ہی نہیں ۔"

اور اسی کوکبہ شہابیہ ص ۱۲ میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی چند عبارات نقل کر کے ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"اقوال مذکورہ کے صاف یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انبیاء و ملائکہ کسی پر ایمان نہ لائے سب کے ساتھ کفر کرے اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہوگا ۔"

پھر اسی پر حاشیہ دیگر لکھتے ہیں:

"اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنی اپنے جی سے گڑھے بھی تو اول تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنی ۔" (شفا شریف ص ۳۴۴)

ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل ۔ صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول نہیں ۔

ثانیاً وہ آپ سب تاویلوں کا دروازہ بند کر چکا، تو اس کے کلام میں بناوٹ
نری گڑھت ہے" (کوکبہ ص ۲۱)

کیا ابا جان کی ان تصریحات کے بعد بھی بیٹے بلند اقبال کو یہ کہنے کا حق رہتا ہے کہ
چونکہ:

"اسماعیل کے اقوال میں تاویل کی گنجائش تھی اس لیے احتیاطاً ان کی تکفیر
سے زبان روکی"

علیٰ ہذا عدم تکفیر کو مسلک متکلمین پر محمول کر کے بھی اقراری کفر سے پیچھا نہیں چھڑایا جا
سکتا۔ وہی ابا جان اسی کوکبہ ص ۲۳ کے حاشیہ پر حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ ہی کے متعلق
لکھتے ہیں:

"امام الوہابیہ کے کفر اجماعی کا یہ خاص جزئیہ ہے"

باپ کی اس تصریح اجماع کے بعد فقہاء و متکلمین کا اختلاف دکھلانا اگر سادہ لوحی
سے نہیں ہے تو یقیناً باپ کے دعوے کی کھلی تردید اور اپنی ناخلفی کا قابل شرم مظاہرہ
ہے۔

بہرحال خان صاحب کو اقراری کفر سے بچانے کے لیے ان کے خلیفہ مولوی نعیم الدین
مرادآبادی اور ان کے صاحبزادے بلند اقبال نے جو مختلف اور متضاد عذر پیش کیے وہ خود
بدولت خان صاحب بالقابہم ہی کی تصریحات سے مردود ہیں۔ اور خان صاحب باقرار
خویش و بقول خود کافر، اور بقلم خود ڈبل کافر ہیں کہ اب جو کوئی ان کے اس اقراری کفر میں شک
کرے، احتیاط برتے، تکفیر سے کف لسان کرے وہ بھی خود انہی کے اسی فتوے سے ایسا
ہی کافر ہے۔

"ہر کہ شک آرد کافر گردد"

وکفی اللہ المومنین القتال، ولعنۃ اللہ عداد الرمال علی اھل الکفر والضلال بالغدو والآصال۔

ایک ہدایت افروز ضلالت سوز مکالمہ

گورداسپوری صاحب نے اپنے رسالہ "پیغام موت" کے آخر میں ایک فرضی مکالمہ بھی لکھا ہے اس کے جواب میں بھی ایسا ہی ایک مکالمہ حاضر ہے۔

مولوی عبید الحق صاحب لکھنؤ سے مراد آباد جا رہے ہیں۔ جیسے ہی ٹرین بریلی کے اسٹیشن پر پہنچی، ایک صاحب نہایت بھڑکیلا جبہ پہنے اور ویسا ہی فوق البھڑک عمامہ باندھے جن کے ایک ہاتھ میں نہایت قیمتی چھڑی اور دوسرے ہاتھ میں غالباً مرجان کی بیش قیمت تسبیح تھی۔ اسی طرح ڈبہ میں داخل ہوئے۔ جس میں ہمارے مولانا عبید الحق صاحب معمولی کھدر کے کپڑے پہنے ایک طرف بیٹھے کسی کتاب کے مطالعہ میں مستغرق تھے مسافروں کی کثرت کی وجہ سے ڈبہ میں جگہ بالکل خالی نہ تھی اس لیے بے چارے جبہ پوش مولوی صاحب کو ایک طرف کھڑا ہو جانا پڑا۔ مولوی عبید الحق صاحب نے ان صاحب کو جب اس بے چارگی کی حالت میں کھڑا دیکھا تو اپنے قریب والے مسافروں کی خوشامد کر کے کچھ جگہ نکالی اور ان کو اپنے پاس بلا کر بٹھا لیا۔ اس کے بعد سلسلہ کلام اس طرح شروع ہوا۔

جبہ پوش تو وارد ہ۔ جناب کا اسم شریف؟

مولینا عبیدالحق: خاکسار کو "عبیدالحق" کہتے ہیں اور جناب کا اسم گرامی؟

جبہ پوش نووارد: بندہ کا نام "عبدالرضا خان" ہے۔

مولینا عبیدالحق: کیا فرمایا "عبدالرضا خان"؟ ایسے نام تو شرعاً جائز نہیں ہیں جن میں عبدیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف کی گئی ہو جیسے یاد آتا ہے کہ حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی رح نے شرح مشکوٰۃ میں ایسے ناموں کے ناجائز و حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔

مولوی عبدالرضا خان صاحب: کی ہو گی، ہمارے اعلیٰ حضرت نے ایسے ناموں کو جائز لکھا ہے اور ہم انہی کے پیرو ہیں۔ وہی اس زمانہ کے مجدد تھے اور ان کا حکم ہم کو یہ ہے کہ:

"میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے[۱]"

مولینا عبیدالحق: استغفراللہ میں حکم شرعی بیان کر رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ ہمارے اعلیحضرت نے جائز لکھا ہے۔

مولوی عبدالرضا خان صاحب: معلوم ہوتا ہے کہ آپ دیوبندی ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔

مولینا عبیدالحق صاحب: میں دیوبند کا باشندہ تو نہیں ہوں، البتہ دارالعلوم دیوبند میں میں نے تعلیم ضرور حاصل کی ہے۔ اس لیے آپ کی اصطلاح کے اعتبار سے میں ضرور

---

[۱] وصایا شریف ص ۱۲

دیوبندی ہوں گا۔

مولوی عبدالرضا خان صاحب:۔ جب ہی آپ کو اعلیٰحضرت کے نام سے چڑ ہے، کیونکہ انہوں نے سارے دیوبندیوں کو کافر ثابت کیا ہے۔

مولانا علیم الحق صاحب:۔ جی ہاں مجھے بھی معلوم ہے کہ انہیں لوگوں کو کافر بنانے کا پورا پورا مالیخولیا تھا یہاں تک کہ جب وہ علماء دیوبند کو کافر بنا چکے، علماء ندوۃ العلماء کو کافر بتلا چکے جماعت اہل حدیث کی تکفیر بھی کر چکے اور کوئی اسلامی جماعت کافر بنانے کے لیے باقی نہیں رہی تو انہوں نے خود اپنے آپ کو بھی کافر کہا، اپنے مریدین و معتقدین کی بھی تکفیر کی حتیٰ کہ جو شخص ان کو مسلمان سمجھے اس پر بھی کفر کا فتویٰ دیا۔

مولوی عبدالرضا خان صاحب:۔ (نہایت حیران اور غضبناک ہو کر) آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ اس کا ثبوت دے سکتے ہیں؟

مولانا علیم الحق صاحب:۔ جی ہاں ثبوت، اور کافی ثبوت، اور خاص آپ کے اعلیٰحضرت کی تحریروں سے اس کا ثبوت دیا جا سکتا ہے۔

مولوی عبدالرضا خان صاحب:۔ اچھا تو بسم اللہ، ثابت تو کر کے دکھایئے!

مولانا علیم الحق صاحب:۔ سنیئے اور بگوش ہوش سنیئے! یہ تو غالباً آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ آپ کے اعلیٰحضرت نے اپنی متعدد کتابوں میں حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

"انہوں نے معاذ اللہ خدا کو جھوٹا کہا اس کو طرح طرح کے عیب لگائے، ضروریات دین، ملائکہ، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ کا انکار کیا سید الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہایت گندی گھنونی گالیاں دیں کھلے کافر

پادری، پنڈت بھی ایسی گالیاں نہیں دیتے وغیرہ وغیرہ "

بہرحال آپ کے اعلیحضرت نے حضرت مولینا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ سب کچھ لکھا ہے۔ اگر آپ کو شبہ ہو تو الکوکبۃ الشہابیہ، اور سل السیوف الہندیہ، یہ میرے پاس موجود ہیں، ان میں آپ اپنے اعلیحضرت کی یہ تصریحات، دیکھ سکتے ہیں۔

(مولوی عبدالرضا خان صاحب نے اصل عبارتیں ان دونوں کتابوں میں دیکھ کر اپنا اطمینان کر لیا اور مان لیا کہ بے شک انھوں نے ایسا ہی لکھا ہے۔ اس کے بعد مولینا عبیدالحق صاحب نے فرمایا)

جب یہ بات آپ ذہن نشین کر چکے تو دوسری بات آپ یہ سمجھئے کہ آپ کے انہی اعلیحضرت نے اپنی کتاب تمہید ایمان میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

"جو شخص اللہ تعالےٰ کی تکذیب، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین، تنقیص کر کے کافر ہو اس کو کافر نہ کہنے والا بلکہ اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے"

اپنے اعلیحضرت کی تصریحات خود انہی کے الفاظ میں سنیئے! (اس کے بعد مولانا عبیدالحق صاحب نے تمہید ایمان ص ۲۷، ۳۵ سے چند عبارتیں پڑھ کر سنائیں جن کا مضمون یہی تھا۔ اور مولوی عبدالرضا خان صاحب نے بھی تسلیم کر لیا کہ واقعی اعلیحضرت نے ایسا ہی لکھا ہے بلکہ کہا کہ مسئلہ بھی یہی ہے۔

اس کے بعد مولینا عبیدالحق صاحب نے فرمایا کہ دیکھئے اسی تمہید ایمان میں آپ کے یہی اعلیحضرت مولینا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنا حکم یہ لکھ رہے ہیں:

"اور امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا"
(تمہید ایمان ص ۴۳)

نیز لکھتے ہیں:

"علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے اور یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد، اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت" (تمہید ایمان ص ۴۲)

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت، مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کافر نہیں کہتے بلکہ ان کی تکفیر کو خلاف احتیاط بلکہ خلاف صواب اور سلامت و استقامت سے دور سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کے نزدیک مولانا شہید رہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کے مجرم ہیں اور ایسے شخص کو کافر نہ کہنے والا "تمہید ایمان" ص ۳۵،۲۸ کی عبارات کی رو سے کافر ہے۔

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے اعلحضرت خود اپنے فتوے سے کافر ہیں اور ان کے تمام مریدین و معتقدین جو ان کی ان تحریرات سے متفق ہیں وہ بھی ایسے ہی کافر ہیں، بلکہ جو شخص آپ کے اعلحضرت کی ان عبارات پر مطلع ہو کر ان کو مسلمان کہے وہ بھی خود انہی کے اسی فتوے سے ایسا ہی کافر ہے وہلم جراً۔

مولوی عبدالرضا خان صاحب: (مبہوت ہیں، حیران ہیں، پریشان ہیں)

مولوی عبیدالحق صاحب: جناب مولانا! اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں یہ خدا کا عذاب ہے یہ بے گناہ مسلمانوں کو کافر بنانے کا نتیجہ ہے، آپ کے اعلحضرت نے اکابر علماء اسلام حضرت شاہ اسماعیل شہید فی سبیل اللہ، حضرات علماء دیوبند کو کفر کے

جال میں پھانسنا چاہا تھا۔ قدرت نے خود انہی کو ان کے بچھائے ہوئے جال میں پھنسا دیا تھا۔

" کردنی خویش آمدنی پیش "

فطرت کا قانون ہے۔

مولوی عبدالرضا خان صاحب :۔ صاحب! آپ نے تو مجھے عجیب چکر میں دے دیا۔ واقعی اعلیحضرت سے یہاں تو بڑی چوک ہوگئی، خیر اس پر میں فرصت میں غور کروں گا، اب رامپور کا اسٹیشن آگیا اور مجھے یہیں اترنا ہے، مجھے افسوس ہے کہ آپ سے کچھ دیر تک باتیں نہ ہوسکیں، ورنہ میں تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارات پر ضرور آپ سے کچھ اور گفتگو کرتا۔

مولوی عبیدالحق صاحب :۔ مجھے بھی افسوس ہے کہ بہت جلدی یہ صحبت ختم ہوگئی لیکن اگر فی الحقیقت آپ کو تحقیق حق منظور ہے تو میں آپ کو صرف ایک رسالہ (معرکۃ القلم) دیتا ہوں اس کو غور اور انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمایئے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ تحذیر الناس وغیرہ کے متعلق آپ کے اعلیحضرت نے جو کچھ لکھا ہے اس میں حق و دیانت کا کیسا خون کیا ہے۔

جب آپ اس کو ملاحظہ فرما چکیں تو میرا جو پتہ اس پر لکھا ہوا ہے اسی پتہ پر مراد آباد بیرنگ بھیجدیں میں خود محصول دے کر وصول کرلوں گا۔

سلسلۂ کلام یہیں تک پہنچا تھا کہ رامپور کا اسٹیشن آگیا اور مولوی عبدالرضا خان صاحب "السلام علیکم" کہہ کر رخصت ہو گئے۔

مولٰینا عبیدالحق صاحب بھی مراد آباد پہنچ گئے۔ دس بارہ دن گذرنے پر ایک ڈاک پارسل

رامپور سے پہنچا جس میں "معرکۃ القلم" تھا اور اس کے ساتھ ایک خط رکھا ہوا تھا جس میں لکھا ہوا تھا۔

"میرے ہادی میرے محسن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے آپ کا عطا کردہ رسالہ "معرکۃ القلم" بغور پڑھا اور بار بار پڑھا اور "حسام الحرمین" "وتمہید ایمان" کو بھی سامنے رکھ کر پڑھا الحمد للہ کہ حق واضح ہو گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ "تحذیر الناس" وغیرہ کی عبارات پر جو کفر کا فتویٰ "حسام الحرمین" میں دیا گیا ہے وہ بالکل غلط اور خلاف صداقت و دیانت ہے اور واقعی اس میں حق و انصاف کا اڑا خون کیا گیا ہے۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے گمراہی سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آمین!

اسی تحقیق کے سلسلہ میں میں نے یہاں اور بھی کچھ کتابیں مہیا کر لی ہیں۔ علماء دیوبند کی متعدد کتابیں دیکھ چکا ہوں فی الحقیقت یہ لوگ بڑے محقق ہیں ان کی کتابوں نے ایک ہی ہفتہ میں میرے عقائد کی دنیا میں حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا۔ اب میں اپنے پہلے مبتدعانہ عقائد سے تائب ہو چکا ہوں اور میں نے اپنا نام بھی بجائے "عبد الرضا" کے عبد الرحمان رکھ لیا ہے آپ بھی استقامت اور مزید ہدایت کے لیے دعا فرمائیں والسلام"

بندہ عبد الرحمان خان عفی عنہ

تمت بالخیر

مقدمۂ کتاب کے مآخذ



۱ ؛ آزادیٔ ہند : رئیس احمد جعفری ؛ مقبول اکیڈمی لاہور ؛ ۱۹۶۹ء

۲ ؛ آئینہ صداقت ؛ پروفیسر فیروز الدین روحی ؛ ادارہ تبلیغ القرآن گولیمار کراچی ۱۹۵۵ء

۳ ؛ ابن الوقت ولایت شاہ اور اس کے پیر کی مذبوحی حرکات ؛ منشی اللہ دتا عرائض نویس گجرات ؛ ہندوستان پریس ہسپتال روڈ لاہور ؛ ۱۹۳۲ء

۴ ؛ اجلی انوارِ رضا ؛ مولوی حامد رضا خان ؛ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور

سن تالیف ۱۳۴۴ء

۵ ؛ احسن الوعاء لآداب الدعاء مع ؛ مولوی محمد نقی علی خان ؛ } مطبع اہلسنت وجماعت
ذیل المدعاء لاحسن الوعاء ؛ مولوی احمد رضا خان ؛

بریلی : ۱۳۲۱ھ

۶ ؛ احکام شریعت ؛ مولوی احمد رضا خان ؛

۷ ؛ احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ ؛ مولوی حشمت علی خان ؛ مطبع سلطانی واقع بیرون ۱۲۱ بمبئی نمبر ۹ ؛ ۱۳۵۸ھ

۸ ؛ اطائب الصیب علی ارض الطیب ؛ سید محمد عبد الکریم قادری ؛ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ؛ سن تالیف : ۱۳۱۹ھ

۹ ؛ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب ؛ مولوی احمد رضا خان ؛ سنی رضوی کتب خانہ ؛ فیصل آباد۔

۱۰ : اقبال کے ممدوح علماء ، قاضی افضل حق قریشی ، مکتبہ محمودیہ ، لاہور ۱۹۷۸ء
۱۱ : اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ ، محمد حسن علی رضوی ، مکتبہ فریدیہ ، ساہیوال
۱۲ : انوارِ رضا ، ناشر ، شرکت حنفیہ لمیٹڈ ، لاہور : ۱۳۹۷ھ
۱۳ : اہلاک الوہابیین علیٰ توہین قبور المسلمین ، مولوی احمد رضا خان ، مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ، سن تالیف : ۱۳۲۱ھ
۱۴ : باغ فردوس ، سید ایوب علی رضوی ، رضوی کتب خانہ بہاری پور ، بریلی ۱۳۵۳ھ
۱۵ : برق آسمانی بر فتنہ شیطانی :
۱۶ : بریلی فتوے ، مولانا نور محمد ، انجمن ارشاد المسلمین ، لاہور ۱۹۷۹ء
۱۷ : بصیرت ، (حصہ اوّل) ، سید محمود احمد رضوی ، مکتبہ رضوان ، لاہور ، ۱۹۷۶ء
۱۸ : مقالات یوم رضا (اصلی) ، ناشرین : دائرۃ المصنفین ، اندرون بھاٹی گیٹ لاہور
۱۹ : " " (ترمیم شدہ) : " " " : اردو بازار لاہور
۲۰ : تاریخ وہابیہ ، حکیم محمد رمضان علی قادری ، مکتبہ معین الاسلام ، لائلپور ۱۹۷۱ء
۲۱ : تاریخ وہابیہ و دیوبندیہ ، منشی محمد لعل خان ، کلیمی پریس ۴/۲۲ مچھوا بازار سٹریٹ کلکتہ ، سن تالیف : ۱۳۴۴ھ
۲۲ : تبلیغی جماعت ، ارشد القادری ، ناشر ، مظہر فیض رضا ، برج منڈی ، لائلپور
۲۳ : تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ ، مولوی ابو الطاہر محمد طیب ، بریلی الیکٹرک پریس بریلی ۱۳۶۱ھ
۲۴ : تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مطبع قاسمی دیوبند
۲۵ : تحقیقات قادریہ ، محمد جمیل الرحمن خان ، شائع کردہ ، جماعت رضائے مصطفیٰ ، بریلی ۱۳۲۹ھ
۲۶ : تذکرہ اکابر اہلسنت ، محمد عبد الحکیم شرف قادری ، مکتبہ قادریہ ، لاہور ، ۱۹۷۶ء

۲۷ ، تفسیر نبوی جلد چہارم ، مولوی نبی بخش حلوائی ، رفاہِ عام سٹیم پریس لاہور
۲۸ ، تلخیص تکفیری افسانے ، مولانا نور محمد ، ناشر ، مولانا محمد دین ، نواں کوٹ لاہور ۱۹۶۶ء
۲۹ ، تمہید ایمان بآیات قرآن ، مولوی احمد رضا خان ، مطبوعہ مع حسام الحرمین ، اشرفی کتب خانہ ، اندرون دہلی دروازہ ، لاہور
۳۰ ، جماعت اسلامی ، ارشد القادری ، نوری بک ڈپو ، لاہور ، سن تالیف ۱۹۶۵ء
۳۱ ، جزاء الله عدوہ باباۂ ختم النبوۃ ، مولوی احمد رضا خان ، مکتبہ نبویہ لاہور ، ۱۹۷۴ء
۳۲ ، الجوابات السنیۃ علی زہاء السوالات اللیگیہ ، مسلم لیگ کے خلاف چلر بریلوی علماء کے فتاوی کا مجموعہ ، مطبع سلطانی ، بمبئی ، ۱۳۵۸ھ
۳۳ ، حدائق بخشش ، مولوی احمد رضا خان ،
۳۴ ، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ، مولوی احمد رضا خان ، اشرفی کتب خانہ ، لاہور
۳۵ ، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ، مولوی احمد رضا خان ، مکتبہ نبویہ لاہور ، ۱۹۷۵ء
۳۶ ، حیات اعلیٰ حضرت ، مولوی ظفر الدین بہاری ، مکتبہ رضویہ ، آرام باغ کراچی۔
۳۷ ، حیات خلیل ، محمد ثانی حسنی ندوی مظاہری ، مکتبہ اسلام ، گوئن روڈ ، لکھنؤ
۳۸ ، خالص الاعتقاد ، مولوی احمد رضا خان ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، لاہور
۳۹ ، خطبات عثمانی ، پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی ، نذر سنز ، لاہور ، ۱۹۷۲ء
۴۰ ، خلاصہ فوائد فتاویٰ ، مولوی احمد رضا خان ، مطبوعہ مع حسام الحرمین ۔ اشرفی کتبخانہ لاہور۔
۴۱ ، دائرۃ المعارف اسلامیہ (اردو) جلد دوم ، زیر اہتمام ، دانش گاہ پنجاب ، ۱۹۶۶ء

۴۲ ؛ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) جلد پنجم ؛ زیر اہتمام ؛ دانش گاہ پنجاب ، ۱۹۷۱ء
۴۳ ؛ دفع زیغ زاغ ؛ مولوی احمد رضا خان ؛
۴۴ ؛ الدلائل القاھرہ علی الکفرۃ النیا شرہ ؛ مولوی احمد رضا خان ؛ مطبع سلطانی ، بمبئی ۱۹۴۲ء
۴۵ ؛ دوام العیش فی الائمۃ من قریش ؛ مولوی احمد رضا خان ؛ مطبع حسنی بریلی ۱۳۳۹ھ
۴۶ ؛ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ؛ مولوی احمد رضا خان ؛ مکتبہ رضویہ کراچی نمبرا ؛ ۱۹۶۷ء
۴۷ ؛ ذکر آزاد ؛
۴۸ ؛ ذکر اقبال ؛ عبد المجید سالک ؛ بزم اقبال ، کلب روڈ لاہور
۴۹ ؛ ردشہاب ثاقب بر وہابی خائب ؛ مولوی محمد اجمل شاہ ؛ ازہر بک ڈپو ، آرام باغ کراچی ، سن تالیف ۱۹۵۴ء
۵۰ ؛ روزگار فقیر ؛ فقیر سید وحید الدین ، لائن آرٹ پریس کراچی ۔
۵۱ ؛ زیارت نامہ ، مولانا محمد سراج الیقین کرسوی ، فخر المطابع ، لکھنو ، ۱۹۱۴ء
۵۲ ؛ سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح ؛ مولوی احمد رضا خان ، دارالاشاعت جماعت نوری بازار داتا صاحب لاہور ، سن تالیف ۱۳۰۷ھ
۵۳ ، سرگزشت اقبال ؛ ڈاکٹر عبد السلام خورشید ؛ اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۷۷ء
۵۴ ، سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ ؛ مولوی احمد رضا خان ، نوری کتب خانہ لاہور ، سن تالیف ۱۳۱۲ھ
۵۵ ، سوانح اعلیٰ حضرت ، بدرالدین احمد رضوی ؛ نوری بک ڈپو ، لاہور ، سن تالیف ۱۹۶۳ء ۔

۵۶ ؛ السہم الشہابی علیٰ خداع الوہابی ؛ مولوی احمد رضا خاں ، مطبوعہ مع الفضل الوہبی ،
باہتمام ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور

۵۷ ؛ سیف المصطفیٰ علیٰ ادیان الافتراء ؛ افادات مولوی احمد رضا خاں ، نوری کتب خانہ
بازار داتا صاحب ؛ لاہور

۵۸ ؛ شمس العارفین ؛ مولانا سراج الیقین کرسوی رہ ، مقبول المطابع بردوئی ، سن تالیف
۱۳۲۳ ھ

۵۹ ؛ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب ؛ مولانا حسین احمد مدنی رہ ، طبع اوّل برنٹ
۶۰ ؛ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ، کتب خانہ
اعزازیہ دیوبند ۔

۶۱ ؛ الصوارم الہندیہ ؛ مولوی حشمت علی خاں ، مکتبہ فریدیہ ، ساہیوال ، سن تالیف ۱۳۴۵ھ

۶۲ ؛ الطاری الداری لہفوات عبد الباری ؛ مولوی محمد مصطفیٰ رضا خاں ، حسنی پریس
بریلی ، سن تالیف ؛ ۱۳۳۹ ھ ، ۳ حصے ۔

۶۳ ؛ عاشق رسول ؛ پروفیسر محمد مسعود احمد ، مرکزی مجلس رضا ؛ لاہور ؛ بار اول ۱۹۰۶ء

۶۴ ؛ عبارات اکابر ؛ مولانا محمد سرفراز خاں صفدر ؛ ادارہ نشر و اشاعت ، مدرسہ
نصرت العلوم ، گوجرانوالا ؛

۶۵ ؛ العضوب المسنیۃ علی الاحزاب الدیوبندیہ ؛ مولوی ابو الطاہر محمد طیب ، اہل سنت
برقی پریس مراد آباد ؛ ۱۳۴۷ ھ

۶۶ ؛ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد اول ؛ مولوی احمد رضا خاں ، سنی دار الاشاعت
لائل پور ؛ ۱۹۶۹ء

۶۷ ؛ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد دوم ؛ مولوی احمد رضا خاں ، سنی دار الاشاعت
لائل پور ؛ ۱۹ ء

۶۸ ؛ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد چہارم ، مولوی احمد رضا خاں ، سنی دارالاشاعت

لائل پور ؛ ۱۹۷۴ء

۶۹ ؛ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد پنجم ؛ مولوی احمد رضا خان ، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۳۹۲ھ

۷۰ ؛ علماء ہند کا شاندار ماضی جلد دوم ، مولانا محمد میاں رح ؛

۷۱ ؛ غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم غیب الرسول ؛

سید احمد آفندی برزنجی رح ، مفتی مدینہ منورہ ؛ مطبع سعیدی ؛ رامپور ۔

۷۲ ؛ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ، پروفیسر محمد مسعود احمد ، مرکزی مجلس رضا لاہور

بار سوم ، ۱۹۷۶ء ۔

۷۳ ؛ فتاوی مظہری ، پروفیسر محمد مسعود احمد ، مدینہ پبلشنگ کمپنی ، کراچی ۱۹۷۰ء

۷۴ ؛ فیصلہ خصومات از محکمۂ دار القضاۃ ؛ مولوی عبد الرؤف جگنپوری ، برقی پریس

دہلی ، ۱۳۵۲ھ

۷۵ ؛ قاطع الورید من المبتدع العنید ، مولانا محمد اسحاق بلیاوی رح ، مطبع بلالی ؛ واقع

ساڈھورہ ؛ ۱۳۳۳ھ

۷۶ ؛ قبالۂ بخشش ، صوفی جمیل الرحمٰن قادری ، مکتبہ نوریہ رضویہ ، لائلپور ، سن تالیف

۱۳۴۰ھ ۔

۷۷ ؛ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار ، مولوی احمد رضا خان ؛

۷۸ ؛ القول الاظہر فی ما یتعلق بالاذان عند المنبر ؛ مولانا معین الدین اجمیری رح ؛

مطبوعہ معین دکن پریس ، حیدر آباد دکن ، بار دوم ۱۳۶۹ھ

۷۹ ؛ قہر القادر علی الکفار اللیاڈر ، مولوی ابو الطاہر محمد طیب ، مطبع سلطانی بمبئی ۱۳۵۹ھ

۸۰ ؛ کفایت المفتی جلد اول ، مجموعہ فتاوی مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی ؛

۱۳۹۱ھ ، ۱۹۷۱ء ، اکرہ نور پریس دہلی ۔

۸۱ ؛ الکوکب الیمانی ؛ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رح ؛ مطبوعہ در "مجموعہ رسائل چاند پوری جلد اول " ؛ انجمن ارشاد المسلمین لاہور ۱۹۷۸ء۔

۸۲ ؛ الکوکبۃ الشھابیہ فی کفریات ابی الوھابیہ ؛ مولوی احمد رضا خان ؛ نوری کتب خانہ ، بازار داتا صاحب لاہور

۸۳ ؛ لسان المیزان جلد چہارم ؛ حافظ ابن حجر عسقلانی رح ؛ مطبوعہ بیروت ؛ ۱۹۷۱ء

۸۴ ؛ ماجرائے مناظرہ تلون ؛ مرتبہ مولوی محمد فضل کریم ؛ باہتمام ، ابوالبرکات سید احمد ۱۹۳۶ء

۸۵ ؛ مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اول ؛ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری رح ؛ انجمن ارشاد المسلمین لاہور ؛ ۱۹۷۸ء

۸۶ ؛ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ؛ مولوی احمد رضا خان ؛ مطبع حسنی بریلی ؛ ۱۳۳۹ھ

۸۷ ؛ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ؛ ملا علی قاری رح ؛ مکتبہ امدادیہ ؛ ملتان۔

۸۸ ؛ مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ؛ مولوی محمد میاں قادری ؛ سدرشن پریس ضلع ایٹہ ۱۳۵۸ھ

۸۹ ؛ مشکوٰۃ شریف ؛ شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی رح ؛ ملک سراج الدین اینڈ

۹۰ ؛ مصباح اللغات ؛ ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی ؛ مکتبہ برہان ؛ اردو بازار دہلی ۱۹۵۲ء

۹۱ ؛ مقیاس حنفیت ؛ مولوی محمد عمر اچھروی ؛ ناشر ، محمد عبدالوہاب ابن مصنف ؛ نامی پریس پیسہ اخبار لاہور ؛ بار ہفتم ۱۹۶۳ء

۹۲ ؛ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ؛ مرتبہ محمد مصطفیٰ رضا خان ؛ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۹۳ ؛ المہند علی المفند ؛ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رح ؛ مکتبہ حنفیہ جہلم۔

۹۴ ؛ النذیر الھائل لکل جلف جاہل ؛ مولوی احمد رضا خان ؛

۹۵ ؛ نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ؛ علامہ عبدالحی لکھنوی ؛ اصح المطابع کراچی ۱۹۷۶ء

۹۵ ؛ نصرۃ الابرار ، مولوی محمد لدھیانوی ، مطبع صحافی لاہور ایچی سن گنج ، ۱۳۰۹ھ

۹۶ ؛ النیر الشہابی علی تدلیس الوہابی ، مولوی احمد رضا خان ، مطبوعہ مع رد المفصل المرتبی
باہتمام ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور

۹۸ ؛ نگارستان ، ظفر علی خان ، مکتبہ کاروان ، لاہور ، ۱۹۶۳ء

۹۹ ؛ وقعات السنان ، مولوی محمد مصطفیٰ رضا خان ، مکتبہ رضویہ ، آرام باغ کراچی

۱۰۰ ؛ ہدایۃ الطریق فی بیان التقلید والتحقیق ، مولوی دیدار علی شاہ ، مطبوعہ باہتمام
ابوالبرکات سید احمد ، سن تالیف ، ۱۳۲۹ھ

۱۰۱ ؛ ہفت روزہ " ایشیا " ۹ ، ۱۶ ، اپریل ۱۹۶۷ء

۱۰۲ ؛ روزنامہ " امروز " لاہور ، ۵ ، اکتوبر ۱۹۶۸ء

فتوائے مبارک مرکزی انجمن حزب اللہ احناف ہند لاہور

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ بضرورت وقت کا خیال کرتے ہوئے تمام کلمہ گو کو ایک جگہ پر ہو جانا چاہیے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو۔

اور بکر یہ کہتا ہے کہ جب شریعت مطہرہ نے اہل بدعت اور اہل ہوا سے اتفاق و اتحاد کو ناجائز و ممنوع رکھا ہے تو وہ تمام ۷۲ فرقے جن میں اہل ہوا اور اہل بدعت ہی نہیں بلکہ اکثر جن میں منافقین و مرتدین شامل ہیں ان سے اتحاد و اتفاق کیونکر درست ہو سکتا ہے اہل ندوہ کے خیال سے اقوال بھی اسی طرح کے تھے کہ کسی کلمہ گو کی تکفیر جائز نہیں۔ تمام کلمہ گو حق پر ہیں۔ جو ضروریات اسلام خواہ وہ کسی مذہب و مشرب کے ہوں سب متفق ہو جائیں۔ مگر علمائے حق نے [illegible] احکام بتایا۔ ان کے ساتھ مجالست و موافقت کو قطعاً حرام بیان کیا اور کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ لہٰذا علمائے سنت ان چند باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فقیر چاہتا ہے کہ بحکم شرع جواب عنایت فرما دیں۔

(۱) یہ جماعت مسلم لیگ کیسی ہے۔ کیا ان سے ہم اہل سنت کا اتفاق اتحاد شرعاً جائز ہے یا اور کیا ان لیڈروں کا رہنما ہونا درست ہے اور ان پر اعتبار صحیح ہے؟

(۲) مسلم لیگ کی حمایت کرنی اور ان میں چندہ دینا اس کا ممبر بننا اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا کیسا ہے؟

(۳) ان کے احوال و اقوال سے گمراہی ان پر ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(۴) جبکہ ہندو بریکار اور مسلمانوں کے دشمن ہیں تو موجودہ صورت میں شریعت مطہرہ یہ اجازت دیتی ہے کہ تمام کلمہ گو جن میں رافضی خارجی قادیانی وہابی نیچری چکڑالوی سبھی ہیں۔ اہل سنت کو ان سب سے متفق و متحد ہونا چاہیے؟

(۵) کیا ایسی صورت میں مصلحت وقت اجازت دیتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان فلا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم کو پس پشت ڈال دیا جائے۔

(۶) جو شخص اپنے کو سنی کہتا ہو اور پھر مذکورہ فرقوں کو رافضی نیچری جانتے ہوئے اپنا پیشوا مانے اور قائد اعظم لکھے اور اس کی حمایت کرے۔ مبلغ بن کر لوگوں کو اس کی طرف ترغیب دے وہ کیسا ہے اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۷) زید و بکر میں سے اپنے اپنے قول میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا عند المولی الجلیل

الجواب ھو الموفق للصواب۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ کانگریس کھلے ہوئے کفار و مشرکین کی جماعت ہے جس کا مخالف احکام شرعیہ و منافی اصول مذہب ہونا اس کی کارروائیوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہیں بت پرستی [illegible] کہیں کفریہ مشرکیہ ترانہ بندے ماترم کا شور کہیں مسلمانوں کے بچوں کو ودیا مندر میں لیجا کر ان معصوموں [illegible] کی کوشش کہیں [illegible] کانگریسی جھنڈے کی تعظیم [illegible] زور و شور کہیں مسلمانوں کی تعلیم [illegible] اسلام کے [illegible] دیوتاؤں کی تعریف و توصیف [illegible] کہیں ہندوؤں کی مطلق العنان حکومت [illegible] قائم کرنے کا [illegible]۔ کانگریس اپنی اکثریت کے لحاظ سے کفار و مشرکین کی ایک جماعت ہے اس میں مسلمان کہلانے والے جو شامل ہیں وہ [illegible] مذہب و ملت [illegible] کانگریس [illegible] ہیں

اور اپنے حیاتا گاندھی کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ ان مسلمان کہلانے والے ممبران وحامیان کانگریس میں حسین احمد اجودھیا باشی شبیر مدنی
دیوبندی۔ اور ثانی عن الاسلام کفایت اللہ شاہجہانپوری۔ مسٹر ابوالکلام آزاد وغیرہ ہم نیشنلسٹ گاندھی اور اون کے متبعین دیابنہ دیوبندیہ
مرتدین و نیچریہ وملحدین یہ ہی کی اکثریت ہے۔ ضرورت تھی کہ مخالفین اسلام کے حملوں سے اسلام و مسلمین کو بچانے کے لیے کوئی جماعت قائم ہوتی ایسے
نازک دور فتن اور ایسے شدید زمانہ میں مسلم لیگ اٹھی اور اس نے حفاظت اسلام و مسلمین و حفاظ اعلائے دین کا دعویٰ کیا۔ اور عزیز عام مسلمانوں نے
اسکو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھ کر اوسکا ساتھ دیا۔ ہمیں بھی مسرت ہوئی کہ وہ لیڈران قوم جو کل تک ہندو مسلم اتحاد کے نشہ میں متوالے تھے اور اسی نشے کی
جھونک میں اور ترنگ میں انہوں نے وہ وہ ایمان سوز و اسلام کش افعال کرڈالے تھے کہ الامان الحفیظ۔ اب ہوش میں آنے لگے ہیں اور کفار و مشرکین سے محبت
و موالات و اتحاد و مواخات کی حرمت و ناجوازی کے جو احکام الہیہ و ارشادات نبویہ پچھلے دور گاندھویت میں ہم نے سنائے تھے آج وہ خود بھی
وہی فرامین شرعیہ قوم کو سنانے لگے ہیں۔ اور اپنے پچھلے اسلام کش و ایمان سوز کرتوتوں پر پچھتانے لگے ہیں۔ مگر جب مسلم لیگ کے دستور اساسی کو منگا کر
پڑھا تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اسکے وہ اغراض و مقاصد جن کو برسرکار لانے کے لیے مسلم لیگ کی بنا ہوئی ہے جنکو پورا کرنے کیلیے لیگ اٹھی ہے
جنکی تائید کا حلفی اقرار نامہ لکھدینے کے بعد ہی کوئی شخص مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے۔ وہی اصول شرعیہ و احکام اسلامیہ کے منافی و مخالف بنائے گئے ہیں۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاً مسلم لیگ کا پہلا مقصد یہ بتاتی ہے کہ ہندوستان میں کامل آزاد وفاقی جمہوری ریاستوں کا قیام جس کے دستور میں مسلمانوں کے اور دوسری اقلیتوں کے
حقوق و مفاد کی موثر و مکمل حفاظت کیجائے۔ یعنی لیگ اس بات کی کوشش میں ہے اسکا مقصد ہے کہ ہندوستان کو انگریزوں کے پنجے سے بالکل آزاد کرا لیا جائے
اور پھر ہندوستان کی تمام قوموں کے باہمی اتفاق سے جمہوری سلطنت قائم کیجائے جس کی کونسل میں تناسب آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کے ہر مذہب و قوم
کے نمائندے شامل کیے جائیں۔ جس کے دستور میں مسلمانوں سکھوں اچھوتوں پارسیوں ہندوستانی عیسائیوں ہندوستانی یہودیوں وغیرہم کے حقوق و مفاد کی
مکمل حفاظت ملحوظ رکھی جائیگی۔ یعنی لیگ جو مسلمانوں سے جانی و مالی قربانیوں کا مطالبہ کرتی ہے اون سے لیگ کا سب سے پہلا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان میں
ایسی آزاد جمہوری سلطنت قائم ہو جو مذکور ہوئی۔ اب ملاحظہ ہو۔ کیا اسلام و قرآن و رسول و رحمن جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم القاب الشعرا
نے بھی مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں کا یہی مقصد بتایا ہے کہ ہندوستان میں ایک کونسل کی حکومت ہو جس میں تناسب آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں
ہندوؤں پارسیوں یہودیوں عیسائیوں سکھوں اچھوتوں کے ممبران شامل ہوں اور وہ سب کثرت رائے سے حکومت کریں حاشا ثم حاشا۔ ہرگز نہیں۔
قرآن پاک تو مسلمانوں کی قربانی جان و مال کا مقصد یہ بتاتا ہے کہ حتی لا تکون فتنة و یکون الدین کله لله یعنی اللہ کے راستے میں
یہاں تک جانی و مالی قربانی پیش کرو کہ کفر و شرک باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے اور فرماتا ہے کہ حتی یعطوا الجزیة عن
ید وهم صاغرون یعنی اللہ کے راستے میں جانی و مالی قربانیاں یہاں تک پیش کرو کہ کفار ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔ قرآن پاک نے
مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں کا مقصد صرف یہی قرار دیا ہے کہ سب کفار مسلمان ہو کر ابدی عیش و راحت اور دائمی حقیقی صحیح و مفید واقعی نعمت
آزادی کامل سے دارین میں کامیاب اور بہرہ مند ہوں۔ مگر مسلم لیگ ایسی حکومت کے قیام کے لیے مسلمانوں سے جانی و مالی قربانیاں چاہتی ہے
جس میں ہر کافر مشرک مرتد کو پوری آزادی اور خود مختاری حاصل ہوگی۔ **ثانیاً**: بلکہ تناسب آبادی کے لحاظ سے کفار و مشرکین ہی کو مسلمانوں پر
حکومت و فرمانروائی حاصل ہوگی کیونکہ کونسل میں ہر قوم کے مردم شماری کے اعتبار اور تناسب آبادی کے لحاظ سے اوسکے ممبر شامل ہونگے ہندوستان
میں مسلمانوں کی مردم شماری آٹھ کروڑ اور مشرکین کی بائیس کروڑ بتائی جاتی ہے تو کونسل میں مسلمانوں کے آٹھ اور مشرکین کے بائیس ممبر ہوں گے
اور جبکہ کثرت رائے پر فیصلے کا دار و مدار ٹھہرا تو حکومت تو مشرکین ہی کی ہوگی پھر کونسا دین و قرآن ہے جسنے جائز رکھا کہ خود مسلمان اپنے اوپر کفار و مشرکین
و مرتدین کی حکومت قائم کرنے کے لیے مسلمان اپنی جانی، مالی قربانیاں پیش کریں۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔
ثالثاً: یہ کہنا کہ اس جمہوری حکومت کے دستور میں مسلمانوں کے حقوق و مفاد کی مکمل حفاظت ملحوظ رکھی جائیگی صرف سیدھے سادے
بھولے بھالے مسلمانوں کو پھسلانے کے لیے ہے ورنہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ جب مسلمانوں کے مذہبی حقوق اور مشرکین کے کفری شعائر باہم
متصادم ہونگے تو اوس وقت مشرکین باوجود اپنی اکثریت کے اپنے شعائر کو مسلمانوں کے مذہبی حقوق کے لیے چھوڑ دینا گوارا کرینگے قرآن عظیم

فرماتا ہے یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون اس روشن اور واضح ارشاد قرآنی کے ہوتے ہوئے بھی جو شخص یہ امید رکھتا ہے کہ سوراج حاصل ہو جانے کے بعد مشرکین اپنے عہد و پیمان کا لحاظ کر کے مسلمانوں کے مذہبی حقوق کے ستانے میں اپنے شعار کفر یہ کو چھوڑ دینا گوارا کریں گے وہ درحقیقت قرآن عظیم کو جھٹلاتا ہے اور ایسے کلام الٰہی ہونے پر ایمان نہیں رکھتا والعیاذ باللہ تعالٰی. رابعا: مسلم لیگ نے اپنا مقصد صرف مسلمانوں کے حقوق و مفاد کی حفاظت نہیں بتایا بلکہ سکھوں اچھوتوں پارسیوں ہندوستانی عیسائیوں ہندوستانی یہودیوں وغیرہم جملہ اقلیتوں کے حقوق و مفاد کی حفاظت کو بھی اپنا مقصد دلین ٹھہرایا ہے تو کیا مسلمان چار ۰ غیرہ اچھوت ہندو اپنے تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی معبودیت کی تبلیغ کرنے کو اپنا مذہبی حق نہیں بتائیں گے کیا سکھ لوگ اپنے عقائد کفریہ کے پرچار کو اپنا مذہبی حق نہیں ٹھہرائیں گے بلکہ ان سب ادیان باطلہ کے متبعین کیا اس امر کی اشاعت کو اپنا مذہبی حق نہیں تصور کر بیٹھے کہ ہمارا مذہب سچا دین ہے اسکو چھوڑ کر ہمارے دین ہمارے دھرم کو قبول کر لو والعیاذ باللہ تعالٰی. تو مسلم لیگ ہندوستان میں جمہوری سلطنت قائم کرنے کے بعد ان تمام کفار و مشرکین کے جملہ کفریات ملعونہ کی تبلیغ واشاعت کی حمایت و حفاظت کرنا اپنا فرض اولین بنا رہی ہے۔ اس مقصد کو پورا لانے میں مسلمانوں سے جانی و مالی قربانیاں کرا رہی ہے یہ کس قدر شدید مخالفت قرآن اور کیسی کھلی ہوئی منافات ایمان ہے. قرآن عظیم نے مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں کا مقصد کفر کا مٹانا اسلام کا پھیلانا بتایا ہے. اور مسلم لیگ نے مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں کا مقصد اشاعت کفر و تبلیغ شرک ٹھہرا دیا. قرآن عظیم نے ارشاد فرمایا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان جب گناہ و ظلم پر باہم ایک دوسرے کو مدد دینا بحکم قرآن عظیم حرام گناہ قرار دیا گیا. گناہ اور ظلم بتایا گیا تو کفر و شرک کی حمایت کرنا کیونکر حرام اور کفر و شرک ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی. خامسا: مسلم لیگ اپنا دوسرا مقصد یہ بتاتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی اور مذہبی حقوق و مفاد کی ترقی و حفاظت کرنا. اور لیگ کی کارروائیوں سے روشن ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے یا گورنمنٹی مردم شماری میں اسکو مسلمان لکھا جائے لیگ کے نزدیک بس وہی مسلمان ہے پھر خواہ کیسے ہی عقیدے رکھتا ہو اسی بنا پر قادیانی و نیچری و دیوبندی و غیر مقلدین و روافض و وہابی و بابی و بہائی و خارجی و چکڑالوی و خاکساری وغیرہم اہلسنت کے سوا سارے کے سارے مرتدین و منکرین ضروریات دین لیگ کے مذہب میں مسلمان ہیں. لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. تو اب حضرات خلفائے ثلثہ سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر فاروق اعظم و سیدنا عثمن غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے علی الاعلان تبرا کرنے بعد ان کی مبارک شانوں میں کھلم کھلا گالیاں بکنے کو روافض معاذ اللہ اپنا مذہبی حق بتائیں گے (جیسا کہ لکھنؤ وغیرہ میں تماشا ہو رہا ہے) اور حضرات اہلبیت کرام سیدنا مولی علی و سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کھلم کھلا تبرا و بیزاری کرنے ان کو منجھ و بلند سرکاروں میں علی الاعلان گالیاں بکنے کو خوارج معاذ اللہ اپنا مذہبی حق ٹھہرائیں گے. قادیانی کہیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و رسالت کی تبلیغ کرنا ہمارا مذہبی حق ہے. دیوبندی لوگ چیخیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم کے علم مبارک کو شیطان و ملک الموت کے علم سے کم مشہور کرنا اور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم کے علم غیب کو پاگلوں جانوروں چارپاؤں کے علم غیب کے مثل شائع کرنا اور اس بات کی تبلیغ کرنا کہ اللہ تعالٰی جھوٹ بول سکتا ہے چوری کر سکتا ہے شراب پی سکتا ہے ظلم کر سکتا ہے جاہل ہو سکتا ہے اور اس کا فتوی دینا کہ وقوع کذب باری کے معنی درست ہو گئے یہ سب ہمارا مذہبی حق ہے۔ غرض سارے مرتدین و منکرین ضروریات دین شور مچائیں گے کہ ہمیں اپنے اپنے عقائد باطلہ کی تبلیغ و اشاعت کرنا ہمارا مذہبی حق ہے۔ تو مسلم لیگ کا یہ مقصد ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کی جانی اور مالی قربانیوں سے جب اونکے جمہوری حکومت حاصل ہو جائیگی تو ان عقائد کفریہ دیوبندیہ و غیر مقلدیہ و قادیانیہ و نیچریہ و خاکساریہ و چکڑالویہ و رافضیہ و خارجیہ و بابیہ و بہائیہ کی اشاعت و تبلیغ کو ترقی دیگی اور اس تبلیغ کفریات کی حفاظت کریگی والعیاذ باللہ تعالٰی قرآن عظیم فرماتا ہے وبشر المنٰفقین بان لہم عذابا الیما الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندہم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین

فی جمعہ جیسے علما ہیں جو ان کفریات سے کفر الفاظ کے ساتھ بیٹھے ہوں لیکن کسی عذر شرعی کے کلمات کفر پر سکوت و خاموشی اختیار کریں اور کبھی اقرار و جاہ کفر بکنے والوں کا اعلام کا فر ہونا۔ جتنا لیگ کی جو حکومت جمہوریہ کفریات ملحوظ کی تبلیغ و اشاعت کو ترقی دی کی تبلیغ کفر و شرک کو ضلالت کی وہ سیاسی حکومت ہے کہ یکسر بدملت والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بلکہ آپ اس سے زیادہ مسلم لیگ کی خباثتیں دیکھا چاہیں تو جماعت مبارکہ اہلسنت علماء کرام ضلع اپنے سے مسلم لیگ کو تحریر بخیر مدد اور احکام شرعیہ پر سوالیہ ملحوظ کر کے ملاحظہ فرمائیں۔ اب ان سوالات کے مختصر جوابات عرض ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) لیگ میں مرتدین منکرین ضروریات دین شامل ہیں۔ اس لیے اہلسنت و جماعت کا ان سے اتفاق و اتحاد نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ لیگ کے لیڈروں کو رہنما سمجھنا یا ان پر اعتبار کرنا منافقین و مرتدین کو رہنما بنانا اور ان پر اعتبار کرنا ہے جو شرعاً ناجائز ہے کسی طرح بھی جائز نہیں۔

(۲) لیگ کی حمایت کرنا اور اس میں چندے دینا اس کا ممبر بننا اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

(۳) لیگی لیڈروں کے افعال و اقوال سے ان کی گمراہی ہر ہر عمرو سے ظاہر و روشن ہے۔ مرتد تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں میں شیخ الاسلام اور حکیم الامت کہا جاتا ہے۔ اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ مسٹر محمد علی جناح کو قائد اعظم سیاسی پیغمبر ہندو مسلم اتحاد کے پیغامبر بتایا جاتا ہے ۱۹۲۰ء و ۱۹۲۱ء کے خلافتی دور کا ذکر ہوتا ہے و اسلام کش اور ایمان سوز ہندو مسلم اتحاد کی یاد میں ترانے گائے جاتے ہیں۔ مسٹر جناح کو قائد ملت رہبر اعظم رہنمائے محترم مخدوم ما ذات گرامی تم سلامت رہو ہزار برس۔ مسلم ہے تیرا افتخار جناح۔ ہے تیرا سردار جناح۔ وغیرہ کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ لوگ جو سارے تیرہ سو برس والے اصلی سچے مذہب اہلسنت پر قائم ہیں وہ اس مسلم لیگ کی شرکت و ممبری کو کیونکر روا رکھ سکتے ہیں۔

(۴) صورت مسئولہ میں مرتدین و منافقین سے اتحاد و اتفاق ہرگز جائز نہیں جب تک وہ بطلان اپنے عقائد باطلہ کفریہ شرکیہ سے توبہ نہ کریں۔

(۵) مصلحت وقت کوئی شے نہیں شریعت مطہرہ عین مصلحت ہے۔ اس سے روگردانی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرنا ہر لحظہ ہر آن فرض ہے خواہ دنیا بھر میں ایک ہی مسلمان رہے۔

(۶) اس شخص پر واجب و لازم ہے کہ فوراً توبہ کر کے سچا پکا مسلمان بن جائے۔ اگر رافضی کی تعریف ہوئی اور جناح کو اسکا امام سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے کل معاملہ ترک کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

(۷) زید پر سخت غلطی ہے اس کو اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہوئے قرآن حکیم و حدیث پر ایمان لانا چاہیے۔ مصلحت وہی ہے جو اللہ اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرمائیں۔ بہر حق پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے حق پر ثابت و مستقیم رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم





حقیر فقیر سید محمد ابو البرکات سید احمد غفر لہ

ناظم دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند

لاہور

الجواب ... مولانا ... صاحب

... حق ...

... والصواب

استفسار

کیا یہی اسلام ہے؟

قوم کو اُلّو بناؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
ڈُگڈُگی کے رہنماؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

بیج بو کر فتنۂ تکفیر کا اسلام میں
رات دن جلسے کراؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

مار کر ڈاکہ مُریدانِ ارادت کیش پر
خلوتوں میں مُسکراؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

آئے دن خلوتکدوں میں نقدِ عصمت لُوٹ کر
اپنے حجروں کو سجاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

او خُدانا آشناؤں کے گروہِ نامُراد!
اک ذرا مجھ کو بتاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

گالیاں بکتے رہو اسلافِ اُمّت کے خلاف
اے بریلی کے خُداؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

یہ بھی سوچا ہے کہ ختمِ خواجگاں کے نام پر
شرک کا ناٹک رچاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

یہ بھی سمجھا ہے کہ تعلیمِ پیمبر کے خلاف
مومنوں کا دل دُکھاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

باندھ کر پٹے میں سجادہ نشینی کا غرور
گدّیوں پر دندناؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

اور ذیلو! ڈیڑھ فٹ لمبی کُلاہِ فقر سے
دین کو بٹّہ لگاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

خانقاہوں میں بزرگوں کے مقدس نام پر
نت نئے فتنے جگاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

کمسن و نوخیز و جوانوں کو فریبِ وعظ سے
برسرِ مجلس نچاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

اس خدا کی نذر میں پڑ لے کفن دُزدانِ دیں
چادر دُہرا چڑھاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟

اس وطن میں کوئی تم کو پُوچھنے والا نہیں — مسجدیں تک بیچ کھاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
خُود فروشو! ذکرِ میلاد النبیؐ کی آڑ میں — تہمتیں ہم پر لگاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
پیرزادو! خرقۂ پیرِ مغاں کے رُوپ میں — مغبچوں کا مال کھاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
مانگ کر انگریز سے خونِ شہیدانِ حرم — آب مردوں کی بڑھاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
خواجۂ کونینؐ کے اسلام کی بنیاد و بیخ — اپنے ہاتھوں سے گراؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
مشربِ احمد رضا میں مفتیانِ بدزباں — سامنے آکر بتاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
(رضا خانی)
حاشیہ ادرک کی چٹنی کا پھریری دال میں — قورمہ، فرنی پلاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
عاقبت کے نرخ پر ہنگامۂ تکفیر سے — آگ ہر گھر میں لگاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
کُشتگانِ خنجرِ تسلیم کی پیشانیاں — پاؤں پر اپنے جھکاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
اِس صدی میں جو اکابر، حجتِ اسلام تھے — اُن کی رُوحوں کو ستاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
آئے دِن ہنگامۂ سب و شتم کے رُوپ میں — منبروں پر ہنہناؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
شیخ چلّی کے لطائف ہیں مدارِ گفت گو — میر کی غزلیں سناؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
خیرہ چشمی سے رسولؐ اللہ کی اولاد پر — جھوٹ کا طوفاں اُٹھاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
اوڈوائر کی رضا جوئی کی خاطر گولیاں — تُرک فوجوں پر چلاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
نو شگفتہ کونپلوں کو خواہشِ اولاد پر — اپنے پہلو میں بٹھاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
کل خُدا کے سامنے ہر بات کا ہوگا حساب — آج گلچھرے اُڑاؤ، کیا یہی اسلام ہے؟
اب خُداؤں کا لشکر مات کھا سکتا نہیں — میرے خامے سے تمہیں کوئی بچا سکتا نہیں

آوازۂ غیب

شورش مجھے بطحا سے ملا ہے یہ اشارا
ڈوبے گا بریلی کے خداؤں کا ستارا

بدعت کے در و بام ہلاتے چلے جاؤ
اللہ نے با مردئ مومن کو پکارا

بے موک ہیں ان فتویٰ فروشوں کی زبانیں
اسلاف کی توہین پہ کرتے ہیں گذارا

قرآں کے احکام سے رکھتے نہیں رغبت
توحید کے اذکار سے کرتے ہیں کنارا

میلاد کی محفل ہو تو ناغہ نہیں کرتے
ملتا ہے مریدوں سے تن و توش کا چارا

رندانِ سیہ مست کو حجروں میں بلا کر
دیتے ہیں مریدانِ تہی دست کو "لارا"

ہر کوچہ و بازار میں کہرام مچا ہے
ان زہد فروشوں نے مسلمان کو مارا

امت کے اکابر پہ سب و شتم کی بوچھاڑ
کرتی نہیں اللہ کی غیرت یہ گوارا

پہنچا ہے مجھے حجۃ الاسلام کا فرمان
جس نے مرے ایمان کے چہرے کو نکھارا

دل سے مرے ہر خدشۂ فانی کو نکالا
جرأت کو مری عشقِ پیمبر نے سنوارا

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے خوفِ سکندر ہے نہ اندیشۂ دارا

میرے لئے یثرب کی فضا کافی و شافی
تعویذ فروشوں کو بریلی کا سہارا

تکفیر کی بدبو سے مساجد میں تعفن
سنڈاس سے اعلیٰ کے خرافات کا دھارا

گنگوہی کے دامن پہ ہیں الحاد کے چھینٹے؟
نانوتوی کافر ہے؟ یہ سوچو تو خدارا

اسلام کے باغی ہیں، دیوبند کے بیٹے
کس نے تمہیں اس فتویٰ تراشی پہ ابھارا

تم اور مرے قتل کی تدبیر بہت خوب
"آوازِ سگاں کم نہ کند رزقِ گدارا"

پھر یہ نہ شکایت ہو کہ گستاخ ہے شورش
جب میں نے قباؤں کو ادھیڑا کہ اتارا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرتب کتاب کا مختصر تعارف

پیش نظر کتاب "الشہاب الثاقب" کے مرتب حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب کی مختصر سوانح درج ذیل ہے تاکہ آپ کے علمی مقام کا بھی کچھ اندازہ ہو سکے۔

ولادت:

حضرت قاری صاحب مرحوم کی ولادت ۲۲ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ / ۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء بروز جمعرات ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک علمی و دینی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب مدظلہ العالی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد و فاضل دیوبند ہیں۔ علوم جدیدہ و قدیمہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔

تعلیم و تربیت:

قاری صاحب مرحوم کی تعلیم و تربیت از اول تا آخر آپ کے والد محترم دام ظلہ کے زیر سایہ ہوئی۔ اوکاڑہ میں قرآن پاک حفظ کیا، حفظ قرآن سے فراغت کے بعد والد ماجد کے ہمراہ لاہور چلے آئے۔ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء میں جامعہ مدنیہ لاہور میں جو اس وقت بڑے بڑے اساطین علم و فضل کا مرکز تھا آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا، معقولات و منقولات کی اکثر کتب والد ماجد صاحب سے پڑھیں، درس سالہ تعلیمی دور گزار کر ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ درس نظامی کے علاوہ آپ نے ۱۹۷۱ء میں فاضل عربی اور ۱۹۷۲ء میں میٹرک کی از خود تیاری کر کے امتحان دیا اور سندات حاصل کیں۔

بیعت و سلوک خلافت و اجازت:

آپ زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ (متوفی ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء) خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہو گئے

تھے، حضرت مولانا نے ۱۹۷۳ء میں وفات سے چند روز پیشتر حضرت قاری صاحب مرحوم کو انتہائی محبت کے ساتھ گلے لگا کر خلافت عطا فرمائی اور بیعت کی اجازت دی۔

تدریس:

۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں آپ نے اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور کے حکم پر جامعہ مدنیہ ہی میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ابتدائی درجات سے لے کر انتہائی درجے تک کی تقریباً تمام کتابیں بڑی کامیابی کے ساتھ پڑھائیں۔ آپ نے مسلسل بیس برس تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس دور میں آپ سے ہزاروں تشنگان علوم نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیض پایا۔

احقاق حق و ابطال باطل:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلک حق کی صحیح ترجمانی و اشاعت اور باطل کی تردید و بیخ کنی کے لیے منتخب فرمایا تھا چنانچہ آپ نے انتہائی قلیل عرصہ حیات میں اس سلسلہ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جنہیں دیکھ کر عقل محو حیرت رہ جاتی ہے، اس پُر خار وادی میں آپ کو ہر قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ دور دراز کے سفر بھی کیے، ساری ساری رات جاگ کر لوگوں کی ذہن سازی بھی کی، ہفتہ وار، ماہوار درس بھی دیئے۔ بہت دفعہ تحریری و تقریری مناظرے بھی کیے، مقدمات کچہری تک نوبت بھی پہنچی، اپنے پرایوں کی باتیں بھی سننی پڑیں تاہم آپ مردانہ وار حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے رہے اور بزبان حال کہتے رہے ؎

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

انجمن ارشاد المسلمین و جمعیت اہل سنت کا قیام:

اکابر علماء اہل سنت (علماء دیوبند) کے مسلک و موقف سے (جو قرآن و سنت پہ تھی

اور افراط و تفریط سے پاک انتہائی معتدل مسلک ہے) آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ اور باطل و اہل باطل سے شدید نفرت تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ قوم فرق باطلہ سے ہٹ کر صحیح معنی میں دین حق کی پرستار اور بدعات سے بچ کر نور سنت سے منور ہو، اس کے لیے آپ نے ۱۹۷۷ء میں نوجوانوں پر مشتمل ایک تنظیم انجمن ارشاد المسلمین قائم کی، اس تنظیم سے علمی اور عملی طور پر بہت فائدہ ہوا۔ بہت سے نوجوانوں کو راہ ہدایت نصیب ہوئی اور بہت سی نادر و نایاب کتب طبع ہو کر عوام تک پہنچیں پھر ۱۹۸۴ء میں آئمہ مساجد اور علماء اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے دین حق کی اشاعت اور باطل کی سرکوبی کے لیے ایک تنظیم ''جمعیت اہل سنت'' کے نام سے قائم کی اس تنظیم سے آپ نے علمی طور پر علماء و ائمہ کرام کو مسلح کیا اور بہت سی اہم کتابیں طبع کر کے ان تک پہنچائیں۔

تصنیف و تالیف:

قاری صاحب مرحوم کو لکھنے لکھانے کا شوق زمانہ طالب علمی ہی سے تھا۔ طالب علمی کے دور ہی میں آپ نے بہت سے مضامین لکھے جو جامعہ مدنیہ لاہور کے ماہنامہ ''انوار مدینہ'' میں شائع ہوئے بعد کو یہ ذوق بڑھتا گیا اور انتہائی مصروفیات کے باوجود آپ بلند پایہ مضامین لکھتے رہے جو دیال سنگھ لائبریری لاہور کے مرکز تحقیق سے شائع ہونے والے سہ ماہی مجلّہ ''منہاج'' میں چھپتے رہے اہل بدعت کے خلاف جو کتب آپ نے شائع کی تھیں ان میں سے بعض کتب پر انتہائی وقیع مقدمات بھی تحریر فرمائے جن میں سے ''الشہاب الثاقب''، رسائل چاندپوری'' جلد اول اور ''حفظ الایمان'' کے مقدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ درج ذیل کتب آپ کی یادگار ہیں:

(۱) تحریک پاکستان اور بریلویوں کا کردار

(۲) آئینہ بریلویت

(۳) فاضل بریلوی کا حافظہ

(۴) مروجہ محفل میلاد

(۵) ایک مناظرہ جو ہو نہ سکا (مرتبہ انور محمود صدیقی)

(۶) حضرت شیخ الہند" اور فاضل بریلوی کے تراجم کا تقابلی جائزہ

موخر الذکر کتاب حضرت قاری صاحب" مرحوم کی تصانیف میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے اس سے حضرت قاری صاحب کا علمی مقام آپ کی ذکاوت و ذہانت، جودت طبع اور نقادی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے- اس میں آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن (م ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) اور اہل بدعت کے مجدد احمد رضا خان بریلوی کے تراجم کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے- یہ جائزہ سورۂ فاتحہ مکمل اور سورۂ بقرہ کی ۳۷ آیات پر محیط ہے- اس جائزہ میں آپ نے واضح کیا ہے کہ حضرت شیخ الہند" نے اپنے ترجمہ میں جہاں نظم قرآنی کی ترتیب و ترکیب کو ملحوظ رکھا ہے وہیں اس کی فصاحت و بلاغت کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا- نیز آپ نے اپنی ترجمانی کے بجائے اسلاف کی تفسیر و تعبیر کا خاص خیال رکھا ہے اور اپنے عقائد کی اشاعت کے بجائے سلف صالحین کے عقائد پر اعتماد فرمایا ہے جبکہ احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ میں بیسیوں قسم کے سقم پائے جاتے ہیں:

(۱) اس میں نہ قرآنی ترتیب و ترکیب باقی رہتی ہے (۲) نہ اس کی فصاحت و بلاغت (۳) نہ اس میں اسلاف کی تفسیر و تعبیر کا خیال رکھا گیا ہے- (۴) نہ سلف صالحین کے عقائد پر اعتماد وغیرہ وغیرہ

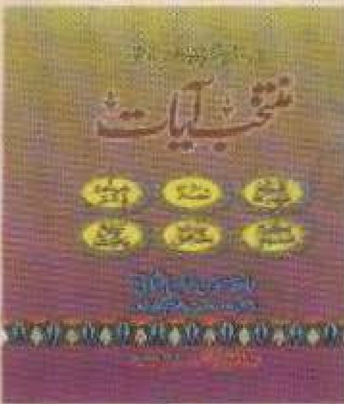
یاد رہے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم اپنی بعض تصانیف ''انوار احمد'' کے قلمی نام سے بھی لکھتے تھے اور وہ ان کی زندگی میں اسی نام سے چھپتی تھیں-

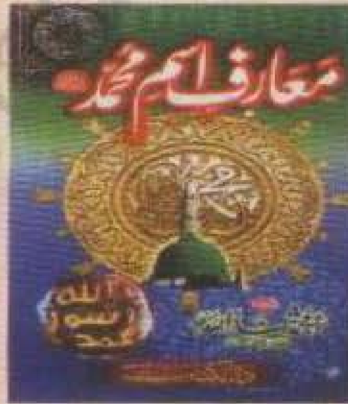
وفات حسرت آیات:

۱۸ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ/ ۲۲ اپریل ۱۹۹۲ء بروز بدھ بعد از نماز ظہر مسجد میں بالکل اچانک آپ کی وفات ہوئی اور جمعرات کی صبح قبرستان میانی صاحب میں حضرت طاہر بندگی" کے جوار اور حضرت مولانا سید حامد میاں" کی پائنتی آپ کی تدفین ہوئی-

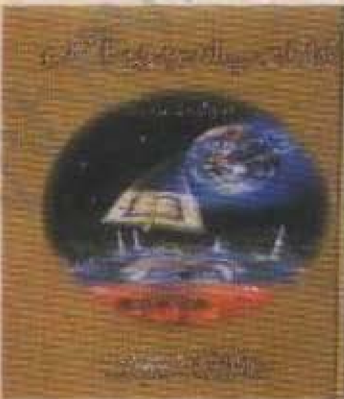
رحمه الله رحمةً وّاسعه

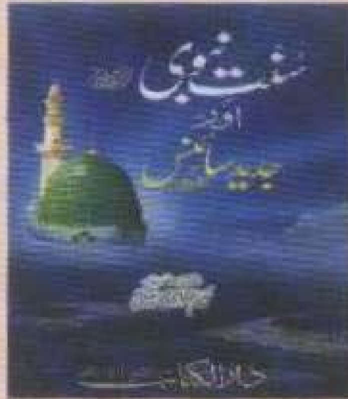
ہماری چند اہم مطبوعات





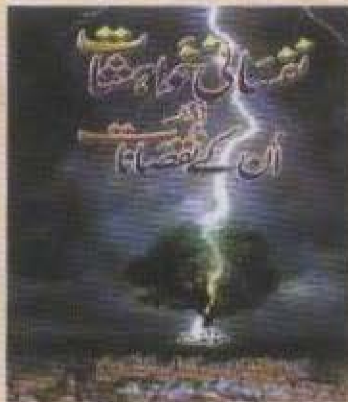




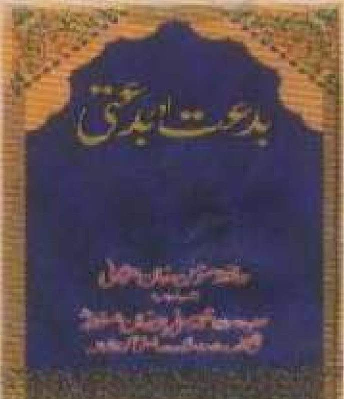




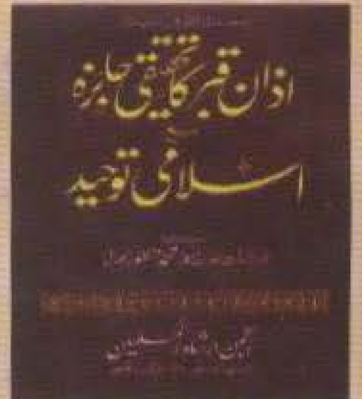












دار الکتاب
کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور 7235094